قصائد اردو — ڈاکٹر ابو محمد سحر

انتخاب قصائد اردو
ابو محمد سحر

دیباچہ طبع دوم

انتخاب قصائد اردو کے پہلے ایڈیشن کا تقریباً پانچ سال میں بھی فروخت ہو جانا خاصا اطمینان بخش ہے۔ اس ایڈیشن میں سودا اور ذوق کا ایک ایک قصیدہ بڑھا دیا گیا ہے۔ چند اور قصیدے بھی شامل کرنے کا ارادہ تھا لیکن کاغذ کی موجودہ قلت اور گرانی مانع رہی۔ اس درمیان میں کچھ پرانی اور نئی کتابیں نظر سے گزریں۔ متن و حواشی کی درستی میں حتی الامکان ان سے استفادہ کیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ دکنی قصائد کے چند سطروں کا متن اب بھی درست نہ ہو سکا اور کچھ الفاظ کے معانی کی تحقیق بھی نہ ہو سکی۔ مستند حوالوں کے بغیر عہد کی زبان، تذکیر و تانیث اور طرز تخیل پر قیاس کر کے قدیم متنوں میں ردو بدل کرنا میرے نزدیک مناسب نہیں۔ دکنی قصائد تو بہت قدیم ہیں۔ سودا اور ذوق وغیرہ کے قصائد میں بھی بعض مقامات کو شکوک کے باوجود میں نے اسی طرح رہنے دیا ہے جس طرح وہ پرانے ماخذ میں پائے جاتے ہیں۔

کتابت کا کوئی انداز مقرر کرنا اور پوری کتاب میں اس پر عمل درآمد کرانا مختلف وجوہ سے آج بھی بہت مشکل ہے۔ اردو میں بہ کثرت اعراب و اوقاف لگانے کا نہ تو چلن ہے اور نہ کتابت میں ہر جگہ اس کی گنجائش ہی نکلتی ہے۔ اس کے علاوہ جب ان کی صحت طباعت پر پوری طرح بھروسا نہیں کیا جا سکتا تو اس قسم کا التزام قاری کی راہ میں کانٹے بونے کے مترادف

بھی ہو سکتا ہے۔ اردو کا یہ طریقہ بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے کہ قاری کو اعراب و اوقاف کا حد سے زیادہ محتاج نہ بنایا جائے بلکہ اس کی اس صلاحیت کو بروئے کار آنے کا موقع دیا جائے کہ وہ کلام کو خود صحیح طور پر پڑھ سکے۔ اس انتخاب میں ضروری موقعوں پر اعراب و اوقاف کا استعمال کیا گیا ہے لیکن قارئین کو اپنے ذوقِ سلیم سے بھی کام لینا پڑے گا۔ اسی طرح توقع ہے کہ زمانہ کا، شانہ سے، آئینہ میں اور قصیدہ کے جیسے ٹکڑے بھی صحیح پڑھ لیے جائیں گے۔ بعض اوقات اس طرح کے ٹکڑے اگر اپنی اصلی حالت میں بھی پڑھے جائیں تو صوتی اعتبار سے بُرے نہیں معلوم ہوتے مثلاً ریختہ کے، قبلہ کو، غازہ سے وغیرہ۔ اس لیے ہر جگہ املا میں ترمیم کوئی خاص معنی نہیں رکھتی۔ فارسی عطف و اضافت کے ساتھ جب اس طرح کے ٹکڑے آتے ہیں، تو وہ اپنی اصلی حالت ہی میں لکھے اور پڑھے جاتے ہیں مثلاً ساغرِ شیشہ سے، درِ میکدہ تک اور آبِ آئینہ میں وغیرہ اردو میں ایک عرصے سے یائے اضافت پر ہمزہ بناتے ہیں۔ اس کو ترک کر دینا بھی الجھنوں سے خالی نہیں۔ مروجہ انداز کتابت یا طرز املا میں اگر کوئی اصلاح ہونی ہے تو وہ اردو کی علیحدہ حیثیت اور روایات کو مدنظر رکھ کر ہی کی جا سکتی ہے تاکہ اسے عام طور پر قابلِ قبول سمجھا جائے۔ عربی و فارسی کی مزید تقلید یا خود ساختہ اصولوں کی کارفرمائی نئی دشواریوں اور انتشار کا باعث ہے۔

نظرِ ثانی میں محترم ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب، جناب محمد اکبر الدین صاحب صدیقی اور جناب عابد پیشاوری کے مفید مشوروں سے مجھے بڑی مدد ملی ہے جس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔

ابو محمد سحر بھوپال ۶ ر جون ۱۹۷۰ء

مقدمہ

اصنافِ سخن کے عروج و زوال کی کہانی تہذیبوں یا اُن کے کسی رنگ کے عروج و زوال کی کہانی سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اکثر اصنافِ سخن انفرادی یا اجتماعی ضرورتوں کے تحت طلوع ہوتی ہیں۔ جب تک ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں ان کا سورج چمکتا رہتا ہے ورنہ ماند پڑ جاتا ہے اور دھیرے دھیرے غروب ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے قصیدہ اردو شاعری کی سب سے ذی وقار صنف تھا۔ اس کے بعد وہ ایک بگڑے رئیس کی طرح اپنی حیثیت سنبھالنے میں مصروف رہا۔ آخر بیسویں صدی میں وہ وقت آ ہی گیا کہ اس کے ہوا خواہوں نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کسی اہم صنفِ سخن کے خاتمے سے یہ تو آشکار ہو جاتا ہے کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی ضرورت کبھی نہ تھی۔ اردو شاعری کے کسی بھی سنجیدہ مطالعہ میں قصیدے کو نظرانداز کرنا اس لیے محال ہے کہ اس کے بغیر ہم اپنی شاعری اور زبان کی پوری تصویر سے آشنا نہیں ہو سکتے۔

قصیدہ اور مدح کچھ ایسے ایک جان دو قالب رہے ہیں کہ عرفِ عام میں قصیدے سے مدحیہ نظم مراد لی جاتی ہے۔ لیکن جس طرح عشقیہ اشعار

کا ہر مجموعہ غزل نہیں ہو سکتا اسی طرح لازمی نہیں کہ ہر مدحیہ نظم قصیدہ ہو۔ غزل کی طرح قصیدے کے لیے بھی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور بعد کے اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ وہم ردیف ہوں۔ مدح کے علاوہ ہجو بھی اس کا ایک خاص موضوع ہے اور ایسے قصائد بھی مفقود نہیں ہیں جن میں مدح اور ہجو دونوں سے قطع نظر کر کے کوئی اور ہی موضوع اپنایا گیا ہے۔ تاہم قصیدے کی زیادہ رائج شکل قافیہ و ردیف کی مذکورہ قیود میں ایک ایسی نظم کی ہے جس میں تشبیب، گریز، مدح اور دعا کے اجزا پائے جاتے ہیں۔

قصیدہ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی کی شہرۂ آفاق صنفِ سخن ہے۔ فارسی میں اس نے ایک اور تمدن کی استعداد فکر، وسعتِ خیال اور ذوقِ شعری کی بہترین صلاحیتوں کا مظہر بن کر نئی بلندیاں حاصل کیں۔ اردو نے جب اسے اپنایا تو دوسری مستعار اصنافِ سخن کی طرح اس نئی زبان میں یہ بھی رس بس گیا۔ اگرچہ عربی و فارسی کے مقابلے میں اردو میں قصیدہ کم لکھا گیا ہے لیکن اردو میں بھی اس کی ایک مربوط تاریخ ہے۔ اس کے اولین نمونے دکن میں سولھویں صدی سے ملنے لگتے ہیں۔ چنانچہ پہلا دور دکنی قصیدہ نگاروں کا ہے۔ اس کے بعد دہلی میں اردو شاعری کے عروج کے ساتھ سودا اور ان کے ہم عصروں نے اس میں دادِ سخن دی۔ پھر انشا، مصحفی، ذوق اور ان کے معاصرین اور منیر و امیر کے ادوار سے گزرتا ہوا اس کا قافلہ دورِ جدید میں داخل ہوا۔ لیکن راستے بدل چکے تھے۔ پرانی منزلیں گرد ہو چکی تھیں۔ لبعض شعرا نے نئے راستوں اور نئی منزلوں کی تلاش میں بہت کچھ سعیٔ مشکور کی لیکن یہ دور بالآخر قصیدے کا دورِ زوال ثابت ہوا۔

اردو قصیدہ نگاروں میں سوداؔ کے فن کی عظمت اور ہمہ گیری اور ذوقؔ کی علمیت اور شاعرانہ صناعی سے کون واقف نہیں لیکن تحقیق کی نگاہیں کہتی ہیں کہ سوداؔ سے پہلے ہی یہ فن کافی ترقی کر چکا تھا۔ دکنی شعرا میں قلی قطب شاہ اور شاہی جیسے اچھے قصیدہ نگار ہی نہیں بلکہ غواصی اور نصرتی جیسے بڑے قصیدہ نگار موجود ہیں۔ سوداؔ کے بعد ذوقؔ کے علاوہ انشاؔ، مصحفیؔ، مومنؔ، غالبؔ امان علی سحرؔ، امیرؔ لکھنوی، منیرؔ شکوہ آبادی، امیرؔ مینائی اور محسن کاکوروی کا بھی مختلف حیثیتوں سے اس چمن کی آبیاری میں نمایاں حصہ ہے۔ جدید شعرا میں اسمٰعیل میرٹھی، حالیؔ، نظم طباطبائی، صفیؔ، محشرؔ اور عزیزؔ نے اس کی ترمیم و اصلاح میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اسی زمانے کے ایک شاعر عبدالرحمٰن شاطرؔ مدراسی ہیں جنھوں نے اعجاز عشق کے عنوان سے ۱۳۹۶ اشعار کا ایک قصیدہ لکھا ہے۔ یہ قصیدہ نہ صرف اپنی غیر معمولی طوالت بلکہ اپنے جدید فلسفیانہ اسلوب کے لحاظ سے بھی خاصا اہم ہے۔ اقبال سہیل، شفیق جونپوری اور نجم آفندی اس صنفِ سخن کے آخری قابل ذکر شعرا کہے جا سکتے ہیں۔

قصیدے کی تاریخ پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ شاعرانہ حسن کاری کا ایک نہایت لطیف تصور وابستہ تھا۔ معشوق کے حسن و جمال کی تعریف میں ولیؔ کا شعر ہے

تو سر سوں قدم تلک جھلک ہیں
گویا ہے قصیدہ انوری کا

خارجی کوائف اور داخلی تجربات کا بیان بھی اس میں جا بجا عام شاعرانہ لطافت اور صداقت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر قلی قطب شاہ اور شاہی کے بعض قصائد مقامی رنگ، شعریت اور رومانیت میں ڈوبی ہوئی دلکش اور

موہنی نظمیں ہیں۔ نصرتی کے قصائد میں رزم و بزم کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ سودا کے قصیدۂ شہر آشوب اور قصیدۂ تضحیکِ روزگار بحیثیت ظرافت کے پردے میں معاشرتی زوال و ابتری کا حقیقی روپ پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک قصیدے میں نواب شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی فوجوں کے درمیان لڑائی کی چشم دید کیفیت نظم کی ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کا قصیدہ جریدۂ عبرت زمانے کی رفتار سے بے خبر رہنے والوں کے لئے ایک سبق آموز مرقع ہے اس کے علاوہ اگر قصائد کی تشبیب کو دیکھئے تو موضوعات و مضامین کی ایک وسیع دنیا سامنے آتی ہے۔ بہار و خوشی کا تذکرہ ہو یا آسمان و زمانہ کی شکایت، معشوق کی سراپا نگاری ہو یا تاریخی و معاشرتی حالات کا بیان ایسے سیدھے سچے اور پُر تاثیر اشعار آپ کو مل جائیں گے جو اردو شاعری کے عام معیار پر پورے اتریں گے۔ مدح بھی کبھی کبھی صداقت و اصلیت سے عاری نہ دکھائی دے گی۔ قصیدے کے ان پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنا تنقیدی مطالعے کی جامعیت کی دلیل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ اپنے مخصوص انداز مدح سرائی، مبالغہ آرائی اور مشکل پسندی ہی سے پہچانا جاتا تھا۔ آج ہم انھیں خواہ کتنا ہی ہدفِ ملامت بنائیں لیکن یہی وہ امتیازی خصوصیات تھیں جن کی بدولت یہ صنفِ سخن اپنے زمانے کی کچھ خاص سماجی اور ادبی قدروں کے اظہار کا ایک کامیاب ذریعہ بن گئی اور اس نے قدیم اصنافِ سخن میں ایک بلند مقام حاصل کرلیا۔

قدیم زمانے میں بادشاہوں اور امیروں کی شخصیتیں خاص و عام کی توجہ کا مرکز تھیں۔ ان کے دربار علوم و فنون کی سرپرستی اور قدر افزائی کا سب سے بڑا بلکہ اکثر واحد وسیلہ تھے۔ معاشرے میں ان کی عظیم الشان حیثیت اور اس کے ساتھ ان کا جذبۂ قدردانی اہل علم و فن کو فطری طور پر ان کی مدح و

ثنا کی طرف راغب کرتا تھا۔ مبالغہ ایک تو یوں بھی شاعری کی جان ہے، دوسرے تعریف کا موضوع کچھ ایسا ہے کہ مبالغہ کے بغیر اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، ایسی صورت میں اور بھی کہ اس کا تعلق سماج کی مقتدر ہستیوں سے ہو۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ شعرا نے ممدوحین کے ذاتی اوصاف کی جگہ ان کے طبقاتی اوصاف کا لحاظ رکھا اور جس طبقے کے وہ فرد تھے اس کی خوبیوں کو منتہائے کمال تک پہنچا کر پیش کرنے کی کوشش کی۔ شعرا کو اپنی پروازِ تخیل کے مظاہرے کا بھی اس سے بہتر اور کیا موقع مل سکتا تھا کہ ممدوح کی ذات محض ایک علامت ہو اور اس کی طبقاتی صفات ایک مثالی نمونہ۔ مبالغہ آرائی کا ایک اور بڑا مقصد شان و شکوہ اور رعب و جلال کی اس فضا کی تعمیر تھا جو ذی اقتدار افراد کی توصیف کے لیے ناگزیر تھی۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ "قصیدے میں اگر مبالغے سے کام لیا جاتا ہے تو اصولاً اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ قصیدے کے میدان میں شاعر ایک لحاظ سے متحیر اور ششدر کر دینے والے استعجاب کو اُبھارتا ہے جس سے اسے رعب اور دہشت کا اثر پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مبالغے کے ذریعے کیا جاتا ہے۔" بزرگانِ دین کی تعریف میں مبالغہ مذہبی عقائد سے پوری طرح ہم آہنگ تھا۔ اس کی لامتناہیت شعرا کے بیکراں مذہبی جوش و خروش اور حسنِ عقیدت کی ترسیل کا بہترین وسیلہ تھا۔

قصیدے کی مبالغہ آمیز مدحت طرازی کچھ خاص سماجی اور شاعرانہ تقاضوں کے عین مطابق تھی۔ انھیں کے زیر اثر مبالغہ اس صنفِ سخن میں عام طور پر راہ کر گیا اور تشبیب کا حصہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ بڑی حد تک یہی تقاضے اس کی مشکل پسندی کے بھی محرک ہوئے۔ شان و شکوہ، حیرت و استعجاب اور نمائشِ فن کی جو فضا شعرا کے مدِ نظر تھی اس میں علمیت کے مظاہرے سے بڑی مدد

مل سکتی تھی۔ درباروں میں چونکہ اہل علم کا مجمع ہوتا تھا، اس لیے اس کی خاطر خواہ پذیرائی کا سامان بھی موجود تھا۔ چنانچہ قصیدے میں مشکل الفاظ تراکیب کے ساتھ ساتھ دقیق خیالات اور عالمانہ مضامین نے بھی جگہ پائی۔

آج ہماری دل بستگی قصیدے کے ایسے نمونوں سے تو بالکل فطری ہے جو زمانے کی تبدیلی کے باوجود اپنے اندر ایک کشش رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نے شاعری کو اس کے تاریخی پس منظر میں پرکھنے کا فن سیکھا ہے اور ہمیں اصناف سخن کی غرض وغایت اور انفرادیت کا عرفان بھی حاصل ہے تو ہم ان عناصر سے بھی چشم پوشی نہیں کرسکتے جو زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے بظاہر اپنی جاذبیت کھو چکے ہیں۔ بقول نیاز فتح پوری "قصیدہ نگاری بڑی مشکل صنف سخن ہے جس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے محض شاعرانہ فطری صلاحیت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وسعت مطالعہ، اچھی تعلیم اور نقاشانہ مہارت کی بھی ضرورت ہے۔ اسی لیے اردو کے اچھے قصیدہ نگار بہ نسبت اچھی غزل کہنے والوں کے کم ہوئے ہیں۔" قصیدہ شخصی نظام کی مخصوص روایات اور مذہبی جوش عقیدت کا آئینہ دار ہی نہیں، وہ اس ذہانت کی جولان گاہ بھی تھا جو ہمارے قدیم علوم وفنون کا سرمایۂ افتخار تھی۔ اس کی معنی آفرینی، مرصع کاری، پرشکوہ اور عالمانہ لہجہ اور زبان وبیان کی وسعت اردو شاعری کی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔

(۲)

اردو قصائد کے کسی قدر مبسوط انتخاب کی ترتیب کا خیال مجھے ایک مدت سے تھا لیکن اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع مجھے اس وقت ملا جب طبع دوم کے لیے "اردو میں قصیدہ نگاری" کی نظر ثانی سے مجھے فراغت حاصل ہوئی۔ آج یہ امر میرے لیے ذاتی اطمینان کا موجب ہے کہ قصیدے پر جو کام

میں نے شروع کیا تھا وہ اس انتخاب کے ساتھ بڑی حد تک مکمل ہو گیا۔

اس انتخاب میں ایک ہی طرح کے اچھے قصیدے شامل کرنے کے بجائے اچھے نمونوں کے تنوع پر نظر رکھی گئی ہے تاکہ موضوعات، مضامین اور اسالیب بیان کی رنگا رنگی کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی ہو سکے۔ جن قصیدہ نگاروں کے ایک سے زیادہ قصیدے شامل کرنے کی ضرورت تھی۔ ان کے انتخاب میں بھی اسی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کسی صنف سخن کا انتخاب مرتب کرنے کے لیے اس کے پورے ذخیرے کا علم اور اچھے نمونوں کی پہچان کافی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے اردو کے کلیات و دواوین تحریف متن اور کتابت کی غلطیوں سے اتنے پُر ہیں کہ انتخاب کے مرتب کو متن کی تصحیح کی ذمہ داری بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اختلافِ نسخ کی صورت میں میں نے موزوں ترین متن لے لیا ہے۔ کہیں کہیں قیاسی تصحیح بھی کی ہے۔ چند قصائد میں دو تین شعر ادبی نقطۂ نظر سے خارج کر دیے گئے ہیں۔

قصیدے کے دقیق اور عالمانہ اسلوب سے صحیح واقفیت آج کل بہت دشوار ہو گئی ہے۔ جو لوگ اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس کی مشکلات کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ حواشی لکھنے کی ضرورت اسی لیے محسوس ہوئی۔ ہر صفحے پر حاشیے اس کثرت سے تھے کہ انھیں آخر ہی میں شامل کرنا بہتر معلوم ہوا۔ حاشیہ نگاری اور مفصل شرح میں فرق ہے۔ اور حاشیہ نگاری اور حاشیہ آرائی کا گٹھ جوڑ تو میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ شعر کو سمجھنے کے لیے جن تلمیحات، روایات اور عقائد وغیرہ پر مضمون کی بنیاد ہوتی ہے ان کو اسی طرح تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ نہ تو ان کی صحت و عدم صحت یا علیحدہ تحقیق سے غرض ہوتی ہے اور نہ خبر متعلق تفصیلات سے اس لیے میں نے ان باتوں سے قصداً گریز کیا ہے۔

ترتیب و تحشیہ کا ایک بلند معیار میرے ذہن میں ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے پہلے مآخذ کی فراہمی اور طباعت و اشاعت کے وسائل کو دیکھنا پڑتا ہے۔ ترتیب کا جو طریقہ میں نے اختیار کیا ہے وہ انھیں وسائل کا تابع ہے جو میرے دسترس میں تھے۔ قصائد میں الفاظ و معانی کے اتنے وسیع ذخیرے سے سابقہ پڑتا ہے کہ کوئی ایک شخص مشکل ہی سے ان پر عبور کا دعوی کر سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ بعض نکات تک میری رسائی نہ ہوئی ہو۔ اہلِ نظر سے گزارش ہے کہ میری فروگزاشتوں سے مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ان کی تلافی کی جا سکے۔

اگرچہ سہو و اغلاط کی تمام تر ذمہ داری میری ہے لیکن اس کتاب کی تالیف میں مجھے اپنے کئی بزرگوں اور دوستوں سے مدد ملی ہے۔ ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی ہے۔ دکنی قصائد کے سلسلے میں میں نے ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب کے آرائے گرامی سے بڑا فائدہ اُٹھایا ہے۔ کچھ اہم معلومات اور مواد کے لیے میں مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی، حضرت محوی لکھنوی، ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب، جناب اکبر علی خاں، ڈاکٹر سید عابد حسین، جناب عبد القوی دسنوی، جناب زبیر صدیقی، ڈاکٹر سید سلیمان حسین، عزیزی حنیف نقوی، عزیزی ڈاکٹر یونس حسنی اور عزیزی عبد الرشید قریشی کا بھی ممنون ہوں۔

آخر میں میرا ایک نہایت خوشگوار فرض حضرت نسیم انہونوی کا شکریہ ادا کرنا ہے جن کی علم دوستی کی بدولت میں بڑی مسرت کے ساتھ اپنی یہ تالیف بھی اشاعت کے لیے نسیم بک ڈپو لکھنؤ کی نذر کر رہا ہوں۔

ابو محمد سحر

بھوپال
[illegible] ١٩٦٨ء

قطب شاہ

(۱)

باغ محمد شاہی

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا　　سو طوباں سوں سہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

دسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا　　سو تیوں دستا دالاں میں تھے میویاں کا برن سارا

ہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں　　ہرے نہالاں کے جلوے تیں شاطا ہو لیون سارا

ٹرک تھے باغ کوں دیکھت کھلے ہنج باغ کے غنچے　　سو اس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ کمکن سارا

چمن کے پھول کھلتے دکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا　　سہاتا تھا محمد پھول نمن ان کا نین سارا

دسے نارنگ کی چنپا پھولاں مویات ہیں تس کے　　بھنور تل دیکھ اس جاگا ہوا حیران من سارا

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلہ ہے جوں　　سُہے اس داکھ منڈوا سوں سجیا ابر کہن سارا

اناراں میں سُہے دانے سو جوں یاقوت تپلیاں میں　　ہر اک پھل اس اناراں پر سہے سکے نمن سارا

کھجوراں کے دسیں جھونگے کہ جوں مرجان کے پنچے　　سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں　　ہوا اس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

دسیں جاموں کے پھل تن میں نیلم کے نمن سالم　　نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں رکھیا ہے جتن سارا

صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے اس زباں اپنی　　دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نین سارا

تن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں　　سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا

دیکھت نرگس مست ہو دستک بجا نیں پا ہاتاں سوں　　سو ڈلیاں ڈلتے ہو متوال پی پھول ابر من سارا

گر شبنم کا مَے ہے یا آدھر جلاب کا پیالہ　　یو پی خوب ہوا دلی خوب تج سوں مل پون سارا

ناقص الآخر　　انگلاں آپ انگلاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں
تننا کا تنن ناچیں، ہوئے تن تن تنن سارا

(۲)

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمانی　　کرو مل کر سہلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی
بسنت کا رت بجایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی　　نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھلیاں　　سو پھولاں سوں کرے مل مل پیا پر گوہر افشانی
بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں　　جو اس مد تھے ملن جئے، کر سمن رنگ ہوئے نورانی
جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل　　میٹھو پیالا و غلغل ناد سوں ہے میگھ نیسانی
پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشتن ہم ناکوں　　کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی
عنبر ہور عود و مشک و زعفراں کا رت آیا ہے　　اسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی
نچھل پھل کے عرق میانے کلاؤ تم کدم چھندسوں　　دیئے فتنہ غرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی
بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل　　بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی
بسنت پھل کا گہنا پہن کر آئی انگن میں دھن　　سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی
بندی چنبری پرت نقشے کری اس پر نگٹ تارے　　نوے قند پر سہاتا ہے پھولاں جولا عروسانی
سورج کرنا کی چر کیاں ہات میں لے چھو نٹے یک جیت سوں　　سہیلیاں سوں اچھو منج کوں سدا اے کھیل ارزانی
نظر ہے مصطفیؐ ہور مرتضیٰؑ کا قطب شہ اوپر　　کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرف پشیمانی
انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے　　اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں
معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

غواصی

(۱)

در مدح سلطان عبد اللہ قطب شاہ

جگ میں جو پرگٹ ہوا فیض پھریا نو بہار
دھرت کوں رنگیں کیا پھول کھلا ٹھار ٹھار

بادِ جو مشاطہ ہو زیب دیا باغ کوں
جلوے میں آئے ہوئے ڈال عروسانی سار

عطر کے طبلے کلیاں کھل کیے جو کھلیاں تمام
ارگجہ کی باس کا جگ میں اٹھا لگ مگار

لالہ جو ہو عود سوز روشن انگارے کیا
عنبر سارا کرا جو رخ ہوا جوں بخار

محض تماشے بدل ایسی ہوا میں، جو میں
شوق ستی آپ نے گھر میں تھے نکلیا بہار

دیکھ منجے دور تھے پنکھ پھلا ناگہاں
جھاڑ اُپر تھے اٹھے سوز سوں بلبل پکار

رُخ منج اُپر دھر کہے کون ہے توں بول منج
کھول کہیا تب اسے میں سو ہوں عاشق شعار

سو یو بچن کان دھر بلبل بے دل کہے
اے جو توں ہے منج نمن عشق تھے زار و نزار

میرے سینے میں تیا پھول کرا سوز ہے
جھاڑوں اگر پنکھ میں تو پڑیں جھڑ جھڑ انگار

تل بجو نہ دیکھوں کبھی، فاختے اڑ جا مرے
ہو نز اپس میں نڈھال دل میں سلے خار خار

حیف جو نیں اعتبار اس کی وفا کا منجے
ہوں میں اسی فکر تھے باغ منے دلفگار

جب بچن اس دھات کا بلبل اٹھے بول کر
چھوڑ اسے پھول کی دِھر، جو کیا میں گذار

دیکھ کے ہنس پر کہیا کون ہوں میں جانتا
شاہ کے رخسار کا غلیں ہوں میں یادگار

بلبل اُپر ناز میں آج کروں تو سجے
جم ہے مرے ناز کا بلبل اُپر کاروبار

روح کرا قوت کرنا نوں رکھے ہیں جیسے
سو ہی مرا باس آج، دُرد نبی یہ ہزار

قطب جہانگیر جو اس کے لطافت یہ تھے
زیب چمن کوں ہے جو ر باغ کو سو ہے سنگار

آج نہ اس دھات کا جگ منے کوئی حق شناس
آج نہ اس سار کا شاہ کہیں حق گزار

بزم کی بستان کا عین ہے چشم چراغ رزم کے میدان کا شیر ہے یو شہریار
دولت و اقبال سوں عزم کرے جس طرف فتح و ظفر باز صف دھائیں میں ونیار
ذوق سوں تیزی پہ چڑ جب لیوے چوگان ہات گیند ہو آسمان تھے سور اتر آوے تلار
گرز سو اس کا کرے پھوڑ پہاڑاں کوں چور کھرگ سو اس کا کرے خصم پہ مرگ آشکار
رات کو ہے قدر جم اس کے خط و خال تھے دیس کوں ہے نور جم اس کی جھلک تھے اپار
مکر کسی غیر کا اس پہ نہ ہرگز چلے بارہ اماماں کا اس ہے مدد جیوں حصار
کھائے نمک اس کا جو کوئی دل میں اندیشے بدی نیست و نابود اس ترت کرے کردگار
اے شہ والا گہر آج توں وہ شاہ ہے (۲۵) جو ہیں تج احسان کے دام کے شاہاں شکار
آج کے راجا منے توں ہے سکندر سریر آج کے شاہاں منے توں ہے سلیماں وقار
تخت کوں ہور تاج کوں تج تھے ہے دائم رواج بخت ہور اقبال کوں تج تھے ہے جم افتخار
چاند جو ہر نس نکل سیر کوں آتا اہے نقش ترے روپ کا لیوے مینے پر چتار
فلک ہے تج روس کا جس کو کہتے ہیں خزاں چھاؤں ہے تج لطف کا جس کو کہتے ہیں بہار
تج کوں سچے مہر ہور قہر جم اے جگ پتی (۳۰) تج کو سہاوے سدا داد دہند گیر و دار
جگ کے زہے بخت جو پاؤ ترے عدل کا روئے زمیں تھے کیا دور ستم کا غبار
عدل سو تیراج عدل داد سو تیراج داد مہر سو تیراج مہر پیار سو تیراج پیار
چرخ تھے دیگر ہو جنے ترے دربار آئے جائے غم اس کا نکل پائے خوشی بے شمار
شکر جو اے بادشاہ منج غواصی کوں توں سکھ سوں رکھیا ہے سدا اہر سوں دکھ سکھ بچار
کھول کتا ہوں تجے آج سو میں ہوں کہ جان (۳۵) جس کو کہیں بے ہنر در صف مرداں کار
گر ہنر اچھیا تو کچ دل منے اچھتا صفا گر خبر اچھیا تو کچ کام میں اچھیا ہشیار
کان دو ہنر منج منے جو تجے اے شہ رجھانو کان دو گہر منج منے جو کروں تج پر نثار
جو تلگ آرام ہے نیر کو دریا منے جو تلگ اے دھر تری تازہ ہے جیوں لالہ زار

تو تلک اے راجا دو دن موں توں راج کر
ہے ترے سر پر قوی حیدر دلدل سوار

(۳)

دریا میں تھے جو نکلے بھار اے انگار موتی   سکھ پائے دیکھ تیرا مکھ آب دار موتی
جو لگ تھے جوہریاں کن تھے بیقرار تو لگ   تج دھن کے تن پچڑے جیوں پکڑے قرار موتی
خاطر میں کس رتن کوں لیاتے نیں آج ہرگز   تج گل سری کے بالے ہیں قرب دار موتی
تاریاں سوں چاند کھن کا بے شک ہوئے زیوانہ   چندنے میں جوں توں نکلے سب تن سنوار موتی
توں جھاڑ ہے سونے کی حیراں ہوا ہوں یاں میں   کیوں جھاڑ کوں سونے کے آئے ہیں بار موتی
ہے مست توں مدن کی اسنبھیج تج سینے پر   جھلتے ہیں بے خبر ہو نیں کوئی ہوشیار موتی
کن بن کے گرد کتے سوں جوبن ہیں غلطاں تیرے   ہور آس پاس ان کے ہے جیوں حصار موتی
مکھ چاند دیکھ تیرا ہر دم کرتیں دعا تج   حالی میں جو ہیں تیری تاریاں کے سار موتی
غیر از ترے ادھر میں کبھی کیں تو میں نہ دیکھا   یاقوت میں تھے جھڑتے یوں بے شمار موتی
ہر اک ادھر پہ تیرے قربان لال سو سو   ہر اک دسن پہ تیرے صدقے ہزار موتی
تج بے نظیر دھن کے شاکر جڑت کے نگ ہوں   ہور تج اتم رتن کے ہیں شرمسار موتی
تجھ قد کے ڈال کی جب کرتا ہوں میں صفت تو   جوں پھول کھل ہو دیتے خوش بے اختیار موتی
باراں ہوں تج گلے کے دھر پیار تج اپر خوش   لیتے ہیں پیار تیرا لیل و نہار موتی
تج نور سوں مشرف جب تھے ہوئے ہیں تب تھے   گذرانتے ہیں اپنا خوش روزگار موتی
محبوب بے بدل توں قطب جہاں کی ہے کر   کہتے ہیں کان میں آ میرے پکار موتی
قائم یو جوڑا جھو کر دائم منگیں خدا کن   شکرانے کا دوگانہ ہر دم گذار موتی
دے تج کوں حسن اگلا ساریاں تھے آج پیدا   تیرے بدل کیا ہے پروردگار موتی
کرنے ترا سنگاتی سلطان عبداللہ جو   شاہاں کے تار پر کا ہے شاہوار موتی

باذوق ہے غواصی اس شہ کے دور میں خوش   لیاتا ہوں کاڑ دل کے دریا کے بھار موتی

ن آپنا منگے تیوں بھر جیو کے طبق میں (۲۰) کرتا ہوں روز اس کے قد پر نثار موتی

چند سور کے گلے کی کنٹھال جے کہتے ہیں   سو ہیں مرے بجن کے جوتی ہنوار موتی

دولت علی ولی کی جو لگ دریا ہے تو لگ
شہ کوں اچھو مبارک یو یادگار موتی

شاہی

(۱)
در منقبت حضرت علیؑ و دوازدہ امامؑ

سچ دل کیرے میدان پر جب عشق کے فوجاں چڑے
تب ہوش کے راوت جتے کہ ہور ہو بیخود پڑے

جو عشق کے سلطان کا فرمان گھٹ میں آ گیا
ایتاں ہو تپلیاں یو دو خدمت بدل نس دن کھڑے

قادر ہوا سلطان لے اب ہو گیا حیران ہو
جب عشق کے پردھان مل بدصا صفت دو صف لڑے

سینا مگر ظلمات ہے دل آپ تس میں پاچ ہے
دستے نشانیاں عشق کے جیسے سکندر ریجھے بڑے

گل کا بدن جتے ہوا اگل ہور بھنور تیوں کر جیا
ہر کیس بدن میں ہاں جیسے کندن پر نگ جڑے

گر بوالہوس کھوئے جنم پانا سکے تس کا مرم
مشکل ادا ہے عشق کی جانے ذہی جس سر کھڑے

جس عشق کا سر تاج ہے ہر راز تس پر داز ہے
بے شک بھنور ہو نت پھرے اسمان گرچہ گر گڑے

جو طبع میں شیریں اچھے نت پر خطر ہوئے عشق کا
معشوق کی نت یاد میں جیوں میں جل اب تڑپے

جو عشق کی صورت لکھا سینا سفینا ھان کر
اس کی قلم کاری انگے نقاش چیں کے گر پڑے

من عشق میں یادک ہوا زل کی انگٹھی پور کر
تو برہ کے اپرا دتے سینے میں شعلے دھڑ دھڑے

معشوق کی دوری بدل دس ہیا ای تے عشق لیں
نیہ روپ دکھلا کر ادل مرجھن کی گت آخر گھڑے

عاشق دھرے ثابت قدم معشوق کی جب راہ میں
ہر دکھ تب لاگے میٹھا معشوق گرچہ لڑ پڑے

برہا دکھن کے درد تھیں بیاکل پڑے نت زرد ہو
بے کس ہو نٹ جا بیل تے جیوں پات پیلا جھڑ پڑے

اچھلا اودیرتی پاؤں کیں یک ٹھر نہیں رکتے کدھیا
اسپند ہو عاشق دیہ سب برہے اگن دھک تڑ پڑے

گر عشق کے پیچاں مینے آ بو علی الجھے کدہیں
نا کھول سک اس گرہ کوں بیتاب ہو اکثر اڑے

گر کوئی نظر کر عشق کی درپن میں دیکھے گا نین
سا یاد سے آنجو کا یوں غلطان موتی جوں لڑے

ہے حسن کے بازار میں خم خانہ خمار ہو ڈکے
در عشق نبی مت مست ہو عاشق ہمیشہ گر گر گڑے

سونسار کے دریاؤں میں غوّاص ہو یک عیاں ہون عاشق سدا مارے اُوڑی تو ہاتھ موتی چڑے
ہر اک لگا وے عشق کیں مج عشق ہے اس شاہ کا جبکی کھڑگ کے ناؤں سن کفار جگ کے ہر بڑے
جس شیر کی دہشت انگے شمرزے رہے ویراں میں ٹُسر بال سب تس ناؤں سن پاتال سیانے جا دڑے
دلدل ترنگ کی پھیر انگے رہے بادکے پگ دھوج کر آکاش پر بادل دسے جب نعل کا سایہ پڑے
سورت ترنگ کی دیکھ کر اچھر ہوئے گمنام سب چنچل کی چپلائی زرک چپلا گگن میں جا دڑے
ویسے ترنگ پر سار ہو جب صف تے آگے ہو چلیا یک بات ہور یک وار سوں کئی لک عدو گر گر پڑے
جب تے کوڑا پر تھی ادپر پھیریا ترنگ توں سار ہو ہموار ہو رہے سم تلے ڈونگرا تھے جے کھڑ بڑے
کیتا ترنگ چوپٹ تلنگ تب ٹھیک سٹ سیار کر ترنگ شرمندہ ہو کاڑی ادچا لگ میں بکر دک کھڑے
جب اسپ کے سم تل کی گرد آ کر پڑی دندے ادپر جا لگ ستی پانی نکل جیوں کاٹھ کے پتلے کھڑے
تج ہاتھ کے پرتاب تے ناتاب لیا منتر کے جتنے آرام سٹ ہور خواب سٹ سپنے میں تت اٹھ ہر بڑے
تج قہر کی آتش کنے اسپند ہوئے حاسد جتے شمشیر کے پانی مینے دشمن کے سر ہیں بڑ بڑے
ہر دل میں دستا نور توں فتح و ظفر کا پور توں رج تج کر سٹ گھر بار سب جگ یک گنوا دشمن اڑے
خنجر کے تیرے سامنے ببر و پلنگ ناخن چھپیا رنگ زرد ہو تن تاب بھر سب غم درد سر چڑے
جب رن میں کھینچے کھڑگ توں پھر ہو دہشت مرگ کوں اس وار کی جھنکار تے بھونا گ کے پھن جھڑ پڑے
تج ہات زور ہور بدل پر تھی گر ایک بال ہو سن حیدری نعرے کوں تج منگل کی مشکیں دھڑ دھڑے
جو جھنت کرنے تج بدل جتے سلح باندے وتے بل ٹوٹ جا یک بانہہ کے جیوں کو نتے ہو کر لڑے
موسی عصا ہو کھڑگ تج جھلکیا ہے جب میدان میں افسوں گراں انسوں لبسر مک بند ہو گھر گھر دڑے
تیزی تری شمشیر کی اِپ گر دیکھے سونے میں تو موہوم کے نقطے تے کم کئی لاک ٹکڑے ہو پڑے
تلوار تیرے ہاتھ کی تاثیر تے ہوئی سرخ رو نس دن رکت میں یوں دسے جیوں لال مخمل نا مڑے
جیوں سامنے آصف بندے مغرور ہونا مان تج یک ہوں بچن سن کان میں کئی صف صف ہو پڑے
ہو فوج سیانے گرم جو دیکھے نظر بھر گھور جس تن جل لپٹ میں سگل سر کو ناہو کر پڑے

جب لاف کر باندے اتھے غوے جتے گڑدین سوں   تج سیف کی پر کاٹ تے جیوں مرغ بسمل پھڑپھڑے
کیتے ہزاراں پر الکنگ دھایا تری جب تیز کر   ہو جل بجل فوجاں سکل آپس میں آپیں ہڑبڑے
سارے جہاں میں نیں ہوا تج سار کا شمشیر زن   جس پر کیا یک وار توں دو دھڑ برابر ہو پڑے
دلدل کا جب باجا ہے تل پرتھی ادپر سن کان میں   بیری مہابل جے اتھے سد چھوڑ دے ڈنگ ہو کھڑے
تج کھڑگ کی ہور علم کی تعریف میں کیا کر سکوں   حق کی عنایت تھے ادھک دو صفت تج ہت چڑے
پھر پھر ہوا لازم مجے تعریف کہنا شاہ کی   تو مطلع ثانی کیا ات شوق سوں ہر اک پڑے

مطلع

نابوتے کچ جانتے تھے طبع کے جو کھڑ بڑے   ترلوک میں شیانے دسے جب درس میں شہ کے چڑے
جو کوئی اتھا تہ درس کا وہ درس تھا سب درس کا   تس درس کی تاثیر تے یک پل منیں قرآں پڑے
گر توں تغافل کچ کرے آسان سب مشکل دسے   فی الحال توں آساں کرے مشکل جلد کچھ آ پڑے
تج لطف کا جب تے ہما سایا دھریا مج سیس پر   روں روں سکل آرام ہو غم کے اڑے سب کاکڑے
تج ناوں کی تاثیر تے مقبول ہو میرے بچن   تعویذ کر راکھے خلق ازصاف کے سارے بڑے
اندکار کی فوجاں جتے مج دل تے سب بھاگے ہیں   روشن ہوا ہے گھٹ سکل تج ناوں آ جب جیت چڑے
باندیا مکرر قافیے کئی بار میں صنعت بدل   تاریخ کر تحسیں کرے یو منقبت جو کوئی پڑے
دیپک لگا مج طبع نے ڈھونڈیا ہے جو کبار سب   بارہ اماماں بن کہیں دیکھیا نہیں دو جے بڑے
اول علی المرتضیٰ جس ناوں ہے شیر خدا   سا جے صفت اس لافتیٰ جب تیغ لے دلدل چڑے
دوجا حسن المجتبیٰ سردار ہے ثقلین کا   جس سور کی خدمت بدل ہت جوڑ کر حوراں کھڑے
تیجا حسین مقتدا مقبول ہے کرتار کا   مردود ہیں دو جگ منیں اس ذات سوں جو کوئی لڑے
تمل امام چارمی سو پیر زین العابدیں   ہوئے ہدایت خلق کوں منبر اوپر جب وہ چڑے
باقر امام پنچمیں سو بحر و بر ہے دین کا   جس کوں کرے تعلیم جب کس چیز میں نو نا اڑے
جعفر امام ششمی استاد ہے ہر علم کا   جیتے معلم دین کے اس تے ہوئے سارے بڑے

کاظم امام ہفتمیں تس ذات کی تاثیر تھے ہوئے زمیں سب زر گہر جس نے نظر برسایا پڑے

ہشتم علی موسیٰ رضا جس کی کرامت سوں سدا (۶۰) یک پل مینے پادے شفا مشکل مرض ہیا جے پڑے

نہم امام متقی تس نانوں ہے جگ میں تقی جس کوپ کی یک دشٹ سوں جیتے شقی سارے ڈرے

دہم نقی ہے نکتہ داں کرتار کے ہر رمز کا تس کی محبت جن دھرے اس کو ادھک عزت چڑھے

یازدہم عسکری تس کو سہادے سروری جے کفر میں سردار تھے تس دھاک تے سب گڑ پڑے

مہدی اچھے صاحب زماں سو ہے امام بارواں سارے جہاں کے لوگ سب تس نانوں کا خطبہ پڑھے

چاروں پہر دن رات مل ہت چت لگا یک دھیان سوں
شاہی درود کر خشق سوں یوں منقبت دائم پڑھے

(۲)

قصیدۂ چار در چار

دیکھو اچنبا لگیا ہے یوں بن نوے گلاں سوں بھریا ہے سارا
سرو صنوبر سمن کی بیلاں پھلے ہٹ پھولاں اچھے ہکارا
تہاں کا مالی پرم کا پانی یتن مڑیاں میں سدا بھرا ہے
جتے عروساں چمن کے اوپر کھلے پھلے ہور کریں جھکارا
دسیج بن میں سو دھن اموَلی انیک چھندوں انپس بنائی
پری کی تیسی حسن میں آلی سدا اچھلے واں بندھا زدھارا
ہرے انچل میں سندر وہ یک یوں چندر گگن بچ جھمک دسے گیو
ہنسی میں نس کے ادھر دسے یوں ہوا شفق مل صبا کا پارا
سندر نکھوں کوں چندر نے دیکھیا دھبل ہوا تب اما تے ٹیپ چھیپ
خبر یوں سن کر گنوا گیا پگ لیا ہے کونا قطب کا تارا
نزیک جا کر کہیا سو دھن سوں کرم ہمن پر کرو پیاری
سنی سخن جب اٹھی تڑک کر کہی کروں گی اپتا پکارا
کہیا یتا کیا غصا ہے مج پر مجے تجے اب لگیا ہے سوندل
پرم رسی کر کمنڈ ڈالوں گمان سر تجے کروں اتارا
انچل پکڑ کر بدن نکھوں سوں سندر کے جوبن مٹر لکھیا جب
گئی ستر کر پھلی وو من میں کہی توں من کا مرا پیارا
لگی محبت مجھے اسے یوں جڑت کو ندن سوں جڑے گیا جیوں

یہاں سو باہاں گلے ملا کر کرے آپس تے غصے کوں نیارا
مدن کی باتی ارت کوں باتی فہم قراری ہوا اسے جب
سینے کے درجک منیں جتن سوں رکھی رتن کر پرم ہمارا
سکھی سوں بولی پیا بلانا مندر میں میرے مندر سنوار دو
کدم دکیسر مشک ملا کر انگن پہ سارا سٹو پھو یارا
سجن سوں دل یوں لگیا ہے میرا چکور چندر ہے جنم جیوں
پیا سوں ملتی ہوئی خوشی نج دو تن کا دل سب ہوا اُدارا
بندھا تھا کوکس بلند عمارت چھجے تھے انور نین صفت کے
صحن کے چاروں طرف چمن میں اگر چندن کا اتھا کتارا
جھجر کے جالاں اگر دیکھے جم منم گنواں کر جنم رہے جسم
گگن سینیں کر سرج کا جل بھر چیتر لکھیا گھر چیتر چتارا
بند ۱۵ تھا لے مہندی رنگائی جوڑی یہاں فانوس سنوارے چوندھر
رنگی تیاں سوں سنے کتاں دے نجھے کے اوپر لگا پھرارا
زری بچھانا بچھا صدر کر ہلال چندر اتھا انگن نج
مندر میں اپنے مجے لجا کر گلے د موتی کرے نثارا
سوہن پیا جب رہے انند میں انند بڑھانے کیاں بدھاوے
سوہن کی سنکیاں اتھیاں دو سنکیاں لگیاں بلانے کنٹر کلارا
یتھی ارائش ہوئی محل میں اینداں نے دیکھ نین کیا تن
رنجھاتے بجتی حسن میں آلی نبد ہے الیس تو بردا تھارا
بجتے بجر میں بجر بیٹھا لیو وسلے ہے مشکل اگر نبد ہے کوئی
نبدھا ہے شاہی شعر لیو تازہ مدد ہوئے جب امام بارا

نصرتی

(۱)

قصیدہ بادشاہ غازی بیجا پور کو آنے کا

اے شہ تو ہم نام علی شاہاں پو تیرا سروری ۔۔۔ دلدل فلک کا ران تج کریا زانہ قنبری
سب دھرت کے تختے پو توں جب شش جہت کو بند کیا ۔۔۔ دنیا ہی معطل ہو پڑیا یک یک چو مہرہ شش دری
داواستے بکر دائل تج داب تل دابے گئے ۔۔۔ ادچار کر جب جگ میں توں ظاہر کیا اسکندری
تج شیر مردی تل ہوا دھرت دگگن جب تل اپر ۔۔۔ ڈرتے حمل ہور گاؤ کوں نزدیک دونو ہوئی لاغری
اوساقی بکر فلک دھا کیا سو تیرے دور میں ۔۔۔ تج کر کا پینا سو ہے دہی جام سورج کوں تھرتھری
جھنجل بگاڑیا توں جسے کرتا ہے تس کے تن پو نت ۔۔۔ ہر یک گسل پر چھیا بنا کانٹا سو ہر یک خنجری
جان قو کمک نے تک اٹک سمک تھلک سوندل کیا ۔۔۔ کھڑکاں کوں کھڑکاں لگ ادک ہر اک کھڑک جوئی کھڑکھڑی
تج شہ جواں کے سامنے رستم تو یک طفل ادہے ۔۔۔ دھرتا ہے تس گرز گراں کو بھینچنے تے کمتری
برچھیاں کو رجو تاں اپس داستان میں کاڑھی کر دھر ۔۔۔ حملہ کرے جس صف پو توں جب مار نعرہ حیدری
ناہوئے اجل کے آب بن بانی کا تیرے جیو ٹھنڈا ۔۔۔ ہرگز ہو بن گھر گور کے نا نیند پاوے ملک بھری
جو ہر کے جب دے شاہ توں دھر سرفرازی کی نظر ۔۔۔ کہہ کر صلابت خاں اپیں کیتا عطا سر لشکری
بختوں کی مے کا ات اثر بے مغز کے جب سر چڑیا ۔۔۔ سرکش ہو دکھلانے لگیا مستی میں آ بدگوہری
یوں ملک دانی کا کتاب اس بے کلچ کے ہات پڑ ۔۔۔ دیکھے کہ شہ ہونے پو ہے یک ورق کی ابتری
دیں تس کو سکلانے ادب بلوا کر دوڑیا اپیں ۔۔۔ اچھتے اپس کا سر دھنی کرتا نہ گر ادبے سری
دھرتے غروری مغز میں سر لشکری کی فوج لے ۔۔۔ سوندل پو آیا سو دسوں دکھلا کے اپنا اختری
برسیا کھڑگ کے ابر تے یوں تس پو پانی قہر کا ۔۔۔ خشکی پو ساری بحر اپل جو ندھر چلیا لہو کی تری

دریا لہو سو جوش کھا ٹکا کوں کیتا غرق جب   موجاں تے پانی سیت کا ڈھل جا ڈبی را میسری
کھایا شکست یوں بسط ہوا اس کل لکھمی فوج سوں   تاریاں سوں جوں نس ہوئے ہوا دیک آفتاب خاوری
نٹھا بیاوطن میں اگرچہ یوں بیگانہ اس تے جگ ہوا   تس ہوتے تن سٹ جائے بن دیکھیا نہ اپنی بہتری
جب شہ کھڑک کے آپ سوں یوں آگ تیتنے کو جائے (۲۰) دار الخلافت کی طرف چلنے کیا عزم آوری
جوں ادھیلے یکبارگی باجیا دماماں کوچ کا   جگ کی خوشی کی ہاک نے گوش فلک کوں کر کری
پتھرے بی بہج بہج آب سوں ڈھلیپیا نمن لگنے اتھے   کھیں پر گری تھی کیچ یوں باران گرچہ اگتری
لیکن لیا سو کا بڈھا پاتی یوں خوش حالی تیا ہل   آنکھیں جواناں کے چلیا کرنے وطن کی رہبری
جوں موج شہ کا فوج تس چل تل اپر تے یو چلیا   پیارا ہوئی تس دھاک تے تن میں موج کے تھرتھری
جس پر شبا بھادمیلدم آبتی تھی دھڑ ہنے (۲۵) لگتی تھی روں روں کانپنے مانند شاخ عرعری
یوں دھر محبت آگ سوں عالم چھپایا بر منے   خورشید تن نا کیں یک انگار اگر تہ دیکھا آذری

اس ٹھنڈ کی تعریف میں یو یک قصیدہ میں لکھا
یو شعر رک کر دوئی پڑھے پڑتا ہو جیوں تن سر سر

(۲)

ٹھنڈ کی تعریف

دیکھی ہے زمستاں نو کنی دو لہا گا بیاد ھند کلر آج   سرزا رہیہ باد خزاں ٹھنڈ کار چیا ہے بہار آج
اٹھیا ہوا کا فوج یوں شبنم کی گولیاں چھانٹنا   ڈرسوں اگن ہمن چھانپے دڑ رہی ہے ٹھالے ٹھار آج
ادا آگ کھٹی ہمیں تو دم اٹھی تھی سب تن زباں   دیسی بی سرکش سرنوا بیٹھی دسے سد ہار آج
بے شک اٹھ وطن دس جگ تے سٹ جاتی اگن ہو ہے نشاں   گر دل میں اپنے عاشقاں دیتے نہ اس کو ٹھار آج
سب کس ال تس کے مار تیں اڈتے تلک بس لسر اچھے (۵) دوڑتے ہیں نس کے میان تیں یوں کھینچ ٹھنڈ تر دار آج

حوض اک ہوا کا یوں دسے مشرق تے مغرب لگ بھریا
کانپے فلک جوں تُرتُرا بیٹھے تو کس کی لار آج

شبنم ہوا اُجلا چھاج سا آ شہر سے جگ میں پڑیا
ہر بائیں ہوئے سب ٹھنڈی نم سیب کا نہ آج

جل یج ہر یک جا بجا بلور کا درپن دسے
اے چاند بھی دیکھنے تس یج اپس دیدار آج

ہر برگ کوں بار امار تیں پیلے ہوئے ہیں پات سب
ہر یک ثمر باغ جہاں کی ٹھنڈ سوں بیمار آج

نا سر فرازی پا سکے دولت تے ٹھنڈ کی کونپلی
نا بیل اپنی گود تے لنیا کرے جت بہار آج

گلشن کے آئینہ اُپر بڑتا چلیا سردی سوں زنگ
ہر خار و خس شبنم ستی ہوتا ہے جوہر دار آج

بستہ رحم ہو کر کلی، ہر شاخِ گل بکٹی نہ چھوڑ
کھایا نج کا ڈا باغ سب پیا نا سکے پھل بار آج

دیکھے نہ بجو بلبلاں ٹھنڈ تے کس یک کلی کوں خندرو
نغمے نسر جا بلبلاں ہر بن میں ہیں بیکار آج

بج بیج نمی لگ ادس کی سر خیاں کیا چنڈیاں زنگ سیٹا
ہو رکستاں کر نیل کیاں کیتے کوئی سنگار آج

سورج کے چشمے کا رواں آب آتشیں یوں جم رہیا
کیوں سینکنے بس آئے گا اتنیاں کوں یک انگار آج

ہوں میں تو بے ساماں اوک دشمن تو ہی بھاری اٹی
پانے سلاح اس جنگ کوں شہ کا دھروں دربار آج

سلطان عالم بخش او شاہنشہ عادل علی
ہیں یہ جہاں پرور اوک دہا کوں آئی دھار آج

جس مہرباں کے فیض تے نت نو بہار اس ٹھور رہیا
جس کی عنایت تے اوک عالم نہ سہے آزار آج

شبنم نہ ہوئے شہ بدل دستی مرصع سب بھوئیں
چلنی گگن کی بات لے نس کی ہے موتیاں جھار آج

تس زر فشاں کے ہت تے نت پُر ہے نظر کی گود یوں
پاتاں سو پیلے باغ کا دامن پہ یوں زردار آج

سورج جم کا تن ننگا شہ ہت تے خلعت پائے تو
کاشانہ آتش تن اُپر کانپے نہ پھر یکبار آج

میں اس قصیدے میں صفت کہتا ہوا کئی دسلے
نس ٹھنڈ سوں مکھ دیتے پھوٹ نکلے نہ جگ گفتار آج

اے نصرتی بہتر ہے تج پیلیج دل گرمی ستیں
کر مطلع تازہ سو پھر دوئی شعر شکر بار آج

(۳)

بادشاہ بیجاپور کوں آگر جشن کیے سو

اے نرپتی بھوگی سگھڑ تج بھوگ دنیا استری — پل پل سنوارے تج انگیں ہر دم دکھانے دلبری
بیت الشرف کے پاس جب اے سور نر آنے میں تو — رونق سے گلشن ہور ہے یکدم گگن اور دھرتری
چندر تو نکلتا تگٹ اس شش جہت کوں مڑ لیا — تاریاں سو ہو منظر کوں تس آئینہ بندی سب کری
اوّل سورج کی آگ پو خنجر اندھارا اجل کیا — طیلہ ہوا کافور کا جد از فلک سٹ مجمری
چندنی تے بھبیل سب جان ہو یوں عکس تاریاں کا دسے — جونے میں جوں ابرک کلا لیپے ہیں ساری دھرتری
پانی کیاں حوضاں یوں ہموار کیتا اب جھلک — لینے ہوا ہو معتدل دکھلائی سیلوٹ دلبری
نس خوش ہوا کوں دیک کر شہ شہر گشت آنے کے دن — نکلیا جھلکتا سور سا تس رات میں چندنی بھری
شہ تج رجھانے چاند اپیں چنبر کھلے کا بھاگ لے — چڑ کر گگن کے اوج پر کرنے لگیا بازی گری
سورج جو لعبت باز سب پتلی ستاریاں کی نچا — بھار آ کو پردے بیچ تے تشریف پایا زرزری
دیں یو مبارک وقت پا کسوت شوانی شہ بنا — ایسا چڑیا تازی منگا جس ابر ہن کی زیوری
یک عمر اگر جب جب گگن گھر گھر سورج کا نت کنچن — جوڑے جو تاروں کے رتن دیسی ہوئے صنعت گری
ہے شہ کا تازی تیز یوں کیا ناز کی تیزی بھریا — سکتی ہے جس طناز کن پرواز تس دن شہپری
خوش رنگ کس یک پھول کا ہرگز تفاوت نا کرے — گلشن اپر چل جائے تو جوں باد صرصر سرسری
کرنیٹ پھرتی باؤ کی بھایا فلک تس پاؤں میں — لیایاں ہماں کوں صید کر دھرتی ہوا جو انبری
ستھنے ہیں بر دایت کے نت جس پر سلاح و بردلی — گج کھاد ہور شرزہ ہماتوں اندر سرک پاکھر سری
ڈونگر سے حلقاں کے ہتی ڈھل جائیں تس کی لوٹ میں — صف جنگ میں گج دل پو شاہ اول کرے جب صفدری
شہ شہر گشت آتا کہ حاکم جو تھا سو شہر کا — چونڈھیر منجانہ کیا رونق سوں دے جلوہ گری
ضابطہ حوالہ دار دک تھا مرد نا جی نامور — جس ناؤں منجلے شاہ آہے فرزند آل حیدری

اد معتمد درگاہ کا، ہمراز پیارا شاہ کا   شائستہ عالی جاہ کا، سُتھی ہے جس سُمروری
موندیاں پو جس کا دھاک لگ کیا خوب پیدائیں کیا   گھر گھر کوں سارے شہر کے اچھی کتی نس دن بجے دری
کنگری کی ہر یک ہیں سو عالی فلک تے چڑ دسے   تو جب قزح ہمنے سہے یک یک کماں نعل دھری
مہندیاں کے نادر نقش انگے کیا ہے نگارستاں چین   بانی کیری ارژنگ پر دے تختہ ہر صورت گری
جوں کہکشاں انور تھے رستہ صفا بازار کا   یوں فرش لئی روشن دسیں یک رنگ کانچ مرمری
دوکان ہر یک خوش سنور کر رنگ برنگ صدرا انگیں   بیٹھے جتے سوداگراں لے کر متاعاں بندری
خوش باس کا بھرکا اوٹ کے ہفتم فلک میں جا پڑیا   پر دردگی پا کر زحل خوشبو پکڑیا عنبری
عالم سو شہ کے سات کا تھا عین شوبالی نمن   شہ سر سہے نوشا نپا دیتا یہ پا کر سو ہری
سورج نے پا انداز کوں لیا بستہ شہ کے پگ تلیں   دھرتی پو دکھلاتا چلیا بھر جال تکٹی بستری
پرتو نے شہ کے چھتر کے تکٹی دس آتا تھا گگن   سائے تھے چھتریان کے سورج نے پایا انوری
شہ کا دس آتے درس یوں خوباں کے کمتا زے ہوئے   دیکھت سورج کوں جوں کھلی نازک گل نیلوفری
ہر یک دریچہ بام کا تھا مطلعِ خورشید سا   ہر گجگجا سقف سو تھا، ہو گگن پر اختری
بیکیں چلد رتو جلوہ گر یک طرح کی خوبی دسے   کوئی ہے سورج کوئی چاند کوئی زہرہ ہور کوئی مشتری
آیا سو پنچی پاتراں جاں بخش ہر یک بول سوں   امرت میں لاگیاں گھولنے کھولیں لباں جب شکری
ات حسن کی مجلس منے تھے شمعے ہر یک خوبرو   پڑتے تھے جن کے نور انگے، پروانہ ہمنے شہپری
جن کے سبک گت سوں پڑے پیچاں پون کے پانوں تلے   کھا جھل جنن پرواز کی ہر شہ پری یا جل پری
یو راگ رنگ خوش سب دکھن پر گنگن کے جب چڑیا   زہرہ لگے تب جھانکنے ہو مست کر پردہ دری
یوں شہ مڑدتے آئے ٹک دربار لگ یک یک قدم   یک دھرتی راحت سوں ہوئی عالم کی سب جاں پروری
شہ آئے سو آنند تے یوں پائے آرائش محل   پرتو تے جس زینت دھرو سقفِ فلک ہے منظری
سلطاں محمد کا چراغ انور شہ عادل علی   شاہی کے گھر تے جب دھریا جس نور نے روشن تری
اس روشنی کا بھر خوشی دلی مجلس آرائی کیا   کیا شاہ کوں مہماں اپس یک بزم کون دے زیوری

سب شہر تیں کیتی لگ دیوے یوں پل میں لکلنے لگے (۴۰) جھلے رتن کے کھول جیوں بیٹے رتن کے جوہری

عقد ثریا کے نمن تن پر کے جھبلے دسیں ۔ ہور کہکشاں تیں تاب لے ہر لڑی لفی کی دھری

پر نور تاریاں تے ادک تھبیں پر چراغاں یو بسیں ۔ آیا گھر خدا آسماں کرنے زمیں کی چاکری

دلبیر و کتاگہ جوت دھر ینکا اکل تسر منده کیے ۔ بانی اچالے کا ابل یک نور کی دریا بھری

پا کر ملمع جوت کا کنچن سی لکلنے لگی ۔ تھی سو فلک کی ڈھال پر پھولا رو پے کی اخری

ہر کوئی فرخ کلاج کا لیا لیا کو ہدیہ شہ اگیں (۴۵) خانی نظر کے فیض تے طالع کی پایا برتری

تو میں یوں تحفہ شہ بادل ڈھنڈتے تو پایا کسر گوہرا ۔ قسمی پھانک سر پوش دغا کیتا ہوں ہدیہ آوری

اے سار خاں کہ شاہ نت الحق کہ یوں مسہور ہے ۔ اس گوہراں کے مول میں عاجز حساب دفتری

صنعت کی ہر یک داد ہو شہ کیوں نہ تیرے دور میں ۔ لیتا سیج کی فوج سوں ملک ہنر کی داوری

گوہر ہنر کے بے بہا پنچے جتے عالم منے ۔ لیاتے ہیں چن چن تج بدل کامل ہنر کے جوہری

صنعت فروشاں آج کاں پر داوسیلے کا دھریا (۵۰) دلال کا کیا کام جاں عارف اپیا ہے مشتری

اے شہ رتن کا کھن ہوا منج من سو تیرا فیض ہے ۔ کچ کسب موروثی نہیں حقا کہ منج یو شاعری

چن چن کو رچ یو قافیہ نیف تھیڑے میں گنا ۔ یو بار نا لمنا سکے بن طبع کے زور آوری

حقا کہ ظاہر یوں کروں سحر حلال اس باب میں ۔ ہوں منج قلم کا اژدہا لیسرائے سحر سامری

پن کیا کروں اے شاہ یہ کئی بات بے ساماں ہو ۔ اوّل تو گھر ایسا نہیں جاں ٹھار ہو راحت بھری

گھر بی تھنا سا ہے دلے دائم ہے یو علت اُسے (۵۵) لڑکاند سوں ہمسایہ بد لیسپ کھیں کی بد تری

مطلق اراذل قوم ہیں تس گرد ایسے بے حیا ۔ سمجھیں اوگالی گھاتوں کوں سچیں لگت لو زرگری

جن کی زباں دیسے لام کاف آتا ہے شیطاں سیکھنے ۔ سانچے پنے سوں جب کریں تعلیم جنگ زرگری

سو نے نکیں تو گھر میں ہنک ناحق یں لھو ہے یک جھپٹ ۔ ہو جو کہ لگتا ہے منگن کرتا ہے جو ہیو نستری

ہنگام ہے ہر سانت ٹک پڑتے ہیں لڑکا نیر جھر ۔ گھر چوحض ہو کر کیچ کی رہی دھوپ کالے لگ تری

اس سال تو لڑکا کا ستم سامان گھر کا لے لیا (۶۰) اُبریا ہے یک نہالی لحاف لیتی گنگن اور دھری

بندے کا آخر عرض یوں ہے اے جہاں کے سایہ بان یا کر بڑے گھر کوں کھڑا یا کر کرم سوں یاوری

فرماں سو عالی حکم کے بخشش منج ایسا گھر دلا جو صاف تر منج طبع تے ہوئے جاں صفائے بہتری

اے نصرتی مشغول ہو شہ کی دعا کے ورد میں تا سُن کو بیگ آمیں کہیں خوش ہو ملائک اہنری

یارب تلک شہ چتر کا سایہ جگت سر جم اچھو

خورشید کے پر تو تے نت جب ہے بلی ذرہ پروری

ولی

در نعت

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

یاد کے گلزار پر دو نین کر ابرِ بہار
پیچ کھا سینے میں دل کوں سنبلستانی کرے

مرتبہ خلّت پناہی کا وہ پاوے گا جو کُئی
مثلِ اسمٰعیل اول جی کوں قربانی کرے

جوش دے یکبارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہرِ انجھواں کوں دُردِ رنگِ مرجانی کرے

جو اپس تن کوں گلاوے عشق میں ہر صبح و شام
دیکھ کامل ہو سو جیسے ماہ تابانی کرے

سرخرو ہو آبرو سوں جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لولو ہو کر اوّل گوہر سوں جو پانی کرے

عشق کی آتش میں جالے تن کوں جو کُئی رات دن
وہ قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے

دیکھ پاوے مطلبِ "راضیۃً مرضیۃً"
محض للہ جگ میں جو اعمالِ پنہانی کرے

دردِ ٹپکنے درد کا انجھواں کی تسبی ہاتھ لے
دل کوں کرسی پارۂ غم ذکرِ قرآنی کرے

عشق سوں فارغ جو کُئی رہ بخش اکبر ہے مدام
ساتواں گنبد پہ اگر ایوانِ کیوانی کرے

دیکھ دانا ہی تجھے گر دونِ دوں کوں اے عزیز
سوٹ کے دنیا کوں جو کُئی جگ میں غلادانی کرے

اپنے مطلب کے سوں لیلیٰ کا نہیں دیکھے جمال
عشق میں دل کوں جو مجنونِ بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہو وہ حق سوں سُنے شیریں بچن
شوق میں دل کوں جو فرہادِ کہستانی کرے

بوریائے بے ریا کوں تخت سوں بوجھے ادھک
اس اُپر ہو کر سلیماں شکرِ رحمانی کرے

جیوں انگوٹھی میں نگینہ یوں کرے تسخیرِ خلق
تخت دل کوں جو بہ از تختِ سلیمانی کرے

زندگی پاوے ابد کی جگ منیں رہ خضر وقت
جو اپس کوں فدوئیِ محبوبِ سبحانی کرے

یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے — بندگی میں آپ کوں جوں ماہ کنعانی کرے
زینوالحانکم کا گر سنے داؤد نادہ — ہووے خوش دربار پہ تیرے خوش الحانی کرے
نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھاہ — تجھ غضب کا گر سمندر جوش طوفانی کرے
رتبۂ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام — گر کلیم اللہ آ تیری ثنا خوانی کرے
تب مسیحا فقر کے خط کو سکھے گا تجھ نزیک — مشق کرنے فقر کی جب لوح پیشانی کرے
جس مکاں میں ہے تمھاری فکر روشن جلوہ گر — عقل اول آ کے واں اقرار نادانی کرے
حکمتاں کی سب کتاباں دھو سٹے یکبارگی — گر فلاطوں تجھ دبستاں میں سبق خوانی کرے
تجھ قدم پر جو الیس کا سیس رکھے جیوں سُرج — وہ قیامت لگ الیس چہرے کوں نورانی کرے
کیا ملک کیا انس و جن یہ جگ میں کسکوں ہے سکت — خط بنا تجھ لکھ کے جو تفسیر قرآنی کرے
دیکھ طوبیٰ قد ترا جنبش میں آوے شوق سوں — جب گلستان ارم کی تو خرامانی کرے

عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

حاتم

(زمین طرحی سنہ ۱۱۷۲ھ)

کیا بیاں کیجئے نیرنگیٔ اوضاع جہاں — کہ بیک چشم زدن ہو گیا عالم ویراں
جن کے ہاتھی تھے سواری کو سو اب ننگے پاؤں — پھرتے ہیں روٹی کے محتاج پڑے سرگرداں
نعمتیں جن کو میسر تھیں ہمیشہ ہر وقت — صبح سے شام تلک قوت کو ہیں گے حیراں
جن کی پوشاک سے معمور تھے توشک خانے — سو ہیں پیوند کے مشتاق سراپا عریاں
پر چنے ناں کے تئیں ہاتھ میں رکھ کھاتے ہیں — خوان الوان کہاں اور وہ کہاں دسترخواں
رتبہ شیروں کا ہوا ہے گا شغالوں کے نصیب — جائے بلبل ہے یا چمن بیچ غزل خوان زاغاں
وہ جو گھوڑی کو ترستے تھے سو اس دور میں آج — ہوئے ہیں صاحب مال و نحل و فیل و نشاں
ای خدا وقت کے موقع ہے کسی کا مقدرغ — یعنی نعمت بہ سگاں بخشی و دولت بہ خراں
پوچھتا کوئی نہیں حال کسی کا افسوس — ہے علم دہر کی آنکھوں سے مروت کا نشاں
زن و بچے سے چھپا کھاتا ہے روٹی عالم — غضب آوے جو کوئی جائے کسی کے مہماں

مطلع

جس کو دیکھوں ہوں سو ہے فکر میں غلطاں پیچاں — یعنی چہ میر و چہ مرزا و چہ نواب چہ خاں
وہ جو بیکار ہیں ان کا تو خدا ہے حافظ — دے جو ہیں نام کو نوکر انھیں تنخواہ کہاں
جہاں سنتے تھے شب و روز طنبورا ڈھولک — تہاں اب مرد ہیں مانند زناں نوحہ کناں
کان دھر بات کسی کی نہیں سنتا کوئی — آنکھ سے آنکھ ملانا تو یہاں کیا امکاں
کیا زمانے کی ہوا پھر گئی سبحان اللہ — زندگانی ہوئی ہر ایک کی اب دشمن جاں

گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے کہیں مظلوموں کے رونے سے نہ آوے طوفان
چشم عبرت سے نظر کیجیو اولی الابصار راست کہتا ہوں نہیں جھوٹ عیاں راچہ بیاں
غرض ہجو یہ کہ کوئی کام نہ آیا میرے آشنا تھا مرا از بسکہ تمام ہندستاں

حاتم اس بحر مروت کی علی دیوے مراد
جس کا اس وقت ہوا ہے تو عبید الاحساں

سودا

(۱)

در نعت

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا اگر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر دگر ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جھاڑے آستین کہکشاں شاہوں کی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہیں ہے قدر بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلود کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالاں فصل گل میں مرغ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سن کر
کہ تا بدگو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغ دل سے فرصت کیونکہ ہو پانی

کرے ہے دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزی کو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہے صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسماں اوپر
لکھوں گا پھر غزل گر اس زمیں میں مطلع ثانی

مطلع

عجب ناداں ہیں وہ جن کو ہے عُجبِ تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم ان نے خاک میں کیا گیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ، دل تیرا نہ نرمادے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینے کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفوں سے اپنی روسیاہی کہہ نہیں سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے ان کی پریشانی

زمانے میں نہیں کھلتا ہے کار بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی

جنوں کے ہاتھ سے سرتا قدم کا ہیڑا تنا ہوں
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی

نہ رکھا جگ میں رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

یہ نحتی میں اے سودا نہیں طول امل لازم
نمط خامہ کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی

سمجھ اے ناقباحت فہم کب تک یہ بیاں ہوگا
ادائے چین پیشانی و لطف زلف طولانی

خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے
نہیں ہے ان سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل ان کی چشم و زلف کا اوپر
مگر بیمار ہو وے ضعف یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد پیروی میں اس کی جو ہوویں
رہے خاک قدم سے ان کی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو، گر اس کی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسی کو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی ہیں تا آیات قرآنی

خیال خلق اس کا گر شفیع کافراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زباں پر اس کی گذرے حرف جس جا گہ شفاعت کا
کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

رکھا جب سے قدم مسند پہ آ ان نے شریعت کی
کرے ہے موج بحر عدالت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پہ خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو
گرہ کو آگ کے وہ ہی کرے غرق آن کر پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اس کا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے شعلہ نکلتی کی شکل لعل رمانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگ میں
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات ہے جاتی

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا
شباں نے گرگ کو گلے کی سونپی ہے نگہبانی

کہا آسا ہے پرواز ملخ اوج سعادت پہ
کرے ہے مور چڑھ کر سینۂ دیو پر سلیمانی

کھلے ہی غنچۂ گل باغ میں خاطر سے بلبل کے | جواب اوراقِ جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
جہاں انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا | تو اس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں | وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی
یہ ہونے سے جدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے | قیامت ہووے گا دیکھیں وہ محبوب سبحانی
جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے | بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد | جو اس کو پھر کہوں تو ہوں مردودِ مسلمانی
کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا | کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی
جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورت آئینہ | جو معنی اس میں ہیں بےشک وہ ہیں معنی ربانی
حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر | کہ دیکھا جس نے ان کو ان نے دیکھی شکل یزدانی
غرض مشکل نہیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو | خدا اگر یہ نہ فرماتا نہیں کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سودا میں دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثناخوانی

(۳)

در نعت و منقبتِ حضرت علی

چہرۂ مہروش ہے ایک، سنبلِ مشک فام دو
حسنِ بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو

ہیں وہ تنک شراب اور ساقی کی چشم مست یہ
کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو

میرے ترے یہ ربط ہے جیسے میانِ بحر و موج
واقعی میں تو ایک ہیں گو کہ ہوئے بہ نام دو

خوں جو کیا ہے بے گنہ تو نے مرا دل و جگر
لینے ہیں تجھ سے حشر میں اپنے یہ انتقام دو

تجھ سے وفا و مہر کی دیدہ و دل کو ہے طلب
کرتے ہیں اٹھ ہر ایک دن مل کے خیال خام دو

ابروئے یار کا خیال دل میں رہے ہے روز و شب
کاش یہ تیغ آب دار کر بھی چکے نیام دو

فکرِ معاد اب کریں یا کہ معاش کا تلاش
زندگی اپنی ایک دم کیجئے کیونکہ کام دو

پھینکے ہے منجنیقِ چرخ تا کہ کے سنگِ تفرقہ
بیٹھ کے ایک دم کہیں ہو دیں جو ہم کلام دو

خرد و بزرگ دہر میں نسبتِ جام و شیشہ جان
بادہ انھوں میں ایک ہے گو کہ ہوئے یہ نام دو

دل کو میانِ خط و زلف تیں جو رکھے یہ علاج ہے
ایک یہ مرغِ ناتواں جس کے لیے ہیں دام دو

کہتی ہے مجھ سے منفرت ہووے گی خوب یہ غزل
ہمرہ نعت و منقبت گر اسے انصرام دو

اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو
ایک زمیں سو سنگلاخ اس میں نبھیں گے کام دو

دے ہے جواب مجھ کو یوں ایک غزل تو کیا ہے یہ
ایسے کہے قصیدے تو صبح سے تا بہ شام دو

مطلع نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میرے دوست
بس مجھے آ کے مانگ لے کر کے تو اب کلام دو

مطلع

مثلِ زبانِ خامہ ہیں گر نبی و امام دو
معنی تو ان میں ایک ہیں گو کہ ہوئے بہ نام دو

ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو
ایک کرے اشارے سے قرصِ مہ تمام دو

جا کے انھوں کے رتبہ تک بازو ہو وے خیال و وہم
دستِ مراتبت جو کوچ ایک کریں مقام دو

ان کے طواف روضہ کو پہنچے کبھو نہ جبرئیل — رکھ کے زمیں پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو
موسیٰ و خضر اور شیث در پہ انھوں کے وقت طوف — ایک بنے ہے چوبدار کرتے ہیں اہتمام دو
سجدہ کریں ہیں ماہ و مہر در پہ انھوں کے روز و شب — شہرت اس سے یوں ہوا دا غنی ہیں یہ غلام دو
ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانے کو دل کے یہ انتظام دو
وصف براق و دلدل اب کچھ تو کروں میں کیا بیاں — شرق سے راہ تا بہ غرب جن کے تئیں ہیں گام دو
مرضی حق نہیں ہے یہ ہوں دو ہوا دا ایک بام — ورنہ پھریں وہ عرش پر ایسے ہیں خوشخرام دو
برش انھوں کی تیغ کی مجھ سے بیاں نہ ہو سکے — خامہ کی اب زباں ہوئی لکھنے سے جس کا نام زد
اس کے خیال میں کوئی دیکھے جو مفردات کو — احولوں کی طرح اسے آوے نظر تمام دو
یاد میں اس کی گر عدد دیکھے جو اپنے باپ کو — ماں سے کہے تجھے حلال ایک ہے اور حرام دو
بس میں اب آگے کیا کہوں مجھ سے کہے ہے ان کا ذکر — قطع کلام کر کے تم مدح کو اختتام دو
چاہے ہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو — کہئے نبی و علی سے یوں اس کا صلہ تمام دو
ہے یہ امید اس سے ہی یوں علی سے نبی کہیں — اور دل کو دو جو ایک جام دیجیو اس کو جام دو

یہ بھی صلہ نہیں ہے کم عرصۂ حشر میں اگر
یاد کریں جو مجھ سے کو ایسے با احترام دو

---

(۳)

در منقبت حضرت علی

اٹھ گیا بہمن و دَے کا چمنستاں سے عمل — تیغِ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل
سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک — دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل
قوتِ نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض — ڈال سے پات تلک پھول سے لے کر تا پھل
واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ — آبجو قطع لگی کرنے روشوں پر مخمل
بخشتی ہے گلِ نورستہ کی رنگ آمیزی — پوششِ چھینٹِ قلمکار بہ دشت و جبل
عکسِ گلبن یہ زمیں پر ہے کہ جس کے آگے — کارِ نقاشیٔ مانی ہے دوم وہ اوّل
تارِ بارش میں پروتے ہیں گہر ہائے تگرگ — ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بار سے آبِ رواں عکسِ ہجومِ گل کے — لوٹتے ہے سبزہ پہ ازبس کہ ہوا ہے بے کل
شاخ میں گل کی نزاکت یہ بہم پہنچی ہے — شمع ساں گرمیٔ نظارہ سے جاتی ہے پگھل
جو تنِ روئیدگیٔ خاک سے کچھ دور نہیں — شاخ میں گاوِ زمیں کے ہے جو پھوٹے کونپل
دمِ عیسیٰ سے فزوں فیض ہوا ہے یاں تک — دیں یوں قسمِ جمادات سے شاید ہو خلل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زباں سے اپنی — کہیں دعوائے خدائی نہ کریں لات و ہبل
حدِ ایام کی پیش از مددِ نامیہ سے — بچۂ مرغِ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار — جو زباں سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل
دستِ گلچیں خوردہ دشاخ گل و گلزار بہم — جہاں نشو و نما کرنے میں ہے ضرب مثل
غنچہ پر کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہے یہ — گل بہم پہنچے ہے عقدہ جو کسی طرح کا حل
آ دسے ہے اب کے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول — ان لگوں چھٹ جو نگہ کے ہیں سدا مستعمل

یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزاں سے مانا — چاہتی ہے بسماجت کرے سبزے سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کے زبس ہے درپے — غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکحل
اس قدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح — چشم سیار گلستاں میں جھپکتی نہیں پل
آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے — خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر — ساغر لعل میں جوں کھینچے زمرد کو حل
سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا — تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے — گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیاباں میں نسیم — پاؤں رکھتی ہے صبا صحن میں گلشن کے سنبھل
دیتی ہے کثرتِ لغزش یہ زمینِ ہر باغ، — جو ثمر شاخ سے اترا سو گرا سر کے بھل
فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ آب حنظل سے — شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
دانہ جس شور زمیں پر نہ پھلا دہقاں سے — سبز واں دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل
کشت کرنے میں ہر اک تخم سے از فیض ہوا — گرتے گرتے یہ زمیں برگ و بر آتا ہے نکل
سبز فام ان دنوں آتا ہے نظر ہر گلرو — خواہ ہو شیخ پسر، خواہ ہو فرزند مغل
جوہری کو چمنستانِ جہاں میں اس فصل — آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل
تا کجا شرح کروں میں کہ بقولِ عرفی — "اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل"
نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے — ہے فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل
اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام — رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک ز نگل
تا ابد طرز سخن کی مرے رنگینی، — جلوۂ رنگ چمن جا دے گا اک آن میں ڈھل
نام تلخی نہیں مجھ نطق میں جز شیرینی — یک طرف نار گلستاں میں ہے یک سو حنظل
ہے برومند سخن نو مرے ہر مصرع سے — مصرع سرو سے پایا ہے کسی نے بھی پھل
ہو جہاں کے شعرا کا مرے آگے سر سبز — نہ قصیدہ، نہ رباعی، نہ مخمس نہ غزل

ہے مجھے فیضِ سخن اس کی ہی مداحی کا ذات پر جس کی مُبرہَن کنہ عزّ وجل
مہر سے جس کے منوّر رہے دل جوں خورشید رو سیہ کینہ سے جس کے رہے مانندِ زحل
بغض جس کا کرے جوں مور سلیمان کو ضعیف مدد کو جس سے ملے جس کے لیے پیل کا سا بل
جائے وصلت بہ نبی جس کو نہ دی غیر از عرش فرش گلزار زمیں حق نے سمجھ مستعمل
شیرِ یزداں شہِ مرداں علیؑ عالی قدر وصیِؑ ختمِ رسلؐ اور امامِ اوّل
خاکِ نعلین کی جس کے مدد طالع سے پہنچے اس شخص کو جو شخص ہوا عمائے ازل
نہ نظر آئے اسے دہر کی بینائی سے رہ گیا اور رہے گا جو ابد تک احول
مدح غائب سے کھلے اس کے نہ بلاح کا دل رو برو مطلعِ ثانی سے یہ ہو عقدہ حل

مطلع

دید تیری بہ دوئی حق سے نگہ کا ہے خلل ایک شے دو نظر آتی ہے بہ چشمِ احول
تیری قدرت بجہاں قدرتِ حق کی خاطر خلق کے وہم غلط کار میں ٹھہرے ہے مثل
مرضیِ حق تری مرضی سے ہے جوں جوہر فرد اس یقیں میں نہ گماں کر سکے زنہار خلل
علم تیرا نہیں کچھ علمِ خدا سے باہر ہے عمل بھی نہیں تیرا جو خدا کا ہے عمل
رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ کرے تاثیر نہ عیسیٰ کا مداوا یہ کسل
سر کے پیکاں نہ نکلنے سے کماں کے سر مو ہو اشارہ جو ترا تیرِ قضا کو کہ نہ چل
ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہاں ہاتھ سے کام زمانے کے وہیں جائے بچل
معنیٔ علتِ غائی جو نہ ہو تو ان کا خانۂ ہر دو جہاں پھر ہوں دو بیتِ مہمل
سایہ میں دستِ کرم کے ترے ہر صبح و مسا دولتِ ہر دو جہاں سے ہو غنی عبد اقل
دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہیں وہ اعلیٰ ہو وہ جو شے ترے اشیا میں سمجھو لے اسفل
جو گدا ہے بجہاں تیرے گدائے در کا اس کے در کا وہ گدا کہئے جسے اہلِ دول
ایسی بخشش نہ ہوئی تجھ سے کہ جس کی شمار حد تعداد پر جتنی یہ ہوئی ہو فیصل

وصف تجھ تیغ دو سر کا میں کروں کیا شہ دیں دل مجنوں کے جو میداں میں کرے ہے صیقل
اس کے قبضے پہ جو ہو دست مبارک تیرا (۶۰) نہ رہیں دین محمدؐ کے سوا اور ملل
کھینچ اسے گر تو عدو پر کرے میداں میں نہیب استقامت کا زمانے کے قدم جائے نکل
غرض میں سے دو طرف ہو کے لگے بہنے طول پڑے دریا میں جو وہ تفرقہ انداز اُگل
جمع کب رہ سکیں اعدا کے حواس خمسہ دیکھ کر اس کو علم ہاتھ میں تیرے یک پل
توأم اجزا جو موالید کے ہیں یک دیگر منجمد رہنے میں ان کے وہیں آجائے خلل
نرم اور سخت مساوی ہی کسو پر آوے (۶۵) خواہ بر روے فرد خواہ وہ بر پشت جبل
اس کو آسیب نہیں صورت شمشیر قضا نہ جھڑے وہ نہ مڑے وہ نہ پڑے اس میں بل
زیر راں ہے جو ترے اسپ فلک سیر شہا ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل
شکل کیا اس کی بتاؤں کہ جسے شوخی سے دائرہ بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل
اس کی سر چوٹی کا میں حسن کہوں کیا جس سے زلف معشوق کا دیکھے سے نکل جاوے بل
رخنہ لگام سے باہر ہے کچھ اس کی رفتار (۷۰) ہے چھلاوے کی طرح چال میں اس کی چھل بل
یلہ وہ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے ٹر سکے پیچھے نہ اس کے کوئی بجز اس کے کفل
جست و خیز اس کی بیاں کیجیے گر پیش حکیم اعتقادات حکیمانہ میں آ جائے خلل
قاش سے زمیں کے ذرّہ جو اچک جا غباں مارے جوں اڑ کے زمیں پشت فلک کو وہ کھندل
میخ سے نعل کی اس کے میں اگر دوں تشبیہ کرے ذرے کو تمام اپنے بیک آن زحل
اس کی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ (۷۵) نسبت اس کی فرس ایسا کہ جسے کہیے اچل
توسن وہم کو دوڑائیے ساتھ اس کے تو ہو بازگشت اُس کا تمام اس کے بگام اوّل
خانۂ زین کب اس کا ہے کم از بیت اللہ تجھ سے معنی کی نشست اس میں ہو جب روز ازل
ہیبت عدل یہ تیری ہے کہ ہر دشت میں شیر واسطے زرد سر آہو کے گھسے ہے صندل
سامنے بز کے یہ کیا ڈھل کر نکلے آواز گرگ کے پوست کو منڈھوائے بجائیں جو ڈھل

موم ہو سنگ ہو شیشہ تو غضب سے گردے
کوہ کو ہر دو کف دست میں مل کر خردل

ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے
کسی محفل میں بہ تقریب زباں پر یک پل

شعلۂ شمع کی گرمی سے یقیں ہے زل پہ
شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگھل

معدلت گستری تری ذات ہے ایسی شاہا
آنچ سے آگ کے ٹک خس ہے جو آجاوے بل

کرۂ نار تجھے آتش سے غضب کے جل کر
چشم لولی فلک کے لیے ہووے کاجل

مرغ زرین فلک غصہ میں ترے شاید
بوجھ گردانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل

تار تار اس کے جو یہ بال و پر آتے ہیں نظر
باز قدرت نے ترے پنجے سے ڈالا ہے مسل

امر و نہی کے ترے بجہاں پاشہ دیں
کام پہنچا ہے مناہی کا بھی یاں تک بہ ذلل

کہ حیا سے بچمن غنچہ سر اپنا کیا زجل
نسبت تنگی صراحی سے اٹھا دے یک پل

جب سے گل بولتے بلبل نے قماری کو سنا
غش گل تب سے دھویا کرتی ہے دل سے کل کل

بہوش میں آوے یہ کیا معنی یہ خم لائے شراب
چشم سے میں یہ ذروں ہو نہ سکے آب اُبل

رقص ہے دخل کچھ اب روئے زمیں پر بھی نہیں
پیچھے لولی فلک کے بھی نہ باجے مندل

کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر
شرم سے ساز کے پردے میں صدا ہو اوجھل

امر حق سے جو ملائک نے یہ چاہا سونپیں
علم کا بار ترے کوہ و فلک کو بہ ازل

غرض دونوں نے کیا یوں بجناب اقدس
بوجھ اتنا ہمیں ہے بہت ہم ہیں گرفتار کسل

آخرش تجھ کو ہی پایا متحمل اس کا
جب یہ دیکھا کہ کسی سے نہیں سکتا ہے سنبھل

دشت ارزن میں جو سلماں کو ملی تجھ سے نجات
کچھ ترے وصف سے نسبت نہیں رکھتا یہ عمل

گر اسے کرکے بیاں سمجھوں ثنا کی میں نے
خلق سمجھے گی دماغ اس کا ہوا ہے مختل

جبہ سا جو کوئی در کا اسد اللہ کے ہے
کاہ تیر کو ردیہ کی نہ سمجھے مشکل

محرم کنہ جو تیرا ہو کرے تیری مدح
سو تو بجز علیم خدا علم ہے سب کا مہمل

وصف تیرے کی ہے شایان زباں تیری ہی
سمجھے تو آپ کو یا تجھ کو خداوند اجل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کہا میں اس سے — رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل

عرض احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض — تا بہ آخر جو یہ موزوں میں کیا از اول

سو تو وہ کیا ہی رہا ہووے جو تجھ سے مخفی — سادہ لوحی پہ مری کیجیے یہ نظم حمل

سب کا احوال ترے پیشِ ضمیرِ روشن — ایک سے دونوں ہیں کیا ماضی و کیا مستقبل

پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا (۱۰۵) گردشِ چرخ سے جوں شیشۂ ساعت بے کل

نہ تو رونا مجھے اس سے نہ خورش کا آرام — نہ مری چشم میں خواب اپنے شبانہ یک پل

کہے جاتے نہیں وہ مجھ سے جو اس ظالم نے — جس طرح کے مرے اوقات میں ڈالے ہیں خلل

لا بٹھایا مجھے گھر بار چھڑا لشکر میں — پال بے چوب تلے اپنے بغیر از بر تل

اس ستم گار سے جب زور مرا کچھ نہ چلا

تب میں ناچار کہی شکوے میں اس کے یہ غزل

داد کو کس کے فلک پہنچے کہ از روزِ ازل (۱۱۰) صبح جو نکلے ہے خورشید تو لے کر مشعل

سامنے اس کے اٹھے دستِ تظلم اس کا — جوہرِ عقل میں جس شخص کے آجائے خلل

خود یہ ظالم ہے تظلم یہ کرے کس کی نظر — آسیا کب کرے فریاد یہ دانے کو بچل

راست کیشوں سے کجی اتنی ہے اس ملعون کو — کر دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل

سات یہ فتنے ہیں کہتے ہیں جسے ہفت فلک — ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیر بغل

میں یہ دیکھا کہ از نخلِ حیاتِ انساں (۱۱۵) بر سے آوے عمل اس کا کبھو امید و امل

ہے کہیں مہر کہیں کیں بجا اے عالم سے — ظلم اس کا ہے عجب عقدۂ ما لا ینحل

اس ستم گر کے تلون سے یہ عالم ہرگز — شادی و غم میں نہ دیکھا ہیں تفاوت یک پل

سینہ کوٹے ہے نکلتے ہی وہ دروازے سے یہ — گر کسی گھر میں کوئی جا کے بجاتا ہے دہل

حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیطِ عالم — زہر کا جس کے نہیں ہے کوئی پازہر بدل

فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلے اختر نہ سمجھ (۱۲۰) اس کے اندام پہ مہتاب سے لے تا بہ زحل

زہرا نے کو جو مصیبت سے تری یا حیدر
آپ بیٹا ہے گیا ہے بدن اس کا سب گھل

کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولیٰ
تجھ سے یوں عرض کرے ہی یہ ترا عبد اقل

یہ نہ کر مجھ پہ گوارا کہ گزند اس تجھ سے
ہند کی خاک میں اجزائے بدن جاویں گل

جلد پہنچا یہ زمین نجف اس عاصی کو
کہ اسے عمر ابد ہے کہ جو واں آئے اجل

یاں معاش اپنی نہ سمجھوں ہوں نہیں اپنی معاد
اخذ و جر میں ہوں بد و نیک سے بالکل دغل

تجھ سے بجز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے
علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل

مجھ کو کچھ عذر نہیں اس میں ترا ہوں میں غلام
خواہ تعزیر کر اب اس پہ مجھے خواہ بحل

مدعا اتنی عرائض کا مرے ہے یہ غرض
سرفرد ہو تو مرا یاں یہ در اہل دول

میری قسمت کے موافق تو معین کر دے
اپنی سرکار سے واں ما یتحلل کا بدل

ہاتھ پھیلائیے جا زیر فلک کس کے حضور
دست ہمت نظر آتا ہے جہاں کا یہ بغل

لیکن اس امر میں ہے حق بطرف خلقت کے
کر کے جب دیدۂ قسمت سے سبھوں کے اوجھل

جوہر جود و کرم تھا جو بروز تقسیم
لکھ گیا ہوئے ترے نام ہی منشی ازل

طاقت طول سخن آگے بھی ٹک سودا کو
بخش اے قوت بازوئے نبی مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام اول

برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال
پھوٹے تا نامیہ سے شاخ شجر میں کونپل

تا ملے خلعت نوروز بہ بستان جہاں
پاوے تا نیر اعظم شرف از برج حمل

خوشۂ روئیدگی خاک سے تا پہنچے بہم
دانہ کو جب تئیں کھینچا کرے خرمن سے نمل

تا کرے سبزہ بہ رخسار گل اندام نمود
تا پڑے سنبل پیچیدۂ محبوب میں بل

تا رہے داغ دل سوختۂ عاشق کو
پھولتا لالۂ خودرو رہے جب تک بہ جبل

بحر میں قطرۂ نیساں سے ہو جب تک گوہر
کڑکے تا وقت ترشح کے ہوا میں بادل

لب معشوق کو تا شہرہ دیں شاعر بہ شفا
چشم نرگس کے تئیں تا کریں نسبت بہ کسل

بوئے گل مست کرے باغ میں تا بلبل کو تا کرے بادِ سحر عقدے کو غنچے کے حل
موج ہو آب کے تا سرو کے پا میں زنجیر جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا محل
تا لبِ جو پہ کرے خیمہ کو استادہ حباب تا بچھاوے یہ روش سبزہ فرشِ مخمل
شاخ کے ہاتھ میں ہو تا یہ چمن ساغرِ گل گل کے جیب تک رہے غنچہ کی صراحی بہ بغل
تا بہ میخانہ پئیں بادۂ گلگوں مے خوار ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دُہل
پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پر سرخوش راہ چلتے میں قدم مست کا تا جائے پھسل
مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبانِ کتاں گل خورشید سے تا عشق رکھے دانۂ تل
قدر ہو عود کی تا مجمر و آتش سے فزوں لطف لوٹا رہے عالم میں بجوب صندل
تا مسمّیٰ رہے یہ نظم بہ باب الجنّت جب تلک اس سے بر آوے مری امیدِ امل

نخلِ امید سے اپنے ہوں برومند محب
ہو محبت نہ تری جن کو نہ پاویں وہ پھل

(۴)

در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ نظام الملک بہادر

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی نہیں آکے خوشی نے درِ دل پر دستک

پوچھا میں کون ہے بولی وہ کہ میں ہوں غافل
نہ لگے شوق میں جس کے کبھو شائق کی پلک

ہے خوشی نام مرا ہوں میں عزیز دلہا
زندگانی کی حلاوت ہے جہاں میں مجھ تک

کھول آغوشِ دل اور لے مجھے جلدی تا ڈال
پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

سُن کے یہ مژدۂ جاں بخش جو میں کھولی آنکھ
اشعۂ نور کی سی مجھ کو نظر آئی جھلک

آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں ہوں تو اک بادلہ پوش
سر سے لے غرق جواہر میں وہ ہے پاؤں تلک

حسن ایسا کہ جیسے ماہِ شبِ چاردہم
یک بیک دیکھے تو یکچند ہی رہ جائے بھچک

چہرے میں ایسی ہے گرمی کہ شبِ ورد رنگ جیسے
یاد کرتی ہے ذرہ سا دامنِ مژگاں کی جھپک

زلف یوں چہرے پہ بکھری ہوئی ناگنیں تھیں ڈل
جس طرح ایک کھلونے پہ مٹھیں دو یا تک

جعد وہ قہر کہ تختے میں ہو جس کے ہر لہر
گھر ڈبا دینے کو عشاق کے دریائے اٹک

ناگنی پیچ میں آن کے نہ مانگے پانی
کھیل جاوے دہن کا ناجو ڈسے ان کی لٹک

جبیں ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جاوے داغ
اس کی تشبیہ سے جب اس کو تجاوز دے فلک

قتل کرنے کا یہ جوہر نہ ہو شمشیر کے بیچ
اس کے ابرو سے شتابہ نہ بنا دیں جھپ تک

ڈھیٹ وہ تیز کہ عالم میں نہیں جس کی پناہ
چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھوں کا اُزبک

فتنہ اس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار
متصل جو نکتے پا کر دیا کرتے ہیں تھپک

حسن سے کان کے آویزے میں یہ لطف کہ جوں
مستی قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

بحر خوبی کی گویا مچھلی ہے قلاب کے بیچ / نتھ کے حلقے میں جو دیکھے کوئی نتھنے کی پھڑک
نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب / منخرین اپنی سے گویا ان نے تراشی عینک
مسی آلودہ لب اخگر تھے تہ خاکستر / کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کو جاتے تھے دہک
سلک گوہر کی صفا وام لے ان دانتوں سے / برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک
دونوں عارض گویا تختے تھے گلگوں کے / ثمرنخ ان دونوں میں یوں جیسے نمکداں میں گزک
وصف میں اس کی ملاحت کے پڑھوں اک مطلع / جس کے آگے نہ رکھے مطلع خورشید نمک

مطلع

رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک / آگے غبغب کے خجالت زدہ سونے کی ڈلک
ڈھیلے پیچ اس کے نے گردن کا بڑھایا یہ حسن / جلوہ گر شمع ہو جیسے تہ دامان شبک
ساعد و دست حنا بستہ کی ایسی حرکات / شاخ میں گل کی تئیں بننے سے جوں آئے لچک
دیکھے جو اس کے گچھوں کو یہ تیقن ہوا سے / تنبو یہ تان کے یاں کام کا اترا ہی کنک
یا وہ معجون مبہی کی ہیں ڈبیاں ایسی / آوے ہیجان میں چھیڑے سے جنھیں روح ملک
پیاری پیاری وہ لگیں نظروں میں ایسی کہ نگاہ / یہی چاہے کہ کبھو پاس سے ان کے نہ سرک
بیچ یہ قصد رکھے ڈال دے تو ہاتھ ان پر / لنگ گئے دل میں بھی آ جائے کرے کھا کے اچک
ناف کے حسن کو اس کے جو کیا میں نے قیاس / دل نشیں یوں ہوا میرے کہ بنا تہ دشتک
نرگسی چشم کوئی ہوگا کہ جس کی یہ آنکھ / لگ گئے چھاتی سے صفا کے سبب آئی ہے ڈھلک
گر اس کی میں نہ دیکھی کہ کروں اس کا وصف / تھی وہ اک آہوئے دل کے لیے چیتے کی لپک
آگے تو کہہ نہیں سکتا میں کچھ اس کی تعریف / یوں حیا کہتی ہے مجھ سے کہ بس اب زیادہ نہ بک
بس میں زانو کو کہوں کیا کہ وہ ہیں آئینہ / اس سے بھی چھوٹے نہ آنکھ ان پہ اگر جائے اٹک
آوے جب بزم میں اس ساق بلوریں کا ذکر / جلوۂ شمع کا پامال حسد ہووے تنک
پشت پا چھینے رودے لیلیٰ سے مجنوں کا دل / خون فرہاد سے دانتیں سے چاہے وہ گفک

وقت نظارہ مری جب نگہ دیدۂ غور
سر سے لے اس قد رعنا کے گئی پاؤں تلک

فندقِ پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا
سرو کی بیخ سے پھولا گلِ اورنگ اب تک

قامت ایسا ہے کہ ہنگام خرام اس کے اگر
آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

قدم اس وضع سے رکھے وہ کہ ہر عالم کا
موجب شور ہو خلخال کی پاؤں کی چھنک

کج ادا کج چلے جس طرح وہ اٹکھیلی سے
موج دریا بھی اسے دیکھے تو رہ جائے ٹھٹک

زردق برق ایسی ہی پوشاک میں اسکی کہ جسے
کوند بجلی کی کہوں یا کہوں شعلے کی چمک

جیسی سج سے تھی گلے بیچ حمائل گل کی
ویسی ہی عطر کی بو ویسی ہی موندھے کی مہک

کیفی یاں تک کہ یہ انداز سخن میں اس کے
کسی کو خشت کہہ اٹھنا کسی کو ودت دبک

بات اس لطف سے بہکے تھی دہن سے اسکے
بادہ جوں ساغر لبریز سے جاتا ہے چھلک

غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر
کہا میں دل کی طرف دیکھ کے الحمد تلک

ناگہہ اس شوخ نے مجھ سے یہ کہا اے سودا
اب تو شیشہ ہے اندوہ کا بھرے ٹپک

یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمیں پر ناداں
یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیر فلک

نہ ترے گھر میں کبھو ناچ ہیں ہوتے دیکھا
نہ ترے در پہ سُنی آ کے کبھو دف کی گمک

آدمی کے تئیں کچھ گرمیِ صحبت ہے شرط
وہ بھی انسان ہے دنیا میں جو اتنا ہو خنک

گو ترا وضع زمانہ سے ہے دل افسردہ
پر ہم آئے ہیں ترے گھر میں ادھر دیکھ تنک

ایسے مہماں کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز
بادہ بھر شیشے میں رکھ لاکے نمکداں میں نمک

بزم آراستہ بلوا کے کر ارباب نشاط
پاس لے بیٹھ ہمیں سب کو چکھا آپ بھی چکھ

آج وہ دن ہے کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں
کہیں ہوتی ہے بھگت اور کہیں ہے اودک

یاں تلک شیخ و برہمن ہیں طرب کے مصروف
دیر میں بجتی ہے مردنگ حرم میں ڈھولک

تار طنبور نہیں رشتۂ زنار . . . فقط
لگے سُر سا بج میں تسبیح کے بھی دانوں تک

بادہ گو ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملا
پر یہ راضی ہے کہ کپڑوں جو چھڑکے تو چھڑک

محتسب سے چلے ہے مست رگڑ کر کاندھا منجپہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک
سن کے یہ میں نے کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز خیر ہے بات سمجھ کر تو کہہ اتنا نہ بہک
بے سبب کیونکہ میں اندوہ کی الفت چھوڑ دوں کس طرح دوستیٔ غم کروں دل سے منفک
وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اس کا اظہار کچھ جہت ہو تو بیاں کر کہ سنوں میں بھی تنک
کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ مگر سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہنچا اب تک
آج اس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی کہ بصورت ہے وہ انساں و بسیرت ہے ملک
یعنی نواب سلیماں فر و نام آصف جاہ شادیٔ جس کے یہ غیور بزرگ و کوچک
کسی کے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولد کودک
عدل یہ عصر میں اس کے ہے کہ ہر ایک طبیب شعلۂ تپ کو بھی تبرید لکھے خار خسک
کرنے دیوے نہ رفو چاک کتاں کو انصاف تانہ رشتے کے لیے ماہ کی کھولے بیچک
رائج اتنی ہے مروت کہ غزالوں کو پلنگ اس طرح سمجھے ہے فرزند کو پالے پالک
دور میں اس کے ہیں یاں تک تو منہیات ذلیل کشمکش سے پہ نت اٹھ ننگ سدا زیر کتک
ہمت اس کی پہ نظر کیجے تو اک آن کے بیچ دل سے پہنچے ہے دو صد بار یہ مطلع لب تک

مطلع

تجھ سے ممنون نہ فقط روئے زمیں پہ ہر یک بار احساں سے تیرے ہے دوتا پشت فلک
ہو گہربار جو تجھ آگے سحاب نیساں برق ہو کر تبسم اسے مارے چشمک
آگے اس بحر کرم کے صدف پُر گوہر مٹھی اس کی ہے جسے نکلے بہ شدت چیچک
چل سکے ہے نہ کسی امر میں تدبیر حکیم مہر سے رائے کے تیرے وہ نہ لے تا دستک
حلم تیرے کے جو ہم وزن فلک سے کچھ تھے ڈال دیوے زرہ سہو و خطا کوئی ملک
بار تجھ حلم میں ہے یہ کہ ترے وقت خرام ہووے ذرہ بھی اگر مرکز خاکی کو دھمک
صدمہ اس کا گر نہ زمیں کو پہنچے تا خمیدہ [illegible] کھنچوائے تو نکلے نہ کمک

دست زوراں سے موالید کا سر رشتۂ کار — نعرۂ قہر کی ہیبت سے تری جائے ٹھٹھک

پیل دینا نہیں کچھ پیل کا لشکر کو کام — حول و قوت سے تری چاہئے ٹک اسکو کمک

تجھ کو للکارے کے میداں میں صف مرداں کے — سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

وہ جواں قو ہے کہ آگے سے ترے رستم بھی — گاؤ سر مار بغل جاوے دبے پاؤں کھسک

اور ٹھہرے بھی کوئی اُن تو حق نے دی ہے — دست و بازو میں ترے قوت قدرت یاں تک

اس کے مرکب سے ملا کر وہیں مرکب اپنا — ہاتھ جھٹکے میں دے اور زیں خانے سے اُچک

مارے جب زور سے دے چرخ زمیں پر تو اسے — گرد دائرۂ خاک میں آدے یہ بچک

کوہ ہر ایک اچھل کر جو زمیں پر بیٹھے — توڑ کر ردئے سما چور کرے پشت سمک

کیوں نہ کوس لمن الملک تو مارے ہر دم — جب تری تیغ میں ہو جوہر برش یاں تک

کھینچ کر اپنی کمر سے جو تو مارے اک ہاتھ — شکل نقارہ کی جوڑی کے دو حصے ہو فلک

نہ چلے خامہ اب آگے نہ سیاہی ہو رواں — باد پا کا ترے کچھ وصف نہ کیجے جب تک

چڑھ کے اس پر جو تری طبع میں گزرے یہ خیال — قاش سے زین کے ٹک لیجے اگر باگ اُچک

گاہ آجاوے نظر گاہ نظر سے غائب — پھر ہوا یہ وہ شبرنگ ہے جگنو کی دمک

روبرو سے اگر آئینے کے اس گلگوں کو — پھینک دے چڑھ کے جو تو شرق سے لے غرب تلک

اتنے عرصے میں پھر آوے کہ اسے باور کر — عکس بھی آئینے سے ہونے نہ پاوے منفک

شوکت و شان کہوں کیا میں ترے ہاتھی کی — چرخ پر جوں مہ نو ماتھے پہ یوں اسکے کچک

وصف میں اسکی بزرگی کے پڑھوں اک مطلع — گوش دل سے جو سخن رس متوجہ ہو تنک

مطلع

اس کے گجگاہ کی اللہ رے جھرے پہ لٹک — کہکشاں جوں شب یلدا میں نمایاں یہ تلک

بیٹھنے میں ہے وہ کوہ اُٹھنے میں ہے ابر سیاہ — عرش رفعت ہے وہ اور چلنے میں جوں چرخ اٹھک

شجر طوبیٰ کا جھرے پہ ہو اُس کے جلوہ — رنگیں تزئین کے لیے جس گھڑی اس کی تسک

جھول پر اس کے ستاروں کا کہوں کیا میں حسن — تارے جس طرح رہیں رات اندھیری میں چھٹک
لے کے خرطوم میں زنجیر پھرا دے وہ اگر — اس کے دانتوں کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک
لیلیٰ نے ہاتھ لگائے ہیں سو یہ خیمے سے — ملنے کو مجنوں سے سن سلسلۂ پا کی جھنک
روز میداں اسے دیکھو تو دلاور اتنا — سر کے واں سے نہ جائے کہ زمیں جائے سرک
سامنے اس کے وہ چھوٹے ہی پٹاخوں کی تڑی — داغیں اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگ اٹک
چرخی کیا چیز ہے لاوے وہ جب خاطر میں — بان بجلی کی کڑک کا کبھو پہنچے اس تک
چاہے وہ توڑ کے جوں نیشکر اس کی چھڑ کو — پاؤں کھجلانے لگے سونڈ میں لے کر لیا لٹک
نے نکان اس قدر اس کا ہے چلاوا جیسے — مہر میں ابر کے آنے سے ہو سایہ کی ڈھلک
اس قدر ہے وہ سبک رو کہ کبھی چلتے وقت — پاؤں کی اس کے دلِ مور کو پہنچے نہ دھمک
اس کے ہودج پہ تجھے دیکھ کے سمجھے یہ خلق — کرسی پر عرش کے ہے صورت انساں کا ملک
خیمۂ جاہ کا تیرے سو کروں کیا مذکور — ہووے استاد جہاں تیرے جلو کی اسپک
آسماں کو نہ کریں اس کے تلے ہے جو یہ — کہ نپٹ کہنہ ہے یہ اور نہایت کو چیک
اللہ اللہ ترے مطبخ کا تجمل جس جا — طبق روئے زمیں سے ہے بڑا خوانِ چپک
کافی واں زیرے کو حصول نہ ہو کرماں کا — حاصل ہند سے پورا نہ پڑے اس میں نمک
چرخ و کہسار کو مصرف سے ہے دہشت واں کے — آپ کو پا کے مشابہ بہ پیاز و ادرک
اس کے مصرف کے جو دیہات ہیں تیول ان میں — اپنے مداح کو بھی کر دے مقرر صحنک
تو ہی ٹک دل میں کر اب غرض کا میری انصاف — جائے کس در پہ کوئی پہنچ کے ایسے در تک
جبہ سائی ہے یہ گھڑیاں ز را نساں کے لیے — آستاں کا ہے ترے سنگ بہ از سنگِ محک
ختم کر اب تو دعائیہ پہ سودا یہ کلام — آمیں کہنے کو گئے بابِ اجابت پہ ملک
یا الٰہی یہ جو تیرا ہے چراغِ دولت — تا ابد اس سے منور رہے قندیلِ فلک
تا نہایت رہے مسجودِ ملائک وہ جگہ — مسندِ جاہ کی تیرے بچھے جس پر توشک

جو ترا دست ہوا ب آئینۂ گیتی پر اس کی تمثال کبھی ہونے نہ پادے منفک

کاتب دست قضا شکل عدو کی تیرے
صفحۂ ہستی سے جوں حرف غلط کر دے حک

---

(۵)

در مدح نواب شجاع الدولہ و در فتح کردن بر حافظ رحمت خاں

آیا عمل میں تیغ سے تیری وہ کارزار — دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بہ روزگار
بے سر ہوئے ہیں آج یہ سرکش کہ گر نہال — خاک ان کی پر ہو تو نہ ثمر لادے شاخسار
سرجنگ اس طرح کی نہ کھائے کہ تا بہ حشر — مدفوں ہو جس زمیں پہ نہ واں اٹھ سکے غبار
آتش غضب کی تو نے یہ ان کے فسردہ کی — تن میں نہیں ہے قطرۂ خوں صورتِ شرار
نام ان کا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا — نا عف کرے ہے سگ ہی نہ قاں زاغ کو پکار
اک خم تھا ان انھوں کا پر از بادۂ غرور — تس اس میں کر دیا تھا تیغ آب دار
تھا عزم یہ ہر ایک کا گاڑیں گے بیٹھ ہم — تانوں کو کھینچ کھینچ کے قلقاری مار مار
آئے تھے وہ چنانچہ اسی طرح روزِ جنگ — پایا تھا جوں دلوں میں خیال انھنے قرار
گاتے بجاتے ناچتے اور کودتے ہوئے — سایے میں جھنڈیوں کے صفیں باندھ بے شمار
وہ جھنڈیاں نظر پڑیں اک دم میں اس طرح — گازر بچھا دیں پارچہ جوں نہر کے کنار
پر حق بجانب ان کے ہی تھا کچھ اس امر میں — تیرے دلاوروں کا نہ دیکھا تھا کارزار
جو غول ان کے سامنے آیا تو سمجھے یہ — اک کھیت نو رسیدہ ہے ہمارے بر از خیار
جیسی ہی اس گروہ نے پی تھی شراب کبر — کھینچا ہی اس کے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار
اسباب پر حریف کے آپس میں لگتے داؤں — لشکر میں اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار
حق ناشناس قوم یہ تھی غترہ اس قدر — غارت پہ ہر نبرد کے لیتے تھے سب ادھار
لیکن خدا کے فضل سے یاں ناگرفتہ قرض — جو لائے تھے سو دے گئے رکھا نہ ایک تار
شمشیر دوست دابندگے ہیں یہ بہت بلا — اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہیں شعار

بردہ جو ہیں غلام اس جناب کے — آگے قدم انھوں کے ہیں ان کا استوار
جرأت میں ان کے حرف نہیں پر یہ کیا کریں — صحبت نہ ان کے دل سے تہور رہنے کی بہار
ان میں سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا — میں نے کہا انھوں سے کہ تم جیسے جاں گزار
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے — ہر سامنے حریف کے بے حد و بے شمار
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ میں تم — فتح و شکست مردوں کو ہے پر یہ اضطرار
ان میں سے ایک نے بہ دم سرد یہ کہا — خواہش خدا کی یوں تھی نہ تھا اپنا اختیار
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں — آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہراولی — ہوں گے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہیں اب ہر ایک سے اس فوج کے بھی — سرگروہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
محبوب اور بسنت و لطافت تھے یک طرف — یک سو تھا میر سید علی مستعد کار
لیکن انھوں کو آدمی کہئے کہ دیو و دد — ان کا قدم وغا میں یہ پایا ہم استوار
ادھر سے بان و رہکلہ و توپ متصل — پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگزار
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپیں داغنے — اس پہ پر جہاں سے جزائر کی ہووے مار
لیکن میں تجھ سے کیا کہوں اے یار اس گھڑی — دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار

مطلع

تھیں کرتیاں تلنگوں کی مانند لالہ زار — تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
توپیں جو داغتے تھے فتیلوں سے آن آن — رنجک مثال برق چمکتی تھی بار بار
گجناں مثل رعد کے کڑکے تھی دم بدم — آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار
بارود گولہ توپ میں تھا یا وہ باد تھی — جس نے کہ قوم عاد اڑا دی تھی جوں غبار
فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کرے — بندوق و تیغ و تیر سے جا ان میں کارزار
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو — گھوڑا ادھر تڑپتے ہے ادھر پڑا سوار

اُڑتے تھے یوں پیادے کہ تودے گورد ئی کے ندّاف کا کمانچہ جوں دے ہے انتشار
تھے ہاتھیوں پہ بیٹھے جو حافظ کے ہم نشیں ساتھ اس کے ہم پیالہ و باہم نوالہ خوار
وہ بھاگئے اس طرح کہ یہ کہتی تھی ان کو خلق بھاگا وہ دیکھو جائے ہے میداں سے کوہسار
نے رونے کے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش نے سوچ مرنے کا ہی نہ جینے کا کچھ بچار
باور ہی کیجو اس کو تو اے یار اس گھڑی آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اختیار
جیدھر کو جس کا منہ اٹھا اودھر کو وہ چلا سوچے بغیر یہ کہ فلاں جا کروں قرار
ہو یہ غضب تو لاش کا حافظ کی ذکر کیا بیٹا سسکتے چھوڑ گیا باپ نے فرار
حافظ کی لاش ہم سے نہ اٹھی تو نزد فہم جا گہ نہیں ہے طعن و تعرض کی ہم پہ یار
لازم نہ تھا اسے کہ ہو ایسے کے سامنے ہمت میں اور کرم میں جو ہے طاقِ روزگار
بے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل جس کے ہمم کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار
نے رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار
خلعت کسی کو اسپ کسی کو، کسی کو فیل بخشے کسی کو لاکھ، کسی کو دیے ہزار
حافظ یہ چاہے نہ دے سے اس کے برآویں پیادے کو دے کے تین روپے نو روپے سوار
کیا کیا کہوں میں اس کی شجاعت کا اب بیاں ہمت کا اس کی کیا کروں اظہار بار بار
حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ تاریخ اس کے فوت کی کر لے عدد شمار

تاریخ فتح عرض کی سودا نے یوں کہ "ہو
یہ فتحِ نو مبارکِ نوابِ نامدار"

قصیدۂ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے — دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ میں زباں ہے
میں حضرتِ سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ ہی اللہ ہے کیا نظم بیاں ہے
اثنا میں کیا عرض کہ فرمایئے حضرت! — آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یاں ہے
سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا — اس امر میں قاصر تو فرشتے کی زباں ہے
کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے کی گئی شکل — ہے وجہِ معاش اپنی سو اس کا یہ بیاں ہے
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی — تنخواہ کا پھر عالمِ بالا پہ نشاں ہے
گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کے یاں ہے
ثابت ہو جو دگلا تو نہیں موزوں میں کچھ حال — تیروں میں ہے ہر گیری تو بے چلہ کماں ہے
کہتا ہے نفر غرّے کو صراف سے جا کر — بی بی نے تو کچھ کھایا ہے نہ لقمے میاں ہے
یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید دگر نہ — شوال بھی پھر ماہِ مبارک رمضاں ہے
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے — تنخواہ کا پھر بیٹنا اس شکل سے یاں ہے
لیتے ہیں بایں رو سہی وہ تو دو ماہہ — ٹک دھونس دھڑتے کی جھیلیں تاب و تواں ہے
قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھ کے اس میں — بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیر و جواں ہے
ملا جو اذاں دیوے تو منہ موند کے اس کا — کہتے ہیں کہ خاموش! مسلمانی کہاں ہے
بولا جو خطیب اس میں تو ماری اسے اک دھول — ہاتھ آگیا واعظ تو چھیڑا دباں ہے
رینکے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے — نے ذکر نہ صلوات نہ سجدہ نہ اذاں ہے
اور وہ جو ہیں مزدور وہاں آن کے بیٹھیں — رتی کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکاں ہے

اٹھ اٹھ کے دکھاتے ہیں انھیں حال وہ اپنا
دربار رُوا اس عہد میں جو خرد و کلاں ہے

یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے
اس بج سے رسالے کا رسالہ ہی رواں ہے

کوئی سر پہ کیے خاک گریباں کسو کا چاک
کوئی رو دے ہے منہ پیٹ کوئی نالہ کناں ہے

ہندو و مسلماں کو پھر اس پالکی اوپر
ارتھی کا تو ہم ہے جنازے کا گماں ہے

یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی
کرتے ہیں جو واں عرض تو نے پھر ہے نہ ہاں ہے

گر پوچھیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب
اس کی تو اذیت ہی بڑی آفت جاں ہے

وہ جاگے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو
کیسا ہی اگر اپنے تئیں خواب گراں ہے

بے وقت خورش اس کی جو ہو اپنے تئیں بھوک
سو کیا کہوں تجھ سے کہ مصیبت کا بیاں ہے

گھڑیاں کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہیں گھڑیاں
اور ریح خلا رُو دوں جو اسپ دواں ہے

خمیازے پہ خمیازہ ہے اندر حجرت اوپر حجرت
منہ صورت سوفار کمر شکل کماں ہے

صیغے پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یاں ہے

صحبت ہے یہ اس سے اگر آقا کے تئیں چھینک
آوے تو وہ اس کو بہ خشونت نگراں ہے

دیتے ہیں منگا تیر و کماں ہاتھ میں اس کے
ٹھنڈی ہوا آنے کا گر اس وقت گماں ہے

اور ما حضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے
کھانا تو یہ کھاتے ہیں پر اس کو خفقاں ہے

مطبوخ پہ ہے خربزہ اور خربزے پر دودھ
ہے دودھ پہ مچھلی نس اوپر گاوزباں ہے

یہ بھی تو نہیں ہے کہ اسی سے ہو تسلی
اس سب پہ تنقیہ کے لیے بیسنی ناں ہے

اس میں جو کہیں درد اٹھا پیٹ میں ان کے
پھر بو علی سینا ہی تو وہ ہیچ مداں ہے

رکھتے ہیں غرض رگ سے لڑنے کو سپاہی
گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہاں ہے

سوداگری کیجے تو ہے اس میں یہ مشقت
دکھن میں بکے وہ جو خرید صفاہاں ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل
ہر شام بہ دل وسوسۂ سود و زیاں ہے

لے جا جو کسی عمدہ کی سرکار میں دے جنس
یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیاں ہے

قیمت جو چکاتے ہیں سو اس طرح کہ ثالث سمجھے ہے فروشندہ پہ دزدی کا گماں ہے
جب مول مشخص ہوا مرضی کے مطابق پھر پیسوں کا جاگیر کے نا مل پہ نشاں ہے
پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہاں ہے
ادھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لے جا دیوان و بیوتات یہ کہتے ہیں گراں ہے
آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہیں نہ وہ جنس ہر اک متصدی سے میاں اور تیاں ہے
ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعے کے آگے جو پالکی نکلے ہے تو فریاد و فغاں ہے
دو بیل کی جا کر جو کہیں کیجئے کھیتی اور مینہ بھی موافق ہی پڑے تو تو سماں ہے
ہیں خشکی و غرقی کے تفکر میں شب و روز نے امن ہے دل کے تئیں نے جی کو اماں ہے
گر خان و خوانین کی لے کوئی وکالت اس کا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ عیاں ہے
ہر عمدہ کے دروازے پہ زیں پوش پہ بیٹھا پوچھے ہے اجی مرد ہے جی نواب کہاں ہے
ہر گھر میں وہ جا ہے کہ میں فوارہ سا چھوٹوں ہر کوچے میں جوں آب چکا یوں وہ رواں ہے
دیوان کے بخشی کے بیوتات کے حاضر مانند کنھیا کے جہاں دیکھو وہاں ہے
ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام پیپل کے پتوے کی طرح منہ میں زباں ہے
نادے جو کچہری سے وہ داموں کا سیاہا للچا دے موکل کو یہ کیا خوب گماں ہے
سو ماہی یہ بیٹھی ہے دلے پانسو ہے خرچ اور زر کے اجارے کی بھی اردو میں دکاں ہے
بتلا دے غرض پیسے اڑا کر ہوا روپوش گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہاں ہے
جس وقت سنا یہ وہیں آواز بدل کر آپ ہی کہا گھر میں سے کشن چند کے یاں ہے
پھر ہو جو موکل سے کہیں راہ میں بھیٹا اسناد کا جاگیر کے یہ اس سے بیاں ہے
خرچی پہ ہوا میم سیاہے پہ ہوا جیم پروانہ میں تم پر ہوں تصدق مری جاں ہے
کاہے کی غرض خرچی وہ اور کس کا سیاہا کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہاں ہے
انصاف جو کیجے تو نہیں اس کی بھی تقصیر سب ماحصل ان باتوں کا اک پارچہ ناں ہے

شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الاحوال دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یاں ہے
مشتاق ملاقات انھوں کا کس و ناکس ملنا انھیں ان سے جو فلاں ابن فلاں ہے
گر عید کا مسجد میں پڑھیں جا کے دوگانہ نیت قطعۂ تہنیتِ خانِ زماں ہے
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر گر رحم میں بیگم کے سنے نطفۂ خاں ہے
اسقاطِ حمل ہو تو کہیں مرثیہ ایسا پھر کوئی نہ پوچھے میاں سکین کہاں ہے
ملائی اگر کیجے تو ملا کی ہے یہ قدر ہوں دو روپے اس کے جو کوئی مثنوی خواں ہے
اور ما حضر آخوند کا اب کیا میں بتاؤں اک کاسۂ دالِ عدس و جو کی دو ناں ہے
دن کو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے شب خرچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ داں ہے
تس پر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اس کے لڑکوں کی شرارت سے سدا خار نہاں ہے
بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب میں رواں ہے
اب کیجئے انصاف کہ جس کی ہو یہ اوقات آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہاں ہے
جس روز سے کاتب کا لکھا حال ہے تب سے ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشاں ہے
وہ بیت ٹکے سیکڑا لکھنے کو ہے محتاج خوبی میں خطاب جس کا یہ از خطِ بتاں ہے
یہ بھی میں تکلف ہی سے کہتا ہوں وگرنہ آفاق میں ان چیزوں کی اب قدر کہاں ہے
احیا ہو جو موتی کا زمانے میں نئے سر خطاط کی اتنی ہی رہی قدر کہاں ہے
ہدیہ ہو سوا پانچ ٹکے گذری میں آکر یاقوت پکارے جو بکاؤ قرآں ہے
دمڑی کو کتابت لکھیں دھیلے کو قبالہ بیٹھے ہوئے واں میر علی چوک جہاں ہے
چاہے جو کوئی شیخ بنے پھر فراغت چھپتے ہی تو شعرا کے وہ مطعون زباں ہے
دیتا ہے دم خر سے کوئی شملے کو نسبت گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کناں ہے
اور اس کو جو دیکھے کوئی وہ پھر معیشت اس فکر و تردد ہی میں ہر ایک زماں ہے
پوچھے ہے مریدوں سے یہ ہر صبح کو اٹھ کر ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہاں ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر ڈاڑھی کو کنگھی — بے خیل مریداں وہ گئے بزم جہاں ہے
ڈھولک جو لگی بجنے تو واں سب کے ہوا وجد — کوئی کودے کوئی روئے کوئی نعرہ زناں ہے
بے تال ہوئے شیخ جو ٹک وجد میں آکر — سرگوشیوں میں پھر بد اصولی کا بیاں ہے
گر تال سے پڑتا ہے قدم تو سبھی ہنس ہنس — کہتے ہیں کوئی حال ہے یہ رقص زناں ہے
اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو — ڈالا ہوا دال دال نخود قلیہ و ناں ہے
سب پیشہ یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل — جورو تو یہ سمجھے کہ نکھٹو یہ میاں ہے
اور بیٹے کے دل کو ہے خرافت کا تیقن — بیٹی کو جنوں ہونے کا باپ کے گماں ہے
پھر شیخ کے جب لڑکے لگے بھوک سے مرنے — ہر خان و خوانین کے ہمراہ رواں ہے
جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب — تب اس کی سفارش میں اسے رقعہ خواں ہے
مضمون یہی رقعے کا کہ کچھ دیجئے اس کو (۹۰) بدّاح اماموں کا ہے اور مرثیہ خواں ہے
بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری — یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جاں ہے
ٹک دیکھنا منصور علی خاں جی کا احوال — چھاتی پہ کٹک بجلی ہے اور شیر دہاں ہے
آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال — جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہاں ہے
دنیا میں تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام — عقبیٰ میں یہ کہتا تھا کوئی اس کا نشاں ہے
سو اس پہ تیقن کسی کے دل کو نہیں ہے (۹۵) یہ بات بھی گوئندہ ہی کا محض گماں ہے

یاں ذکر معیشت ہے تو واں دغدغہ حشر
آسودگی حرفیست نہ وہ یاں ہے نہ واں ہے

میر

در مدحِ نواب آصف الدولہ

رات کو مطلق نہ تھی یاں جی کو تاب　　آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ میں　　دل جگر سنکتے تھے دونوں جوں کباب
ہر زماں تھی ساتھ اپنے گفتگو　　کیا کروں شہر اور میں دونوں خراب
تھا کرم شیوہ جنھوں کا اٹھ گئے　　بیٹھے بیٹھے کھینچیے کب تک عذاب
جائیے کس کے در اوپر کون ہے　　ملیے کس سے کون ملنے کا ہے باب
بے جوانی سے پھرے میری تلک　　امتحاں میں آ گئے سب شیخ و شاب
ناگہاں مجھ سے لگا کہنے سروش　　رہ گزر سے لطف کی کر کر خطاب
ہے کریم اب بھی وزیر ابنِ وزیر　　آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسماں رتبہ ہے جس کا آستاں　　ناز کر طالع پہ جو ہو باریاب
اس کی ہمت سے سخن کیا سر کروں　　بات کہتے دے دُر و یاقوتِ ناب
اس کے دست و دل کے رشک و شرم سے　　خون ہے دل کان کا دریا ہے آب
جم حشم، انجم سپہ، گردوں شکوہ　　مرجعِ خورد و کلاں، عالم مآب
دستِ ہمت اس کا گر دُربار ہو　　پانی پانی شرم سے ہووے سحاب
مال کیا ہے ہفت گنجِ خسروی　　اک ہی کو نواب بخشے ہے شتاب
فخرِ سام و رستم اس کی بندگی　　داخلِ خدام یاں افراسیاب
جب سحر جرأت سے کھینچی ان نے تیغ　　ڈھال رکھے منہ پہ نکلا آفتاب
رزم کے عرصے میں ہل چل پڑ گئی　　آسماں کے خیمے کی کانپی طناب

مدّعی گر کوہ تھا مارا اُکھاڑ — در زمیں تھا بے سکوں پایا شتاب
خرمن آسا جل گیا انبوہِ خصم — چل پڑی جو اس کی تیغِ برق تاب
دیو تھے گو معرکے میں بے شمار — ایک ٹھہرا ہو مقابل کیا حساب
زین رکھا جائے مرکب پر اگر — راجا پرجا آن کر دابیں رکاب
زلزلہ پڑ جائے سارے ملک میں — ملک داروں سے کہیں ہاں سر حساب
مطلعِ ثانی کی اب مائل ہے طبع — کفر ہے حرف و سخن سے اجتناب

مطلع

اے ترے ڈر سے جگر شیروں کے آب — دشمنوں کو رہتا ہے اضطراب
مدّعی کی صف ہے کونجوں کی قطار — لشکری اس فوج کا ہر اک عقاب
موجزن جیدھر ہو وہ دریائے فوج — بستیاں اس سمت کی جیسے حباب
گرد اس لشکر کی گر ہووے بلند — پھر زمین و آسماں میں ہے حجاب
جاوے دشمن جوں سگِ پا سوختہ — وقتِ گرگ و میش سے منہ پر نقاب
داوری و منصفی حسنِ دلبراں — چھوڑ دیں عشاق پر کرنا عتاب
رفعِ بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع سے ہووے تو پھر قدرت ہی کیا — جو گلے سے شیشے کے اترے شراب
بحر گیا ہے جو کرے تہ سے سوال — کوہ تیرے حلم کا کیا دے جواب
خوبیاں ہی خوبیاں سر تا قدم — تب کیا صانع نے تجھ کو انتخاب
لطفِ طبعِ صاحبِ مجلس کہوں — یا لکھوں پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب — چاندنی کی جائے بچھتی ماہتاب
گر نہ ہو ممدوح غسلِ ظاہری — پر نہیں ہوتی ہے یہ راہِ ثواب
جو کہے تو چاہیئے وہ لکھ رکھیں — حرف ہر اک تیرے منہ کا ہے کتاب

کر دعا پر میرؔ اب ختم سخن تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب
زیر دست اس کے رہیں گردن کشاں تاقیامت وہ رہے مالک رقاب

دوست اس کے جوش زن جیسے محیط
خاک بر سر مدعی جیسے سراب

انشا

(۱)

در حمد

اے خداوند مہ و مہر و ثریا و شفق
لمعۂ نور سے تیرے ہی جہاں کو ہے رونق

بیٹھ کر مکتبِ ابداع میں تو نے کھولے
دفعتہ نسخۂ افلاک کے جوں سادہ ورق

تذکرہ پھر تو ہوا مسئلۂ وحدت کا
عقلِ اوّل نے پڑھا تجھ سے مؤدب ہو سبق

ذات کی کنہ کو تفہیم کریں کیا اوہام
سیکڑوں نوع کے ہیں جس میں دقائق مغلق

کیجیے گر نظرِ غور بہ انواعِ صفات
خیرہ ہو ذہن کہ یہ مسائل ہیں ادق

روح کو حکمِ تعلق بہ جسد فرمایا
تاکہ اشکالِ ہیولا و صور ہوں مشتق

مزج سے چار عناصر کو یہ دی کیفیت
قیلۂ ہستی نے کیا پردۂ اطلاق کو شق

خلقِ انساں کو کیا نامیہ اس کو بخشی
ہیئتِ جسم کو کر کے متشکل ز علق

جلد دی لحم کو عروق کو تا غاذیہ سے
ایک پردے میں قویٰ اخذ کریں اپنا حق

ہیں سب اعصاب و شرائین و رباط اس لیے تا
روح کی آمد و شد سے نہ رہے رنج و دق

واسطے فائدے کے سب یہ بنائے اعضا
ذائق و کنتف و دید و سامعہ و سمع در مرفق

سمع و ذوق و بصر و لمس و شم و وہم و خیال
بن کہے تو نے دیے ہم کو کرم مطلق

صدقے اس بندہ نوازی کے تری ہم عباد
باپ ماں ہوتے ہیں کب ایسے شفیق و اشفق

جوہر صنع سے ہیں سارے تیرے مقولاتِ عشر
سب امورات ہیں ہر آن رفیق و ارفق

فعل ملک این متی با کم و کیف و ہم وضع
انفعال اور اضافت ہے بہ ہر شے ملحق

تیری سطوت کی جو وادی کو نظر بھر دیکھے
توسنِ وہم کو یکبارگی آجائے عرق

بحرِ مواجِ حقائق سے گذر کون سکے
ہاں مگر فضل ہی تیرا ہی بجائے زورق

داورا! سچ کہ سزا وارِ پرستش تو ہے — بے شک و شبہہ سمعنا و اطعنا الحق
روز و شب حضرتِ خلاق ترے حکم میں ہیں — عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق
بھلا رے قلعۂ اقطار سموات عُلا (۲۰) قاف پشتہ نہ ہو جس کا نہ سمندر خندق
ہے موالیدِ ثلاثہ کو علیٰ قدر الحال — تیرے ہی فضل سے محصول سدا اسد رمق
لطف فرما جو ترا ظلِ ہمایوں ہو ٹک — چشمِ تحقیر سے عنقا کی طرف دیکھے بق
فی المثل توسنِ ایام و لیالی پر بیٹھ — چرخ کو گر متوہم ہو کہ میرا ابلق
جلد ہی کیجئے مضمارِ حقیقت کی سیر — غیرت آوے ہیں متجسم ہو کہے اے احمق
سعیِ بے فائدہ سے کیا تجھے حاصل ہوگا (۲۵) راہ لگ اپنی یہ صحرا ہے بڑا لق و دق
سیکڑوں طرح کی خلقت کو تو اے رازقِ کل — بھیجتا نعمتِ الوان ہی بے طشت و طبق
تو نہ نبض نہ جھڑکے تو میاہ الاشجار — اڑ چلیں الخرۂ ارض سے مثلِ زیبق
حمد کے بعد یہ شکریہ ادا کرتا ہوں — شکر صد شکر ہوا حمد و ثنا کے البق
کہ مجھے دینِ محمد میں کیا تو نے خلق — ورنہ تھے اور بھی انواع کے ادیان و فرق

.. .. (۳۰) .. ..

.. ..

.. ..

شر و سواسِ شیاطین سے بچائے مجھ کو — تیرے سایے میں چھپا آکے ہوں اے ربِ فلق
نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے — حق ہے اس بندۂ انشا کی بھی اے میرے حق
وسعتِ رزق تفضل ہو مجھے صحت ساتھ (۳۵) جلد ایسی کہ نہ کرنی پڑے مجھ کو زق زق
رزق کے تو نے تکفل کی قسم کھائی ہے — ہے قسم تیری تو اوفیٰ و ابر و اوثق
عمر تا ایک صد و سی سال عنایت ہو مجھے — لیک یہ شرط ہے اس ساتھ نہ کچھ ہو بق بق
تا کہ مشغولِ عبادت رہے انشاء اللہ — ضائع اوقات کو کھویا نہ کرے حق ناحق

اپنے اطفال و عیال و پدر و مادر ساتھ روز و شب وردِ وظائف میں رہے مستغرق

ہاں اس غرض تمنا کو تجھے لازم ہے (۴۰) خاطر احمدِ مختار و وصیٔ برحق

قلمِ غفوری لوحِ جرائم پر کھینچ از پئے حیدرِ کرار امام اصدق

کلمہ منہ سے دمِ نزع مرے جاری ہو جب تک آنکھوں میں رہے جان کی ذرہ بھی رمق

ہاتھ سے ساقیٔ کوثر کے پلا دینا جام عطشِ روزِ قیامت سے نہ ہو مجھ کو قلق

اہل بیت نبوی کے لیے اے بار الٰہ
کچھ نہ پہنچے تجھے آسیبِ جہنم مطلق

(۲)

در مدح شاہزادہ سلیمان شکوہ

صبح دم میں نے جو لی بستر گل پر کروٹ — جنبش بادِ بہاری سے گئی آنکھ اچٹ
دیکھتا کیا ہوں سرہانے ہے کھڑی ایک پری — جس کے جوبن سے ٹپکتی ہے نری گدراہٹ
عطر میں ڈوبی ہوئی زور رہی بو باس اسکی — بل بے دھج، بل بے اکڑ، بل بے تری گرماہٹ
آفتاب اس کی جبیں کے جو مقابل ہووے — صدقے صدقے ہو کہے اف رے تری جھمکاہٹ
موتیوں سے جو بھری مانگ وہ دیکھے اس کی — سیر سے تاروں بھری رات کی جی جائے اچٹ
چاندنی میں نہ ہو معلوم کدھر ہے وہ پری — سر کے سوندھے کی مہک کی نہ اگر آ جاوے لپٹ
اس درِ گوش پہ تھی زلف جو گنڈلی مارے — سانپ کے من کی اگر کہئے تو پھبتی ہے نپٹ
جٹی وہ دونوں بھویں ہوئے بے ظالم بیداد — انکھڑیاں سحر، نگہ قہر، غضب گرماہٹ
ڈورے آنکھوں میں چھٹے ایسے ہی کا فرخونخوارہ — کہ رگِ گل کی نزاکت کو لگا دیویں چپٹ
پائے خم جیسے سبو مست پڑا ہووے کوئی — گوشۂ چشم میں یوں خال رہا تھا وہ لپٹ
حرکت اس کی تھی یوں غمزۂ چالاک کے ساتھ — رند جوں اینڈ کے میخانے میں لیوے کروٹ
چتون، اٹکھیل، بلا، نرگس جادو آنکھیں — نگہ ایسی ہی کہ دے برق کی چشمک کو الٹ
تیور اس آن سے بگڑے ہوئے دونوں گویا — مستعد قتل ہی کر ڈالنے پر ہیں جھٹ جھٹ
شوخی اس روپ سے اس تارِ نظر پہ کھیلے — آتا جاتا ہو رسن پر کوئی جس طرح سے نٹ
صفِ مژگانِ رسا میں یہ ستم تیزی کچھ — دستِ اندیشۂ عشاق جہاں جاوے اکٹ
منہ میں لیوے ہی جو چوٹی کو وہ اٹکھیلی سے — عقدۂ راس و ذنب چاند کو لگ جاوے جھٹ

کیوں نہ ہو غرقِ تحیر مرج البحرین آ بہم امواج میں آنکھوں کی یہ ہو الجھاوٹ

ناک اس شوخ کی برزخ کی طرح بیچ میں ہو تا کہ دو چشمے نہ ایک ایک سے مل جاویں جھٹ

تھا وہاں نام خدا خالم خود بیٹھی گرم اسکے نتھنوں کی بھڑک میں تھی غضب گرماہٹ

لام ہے جوں بہم "الحمد" میں ردِ ب ایسا ہی کششِ ایسی ہی سدھوٹ ایسی ہی پاکیزہ پلٹ

گرچہ تمثیل یہ دل چسپ بندھی ہو لیکن ایک مضمون سنو تم اور بھی پاکیزہ نیٹ

خوش نویسِ ازلی نے خطِ قرآنی سے "ہ" کو اللہ کے یاں نور سے دی چمکاہٹ

گال گدرائے ہوئے جو سیئے کے لائق ہونٹ غبغب اور سیبِ ذقن بوسوں کے قابل چٹ چٹ

وہ دھواں دھار دھڑی دانت سو موتی کی لڑی تہ میں اندازِ تبسم کے رچی ستھراہٹ

گردن اس دھج سے صراحی ہوئے مرغ کی جو خونِ عشاق چڑھا جانے کو حاضر غٹ غٹ

تھی بر و دوش میں بالیدگی ایسی ہی کہ صاف جیسے کھتی ہو کسی ساتھ گلے سے تو لپٹ

آستیں کو چہ مہتاب نظر آتی ہے اس کے ساعد کی ڈلک میں تھی یہ کچھ پھیلاوٹ

سینہ جوں آئینہ شفاف شکم ایسا صاف جس میں مخمل کی شکن کی ہی پڑی ستھری بٹ

شہر سبز اس کے وہ سب رونگٹے یا داد ئی نمل پیلی ایسی ہی دھواں جیسے کہ سنبل کی لٹ

قمقمہ نور کے جیسے اس کی کچیں وہ دونوں ہو انھیں دیکھتے ہی اور ہی کچھ للچاہٹ

گز گب بادہ کشاں رنگ ترے سے دونوں دل یہ چاہے کہ انھیں دوڑ کے لے بھاگیے جھٹ

نیم شگفتہ کنول چشمۂ خوبی کے دو گال گول ابھرے ہوئے بھونرے اڑے جن سے لپٹ

بنت انگیا میں ٹکی زور بڑاتے کی پھبن دیکھ کر مارے فرے کے جھلیں جی جائے الٹ

گدگداہٹ پہ اگر ناف کی پڑ جائے نظر چٹ کفِ دستِ خیال اس سے ہیں جا ہے چمٹ

ہو یقیں دل کو کہ ہے حسن کے دریا کا بھنور عمر گئے ساری ہی نزاکت ہیں آئی ہے سمٹ

نقشِ پا اس کے ذقن کا پھسل آیا، ہو گا دھیان میں بوسۂ عاشق کے تڑاقے سے رپٹ

بند شلوار سے چیپیدہ سو اس ردپ کے ساتھ موم پر مہر کوئی گول ہی جوں آدے اچیٹ

دل خوں ہو کے بہا کوچۂ شیفتہ میں خیال کھوج میں اس کی کمر کے یہ ہوئی اکتاہٹ

تھی رگ جان تمنّا کہ دکھائی نہ پڑے لیکن آنت تھی وہ پیلام کی جنٹ کی سمٹ

بیچ میں یہ نہ کھولی تھی یہ گماں کچھ تو تھے جس کے باعث تھی خوش آیند یہ سب پھرکاہٹ

کیا کروں اس کی بیاں خوش گفلی کا عالم حسن و خوبی نے وہیں آ کے کیا تھا جمگھٹ

گات زانو کی وہ پاکیزہ طرح دار کہ ہائے دھیان کے ساتھ جہاں پائے نظر جا کے رپٹ

قامت ایسی کہ قیامت بھی کرے جس کو سلام اس کے اٹھلاتے ہوئے چلنے کی سن کر آہٹ

شور محشر کو یہ کہہ اٹھے خرام اس کا صاف وال نے غلین اپے زدر پرسے ہو چل ہٹ

چھلے ہر انگلیوں کی پوروں میں پہنے وہ شوخ گر نہ عباسی کی جنٹ میں بھی ویسی ہو سمٹ

سرخی ان ایڑیوں کی موتیوں کو جوتی کے گھنگچیاں کر کے دکھاوے تجھے اک آن میں چٹ

نشے میں قلقل صہبا سے یہ فرما اٹھے کیا خوش آتی ہے صدا مجھ کو یہ تیری غٹ غٹ

سرو و شمشاد و صنوبر سے کہے چلتے ہو کھیلنے جاتے ہیں ہم آج چمن میں جھرمٹ

ندھڑک ایسی ہی بیباک کہ گر مے نہ پیئے ریش قاضی میں وہ صہبا کی لگا دے تلچھٹ

کچھ نہ گہنا نہ جواہر نہ تکلف نہ بناؤ سادگی اپنی سے مسرور خوشی سے غٹ بٹ

تختیاں دیکھ جواہر کی یہی کہہ اٹھنا کس کو یہ ایسی غرض مفت کرے جو کھٹ کھٹ

بھلے لگتے جو بناوٹ سے بھلا کیا حاصل فائدہ فرق سے لے پاؤں تلک جلئے بٹ

باولہ پوشی اور آراستگی اور سنگار چاہیئے گانوں کو اپنے کہ ہو جھٹکا بٹ

سانگ ہولی میں حضور اپنے جو لادیں ہر رات کہ کنھیا بنیں اور سر پہ وہ دھر لیویں مکٹ

گوپیاں ہو کے بڑی ڈھونڈیں کدم کی چھائیں بانسری دھن میں دکھا دیویں وہی جمنا تٹ

"گانو گوکل کا ہے پینڈا اسے نرالا" یہ کہیں گوالنیں جن کی کہیں ہنس کے "وہ ہی بنسی بٹ"

گاگریں لیویں اٹھا اور یہ کہتی جاویں دیکھت د ندری جدھر م ادنی ہے پنگھٹ

سکنے روپے میں جو لد جائیں گنواروں کی طرح ڈھام گگھر کو کہیں نزدیک کو بولیں وہ نکٹ

باندھے جس مضمون جو رونے کا تو بول اٹھیں یوں
چھلکے ہر عین میں آنسو رہے جیسے کہ رہٹ

الغرض تھی جو اس ادعا سے موصوف اس نے
اپنے مکھڑے سے دوپٹے کی مسلسل کو الٹ

مجھ سے سنمکھ ہو کہا دولت بیدار ہوں میں
خواب غفلت سے بس اب چونک گئے پھر لیٹ

مجلس آراستہ ہے سال گرہ کی اس کی
جس کی ہر لحظہ دعا دینے میں ہے سب کو رٹ

یعنی وہ شاہ سلیماں کہ شکوہ اس کی سے
نیر حشمت و اقبال کو ہے چمکاہٹ

جشن شاہانہ ہے ہیں سب امرا حاضر وقت
اس کے مجرے کو کھڑے فوجوں کے ہیں ٹھٹ کے ٹھٹ

ہے یہ دھڑکا دہل و کوس کی آوازوں سے
سینہ گاؤ زمیں آج کہیں جائے نہ پھٹ

جیری صاحب بھی یہ کہتا ہے در دولت پر
روح بخشندہ ہے عیسیٰ کی قسم یہ چوکھٹ

ہیں سلامی کو کھڑے باندھ کے صف سب انگریز
مارٹن اور برن، رولی، ایمل، آرنٹ

بزم ایسی ہی مرتب ہے کہ سبحان اللہ
جس میں اقسام تماشا کا ہوا ہے جمگھٹ

قد آدم ہیں کروڑوں ہی لگے آئینے
طرفہ گسترده جواہر کے چھپر کھٹ پر کھٹ

ارغنوں کی کہیں آواز کہیں ناچ کی ہے
خفقاں جس سے کہ جاتا رہے اور گھبراہٹ

واسطے نذر کے کر تو بھی قصیدہ کوئی غرض
اٹھ کمر باندھ و ابھی جلد چلا چل جھٹ پٹ

سنتے ہی میں نے یہ دولت سے خوشی کا مژدہ
شرف اندوز ہوا خدمت اقدس میں جھٹ

بار پا محفل شاہانہ میں مطلع وہ پڑھا
جس کی سطوت سے ہوئی جان عدو کی تلچھٹ

مطلع

عازم جنگ ہو جس لحظہ تو تلنگوں کو ڈپٹ
گا ڈسر پھینک کے جٹ سام سا بھاگے جھوٹ

مار چنگھاڑ طرق زال کرے دہشت سے
پاؤں رستم کا گل ولا پہ پھسل جاوے رپٹ

جامۂ جرم پلنگ اپنے بدن سے پھینکے
ہاتھ سے رنش زد شاخ اپنی کو دے الجھا وڑھے

حیدری نعرہ تو جب روز وغا میں کھینچے
لشکر شام ترے آگے سے کھاوے گھونگھٹ

بر سر تاف ہو گر قلعہ عدو کا تیرے
منہدم کر دے اسے گاؤ زمیں کی کروٹ

گر پڑیں ٹوٹ کے سو ٹکڑے ہو اک آن کے بیچ / تیرے للکارتے ہی اس کے کواڑوں کے بیٹ
قہر خالق کا نمونہ ہے تری یہ شمشیر / لاکھوں سر ہائے عدو جس سے کہ کاٹیں چٹ پٹ
کمر کوہ پہ لاگے تو کرے دو ٹکڑے / نہ جھڑے کچھ نہ مڑے رک نہ رہے ایسی اکٹ
صاعقہ جس کے دم آب سے تھر تھر کانپے / صولت برق کو کہہ بیٹھے چمک جس کی ہٹ
الاماں بول اٹھیں قیصر روم و خاقاں / گر کہیں ہاتھ میں تولے کے اسے جاوے ڈپٹ
دیکھ کر تخت ہوادار کی تیرے خوبی / کہکشاں ابر کے دامن کا بنالے گھونگھٹ
گر نظر چرخ کرے چتر کو تیرے شاہا / پنجۂ مہر سے لے اس کی بلائیں چٹ پٹ
بادپا کا ترے کیا وصف کروں خوبی کا / رہ بلا رہے اس کی وہ جلدی وہ الٹ اور پلٹ
شرق سے غرب تلک ایسی کہاں ہے دست / گر کبھی کھول کے دل تو اسے پھینکے سرپٹ
پہ دیجوں جائے تو معلوم کرے یوں خلقت / کہ ابھی باد بہاری سے گیا جل کے جھمٹ
ہوش کھو دیوے غزالان جہاں کے یکبار / چار دل بانوؤں کی جاوٹ وہ اچک اور سمٹ
صاف آنکھوں میں چھلاوا سا دکھائی دے جائے / بات کہتے ہیں اگر باگ کہیں جائے پلٹ
یہ سبک رو کہ جسے وہم نہ پاوے ہرگز / اس قدر جلد کہ جوں نکہت گلشن کی لپٹ
گو بجنے کو ترے ہاتھی کے اگر رعد سنے / رفعت و منزلت اپنی سے وہیں جاوے گھٹ
جب سواری میں تری بیٹھ کے وہ اٹھے بہ زور / روم سے شام تلک ساری زمیں آوے سمٹ
ہفت اقلیم کے باشندے قدم بوس کریں / دیکھ اجلال وہیں سارے جہاں کے نٹ کھٹ
ایک ہی لقمہ خرطوم میں وہ قاف شکوہ / کشت آمال کو کفار کی کر جاوے چٹ
اس کے دانتوں کی بلندی کو اگر پہنچے سحاب / کبھی دیکھے تو یہی گذرے خیال اس کا جٹ
ہاتھ عیسیٰ نے اٹھائے ہیں دعا کو دونوں / لیلۃ القدر فرح بخش کی پاکر آہٹ
ختم کرتا ہے دعائیہ پر انشاءاللہ / یارب اس در پہ ہو عالم کو خوشی کی آہٹ
صحت و جشن و نشاط طرب و دولت کا / جب دلخواہ رہے ذات سے تیری جمگھٹ

خوبی و خرمی و راحت و آرام و سرور (۱۰۰) تیرے دروازے کی تا حشر نہ چھوڑیں چوکھٹ
وہ سہانی رہے بجتی تری نوبت شب و روز   کہ جگر دشمنوں کا دیویں ٹکوریں ہی الٹ
نوبتی گاویں سب النوزہ و شہنا میں سدا   دھرپت اور قول خیال اور ترانہ تروٹ
دیس جس وقت کہ وہ بولیں یہ لہرا اٹھے   لے گیو لے گیو متوارو جی مہاری انوٹ
تیرے ہی مجرے میں ہو نغمہ سرا صبح کے وقت   بھیرویں کنگلی توڑی و الہیا اور کھٹ
کرنا و دہل و بوق کی آوازوں میں (۱۰۵) ہم کو سوجھا کرے آرام و خوشی کی کروٹ
کھا کلا رنگ گریں تیرے سبھی اعدا یوں   راگ مالا میں کھنچی جیسے کہ ہو صورت نٹ

بس سلیمانِ جہاں تو ہی ہو اور دنیا ہو
جب تلک گنبد مینا میں رہے جمکاہٹ

(۴)

در مدحِ جارج سوم

بگھیاں نور کی تیار کرائے بوئے سمن کہ ہوا کھانے کو نکلیں گے جوانانِ چمن
عالمِ اطفالِ نباتات پہ ہوگا کچھ اور گورے کالے سبھی بیٹھیں گے نئے کپڑے پہن
کوئی شبنم سے چھڑک بالوں پہ اپنے پوڈر بیٹھ کر جلوے کی کرسی پہ دکھاوے گا پھبن
شاخِ نازک سے کوئی ہاتھ میں لے کر اک بیت ہوا الگ سب سے نکالے گا نرالا جوبن
نسترن بھی نئی صورت کا دکھاوے گا رنگ کوچ پہ ناز کے جب پاؤں رکھے گا بن ٹھن
اپنے گیلاس شگوفے بھی کریں گے حاضر غنچہ دگل سبھی واں کھولیں گے بوتل کے دہن
اہلِ نظارہ کی آنکھوں میں نظر آوے گی باغ میں نرگسِ شہلا کی ہوائی چتون
اور ہی جلوے نگاہوں کو لگے گی دینے اودی بانات کی کرتی میں شگوفۂ سوسن
پتے پتے ہلا ہلا کے بجا دیں گے فرنگی طنبور لالہ لاوے گا سلامی کو بنا کر پلٹن
کھینچ کر تار رگِ ابرِ بہاری سے کئی خود نسیمِ سحر آوے گی بجانے ارگن
اپنی سنگین چمکتی ہوئی دکھلاوے گی آ پڑے گی جو کہیں نہر پہ سورج کی کرن
نے نوازی کے لیے کھول کے اپنی منقار آکے دکھلاوے گی بلبل بھی جو ہے اس کا فن
اردلی کے جو گراں ڈیل ہیں ہوں گے سب جمع کرنا پھونکے گا جس وقت کہ آ ساکنِ گلشن
آوے گا نذر کو شیشے کی گھڑی لے کے حباب یاسمیں ہتوں کی پینس میں چلے گی بن ٹھن
نکہت آوے گی نکل پھول کلی کا کمرہ ساتھ ہووے گی نزاکت بھی جو ہے اس کی بہن
جو نئی ہند دتی فرنگی کے مشابہ ہوگا اس میں ہو دیں گے پری زاد سبھی عکس فگن
جب ہوا کھا کے گھر آدیں گے تو [illegible] ناچ وضع پر ہند کی ہے باغ میں جن کا مسکن

کیا تعجب ہی جو فواروں کی ہو سارنگی
رنگ کے طبلے بجیں ایسے کہ ہوں مست ہرن

ٹانک لے بادلے کا آب رواں سے نیفہ
ڈال کر سبزے سے ٹانگوں میں ازار ساتھن

اوڑھی اک لاہی کی بادل سے پہن کر شلوار
(۲۰) گل مہتاب سے گوٹے کا لگا کر دامن

چاند تارے کے دوپٹے کو شب ماہ سے اوڑھ
مینھ کی بوندوں کے بجاتی ہوئی گھنگرو چھن چھن

ناچنے کو ہو کھڑی اُن کے چیلا بانی
چوکڑی بھولیں جسے دیکھ غزالان ختن

کوٹ کوٹ اس میں بھرا ہی یہ قدرت نے جمال
روشنی مانگ لیں اس مکھڑے سے پروین و پرن

یعنی وہ رشک پری کہتے ہیں بجلی جس کو
تیرہ ہو جس کی جدائی سے جہان روشن

ہی وہ نک سک سے درست ایسی کہ سبحان اللہ
(۲۵) بل بے دھج، بل بے اکڑ، بل بے ترا ٹھکا پن

شکر ہند و حبش میں ہوئی حائل اک نہر
مانگ میں اس کی عبث کرتے ہو کچھ اور سخن

چین سے راہ جبیں اس کی بہت ہی پرپیچ
ہی اسی پیچ سے خورشید بھی گم کردہ وطن

دو سرے جیم کے اول قلم قدرت نے
کھینچے تا ان سے ہویدا ہوں یہ دو نقش کہن

کون دو نقش کہن یعنی جمال و جلوہ
دو سرے جیم کے ہیں دونوں وہی ناک کے پھن

جن کا اس شکل پری چہرہ پہ ہے ابرو نام
(۳۰) جن کے خاطر ہے مرے جی کا زمانہ دشمن

حق نے اس شوخ کے چہرے پہ کیے ہیں صاد
شاہدیں اس کے ہیں بے شبہہ وہ چشم پرفن

ڈورے آنکھوں کے جو ہیں ان کا بنا کر پھندا
لے گئے سیکڑوں دل کھینچ کے یہ دو رہزن

اس کی مژگاں سے مرے دل میں کھٹکتی ہی پھانس
بازی جہت سے کچھ کم نہیں اس کی چتون

ہی خط نسخ میں اللہ کے جو اس کی ناک
کیوں نہ خود بینی انوکھی اسے سب اوسے بن

یا کوئی دائرے میں جیسے مثلث کھینچے
(۳۵) گول چہرے پہ ہی واں طرح سے کچھ اسکی پھبن

پارہ ہائے صدف نور تھے وہ دونوں کان
ایک ہی روح تھی ان دونوں کی اور ایک ہی تن

باہر ان میں سے نکل جب کہ ہوا جلوہ فرد
گوہر قدرت حق یعنی وہ دو دُر روشن

تب ہوئی ان کی بڑی آپس میں تو ناچاری سے
ایک نے یوں کو کیا ایک نے دوں کو مسکن

دونوں رخسارے ہیں وہ ایک فرنگی فانوس　　شمع کافوری حسن اس میں ہوئی ہے روشن
یہ کسی چشم خماری کا ہے گویا ڈورا　　ہے غلط فہمی اگر کہئے اسے غنچہ دہن
نظر آئے مسی آلودہ وہ دنداں اس کے　　حسن کے سین کے دندانے بوجہ احسن
منہ میں حیرت سے کبھی کی تھی جو انگلی اس نے　　عکس نے اس کے کیا اس میں زباں ہو ممکن
لب نازک وہ سمٹ جاتے ہیں آہٹ سے جھپے　　اس میں آتے ہیں نظر بیر بہٹی کے چلن
روشنی چاند سے مکھڑے پہ اسی چاہ سے ہے　　چاہ نخشب اسے اب میں کہوں یا چاہ ذقن
صبح محشر کے یہی سر پہ بلا لادے گی　　کچھ قیامت ہے غرض اس کی بیاض گردن
اس کی گردن کے بتو ڈورے کو اڑا جاؤ تو جھٹ　　چشم خورشید میں عیسیٰ وہیں مارے سوزن
دیکھ لے آ یہ دھواں دھار کھجوری چوٹی　　گر نہ دیکھی ہو کسی شخص نے اڑتی ناگن
اس کے حلقوم میں ہے نغمۂ داؤد کا گھر　　اور گلے میں ہے کیا اس کے صفائی نے وطن
کہ کبھی لگ نہ سکے اس کو بلوریں گیلاس　　ہووے بالفرض بہا اس کی اگر ملک ختن
بسکہ ہے اپنے رخ خوب پہ عاشق وہ آپ　　تا نظر آوے اسے وہ رخ زیبا وہ بدن
ہیں دو آئینۂ تابندہ وہ دونوں شانے　　داہنے بائیں انھیں رکھے ہے وہ رشک چمن
کیا کروں اس بت کافر کی کچوں کی تعریف　　ہائے رے ان کا ابھار اور وہ اٹھتا جوبن
نیم شگفتہ کنول چشمۂ خوبی کے دو　　گول گول ابھرے ہوئے کٹوروں کی سی جن کی پھبن
دار یار ان کے یا بیٹھے ہیں چکوا چکوی　　ہے وہ موتی کی لڑی بیچ میں دریائے جمن
پیر جاتے تھے وہ دریائے نزاکت گویا　　تو نبی چھاتی کے تلے رکھے ہوئے وہ پرفن
بھٹنیاں ہیں جو دھواں دھار بھلا میں ان کو　　گھنڈیاں ریزۂ نیلم کی کہوں سیام برن
یا ہوا کھانے کو مہتاب میں کالے دو ناگ　　کنڈلی مارے ہوئے بیٹھے ہیں نکال اپنا من
تب بنایا وہ شکم شب کہ بہم جمع ہوا　　سودۂ اختر و ذرہ مانی مہتاب میں چھن
حسن کے بدرۂ سربستہ پہ ہے ناز کی مہر　　ناف کہئے اسے سخت اچھی بیلا پن

یا انگوٹھی کی گھڑی ہے وہ نزاکت سے بھری
جس پہ قربان کیے سیکڑوں بجتے ارگن

بائے ہوز کی سی صورت ہے کہ دوں آہ نہ کیوں
آہ کا پوچھو تو بے شبہ یہی ہے مسکن

یا یہ کہیے وہ شکم آئینہ ساں ہے شفاف
میرا ناسور جگر اس میں ہوا عکس افگن

تھرتھراتی ہے جو لٹ ماتھے پہ اس کافر کے
اسی کے عکس سے ٹھہری ہے دماول بن ٹھن

فی المثل فرض رگ گل میں گرہ کیجے اگر
ہم سے تب وصف کمر اس کا ہو مہما امکن

یاد دلواتی ہے چوٹی وہ کدم کی چھائیں
بیٹھ کیونکر میں کہوں اس کو وہ ہے بندرابن

شاخ طوبائے بہشت اس کے وہ دو بازو ہیں
ان سے حاصل ہو وہی جی میں جو کچھ جاوے ٹھن

اور سقنقور نر و مادہ ہیں دونوں ساعد
مست ہو دیکھ جنھیں مرد سے لے کر تا زن

اک ہوا وصف کف دست میں ایسی ہی چلی
کہ لگا اس کے سبب کرنے مرا جی سن سن

موج دریائے نزاکت وہ لکیریں اس کی
اور پوروں کی ونک ایسی کہ جیسے چندن

انگلیاں اس کی سقنقور کے بچے سی ہیں بست
قوت باہ کے ہیجان کو آشوب زمن

شاخ مرجاں پہ نمودار ہی شبنم ہی سمجھ
اس کی انگلی پہ وہ ناخن کی سفیدی کی پھبن

آنکھ پڑتے ہی پھسل جاوے تو کچھ دور نہیں
کہ بڑی نازکی ناز سے ہے یاں رپٹن

چاہتا تھا کہ میں ٹک بڑھ چلوں آگے لیکن
اتنے میں شرم نے پکڑا ہی مرا آ دامن

ہیں وہی رانیں یہ کیلوں کے درختوں کا شبیہ
شوق کے پیل کو دکھلاتی ہیں جو کجلی بن

وضع زانو کی طرحدار یہ پاکیزہ کہ ہائے
ساق سیمیں کو اگر پوچھو تو بلّور یمن

پاؤں تھے ایسے کہ ہو جیسے سنہری مچھلی
ان کے دھونے کے لیے چاہیے روپے کا لگن

آنکھیں اس فندقی پاسے یہ ملیں پریوں نے
پھر نظر آنے لگی نرگس شہلا کی پھبن

سرخی ان ایڑیوں کی مہتیوں کو جوتی کے
گھنگچیاں کر کے دکھادے تجھے یاں جبنیا تن

اس کی اس سادگی وضع پہ صدقے کیجے
ہیں غرض جتنے سنگار اور جہاں تک ابرن

ہیں جو ان خوبیوں کے ساتھ وہ اچھی ہے آج [illegible]
اس میں اگر [illegible] لے تو [illegible]

آج ہے جون مہینے کی یہ چوتھی تاریخ — کیوں نہ اس روز مبارک کی انوکھی ہو پھبن
اس میں ہی سالگرہ اس کی جسے کہتے ہیں — جارج ثالث وجم مرتبہ، شاہِ لندن
عیش و عشرت کی یہ بو باس بسا ہے اس دن میں رچی — جیسے سچ مچ کی ہو دو دن کی نول بیاہی دلھن
دیکھے اس شب کو تو مجنوں نہ ڈھلے لیلیٰ پر — راجہ نل کی نہ پڑے آنکھ کبھی سوئے دمن
دھوم دھام ایسی ہوئی ہے کہ یہ دیکھی کس نے — چھٹتی ہے بارہ دری اور اناروں کے چمن
جلوہ گر توپ ہوائی ہے ہزاروں ڈھب سے — جھاڑ شیشے کے ہوئے لاکھ طرح کے روشن
میزیں بچھی ہوئی ہیں اور بڑا کھانا ہے — سارے اک ڈال مرقع کے لگے ہیں باسن
برج اڑتے ہوئے گر دیکھے تو یوں عقل کہے — جوگی جے پال چلا مار ہوا پر آسن
پھرتی گھوڑ بہلیں ہیں اب اڑتی ہوئی چاروں طرف — کچھ تعجب نہیں ہے سن کے جوانوں کی گھن گھن
منتظر چرخ پہ خود حضرت عیسیٰ آدیں — زہرہ یہ بزم کریں چھوڑ کے منہ کی چلمن
کچھ نہ لندن ہی میں یہ زمزمۂ عیش ہے آج — ہند میں بھی تو ہر اک گھر میں ہے طبلے کی برن
یہ خبر سن کے ہوا شاد وہ فخر آفاق — جس کے مقدم کے سبب ہے یہ جہاں رشکِ چمن
یعنی نواب فلک رتبہ یمین الدولہ — حاتم عہد، جم وقت، فلاطونِ زمن
ناظم الملک بہادر وہ جناب عالی — دب گئے جس سے زمانے کے سب آشوب و فتن
وہ سعادت علی خاں عالی اعلیٰ حشمت — جس کی ہے نکہتِ اقبال سے عالم گلشن
کن نے اس شان کا دیکھا ہے وزیر اعظم — جس کے گھر ہووے سلاطیں کا مقر و مامن
صفدر معرکہ منصور و شجاع و غازی — پُردل و پیل کش و شیر فگن قلعہ شکن
انتظام روسا اس سے ہوا کچھ ایسا — منتظم رشتے میں جس طرح سے ہو دُرِّ عدن
فصل کے کیڑے نے اس کے عدو مرنے کو — کیونکر اس کو نہ کہوں کوکب تابانِ یمن
ہے یہ برہاں سے ہویدا کہ مبارز ایسا — آنکھ اپنی سے نہ دیکھے گا کبھی چرخ کہن
جس گھڑی باندھ کمر خازم میداں ہووے — بیٹھتا آوے ہما بر سر رخش بہمن

دیکھ لے اس کے تگاور کی اگر جولاں گاہ / سام و گودرز کا دیکھا ہو نہ جس نے مدفن
جس جگہ دیکھے سناں اس کی چمکتی رن میں / تو یقیں ہے کہ نہ بے پاؤں کھسک جائے پشن
زور یہ اس کے عطا حق نے کیا بازو میں / ہو اگر روز وغا اس کا عدو روئیں تن
خاک تودہ کی طرح دم میں بنا دے غربال / میر النواب فلک رتبہ مخالف کا بدن
کیا کرم اس کا بیاں کیجے کہ دور اس کے میں / ہے دُرِ ناب گداؤں کا طرازِ دامن
جود کا لفظ جہاں اس کی زباں پر گزرے / وہ زمیں تا بہ قیامت ہو گہر کا مخزن
اس خوشی کا یہ سبب ہے کہ سب انگریز کے راز / اس فلک دبدبہ پر آئینہ ساں ہیں روشن
اور انگریز پہ بھی ہیں جو وہ اسرار حضور / پرتو انداز ہیں جوں آب میں سورج کی کرن
جب بہم رابطہ یہ ہوں تو نہ ہووے کیونکر / اس ہما سایہ کا دل گنج طرب کا مخزن
کیونکہ مالک ہے سب انگریز کا وہ شاہ بزرگ / جس کا جارج لقب اور بندہ ہے سلطان ختن
وصف میں اس کے ستو مطلع رنگیں اک اور / روپ سے جس کے ہو شرمندہ بہار گلشن

مطلع

اس کے یوں فرق پہ ہے تاج مرصع کی پھبن / صبح کو جیسے نمودار ہو سورج کی کرن
باندھتا گر سر اعلیٰ اسے نہ وہ کلہ مار / شکر ایزد نہ بجا لاتے کبھی زاغ و زغن
اس کی بخشش سے نہ بھر جاوے جو جل تھل کیا دخل / جھڑ لگا دینے کو دنیا میں وہ ہے جوں ساون
قدر ہر علم کی کی اس نے یہاں تک کہ بہم / سیکڑوں جمع ہوئے فضل و ہنر کے خرمن
اس کی افواج نے جا کی مدد قیصر روم / مصر کے ملک سے سب مار نکالے دشمن
قوم نے اس کی جو نہ ڈالے سمندر میں جہاز / وہ کیا کام سکندر سے نہ جو آیا بن
جستجو دیکھ نئی اور نکالی دنیا / رائج اس میں بھی کیے اپنے تھے جیسے کہ چلن
ایک الک ترسجی ایسی ہے بنالی جس کو / کبھی دیکھے تو فلاطوں رہے سر کُن بر کُن
ٹیپو سلطان کا قصہ وہ سنا ہووے گا / کر کے کیا کام پھرا واں جو گیا تھا دکھن

لارڈ حکام نے ایسے ہی کیے اک دو وار — دفعتہً کانپ گیا جس کے سبب سب دکھن
قوم انگریز یہ ہیں ایسے کہ جن سے کانپے — آوے گر فوج غفاریت سمیت آہرمن
دبدبہ ان کو خدا نے وہ دیا جس کے حضور — چیز کیا ہے وہ بھبیکن وہ کہاں کا راون
جیت کر آوے لڑائی جو مہابھارت کی — تو جدھشٹر بھی کرے نذر سر جرجودھن
کیوں نہ اس قوم سے ظاہر ہو شجاعت ایسی — ان کے ہی سر پہ رہی مہر لقا سایہ فگن
تھرتھراوے وہ سمک گاو زمیں ہی جس پہ — وہ فلک رتبہ اگر ہاتھ میں لے اپنے ڈگن
دل میں ہی کر کے مخاطب اسے اک مطلع نو — پڑھیے ایسا ہی کہ غش ہو کے کریں اہل سخن

مطلع

بیٹھے جب تخت پہ وہ وقت سخاوت بن ٹھن — مورچھل ہاتھ میں لے کر ہو کھڑا راجہ کرن
جود کا بھی ترے کچھ اور نیا ہی انداز — اور ہی ہاتھوں میں ہی تیرے سخاوت کی پھبن
یعنی تو سر پہ رکھے جس کے ٹک اک خالی ہاتھ — وہ جسے چاہے اسے بخش دے ملک ارمن
مانگنے کی ہی ترے دور میں سائل کو قسم — چاہیئے گو اسے تخت کے و اقلیم ختن
کیوں کہ غازی ہیں ترے دور میں سب اہل دول — کہ جسے دیکھیں فلاکت سے گرفتار محن
نغز کے ساتھ کہیں اس سے کہ لیجے صاحب — ہاتھ میں لعل بدخشاں ہو وگر دُرِّ عدن
عدل سے تیرے برابر نہ ہو عدل کسریٰ — کہیے اس کو جو کوئی سوکھ گیا اس کا دہن
حکم سے تیرے جہاں تک کہ زمیں ہی محمود — لب کہ ہی جور کے اخراج کی ہر جا تدغن
جا چھپا دزد حنا ہاتھ میں محبوبوں کے — اس سوا اور کہیں اس کو نہ سوجھا مامن
اور کہیں زخم میں رہ جائے اگر جور ذرا — تو رہیں واسطے جراح کے ہی دار و رسن
مل گئے خاک میں کب کے وہ سیہ بخت سبھی — جو اڑا جاتے تھے آنکھوں سے چرا کر انجن
اس ستم پر کہ لگا دے دل پروانہ میں آگ — شمع کو گاڑتے ہیں تا بہ کمر لے کے لگن
بزم شاہانہ میں اب قصد یہی ہے میرا — غزل بول کے دکھلاؤں ٹک اک سیر چمن

.. ..

دخل تھوڑا سا مجھے ترکی میں ہے   اس زباں میں بھی سن اشعار کچھ اے شاہ زمن

.. ..

فارسی بولیے اب عزم ہوا یہ بالجزم   کہ دکھاؤں تجھے شیراز و صفاہاں کے چلن

.. ..

ہو سکے وصف ترے کرچ کا کس سے پورا   ہے نمونہ اسی کا مہر درخشاں کی کرن
آنکھ بھر دیکھے اسے گیو تو تیور جل جائیں   جاہ میں کانپ اٹھے اس کی چمک سے بیژن
کیا ترے سامنے ہو سکتے ہیں وہ کور نمک   اپنے خاوند خداوند کے جو ہیں دشمن
صادق آئی وہ مثل حق میں ترے حاسد کے   ہے جو مشہور نئی ناگنی اڑتی بے پھن
رزم گہ میں غضب آلودہ تو جس دم اودے   ہفت کشور کا اگر والی ہو ترا دشمن
کھلبلی فوج میں ایسی ہی پڑی اس کی کہ وہ   ہووے ارمان جسے ہووے وہیں جاں کندن
مو پریشاں ہوں کہیں خویش و برادر روتے   کہیں پیٹیں اسے آ کر پسر و دختر و زن
علم گر تیرے زمانے میں نہ ہوتا رائج   اور ترا ملک نہ ہوتا علما کا مامن
بلکہ تمیز کسی فن کی نہ رہتی باقی   بوعلی بیٹھتے بن کر سبھی گنگ و الکن
تھے ریاضی میں جو ماہر حکمائے یوناں   سب بجاتے تھے وہ نقارۂ الملک لمن
پر ترے عہد میں موجود جو ہوتے تو انھیں   ایک لڑکا یہی کہتا کہ بڑے ہو کودن
ہوئیں تصنیف کتابیں جو ترے عصر میں ہیں   ان کے آگے کتب ماضیہ تقویم کہن
سامنے ان کے ہے تحریر مجسطی ایسی   جس طرح ہووے نئی جنس کا میلا بیٹھن
اب دعا مانگے ہے انشا کہو انشاء اللہ   مل کے آمیں کرو آمین سب اے اہل سخن
جب تلک مزرع سر سبز فلک ہے شاداب   اس پہ انجم رہیں جب تک کہ یہ خرمن خرمن
جب تلک پھولیں پھلیں سارے یہ اشجار جہاں   جب تلک باد بہاری سے ہو زیب گلشن

جب تلک ماہ کے گھوڑے کی فلک ہو گتھی (۱۶۰) جب تلک شام کے ہو ساتھ شفق کی پلٹن
جب تلک چرخ کہن شکلِ گورنر میں رہے / صاحب شرق میں جب تک کہ ہوں جرنل کے چلن
شاہِ انگلش بھی جارج رہے با عزم و شکوہ / سب کو بخشا کرے نت سیم و طلا لاکھوں من
فیض ایسا رہے اس سے کہ کرے حکم تو جھٹ / آن میں لیوے پکڑ روپ طلا کا آہن
فتح و فیروزی و شادی رہیں سب اُن کو نصیب / طبع اقدس کی ملالت نہ بھرے بیر امن
کمپنی لوز کی جب تک کہ رہے یہ قائم (۱۶۵) بادشاہی رہے اس کی بھی بوجہ احسن
جب تلک کرہ سی نہ رہیں یہ خورشید رہے / رونق افزائے فلک خلعتِ شاہانہ بہن
ناظم الملک بہادر سے اور انگریزوں سے / رابطے یوں ہی رہیں اور محبت کے چلن
یہی خواہش ہے مرے جی کو الٰہی سن لے / دولت و حشمت و ثروت یہ کریں وہ قدغن
کہ نہ جاویں کہیں بے حکم الحفیظ دونوں کے / کبھی آپس میں کسی ڈھب سے نہ ہووے اَن بَن

دونوں سرکاروں کا اقبال رہے روز افزوں
دوست سب شاد ہوں پامال رہیں سب دشمن

مصحفی

در مدح نواب آصف الدولہ

جب سے سرطان میں ہوا نیرِ اعظم کا عمل — جس طرف دیکھئے پانی سے بھرے ہیں جل تھل
کرۂ خاک میں پھیلی ہے طراوت از بس — نہیں ملتی ہے زمیں خشک بقدرِ خردل
اس قدر آب سے معمور ہوا ہے خمِ خاک — کہ نہیں اس میں اب اک ذرہ کا ہرگز مدخل
اب اسے دیکھو تو سرسبز نظر آتی ہے — مارے خشکی کے پڑی تھی جو زمیں جوں سرِ کل
کی ہے صانع نے زبس خاک پہ مینا کاری — جس طرف دیکھئے سبزی سے ہرے ہیں جنگل
عالمِ آب ہی ہر سو اسے آتا ہے نظر — آنکھ پانی سے جو اپنی کبھی کھولے ہے کنول
کو کلے بولتے ہیں ایسی خوش آوازی سے — جیسے اطفال پڑھیں مل کے دبستاں میں غزل
سافرِ عیش کو کہتا ہے پپیہا "پی پی" — انبہ کی ڈالی پہ بولے ہے جو تو تو کوئل
شورِ ضفدع کا یہ عالم ہے کہ اب دریا سے — مچھلی آرہتی ہیں بیتاب ہو ساحل پہ اچھل
چکوے چکوی کی شبِ ہجر ہوئی اور دراز — بس کہ آپس میں کیا آب کے طغیاں نے خلل
تال اور سم سے جو اٹھتی ہے گھٹا طاؤسی — ناچتے پھرتے ہیں طاؤس بھر کوہ و کتل
ہے زمیں بیر بہوٹی سے یہاں تک رنگیں — تو کہے اس پہ بچھایا ہے دو خوابہ مخمل
سفرِ عالمِ بالا جو ہوا ہے درپیش — لکۂ ابر نے دریا سے بھری ہے چھاگل
ہم تصاعد ہیں بخاراتِ زمیں یاں ہر دم — ہم تقاطر ہیں مسامات ہوا میں پل پل
رعد اس زور سے کڑکے ہے کہ جیسے ہنومنت — پانی اس زور سے پڑتا ہے کہ جیسے موسل
تو کہے ہاتھ میں خورشید کے بٹھا دے کر — نشترِ تیر نے کھولی ہے فلک کی اکحل
بسکہ قطرات کے پیکاں سے ہوا ہے روزن — شکلِ گرداب ہے جو خانۂ زنبورِ عسل

آب کی ایسی ہے ریزش کہ نظر آتا ہے / در و دیوار ہر اک صورتِ آئینہ محل
مچھلی گر سر کو نکالے ہے تو پھر جاتی ہے بیٹھ / چادر آب کا منہ پر وہیں لے کر آنچل
ان دنوں جن کو سفر آئے ہے درپیش کبھو / مارے جھیلوں کے ز دو دو گام میں جاتے ہیں چھل
زور سے پانی کے کچھ بس نہیں چلتا از بس / راہ چلنے میں برابر ہیں سوار اور پیدل
سر پہ ہے صبح کے سورج سے کلہ بارانی / شب تاریک کے کاندھے پہ پڑا ہے کمبل
مینھ نے تار یہ باندھا نہیں گر دیکھیے خوب / یک قلم کھینچی ہے صفحے پہ ہوا کے جدول
قطرے کی تیز روی کا میں کروں کیا مذکور / موم جائے ہے وہ پیکان سا جاتا ہے نکل
فیل باراں کا زبس شور ہے سرکاروں میں / نیل دن رات کھڑے رہتے ہیں اوڑھے کمبل
اک طرف نعرہ کناں جائے ہے دریائے اٹک / اک طرف دیکھیے تو بل پہ ہے اپنے سنبل
دجلہ جاتے ہیں چڑھے جیسے کہ گھوڑے کا سوار / چاہِ سیماب سے آئے ہیں کنوئیں سارے اُبل
اس قدر آب کا طغیاں ہے کہ اب رہتے ہیں / غرق پانی میں کھڑے تا بہ کمر کوہ و کتل
بس کہ رَو آنے سے گھر سب کے بہے جاتے ہیں / غوطہ کھاتے پھریں ہیں سیل میں دزد اور شردل
دم بدم کیا ہے یہ عارض پہ ہوا کے قطرات / نہیں عارض جو ہوا دیدۂ انجم کو سَبَل
زر دمڑی ہے سو سونے کی طرح گلتی ہے / سیم گل جاتی ہے دزدوں میں جوں سیم بگھل
بیم گرداب نے ملاح کو آکر گھیرا / کشتی پانی کے بھرے سے جو ہوئی ٹک بوجھل
ہوئے ہر اک گام پہ جب لغزش پا دامن گیر / راہ رو گرنے سے کس طرح بھلا جائے سنبھل
تن بہ تقدیر کوئی ہوتا ہے گھرنا پہ سوار / کوئی گُدڑ و باندھ کے کرتا ہے عبور منہل
نالے کھودے جو کہیں ہیں تو کہیں ہیں جھیلیں / کہیں ریٹھیں ہیں زمیں پر تو کہیں ہے دلدل
بختی چرخ کو خطرہ ہے کہ اس رستے میں / پاؤں رکھتے ہوئے جا دے نہ کہیں پیر اچھل
پاؤں بھی رکھتے ہیں گن گن کے قدم چلتے وقت / ہر گلی کوچے میں ہے بس کہ بافراط وحل
بے عصا راہ جو چاہے ہے کوئی اک گام چلے / سدِ راہ آکے اسے ہووے ہے لغزش کا خلل

بسکہ دہقاں کو زمیں ساتھ رہے ہے کاوش ہر طرف خاک کے سکاں ہیں پڑی ہے پل چل
تختۂ مشقِ الف کیونکر نہ ہو تختۂ خاک جب کہ اس پر الفی شکل چلیں لاکھوں ہل
تیر لیتے ہیں غزالوں کی طرح راہِ گریز گونجتا ہے جو کبھی شیرِ سیہ سا بادل
سیب نقشی سا نظر آوے ہے بوندوں سے تمام شاخ بر نخلِ ثمردار کی اس رُت کا پھل
ہے بہم سود کیے برگ درختاں اس وضع جیسے دھوتا ہے کوئی ہاتھوں کو اپنے مل مل
حوضِ لبریز کے پانی کی صفا کچھ مت پوچھ موج سے آئینہ پر اس کے ابھر آئے ہے صیقل
پٹریاں نہر کی جوں تختۂ بلوریں صاف وقتِ نظارہ نظر جاتی ہے جن پر سے پھسل
خاک شوئی پہ زبس ابر نے باندھی ہے کمر معدنِ سیم ہے اب وہ جو زمیں تھی ریتل
دامنِ دشت ہے وہ شستہ و رفتہ سارا جس سے جاتا ہے غبارِ دلِ عشاق نکل
رات بھیگی ہوئی کا اس میں نظر آئے سماں شبِ مہتاب میں جاوے جو کوئی بر سرِ تل
اس صفا ساتھ ستاروں کی چمک ہے گویا لیلیِ شب نے منہ اپنے میں ملا ہے بھوڈل
جگنو چمکیں ہیں زبس ان میں ستاروں کی طرح رو کشِ دامنِ افلاک ہیں دامانِ جبل
بسکہ آثار ہیں بارش کے مہیا شب و روز گھر میں ارباب طرب گاتے ہیں بیٹھے منگل
منحنی خط سے نکلتی ہے کبھی قوسِ قزح صورتِ دائرۂ مہ کھینچے ہے گاہے کنڈل
سرخی و زردی و سبزی سے ہوا ہے اس میں لعل و فیروزہ و پکھراج بیک سنگ کھرل
دیکھ تو صانعِ قدرت کی یہ رنگ آمیزی ایک پیالے میں کئی رنگ کیے کیونکر حل
ساتھ سرخی کے ہے یوں ابرِ سیہ کی تحریر نورِ مشعل پہ ہو جس طرح کہ دودِ مشعل
مانگنے میل فلک سے گئی ہے دوڑی شب ہاتھ میں مطربۂ شام کے دے کر مکحل
بسکہ رہتا ہے سماں صبحِ طرب کا تا چاشت آنکھ جب کھلتی ہے سوتے سے کہ دن جاوے ڈھل
عشق کرتا ہے زبس دامنِ پرہیز کو چاک عیش و عشرت کے مہیا ہیں سب اربابِ دُوَل
خاص ممدوحِ فلک رتبہ مرا جس کے لیے تانے رہتی ہے سدا کالی گھٹا دل بادل

آصف الدولہ کہ بارانِ سخا سے جس کے / دشت تا دشت تر و تازہ ہیں صحرا و جبل
کیا عجب اس کی اگر روز درم ریزی سے / پشت ماہی کمر گاوِ زمیں ہو بوجھل
جس جگہ نام کی ہے اہلِ کرم کی فہرست / ہے لکھا نام وہاں سب سے اسی کا اول
دلوائے نعمت جو کسی کو تو کسی کو حشمت / بخشے خلعت جو کسی کو تو کسی کو کوتل
اس کی زر بخشی سے یوں دستِ طمع ہے معمور / ہاتھ جاتا ہے پھلوں میں کسی کا جوں پھل
جنب میں اس کی سخاوت کے جو ہیں رتبہ شناس / قصۂ بخشش حاتم کو سمجھتے ہیں ژٹل
تس پہ پھر عدل بھی آتا ہے کہ اب دنیا میں / نظر آتا نہیں ہرگز کوئی ایسا اعدل
یعنی اک شمہ تو یہ ہے کہ اگر تیر انداز / ہاتھ میں لے کے کماں راست کرے دوش و بغل
تیر رہ جائے کماں ہی میں ترازو نہ ہو کہ / چھوڑتے وقت جو ہاتھ اس کا کہیں جائے بچل
ابد تک ماہ فلک پر رہے گرفتارِ خسوف / ہاتھ میں لے کے وہ نکلا تھا کہیں سیم دغل
اس کے ٹیلے کا جو ہیزم کو جلا دے آتش / رکھے وہ اس کو نظر بند میانِ منقل
حیف تنکا خاک سے اس کی نہ ہو پیدا پھر نخل / اور اس نخل کی ٹہنی سے نہ پھوٹے کونپل
عدل کو دیکھ کے کرنے لگا وہ بھی دعویٰ / تار مکڑی کا گیا تھا کہیں ٹک آگ میں جل
شیر فرزندی میں لیتا ہے غزالہ کے تئیں / پرورش موش کے بچے کی کرے ہے چیتل
آشیاں بچۂ شاہیں میں ممولہ نے کیا / مار و طاؤس میں باقی نہ رہی جنگ و جدال
پانی اک گھاٹ پیا کرتے ہیں باگھ اور بکری / گرگ اور میش کی اک جا پہ کٹے ہے آکول
ظلم کیا دست درازی کرے اٹھ کر کے کہیں / گنج میں ہاتھ جو قبضے کے تو ہیں پاؤں بھی شل
اور شجاعت بھی یہاں تک ہے کہ اس کی شمشیر / برق کی طرح غلافوں میں رہے ہے بے کل
تابداری میں تو وہ ہے خم ابروئے بتاں / آبداری میں ہے جیسے دمِ شمشیرِ اجل
اس کی وہ بال سے باریک جو ہے جوہردار باڑھ / بال کو چیرتی ہے مثل دو خط جدول
گر سپر خصم زرہ خود پہ لگا اس کا ہاتھ / ایسی بیٹھی کہ کیا قصہ ہی اس کا فیصل

صورت شیر جو گلگج کا ہے قبضہ اس پہ | جس کے دیکھے سے دلِ شیر ژیاں جاوے دہل
دب کے چلتا ہے شکوہ اس کے سے نت کامِ نہنگ | بلکہ ہیبت ہی میں دشمن کو وہ جاتا ہے نگل
دستگی اس کی جو دیکھے تو کہے یوں شاعر | زلفِ معشوق ہے یہ گرچہ نہیں اس میں بل
اس کی برش کی میں تعریف کروں کیا کہ وہ تیغ | گر قضا کار پڑے کوہ کے دامن میں اگل
کر دو ٹکڑے کمرِ کوہ جو بیٹھے نیچے | (۸۵) کمر گاو زمیں سے بھی تو پھر جائے نکل
حشمت و جاہ میں ہرگز نہیں فغفور سے کم | بندے اس کے ہیں بہت مثلِ طغان و طغرل
ذہن میں اپنے وہ اس کا ہے جو اک پیل شکوہ | پیل کو ڈالے ہے چیونٹی کی طرح پاؤں میں مل
کرۂ نار کو سمجھے نہ وہ کیوں چنگاری | آسماں مطبخ والا کا ہو جس کے مرجل
کیجئے جمع اگر حاصلِ بحر و کاں کو | دخل کیا ہے کہ وفا کر سکے با خرج بذل
قطع بر ہوویں نہ اس کے کبھی زنہار سپید | (۹۰) خامہ پر دو دھیں تا خوب نہ دھوئے بادل
ہو معالج جو فلاطون فراست اس کا | ساتھ صحت کے بدل ہوویں زمانے کے خلل
چھوڑے چیتے کو وہ اپنے جو کسی صحرا میں | اس کے حملوں سے نہ پاڑھا ہی بچے نہ جبل
ہے کلاں گیر زبس باز شکاری اس کا | نہیں ہوتا متوجہ بشکارِ تسقل
بلکہ سیمرغ ہوا سیر فلک فرسا کو | سمجھے ہے آگے کلاں گیری کے اپنی زرغل
مدحِ حاضر سے معرا ہے غرضِ معنی | (۹۵) چاہئے اس کے تئیں مطلعِ ثانی کا حلل
اس لیے یہ جو قلم ہے مرا کل کا گھوڑا | پھیرتا ہوں میں مخاطب کی طرف اس کی کل

مطلع

تو وہ ہے سایۂ لطف و کرم عزّ و جل | جس کے سایہ میں ہے آباد یہ سارا جنگل
گر اٹھا ڈالے زمانے سے دوئی کا تو حرف | ایک کے دو نظر آویں نہ بچشمِ احول
ہے شرف گاہ تری برجِ خماری ممدوح | جس طرح نیرِ اعظم کا شرف گاہ حمل
ماہ دو ہفتہ کے ترے نسبتِ دو ہفتہ ہے نزدیک | (۱۰۰) آج مفہوم ہوا اس سے کہا تو نے جو کل

مہ نو دور سے نت اس کو کرے ہے سجدہ — شکل محراب ہے وہ جو تری تلوار کا پھل
پوست کھینچے ہے وہیں اس کا ترا شحنۂ دل — پوست بر پوست جو ہوتا ہے کوئی شل پھل
عہد میں تیرے تہمتن ہی نہ پکڑا آیا — لعل خاں لکڑے سے جکڑے گئے کیا کیا انڈل
یاں شجاعت کا جو راون نے کبھی دم مارا — توپ کے منہ پہ رکھا کر اسے بھیجا مقتل
کیا عجب ہے جو مکافاتِ عمل کے باعث — دن دیے ہونے لگے چور کے گھر میں کو نجل
تیری امرائی کا دیکھا ہے جنھوں نے کہ دماغ — اپنی مجلس میں وہ دیتے نہیں قیصر کو محل
بے نواؤں کی جو فریاد کو پہنچے تو کبھی — شکل نالہ کی لب جو سے نہ نکلے نرسل
جس زمیں پر کہ ترے خلق کا بادل برسا — نہ اگا واں سے کوئی نخل بغیر از صندل
گر ترا ابرِ کرم تربیتِ باغ کرے — کیا عجب شاخِ صنوبر بھی اگر لائے پھل
موشگافی پہ جو آجائے ترا ناخنِ فکر — کھولے عالم کا وہیں عقدۂ لاینحل
خاک کو آج یہ رتبہ ہے کہ ہر ذرۂ ریگ — ہو کے چلتا ہے بہ خورشیدِ فلک دست و بغل
خصم بے نور کی کیا تاب مقابل ہو ترے — دعوئ روشنی سورج سے کرے کیونکہ چنچل
دستِ بخشش کا تری ہے وہ عالم کہ جسے — گر مفصل بھی بیاں کیجے تو ہووے مجمل
کردے تو تلخ کو شیریں جو علی الرغم اپنے — طبعِ بیمار میں میٹھے کا مزہ دے حنظل
اطلسِ سبز فلک کو یہ تمنا ہے کہ ہو — تیرے فراشوں کے پاؤں کے تلے مستعمل
کھینچ کر تیغ جو میداں میں تو آوے تو ہیا — سامنے سے ترے ٹل جائے وہ جو ہووے اٹل

.. ..

ویسے تو کرتا ہوں میں تعریف ترے گھوڑے کی — وہ جو گھوڑا ترا بجلی کی طرح ہے چنچل
جلد آشنا ہے کہ ہے عرصۂ یک گام اُس کا — عرصۂ دستِ عالم زِ ابد تا بہ ازل
اس کی سرعت میں کہوں کیا کہ چھلاوے کی طرح — دیکھتے دیکھتے ہو جائے نظر سے اوجھل
[illegible] ہے کہ گویا اس کو کہے فہمِ حکیم — جس کی رفتار کے آگے ہیں نہ سمجھیں چھل بل

قدرت طے زماں سے ہے نت اس کی ماضی | وہ زمانہ کہ جسے کہتے ہیں سب مستقبل
اس کے کاوے کے مہ و مہر فلک پر ہیں دو چاک | جس کا ہر دورۂ آخر ہے بمعنی اوّل
حلقۂ دائرۂ نعل سم اس کا ہے وہ نون | وسط میں جس کے ہے جوں نقطہ سپہر اوّل
یُمن پر اس کی نظر جائے تو پھر چہرہ نویس | ہیچ دفتر کے لکھیں رخش فلک کو ارجل
تھوتھنی اس کی نزاکت میں ہے برگ گلِ سرخ | گرچہ کہلائے ہے خوش چشمی سے اپنی اشہل
بال پر اس کے جلاتی ہے پری آکے سپند | کہکشاں دُم کے تئیں اس کی ملے ہے صندل
فربہی مت ہے پڑی اس پہ زمیں پر نالی | نہیں آغوش زمانہ میں سماتے وہ کفل
اور جو ہاتھی ہے ترا بہ صفت کوہِ بلند | کہتی ہے خلق جہاں جس کے تئیں دل بادل
عید کے دن اسے کیا خوب پھبے ہے واللہ | پاؤں میں چاندی کی زنجیر گلے میں ہیکل
آوے چلنے پہ تو جوں ابر سبک ہے رہوار | اور کھڑا ہووے تو ہے کوہ کے مانند اچل
معرکہ میں جو وہ چھوٹا تو نخوردہ شمشیر | سیکڑوں لاشیں گئیں پاؤں تلے اسکے کچل
خاک کے مارے جو ٹھوکر تو ہوا بیچ جبال | یوں بکھریں اڑتے ہوئے جیسے روئی کے گوپہل
ریگ کی طرح سے فولاد کے اجزا ہوں رقیق | ڈالے گر بیضۂ فولاد کو پاؤں میں مسل
شکل اور شان یہ کچھ تس پہ گرانباری کا | ہیچ بیاں کیجئے اس کے تو ہے ایسا بوجھل
اس کنارے پہ جو دریا کے رکھے اپنا پاؤں | اس کنارے کی زمیں پانی سے سب آئے نکل
خیطِ اسود سے نمایاں ہے یہ خیطِ ابیض | ساتھ خرطوم کے دانتوں کے یہ ہے اسکی مثل
یا یہ خیمۂ لیلیٰ کے ہیں دو استادے | خول چاندی کے چڑھے جن پہ کہ ہو کر صیقل
نہ غلط یہ بھی نہیں سوجھا ہے اک مضموں ادر | اس کو سمجھیں گے جو ہیں فنِ سخن کے اکمل
تا کرے آکے تری بزم میں روشن اس کو | شمع کافور کا لایا ہے دو شاخہ یہ زحل
نقش پا اس کے ہیں پر گردۂ میزاں جن سے | سب نحوست گئی ہے ساتھ سعادت کے بدل
بیضۂ کوہکن اس وقت ہے اس کا آنکس | چلتے چلتے جو کبھی راہ میں جاتا ہے مچل

مصحفی طول قصیدے کو نہ دے حد سے زیاد　　ہے کلام اتنا ہی بہتر کہ ہو ما قلّ و دلّ

وقت ہے آ سرو سامانِ دعا کر تیار　　جس سے آقا کا پھلے گلشن اُمّید و امل

جب تلک ہے یہ شب و روز کا ہنگامہ گرم (۱۴۵) جب تلک ہے مہ و خورشید کی روشن مشعل

جب تلک خاک سے ہوتی ہے نباتات پدید　　جب تلک آب سے ہوتی ہے روانہ جدول

جب تلک زہرہ بہ خنیاگری ہے آمادہ　　جب تلک ہاتھ میں ہے چرخ کے مہ کا مندل

جب تلک آنکھ ستاروں کی ہیں نظارہ فریب　　جب تلک مہ شب تاریک کا پارے کاجل

یا الٰہی رہے محکم یہ ترا پنجۂ تیغ　　یا الٰہی رہے قائم یہ ترا دین و دول

جو نکو خواہ ہیں پہنچیں بہ مقام اعلیٰ
اور جو بدخواہ ہیں نت ان کی جگہ ہو اسفل

ذوق

(۱)

در تہنیت جشن صحت مرزا محمد ابو ظفر

واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم میں ہوا — مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا
بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم باد بہار — بن گیا گلزار عالم رشک صد دار الشفا
ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہم زخم جگر — شاخ بشکستہ کو ہے باراں کا قطرہ مومیا
ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق — لالہ بے داغ سیہ پانے لگا نشو و نما
ہو گیا زائل مزاج دہر سے یاں تک جنوں — بید مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا
ہوتا ہے لطف ہوا سے اس قدر پیدا لہو — برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگ حنا
پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں — زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا
ہر مزاج بلغمی میں ہوتی ہے تولید خوں — چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا
نام کو اشیا میں نے تلخی رہی نے سمیت — بن گئی تریاک افیون زہر میٹھا ہو گیا
کیا عجب جدوار کی تاثیر رکھے گر زقوم — کیا عجب گر آب حنظل دے شربت کا مزا
نیش کی جا نوش ہو دنبالہ زنبور میں — کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا
راحت و آرام کا اس دور میں ہے دور دور — چاہیئے واقف نہ ہو دوران سر سے آسیا
موتیا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی تھی صدف — اب رکھے ہے روشنی مثل دل اہل صفا
آ گیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج — تا زبان خار بھی آتا نہیں حرف ندا
نسخے پر لکھنے نہیں پاتا ہوا الشافی طبیب — کہتا ہے بیمار بس کر مجھ کو بالکل ہے شفا
فرق پا تا پاں تک اعضائے بدن سے درد نے — درد کے جو حرف ہیں وہ آپ ہی ہیں سب جلا

لاغروں کو ہو کہاں تابِ طاقت یہ شتاب
کیسے دو ہفتے ہلال اک شب میں ہو بدر الدجا

صبحِ صادق کے ہے گو سر میں سپیدی آگئی
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اس کو یک نفس فرصت نہ ہو
قرص سے خورشید کے جب تک کرے نا ناشتا

رات بھر ٹونگا کیا انجم کے دانے چرخِ پیر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا

پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانے میں
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرنا

کوس عید لاہی خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
ہوں حباب اس کے نہیں مطلق شکم میں امتلا

ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم
جید الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
باغِ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دے گا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینک دے گی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جب کہ ہو اس کی نوید غسلِ صحت جاں فزا

وہ ولی عہدِ زماں مرزا محمد بو ظفر
اس کی قوت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگِ زرد
ہوں مقوی دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اس کی آج ہو کر شاد شاد
تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا

میں بھی اس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں
بلبلِ تصویر سن کر بول اٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ از عوض بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جاں بخشِ صحت ہے ترا ماء الحیات
جس سے جوں سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کی ترے
ہوں در خوش آب پیدا اس قدر قوت فزا

ہو دیں استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قویٰ

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جس دم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دلِ عدوئے سنگ دل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا ہے برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لیے
دے گیا ابرِ بہاری نذر دُرِّ بے بہا

شادیٔ صحت کا تری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

بزم تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگاں ہے زیرِ گردوں جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی میں ہے کیا طاؤس رقص
آشیانے میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ نما

خانہ ہائے چشم میں بھی پتلیوں کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتش بازی ایسی جس کی گل کاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس میں ثریا و سُہا

صنعِ آتش باز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہیں باروت کو پیسا تھا کیا

ہو گئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر اک ریزہ سے
ریزۂ فولاد نکلے بن کے گل ہائے طلا

گنج چھٹتے تھے ستاروں کے عجب انداز سے
ماہ پاروں کا تھا گویا خندۂ دنداں نما

منہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہم تاب ہو
غازہ سے ہر چند چمکے رنگِ روئے مہ لقا

برج جو اڑ کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ جس کے روبرو
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف میں
ذوق کہتا ہے اٹھا کر ذوق میں دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہوں وہ رنج میں ہوں مبتلا

---

(۲)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت — نشۂ علم میں سرمست غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے — تھا تصور مرا ہر آن میں تصدیقِ صفت
ہو گیا علمِ حصولی تھا حضوری مجھ کو — تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام — عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجھ کو نتیجے سے نہ تھا شکل سے کام — تھی مرے فکر کو ہر شکلِ خطا سے رخصت
ذہن میں سب مرے حاضر صورِ علمیہ — جرجانی مجھے منظور نہ تھی علمیت
چار و ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی — درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھ کو رغبت
کبھی ہمت تھی مری فائدۂ صرف میں صرف — کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویت
کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقے سے — تحت، حکمت ہو یہ فن گرچہ ہو تحتِ حکمت
کبھی میں کرتا تھا تصریحِ معانی و بیاں — کبھی میں کرتا تھا توضیحِ نجوم و ہیئت
کبھی تقسیمِ فرائض، کبھی تفہیمِ اصول — کبھی تعلیمِ عقائد بکتاب و سنت
کبھی تھا علمِ الٰہی کی طرف ذہن رسا — کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت
کبھی تھا نقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم — کبھی مثلِ متکلم مجھے پاسِ ملت
کبھی کرتا تھا قِدم چرخ کا ثابت بجہات — اور کبھی کرتا تھا باطل بسماءٌ انشقت
کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل — کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے سو حجت
حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو — کبھی تھی عالمِ برزخ میں مجھے اک حیرت
کبھی تھی غورِ تدویرِ فلک کی مجھے سیر — کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش — کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت
کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم — کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول — کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت
کبھی میں حافظ قرآن بہ علم تفسیر — کبھی میں قاریٔ قرآن بہ علم قرأت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر — کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت
کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج — کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت
کبھی میں الون سے بینندۂ بیمار و صحیح — کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت
گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے — گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت
کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں بحث ردی — کبھی لے جاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت
کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی — کبھی میں معتزلی، باعثِ ردِ رویت
کبھی میں جبری و مجبور بعقل و تدبیر — کبھی میں قدری و مختار بقدرِ طاقت
گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد — گہ وجودی و شہودی سے بیانِ وحدت
جوں مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار — جوں محاسب کبھی مصروف بضرب و قسمت
کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثال جفار — کبھی کچھ نقطے سے مقصود تھا رمال صفت
خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکل داخل — شکل خارج تھی کبھی داخل بیتِ غربت
کبھی کرتا تھا قران مہ و زہرہ پہ نظر — کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت
کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم — کبھی تجویز زکوٰۃ اور کبھی قصدِ دعوت
کبھی تھا علم قیافہ میں یہ ادراک مجھے — ایک صورت سے بیاں کرتا تھا میں سو سیرت
کبھی میں رہتا سردی میں تھا ایسا مشغول — کہ نہ تھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت
سیمیا سے کبھی تصویر کشِ موہومات — کیمیا سے کبھی میں زر کشِ گنجِ دولت
کبھی میں شیخ شلوخ اور کبھی شیخ رئیس — کبھی علامہ کبھی صوفیٔ صافی طینت

کبھی میں قربِ فرائض سے تھا عالی درجہ   کبھی میں قربِ نوافل سے تھا دالّ مرتبت

ماہرِ موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا   کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چار سلامت

کبھی میں شاعرِ غرّا و ادب دانِ بلیغ   نظم میں نام مرا، نثر میں میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا کبھی میں قافیہ تنگ   طبعِ موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیّت

کبھی پیشِ نظر انجیل و زبور و توریت   کبھی مصحف میں نظر میری سرِ ہر آیت

کبھی زردشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد   ژند و پاژند میں کرتے تھے مری تبعیّت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید و پُران   کروں اک بات سے پنڈت کی کتھا میں کھنڈت

کبھی میں حلِّ معمّا و لغز میں ذی ہوش   کبھی اخبار و تواریخ میں صاحبِ خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر   عاقبت پایا تو ہاں بلہ کو اہلِ جنّت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف   فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیّت

فائدہ کیا کہ جو دیکھیں کتبِ ہر مذہب   فائدہ کیا جو ہوئی آگہیٔ ہر ملّت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا   کہ بہر شکل ہو اک تازہ محلِّ صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو   ہیکلِ روم سے بت خانۂ چیں تک حیرت

بے مقدّر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر   دورِ آئینۂ دل سے نہ ہو زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلعِ برجستہ میں اس موقع پہ   جس کو سن کر کہیں احسنت سب اہلِ فطنت

مطلع

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدّر عزّت   جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علمِ معقولہ سے اگر کیف کے ہے   لیک بے یاوریٔ بخت نہیں کیفیت

قاضیٔ چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے   شُلِ دہقانِ فلک رکھتے ہوں طالعِ نکبت

دورِ گردونِ نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف   جرِّ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیٔ بخت کے چلنے کی نہیں   نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت میں تو سحباں ہو نہ بے تقدیر — حرف مطلب پہ زباں کو ہو تری سو لکنت
گو ریاضی میں ہو صناع اگر بخت ہیں بد — نقش باطل ہو تری شکل نہ حبس پہ صنعت
کیا ہوا جانا اگر مسئلہ سیر و مدار — پستیِ بخت سے تجھ کو جو پہنچی ہو رفعت
کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب — طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت
علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب — پور سینا ہے تو کیا سینے میں خوف ہو حسرت
ہو دوائیں ترے نسخے میں ہوں پر بے تقدیر — نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت
علم نیرنج سے گو بودے تو نخل نارنج — بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت
علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ — بختِ بد سے ہو مستوجبِ رجم و لعنت
ہوا مسجودِ ملائک یہ ظلوم و جہول — یعنی انسانِ قوی بخت و ضعیف الخلقت
گو تصوف سے ہو تو صوفیِ سجادہ نشیں — بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرقِ عادت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر — نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثالِ قصصِ مصنوعہ — ہوئے یکبارہ جو افسانۂ خوابِ غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہوں — کہ مجسم نظر آئے ہے نویدِ بہجت
اللہ اللہ رے حسن اس کا کہ سر تا بقدم — تھا وہ خالق کا تماشائے ظہورِ قدرت
یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اس کے زاہد — دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت
چشم وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو — چشم آہوئے حرم نشۂ جامِ وحشت
دل شامت زدہ کے درپئے تدبیر ہلاک — زلف دا اژدر بنی تھی وہ رخسار پہ دانۂ تبت
آتش حسن سے اک شعلۂ سرکش یعنی — موجۂ دود لطیف اس کی بھووں کی حالت
فوجِ مژگاں وہ بلا ہو کے صف آرا تو کرے — دستِ بیداد سے یک دست دو عالم غارت
چاہِ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس — دل گرفتارِ عذاب اس میں ہو ہاروت صفت
لعلِ شیریں کی حلاوت پہ جو دے لب عاشق — تو ہم نور نخ بھی عناب کا چاہے شربت

نہ دم شرم تبسم سے لب اس کے خوگر   نہ تغافل سے ان آنکھوں کو نگہ کی عادت
کھول اے معنی معدوم کمر کی جنبش   وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت
شوخی و نازکی تعریف میں اس کی مطلع   وہ پڑھوں میں کہ جسے سن کے ہو دل کو فرحت

مطلع

شوخی اس چہرے پہ یوں گل میں ہے جیسے حمرت   نازیوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت
لب پاں خوردہ کی شوخی کہ ہو آگے اک بات   گر لگا دے وہ مسیحا پہ کبھی خوں کی تہمت
نازک اندام وہ اور سنگ دل ایسے بھی سوا   آیا جن سنگدلوں کے لیے ہے تمّ قسمت
سِلی سینے پہ نہ تھی جلد میں پشت کا عکس   نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت
جلبئی رنگ کا اپنے وہ دکھا کر عالم   ایک عالم کا ہو دل لے کے بغل میں چنپت
اللہ اللہ رے تری تمکنت اف رے تمیز   واہ رے تیرا تبختر تری بل بے نخوت
قہر انداز، بلا ناز، قیامت طناز   سحر چشمک، ستم ایجاد، کرشمہ آفت
جابجا عالم مستی میں قدم کو لغزش   دمبدم نشۂ صہبا سے زباں کو لکنت
آکے اس رشک مسیحا نے کہا بالیں پر   لا تنم قم کہ یہ غافل نہیں وقت غفلت
شور بختی سے نہ اتنا نمک انشاں ہو کہ ہو   بادۂ مے کدۂ عیش کی گم کیفیت
کیا سبب ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی   دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت
بزم مستی میں تو ہنس بول رہے گا کب تک   صورت شمع سحر سوختہ رونی صورت
آتش دل سے ترے گوشۂ تنہائی میں   بن گئی شعلۂ جوالہ کمند وحدت
وقت ضائع نہ کر اٹھ بستر اندوہ سے تو   چل در مے کدہ تک ہے حرکت سے برکت
فکر باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے   ہے تجھے مثل سحر یک دو نفس کی مہلت
دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے   جلوہ افروز رخ بانوئے صبح عشرت
ادہم لیل سر خرصہ ہے برگشتہ عناں   اشہب یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت

جانبِ شرق ہے نوری فلق بال کشا — جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت
چرخِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم — شفقِ صبح پر اک لال پری کی حالت
نکہتِ گل جو ہوا میں تو ہوا عطر افشاں — تازگی گل کو چمن میں تو چمن کو زینت
کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچے زہے جوشِ نشاط — لوٹے ہی جاتے ہیں گل بلبلے ہنسی کی شدت
آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہیں — نہ رہی کلفتِ عصیاں سے جہاں میں ظلمت
طفلِ نومشق کی مشقی کی طرح سَو سَو بار — دھووے مستوں کے سیہ نامہ کو ابرِ رحمت
کہیے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک — مانگے گر بادۂ نو زہد کہن کی قیمت
نل ہوا زہد کا قلیا ہوئی زاہد کی تمام — سنتے ہی قلقلِ مینائے شرابِ عشرت
اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند — چھیڑیں گر تار کھرج کا تو ہو بیدار مبہوت
نغمہ برلب کہیں مطرب بسرِ زہرہ جبیں — جام در دست کہیں مغبچۂ مہ طلعت
لے کے انگڑائی کہیں سینے لگی رام کلی — اٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت
چشمِ سرمستِ مے ناز میں کاجل پھیلا — لب مے گوں پہ مسی کی بڑی پھیکی رنگت
بے نمک آیا نظر حسنِ مہ و انجم چرخ — ہوگیا زرد رخِ شمع و چراغِ خلوت
چونکے مرغِ سحری عرش سے آوازِ خروس — ہوگئی خواب کو آوازۂ کوسِ رحلت
باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اولی اجنحہ تک — مثلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت
دی ہی مسجد میں مؤذن نے اذاں بہرِ نماز — باوضو ہوکے نمازی نے ہی باندھی نیت
نہ لگی بت خانے سے ناقوس کی پیدا آواز — چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت
اٹھے مے خوار صبوحی کے لیے لے کے سبو — کہ عداوت ہی اگر کیجیے ترکِ عادت
اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند — ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت
گھر عید بہ گھر عید کا سامانِ نشاط — روز شادی کی ہی آمد شبِ غم کی رخصت
آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لے کر تجھ کو — کہے طوبیٰ تک ہر شاہدِ طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب — اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت
ذکر کر تہنیتِ عید کا اس شاہ کی تو — دور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت
وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف — خسروِ جم خدم و داور دارا حشمت
قوتِ ملت و دیں قامعِ کفر و الحاد — حامیِ شرعِ نبی ماحیِ شرک و بدعت
حکمِ شرعی سے کرے سلب وہ سب جذبۂ شوق (۱۲۵) مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت
کون اس کا نہیں وصافِ صفاتِ نیکو — کون اس کا نہیں سرگرمِ ثنا و مدحت
سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا — مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

مطلع

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ رب العزت — کھول دے معنیِ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتْ
ترا دروازۂ دولت ہے مقامِ امید — ترا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت
ترا احسان بہارِ چمنِ عہد و رونق (۱۳۰) تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت
تیرے عشرت کدے میں بار کسے غیر نشاط — تیرے خلوت کدے میں دخل کسے جز طاعت
صفۂ علم پہ برجیس سے تو ہم زانو — حجلۂ عیش میں ناہید سے تو ہم صحبت
ماہِ نو ایک فلک پر ترے نو بردوں میں — نو فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت
کیسۂ گوہر انجم ترا صرفِ انعام — طاقۂ اطلس گردوں ترا وقفِ خلعت
نیت نیک تری آئینۂ حسنِ عمل (۱۳۵) عمل خیر ترا جلوۂ حسنِ نیت
ذہن عالی ہے ترا طائرِ شاخِ سدرہ — طبعِ رنگیں تری گلچینِ ریاضِ جنت
ترا افضال جہاں کے لیے برہانِ کرم — ترا اکرام زمانے کو دلیلِ رحمت
علمِ ظاہر سے ہے یکساں تجھے دور و نزدیک — نورِ باطن سے برابر ہے حضور و غیبت
ذہنِ صافی ہے ترا پردہ درِ معنیِ غیب — موشگافی ہے تری کوہ شگافِ دقت
عقل اس شمس کی ہے تو علم میں کانِ گوہر (۱۴۰) فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت

تیری تدبیر پُر از دفترِ ہوش و فرہنگ
تیری شمشیر پُر از جوہرِ فتح و نصرت

دعوتِ صدق پہ لائے تری ایماں تصدیق
دستِ ہمت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب
تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت

عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزم بالجزم
قصد کو تیرے ہے ہر قصد میں قصدِ سبقت

قوتِ روحِ ملائک جسمِ قدسی میں ہو
ذاتِ قدسی کا ترے خط قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمتِ خلق
کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت

نطقِ شیریں سے تری عام حلاوت ہو اگر
ثمرِ تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت

شوکتِ عقربِ جرّارہ کے مانند رہے
دلِ حاسد میں خلش گر ترا رشکِ شوکت

روشِ شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ
پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

سر کشف دار چھپاتا ہے فلک زیرِ سپر
کیا غضب ہے تری شمشیرِ غضب کی ہیبت

آئے طوفاں جو ترے قہر کا طغیانی پر
کشتیٔ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت

وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جس کا
کردے اک دم میں ہیولیٰ سے مفارق صورت

تیرا بدخواہ رہے حرز سے یاں تک محروم
دیں نہ تعویذ اسے تا بہ نشانِ تربت

آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گردِ زمیں
تیرے توسن کے جو کاوے کی اڑا جائے پھرت

کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے
ابر رفتار جبل پیکر و گردوں رفعت

اس کی خرطوم ہے گر طرۂ لیلیٰ کی مثال
تو ہیں دنداں صفا ساعدِ سلمیٰ کی صفت

کیا عجب گر ہو تپِ لرزۂ ہیبت سے تری
نبض کی طرح رگِ سنگ میں پیدا حرکت

آبِ باراں کرم تیرا ہے وہ شربتِ خضر
برسے لالہ پہ تو داغوں میں نہ ہو سمّیت

عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسمِ رشوت

عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع
شعلہ میں مرہمِ کافور کی ہو خاصیت

پنجۂ گربہ ہو سر بچۂ موش و گنجشک
ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت

دور انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب — تو بلا شبہہ پڑے دینی مہوس کو دیت
دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفّا تجھ کو — اے شہنشاہِ صفا ذہن و سراپا صفوت
فردِ تفصیلِ حوائج ہے رخِ حاجت مند — عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت
عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم (۱۶۵) کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت
لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیمِ اخلاق — تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبت
منتہی ہوں نہ کبھو تیرے صفاتِ نیکو — گر بیاں کیجئے تا حشر صفت بعد صفت
ذوقؔ کرتا ہے دعا یہ پر اب ختمِ سخن — کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت
عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں — با شکوہ و حشم و جاہ و عمر و صحت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط
اور بدخواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

---

(۳)

در مدحِ بہادر شاہ ظفر

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر — عیاں ہو خامے سے تحریرِ نغمۂ جائے صریر
زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو — نفس کے تار سے آوازِ خوشتر از بم و زیر
ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش — کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دل گیر
کرے ہے وا لبِ غنچہ دو ہزار سخن — چمن میں موجِ تبسم کی کھول کر زنجیر
کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں (۵) جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر
قفس میں بیٹھ کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے — عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بنالہ صفیر
اثر سے بادِ بہاری کے لہلہانے میں — زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر
نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشاں — تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ برنگِ شعیر
زمیں پہ گرتے ہی لائے دانہ برگ و ثمر — جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر
ہوا یہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ (۱۰) کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر
نہ خارِ دشت ہی نرمی میں خوابِ مخمل ہے — ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر
ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی — برستا اٹھتا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر
یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری — کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ کی ہے تاثیر
ہر ایک خار ہے گل ہر گل ایک ساغرِ عیش — ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر
ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوشاب (۱۵) ہر اک گہر گہرِ شب چراغ بہ تقدیر
کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ — کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں ش
سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو — سوادِ مشکِ ختن پر ہے لاکھ آ

نہالِ شمع سے ہر شب چُنے گُلِ شب بو | بہارِ عیش میں گل چیں کی طرح ہے گُل گیر
ہنسے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں | حیا سے رنگِ گُلِ آفتاب ہو تغیر
رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش (۲۰) بایں درازیٔ ریشِ آفتاب ساغر گیر
عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے | ختائی بچہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر
چمن میں ہا ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن | کہ زہر کھاتے ہیں سبزانِ خطۂ کشمیر
نہ کیونکہ دیکھ کر گلشن کو یہ پڑھوں مطلع | کہ آئے ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

مطلع

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر | نسیم و نکہتِ گل مظہرِ لطیف و خبیر
شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں (۲۵) کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں تو گرد، عبیر
حمل سے حوت تلک جابجا ہیں تصویریں | بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر
جہاتِ ستّہ سے بزمِ جہاں ہے دست خواہ | کہ ہے ہجومِ نشاط و سرور جمِ غفیر
زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل | مہِ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
ہوا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش و نشاط | کہ شمس بازغہ کی جا پڑھیں ہیں بدرِ منیر
اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ (۳۰) نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر
زمینِ میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز | کہ لائے ہے ہو دیوار قہقہہ تعمیر
دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے | ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر
عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح | کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر
شہنشہا! ترے یمنِ شفائے کامل سے | جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر
کہ چوبِ گل کو اگر ماریں بیدِ مجنوں پہ (۳۵) تو صورتِ بشر ہوش مند خوش تقریر
اشارہ فہم ہو ایسا کہ وہ بیان کرے | زبانِ برگ سے گونگوں کے خواب کی تعبیر
جو میلِ کحلِ بصارت ہو کلکِ خطِ غبار | تو چشمِ دائرۂ عین بھی ہو چشمِ بصیر

نہ موجِ مے کو ہو ہچکی نہ شیشۂ مے ہچکی / گئی جہاں سے یہ بیماریٔ فراق و زحیر
نہ برق کو تپِ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام / نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر
بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیٔ دارو / شرابِ تلخ بھی ہے مے کشوں کو شکر و شیر
قوی ہے قوتِ تاثیر سے دوائے طبیب / غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر
شکستِ دل کو ترے یمنِ تندرستی سے / کرے درست اگر مومیائی تدبیر
تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا / نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر
کھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا / علاجِ خارشِ سر ہو یہ ناخنِ شمشیر
بنا ہے نقشِ شفا خانۂ ہزار شفا / ہر ایک خانۂ تعویذ صاحبِ تکسیر
ہر ایک اسم عزیمت میں اسمِ اعظم ہے / ہر ایک نسخہ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر
رہا نہ کوئی گرفتارِ رنج عالم میں / چھٹے جو تیرے تصدق میں مجرمانِ اسیر
شہا! ہے دم سے ترے زندگانیٔ عالم / یہ تیرا دم ہے وہ اعجازِ عیسوی تاثیر
مثالِ خضر تو اے رہنمائے ملت و دیں / جہاں میں پیر ہو یہ ہو کرامتوں سے پیر
تو وہ ہے حامیٔ دنیا و دیں زمانے میں / کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دیں کو توقیر
کیا شہانِ سلف نے مسخر ایک جہاں / کیے ہیں تو نے شہنشاہ دو جہاں تسخیر
سحر سے شام تلک زر فشاں ہے پنجۂ مہر / نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر
فلک یہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر / نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبینِ ماہِ منیر
یہ روزِ بہ سے ترے ہے جوان جہانِ کہن / کہے نہ کوئی دو شنبہ کو بھی جہاں میں پیر
حیات بخشِ جہاں تیرا مژدۂ صحت / جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر
ہزاروں سال سر ہر صدی نکالے دانت / ہنسیں اجل پہ جوانوں کی طرح مردمِ پیر
جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت / صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر
یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوں جس سے روز بروز / ہلالِ نسبتِ دنہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن   کہ جس کا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

مطلع

شہنشہا! وہ تری روشنیٔ رائے منیر   عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عُشرِ عَشیر
جو ہو نہ تابعِ امرِ شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ   تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر
جو ہیں نکات و معانی بشر کے فہم سے دور   وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر
اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ میں تو یہ   نہ اپنا یاد ہے احساں نہ غیر کی تقصیر
حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ   تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر
ترا تو سیئہ بھی یوں ہے داخلِ حسنات   کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف میں قطمیر
کرے ہے سلبِ تغیّر کو ذاتِ حادث سے   زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر
مجال کیا کہ ترے عہد میں شرر کی طرح   اٹھائیں سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر
ہوا میں آکے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ   تو چٹکیاں دل آتش میں لے ہے آتش گیر
ترے نسق سے جو بالکل رہی نہ خونریزی   لڑائیوں میں کہیں کھنچتی نہیں شمشیر
جو پہنچے بت کدے میں تیرا شورِ دیں داری   بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر
کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم   کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر
نہاں میں چشمِ سیہ مستِ یار کا ہو یہ رنگ   جو میکشوں کو ترا احتساب دے تعزیر
پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اس کے   رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر
وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم   کہ جس کی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر
جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود   تو ہے تفنگ کا تیرے دل عدو نخچیر
ترے نہیب سے ہو وے شکلِ فلس ماہی الگ   کرے نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر
جو تیر نکلے کماں سے تری وہ ہو جائے   طلب میں جانِ عدو کی رواں قضا کا سفیر
ترے ہی خامۂ طغرا نگار میں یہ زور   جو کھینچے اک روش خط منحنی وہ لکیر

تو اس سے ایسے ہوں اشکال ہندسی پیدا — مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر
وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر — لگائے آنکھوں میں سرمے کی جا تری تحریر
تو ہو یہ نور بعبارت کہ پڑھ لے حرف بحرف — جو ہووے لوحِ جبیں پر نوشتۂ تقدیر
رقم میں گر ترے اوصاف کے تصور کرے — زبانِ خامہ عطارد کی ناک میں دے تیر
ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام — نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اس کی نظیر
کہ سیرگاہ ہے اس کی تو راہِ یک روزہ — اور اس کا شرق سے تا غرب مرحلہ گاہِ مسیر
ترے جو فیل کی تعریف خسروا! لکھوں — کروں حکایتِ شیرین و کوہ کن تحریر
کہ فیل کوہ کجک تیشہ فیلباں فرہاد — وہ دونوں دانت صفا ایک ایک جوئے شیر
چلے نہ اشرفیٔ آفتاب عالم میں — خطِ شعاع سے اس پر جو یہ نہ ہو تحریر
ابوظفر شہِ والا گہر بہادر شہ — سراجِ دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر
شہِ بلند نگہ شہریارِ والا جاہ — خدیو مہر کلہ خسرو سپہر سریر
جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع — فلک مؤید و اختر معین و بخت نصیر
زمیں ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے — تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر
بچشمِ مہر اگر تیرا نیرِ اقبال — کرے نگاہ سراب جو و آبِ غدیر
تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقتِ شکار — نگینِ دستِ سلیماں بدستِ ماہی گیر
نہ ہے ثنا کے لیے تیرے اختتام و تمام — نہ ہے دعا کے لیے تیری انتہا و اخیر
مگر یہ ذوقِ ثنا سنج مدح خواں تیرا — غلام پیر کہن سال اک فقیر حقیر
کرے ہے دل سے دعا یہ صدا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحم خدا دعائے فقیر
الٰہی آب پہ ہو تا زمیں زمیں کو ثبات — زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر
فلک پہ چھوڑے نہ تا دامنِ مسیح حیات — زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر
عطا کرے تجھے عالم میں قادرِ قیوم — بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر

تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل
سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

---

(۴)

در مدح اکبر شاہ ثانی

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتاں　　نمِ تیغ اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ ناں
ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامنِ دریا سمجھوں　　برقِ پُرسوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ داماں
وہ خنک دل ہوں کہ جس کے نفسِ سرد سے آہ　　دم میں یخ بستہ ہو سرچشمۂ مہرِ رخشاں
میں ہوں وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردوں　　کہ اگر دل کو قرار آئے تو چکر میں ہو جاں
میں وہ مجنونِ جگر تفتہ ہوں جس کے دمِ فصد　　ہر بُنِ مو سے عوضِ خوں کے نکلتا ہے دھواں
چشمِ سوزن سے نہ ہو سلسلۂ زنجیر کا تم　　دل وحشت زدہ ہے لاغر و بے تاب و تواں
ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو　　دستگیر آ کے عصائے قرۂ مورِ چگاں
ہوں وہ تصویر سرِ صفحۂ عالم جس پر　　مو قلم دو تو کرے کارِ سنان و پیکاں
دل گرفتہ ہوں وہ میں دہر میں مانندِ انار　　اک گرہ وا ہو تو ہو صد گرہ اندر داماں
ہوں وہ فرسودۂ غم جس سے بچشمِ بینش　　کرتا سر و جیبِ دہر ہے کارِ سوہاں
قطرہ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظروں میں　　سنگِ حسرت ہو کہ رکھتا ہوں بزیرِ دنداں
میں ہوں وہ کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے　　اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرابِ سناں
فلکِ سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت　　آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں
ہوں وہ خود رفتہ کہ جوں خضر تلف گردد مجھے　　حشر تک ڈھونڈھیں تو ممکن نہیں ہاتھ آئے نشاں
ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ　　اور ابھی پل میں جو دیکھو تو عیاں ہوں نہ نہاں
ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہوں　　حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقاں
اس گلستاں کی روش پر گلِ بازی ہوں میں　　نہ ادھر ہوں نہ ادھر ہوں نہ وہاں ہوں نہ یہاں

دل نے لیموں سے کیا رنگ طلا کا روشن ترش روئی سے رُخِ زرد ہی میرا تاباں
میں وہ گردش زدۂ دہر ہوں جس کا پس مرگ سنگ تعویذ بھی چکر میں ہو مانند نشاں
میں ہوں وہ بسملِ دل خوں شدہ جس کے خوں میں تیغ قاتل روشِ کشتیٔ دریا ہو رواں
اشکِ خونیں ہے مرا آتشِ یاقوتِ یمن گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمیشہ سوزاں
دل اڑا جاتا ہے جل جل کے جو بن آگ مرا طائرِ رنگ حنا بن کے ہوا ہوں پراں
طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات کبھی لب مرا خنداں ہے کبھی ہے گریاں
وہ سیہ بخت ہوں میں خاک نے جس کی یکسر ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گرداں
میں وہ بیمار ہوں مایوس شفا جس کے لیے دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نفوسِ ثعباں
اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گراں
شرح جاں سوز ہے میری نئے قلیاں کی طرح کیا عجب نائے قلم سے جو نکل آئے دھواں
دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ و فغاں
یہ تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احساں
وہ شہنشاہ کہ جشن اس کا ہے افلاک کی سیر ہنستے مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں
ماہ گردوں پہ ہے اور آکے زمیں پر مہتاب کثرتِ عیش سے دریا میں ہے شب کو رقصاں
سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یاں تک شوقِ نظارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہاں
دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخِ ثمرہ کاسۂ چشم رُخِ نظارگیاں پر ہے بنا نرگس داں
آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عالمِ نو جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شاں
ماہ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطینِ جہاں
دیکھ ابھی دولت و صولت کا جو اس کے اقبال دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کماں
طرحِ حافظ کے لیے حاضرِ دربار ہو ذوق تو ہے خاقانیٔ ہند اور وہ خاقانِ زماں

مطلع

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں ... گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوئے میزاں
تیرے جلوے کی تجلی نے جو روشن کیا دل ... ہو گیا شمع مرے سینے میں تارِ رگِ جاں
آستیں اپنی ہلادے جو ترا دستِ کرم ... ہر شکن سے ہو عیاں لُجّۂ بحرِ عُمّاں
کیوں نہ اربابِ ہمم ہوں تری ہمت کے غلام ... حق یہی ہے کہ الانسان عبید الاحسان
آگے دریا ترے خود کھولے ہے لبہائے سوال ... کھولے کس منہ سے کہ تجھ سے بھی ہے رکھتا مرجاں
سرنگونی ترے حاسد کو جگر خواری ہے ... شیر کے بال سے ہے تیز تر اس کو رگِ جاں
کانپتے ہیں تری ہیبت سے پلنگ اور نہنگ ... بحر و بر میں ہے تری تیغ کی برش یکساں
ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہِ آب ... پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیرِ ژیاں
تیغ ہندی تو کمر میں ہے پر اک جوہر ... رکھتا ور زیرِ نگیں ہے صفحاتِ صفہاں
کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے بہ پشتِ ماہی ... جیسے ابروئے بتاں ہو تہِ آئینہ نہاں
ترے خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور ... مرغِ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پراں
تیرِ ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا ... طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیراں
آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر ... رکھتی شعلے سے ہے انگشت بزیرِ دنداں
گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ پُر دود اسے ... روح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقاں
تیرا فرماں تھا کہ فرماں برِ دولت کے سوا ... ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستانِ جہاں
ہوئے یہ منکرِ اقبال ترے ناپیدا ... کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گلِ نافرماں
تیرے مہتابِ کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر ... پردۂ نور میں اُبلا ہے تنورِ طوفاں
عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب ... آب آئینہ میں روشن ہے رخِ برق وشاں
دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج ... سنگ ہے سنگِ جراحت بہ سرِ زخم جہاں
تیری تاثیر محبت نے دیا ہے تریاک ... ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبزِ خوباں

افقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم　　رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتاں
سرزنش عہد نے کی تیرے یہاں تک معدوم　　کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں
بے علف ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیس غریب　　نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں
خسروا! تیری توانائی اقبال سے آج　　ناتوانوں کی ہوئی دہر میں یہ تاب و تواں
مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں　　اپنے حلقے میں جکڑ لیتا ہے صد پیل دماں
آگے جلوے کے ترے پنجۂ خورشید ہے گرد　　آگے رتبے کے ترے خاک ہے جرم کیواں
اس تصور میں جو ہے پیشِ نظر عالمِ نور　　اس کو اک مطلعِ موزوں میں میں کرتا ہوں بیاں

مطلع

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبالِ جہاں　　آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں
ہوسِ ناصیہ سائی تری خورشید کو روز　　سو کشاں لاتی ہے در پر ترے ہو سرگرداں
مژگاں ہمتِ عالی کا جو بادل لائے　　ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں
جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور　　طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں
آتشِ قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ　　مشتعل ہووے اگر سوئے گلستانِ جہاں
ہو بعینہ صورتِ نخلِ گلِ آتش بازی　　نخلِ فوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ فشاں
ماجرا خامے نے شیریں سخنی کا تیری　　صورتِ موج میں دریا کے دیا تھا بزباں
سخن و اہلِ سخن سب سر ساحل تھے کھڑے　　دونوں لب اس کے حلاوت سے بہم تھے چسپاں
وصفِ شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم　　کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برقِ تپاں
باندھوں کس طرح سے مضمونِ سواری میں اسے　　تڑپ اٹھتا ہے کرے جنبش اگر ہیچ رواں
قلم و حرف نہیں پیشِ نظر اب اس دم　　سرِ حاسد سے ہے دل کھیلتا گوئے چوگاں
کیوں نہ شائستگی اس بادیہ پیمائی میں کیا　　تازیانہ ہے بیکار اس کو نہ درکار عناں
نہیں انساں ہے مگر کام میں انساں سے فزوں　　پر نہیں پر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں

خسروا! سرعتِ رفتار ہو گر مدِّ نظر
پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میداں

جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ ریحاں

تازیانہ جو لگا دے تو کفل پر اس کے
اور جھک کر کبھی اڑ جائے وہ بجلی تہِ راں

ابھی گھوڑے کی بھلا کوہ سے پھر کر نہ چلے
وہ کئی بار پھرے واں سے یہاں یاں سے وہاں

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا!
آئے کوسوں سے نظر جب تو عیاں را چہ بیاں

جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پر
کہتے ہیں ساقیٔ طنّاز سے یوں بادہ کشاں

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوشِ ہوا
خم پہ خم آج چلے جام نہ آئے بہ میاں

اس کی مستک پہ سپیر اور وہ نگارِ خرطوم
کردیں آنکھوں پہ رقم قوسِ قزح کا عنواں

اور اگر یہ نہیں مضموں تو کسی مہوش کی
زلفِ پر گل ہے دیا کاکلِ عنبر افشاں

اس کے دنداں یہ نہیں غور سے دیکھا میں نے
کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگاں

کیا لکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں میرے
پاسِ آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں

تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری بخت رہے تیرے جواں

جو دعا گو ہیں ترے ان کی دعائیں ہوں قبول
صبحِ جشنِ طرب افزا میں ہوں دائم خنداں

اور بہ رنگِ شبِ دیجور ترے سب بدخواہ
روسیہ محفلِ عالم میں ہوں جوں ماتمیاں

(۸)

در مدح بہادر شاہ ظفر

ساون میں دیا پھر مہ شوال دکھائی — برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی
کرتا ہے ہلال ابروئے پر خم سے اشارہ — ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتی طلائی
ہے عکس فگن جام بلوریں سے مئے سرخ — کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ میکش کے حنائی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے میں — ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی
یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے — ہو وے نہ تمیز کرۂ ناری و مائی
پہنچا گمک لشکر باراں سے ہے یہ زور — ہر نالے کی ہے دشت میں دریا پہ چڑھائی
ہو قلزم عماں بہ لب جو متبسم — تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی
ہے کثرت باراں سے ہوئی خام یہ سردی — کافور کی تاثیر گئی جوز میں پائی
سردیٔ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک — معشوق کا گر ہاتھ میں ہے دست حنائی
عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیر ہوا سے — گردوں پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی
کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم — ہے مدرسہ میں بھی سبق صرف ہوائی
خالی نہیں مے سے روش دانۂ انگور — زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ریائی
جو آئینۂ دل ہے وہ عاشق کی بغل میں — گویا کہ ہے مینائے مئے کاہ ربائی
کرتی ہے صبا آ کے کبھی مشک فشانی — کرتی ہے نسیم آ کے کبھی لخلخہ سائی
تھا سوزنیٔ خار کا صحرا میں جہاں فرش — سبزہ نے وہاں مخمل خوش رنگ بچھائی
آرائش گلشن کے لیے جامۂ رنگیں — زیبائش غنچہ کے لیے تنگ قبائی
ہے نرگس شہلا نے دیا آنکھ میں کاجل — برگ گل سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوسِ قزح وسمہ تو خورشید　　سرخیٔ شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گلچیں کا ہی سرخی سے یہ عالم　　جوں وقتِ غضب چہرہ ترکانِ خطائی

کیا ساغرِ رنگیں کو کیا جلد مہیا　　نرگس نے تو سوں ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہیں اک ساغرِ گل کی　　شاخِ گلِ احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجازِ نواسنجیٔ مطرب سے چمن میں　　ہر خار کی ہے نوکِ زباں شعر نوائی

غیرت کی نہیں جائے کہ دیوارِ چمن پر　　ہر طائرِ تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا! ترے جلوے سے ہی یہ عید کو رونق　　عالم نے تجھے دیکھ کے ہی عید منائی

کہتے ہیں مہِ نو جسے ابرو نے وہ تیری　　کی آئینۂ چرخ میں ہی عکس نمائی

پرتو سے ترے جام مئے عیش سرِ بزم　　لے ساغرِ جمشید کرے کار روائی

ٹپکے لبِ ساغر سے وہ قطرہ کروی شکل　　ہو مثلِ فلک جس میں تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینہ میں فلک کے　　دریا کی کہاں ہو سکے کاسے میں سمائی

پڑھتا ہوں ترے سامنے وہ مطلعِ موزوں　　احسنت کہیں سن کے بہائی و ثنائی

مطلع

یوں کرسیٔ زر پر ہے تری جلوہ نمائی　　جس طرح کہ مصحف ہو سرِ رحلِ طلائی

رکھتا ہے تو وہ دستِ سخا سامنے جس کے　　ہو بحر بھی کشتی بکف از پئے گدائی

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لائے　　رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہ نمائی

تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر　　دشمن کی تری ہو نہ کبھی عقدہ کشائی

خورشید سے افزوں ہو نشانِ سجدہ کا روشن　　گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی

عکس بارُخِ روشن سے ترے جوں یدِ بیضا　　کرتا ہی کفِ آئینہ اعجاز نمائی

کرتا ہے تری قدر سدا نقدِ سعادت　　ہی مشتری چرخ کی کیا نیک کمائی

اک مرغِ ہوا کیا ہی کہ پھر رخ نہ چھوڑے　　گر سر پہ ہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی

ہر کوہ اگر آئینۂ صفا ہو تو عجب کیا ہو فیض رساں جب ترے باطن کی صفائی
ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگ صنم میں ہر بت میں کرے صورت حق جلوہ نمائی
ہر شعر غزل میں ترے معنیٔ شفا ہیں (۴۰) قربان غزل کے ترے دیوانِ شفائی
مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل پروانے کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی
زنجیر میں جوہر کے رہے تیغ ہمیشہ خوں ریز کو ہو عہد میں تیرے نہ رہائی
دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا میں ہے ذہنِ رسا کو یہ کہاں اتنی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

مومن

در مدح راجہ اجیت سنگھ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری
کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمعِ خاوری

چشمِ ستارۂ سحر خونِ زحل سے سرمہ سا
دشنۂ ترکِ چرخ سے تیز نگاہِ مشتری

خطِ بیاضِ صبح وہ شعلہ دمِ اژدرِ سپید
عکس سے جس کے آب ہو آئینۂ سکندری

یاد ہوا ہے کوئی یار خانہ خراب و جاں گداز
خفیہ شمال میں سموم بادِ صبا میں صرصری

سامعہ سوز و دل خراش گریہ فروز و زخم ریز
نغمۂ کوک عندلیب قہقہۂ گلِ تری

مجھ کو فغاں سے کام اور ذکر میں اہلِ خانقاہ
دیر میں شورِ بید خواں میکدے میں نواگری

چار طرف ہے غلغلہ حَیَّ علی الفلاح کا
بد طینتوں سے عذرِ لنگ شدتِ ضعف و لاغری

شعلۂ شمع سے فزوں چہرہ مرا زریر گوں
رنگِ شفق سے بیشتر گریہ مرا معصفری

رشک فزا نظارۂ صحبتِ ساکنانِ قرب
پستیِ بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری

صبح مری شبِ مریض شب شبِ اولینِ گور
زور گداز بیمِ شام، سختیِ روزِ محشری

غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہان تنگ ہے
چرخ میں یہ محدّبی آگئی اور مقعّری

صبح کی جب بہار ہے ساقیِ غنچہ لب کے پاس
مے سے عذارِ لالہ رنگ، لب سے مذاقِ شکّری

ہر حرکت محرکِ شوق و مہیجِ ہوس
قلقلِ شیشہ قاہ قاہ مطربِ طرفہ زیوری

بسترِ گل پہ خوابِ خوش سرخوشیِ نشاطِ خواب
عطرِ لباس سے گلاب جرمِ دماغ کی تری

رطلِ گراں دمِ صبوح مستیِ شیشۂ روح
سر بسر امتیازِ طبع رنجِ خمار سرسری

عطرِ مشامِ حورِ عیں نہ فلک نو آفریں
ادخنہ و بخور سے عنبر دبانِ مجمری

ایک سے ایک کامیاب سینۂ حاسد کباب
ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گزک دھری

جیب نہ رہے طمع تو کیا خلد میں گر ملے بفرض — قعر زبرجد و مئے لعلی و جام گوہری

ہوے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب یا نصیب — چارۂ یاس امید حشر، مرگ علاج مضطری

طول امل کی حد نہیں ساز طرب کہاں سے آئے (۲۰) — بادشہی جہاں ہو کم حیف وہاں قلندری

یاں کے ہوئے نہ واں کے ہم جیسے فقیر بت پرست — بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری

چرخ نے جیسے جیتے جی کیں بدری عنائتیں — خاک کرے گی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادری

عشق عیاں کا کیا بیاں حسن ہنر رہا نہاں — قمری نالہ کش زباں میری، ہے دل صنوبری

نہ ہم بروں شدن خیال قید سے چھوٹنا محال — یاں سے گریز کیا مجال بند گراں پہ بے دری

چھٹ بھی گئے تو راہ بند جائے بجائے لامکاں (۲۵) — کوئی عجب طلسم ہے گنبد چرخ چنبری

رغبت وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے — ناکسی آفت قرار سفلہ ہوس ستم گری

کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراخی مباد — آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنے ابتری

چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ یہ — طالع دوں خراب ہو آپ کرے جو یاوری

نالہ سے میرے گرم و خشک زہرہ و ماہ کا مزاج — گریہ سے میرے سرد و تر طبع بروج آذری

جان جہاں کو دل دیا دشمن جاں ہوا جہاں (۳۰) — سر میں ہوا نظر میں یاس سینے میں آہ ند بھری

یک دل و گونہ گونہ غم یک تن و فوج فوج ہم — یک جگر و ہزار نیش یک سر و صد گراں سری

جور سہوں وفا کروں حق وفا ادا کروں — یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بے زری

قدر ہنر کو چاہیئے عقل و تمیز و درک و فہم — دست کشادہ دل فراخ، منعمی و تونگری

سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست — بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع بہیمی و خری

ایک جہاں میں قدرداں سو وہ بزعم آسماں (۳۵) — آج یہاں ہے کل وہاں واہ کمال داوری

راجہ اجیت سنگھ نام کام روائے خاص و عام — جود سے جس کے بے نظام کار جہاں کی ابتری

فیل نشیں بنا دیا خاک نشیں کو اس نے اب — خاک نہیں فلک کو زیب لاف و گزاف برتری

چین سے زر عدن سے دُر کان سے لعل و گوہر اٹھے — لیک جہاں میں شہرہ ہے اس کی غریب پروری

دست گہر فشاں سے وہ نامہ اگر رقم کرے / دام ہما ہو حسرتِ مرتبۂ کبوتری
لیتے ہوئے گرائے جو بارِ عطا سے لعل و دُر / کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکانِ جوہری
حاتم دہر پائمال اس کے صفِ نعال میں / صدر نشینِ بزم کام بخشی و فیض گستری
لعل لب اس کے درفشاں جیسے گہر نثار دست / جائزہ کم نہ آفریں دونوں میں ہے برابری
یک شبہ خرج بزم کا نیمہ خراجِ نیمروز / بخشش ہفتہ حاصلِ مائدۂ ہفت کشوری
ایک جہاں گدائے در اور وہ سب کا معتقد / بے طمعی ہے شیخ وقت جس کا سوال قیصری
دور کرم میں اس کے لعل خشکیٔ لب کا ہے بہا / دُرِّ یتیم کو ملے چشمِ یتیم کی تری
اس سے زیادہ اور کیا ہوئے گی بخشش و عطا / کم رہے اکثروں سے ملک بخش نہ ہو مقرری
رونق لولیانِ بزم دیکھ کر اس کے جود سے / تیرہ نگاہ لب کہ ہے لولیٔ چرخِ چنبری
گرم دعائے بازگشت شکل بشر میں سوئے خاک / بہر حصول زیور و چارۂ رشکِ زیوری
اس کے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر / خستہ ذباب کی طنین طنطنۂ سکندری
جوشِ طراوتِ مشام وجہِ خطابِ عز و جاہ / لطفِ نسیم رشک بیز، خلق شمیم عنبری
بوسہ روا بہر طریق سجدہ و فرقِ ہر فریق / سنگِ در اس کا اک صنم رشکِ بتانِ آزری
تو وہ بہار باغِ حسن جس پہ کرے نثار جاں / لالہ رخی، سہی قدی، گل بدنی، سمن بری
لب کو مثال کس سے دوں لعل و عقیق بے مزا / گل میں کہاں یہ نازکی گل میں کہاں یہ احمری
چشم کا تیری امتزاج روح فزا نظر فزا / گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عنبری
فصلِ بہار بعد یاس کس لیے غنچہ بکھر ہوا / بزم میں تیری گر نہ تھی گل کو امید ساغری
جمع ہیں تجھ میں عدل و حسن جن سے خرابیاں ہزار / مست شرابِ لب شراب محو پری رخی پری
اطلسِ چرخ زیر گرد جوش ہوائے رشک سے / آتش سلیقۂ نجوم خجلت آب پیکری
تو وہ سوار یکہ تاز عرصۂ رزم گاہ میں / جا بہ دیدہ جس کے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری
توسن بادپا ترا روز وغا بگاڑ دے / صرصر عاد کی ہوا دم میں دکھائے صرصری

سیر ریاض میں نسیم سطح ہوا پہ بوئے گل — عرصۂ بحر طے کرے آن میں بے شناوری
روز نبرد گرچہ ہو خصم جہاں کے زیر راں — توسن برتریں فلک تو بھی محال جانبری
اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ سا ہو ایک جست میں — نیم قدم پہ رہ گئی طائری و تگاوری
ہائے سبک عنانیاں واہ گراں رکابیاں — گاہ غزال چیں ہو وہ گاہ پلنگ بربری
مجھ سے بلیغ سخن کا بھی خیال گر نہ ہو — شاہ سوار کیا کرے کس سے ہو اس کی چاکری
کردیے دشمن اس لیے تو نے زبون و سرنگوں — سجدہ گہ صفات بد تا کہ ہو نیک محضری
تختۂ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین — نیل مرام و شش جہت مہرہ و قید ششدری
جس نے مقابلہ کیا بے جگری سے چل دیا — کیا کھلے ایک چلے میں گرچہ کھلے دلاوری
چرخ سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ترے گرز اٹھائے — حربہ سے پہلے سرشکن بہر عدو یہ مغفری
ساکن بحر و بر تمام رام نہ ہوں تو کیا کریں — تیغ میں یہ نہنگی اور طبع میں یہ غضنفری
افعی رمح سینے کو چیر کے دل نکال لے — مار سیاہ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری
بال و پر فرشتۂ موت ہیں یا پر خدنگ — دشنۂ تشنۂ قضا یا ترے تیر کی سری
خندۂ برق تیغ میں گرمی مہر ماہ تیر — گریۂ زخم تیر میں جوش سحاب آذری
شہرت ظلم و جور سے دور میں تیرے کیا عجب — ہفت پدر اگر بہم ترک کریں برادری
رونق بزم و عزم رزم فر جلال قدر جاہ — تو نے بغایت کمال جمع کیے نہ سرسری
سینہ پہ روکے دلبراں بر میں قبائے رستمی — پاؤں پہ فرق سروراں سر پہ کلاہ سروری
اس قدر اعتبار پر اس قدر انقلاب حال — یعنی ترے قدم کے ہیں طالع و بخت سنجری
ہو ترے در پہ منحرف جو شرف تو جائے ننگ — ماہ کو بیت زہرہ اور زہرہ کو برج مشتری
بسکہ خلف محال تھا ہو گئی نسل منقطع — ذات پہ تیری اس قدر ختم ہے پاک گوہری
ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر داں — دیکھ نگاہ غور سے تو مری نکتہ پروری
شاعر بے نظیر ہوں سحر بیاں دبیر ہوں — دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری

سحر حلال سے مرے جادوئے سامری خجل — طور کلیم، اوجِ فکر، نورِ خدا، فسوں گری
لاف زنی نہیں مدیح رسمِ قدیم کیا کروں — اس غمِ تازہ سے نہیں مجھ کو امیدِ جانبری
کفر حکایتِ غرور اس کے بغیر یہ محال — تا متنبی و جہمیہ عار ہے مجھ کو ہمسری
میری زباں میں وہ بات جس سے ملکِ سخن پرست — میرے بیاں میں وہ سحر جس سے جنوں زدہ پری
جبرئی عقوبتِ تازہ موکلانِ قہر — بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روانِ انوری
مجھ کو یہ گل زمیں پسند آ گئی اتفاق سے — مزرعِ غیر میں گھسے ورنہ سرِ گدیوری
نانِ گدا بہ رغبتِ شاہ جہاں غلط غلط — باہمہ بہتری دروغ آرزوئے فروتری
خود نہیں کی ہے اختیار نظم کو میں نے یہ زباں — آپ ہیں لب پہ بوسہ زن ہندی و ترکی و دری
باغ میں اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید — اول و آخرِ بہار بادہ فروشِ نوبری
لذتِ مدح جاں فزا تلخیٔ ہجو تاب کاہ — شہد ہے یاں تو شہدِ ناب، صبر ہے تو سقوطری
میری طلاقتِ لساں میری فصاحتِ کلام — چارۂ صدرہ آزما از پئے گنگی و کری
میرے معاند و حسود ہرزہ ستائے زشتکاں — ہاجیٔ خویش و بے خبر ہست ملیب کف آوری
ہیں یہ سگان جیفہ خوار غرّ غنی سے بے نصیب — کافر آنکہ زاں پرست طرفہ سگی و کافری
میں وہ شہ سریرِ فضل جس کے خطیب کے لیے — اوج و حضیضِ آسماں پست و بلند منبری
فرطِ جلال سے نہیں گرچہ لباس کا خیال — تو بھی تو بکرِ فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری
قیمتِ حسنِ یوسفی میرے سخن کا رہ تھا — ہے یہ وہ جنس جس کی بیع پایہ فزائے مشتری
حضرتِ مومن اس قدر لاف اگرچہ ہے درست — طولِ مقال عیب و شعر جملہ عیوب سے بری
ختمِ سخن دعا پہ ہو تا نہ اثر میں ہو کلام — آپ یہ قصہ مختصر ختم ہوئی سخن دری
تا کہ ہے بیتِ ہفتمیں قوتِ لوئے فلک — تا کہ سہم میں ہے فرح بہرِ خروسِ خاوری
تا رہے الفت آزما ناز و غرورِ دلربا — تا رہے آرزو فزا طرزِ ادائے دلبری
جد پہ تیرے جاں نثار غارتیانِ دین و دل — وصل سے تیرے کامیاب لب شکرانِ شکری

تاکہ ہو نو بہار میں قسمت رندِ مشرباں — مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

پھر حسود جام زہر ساغر مے ترے لیے — تا نہ ہو ناگوار طبع تلخیٔ بادہ شکری

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم — شعلہ و دود عارض روشن و زلف عنبری

سوئے ہزار گوش جاں روئے زمیں پہ زرفشاں (۱۰۱) باغ میں جب تلک اس طرح جلوہ کرے گل تری

تجھ کو نصیب بزم میں ولولہ ہی صلہ وہی
مجھ کو مبارک ایک سو مدح گری گداگری

غالب

(۱)

در منقبت حضرت علی

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں
بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں
ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بم ہستی و عدم لغو ہے آئینۂ فرق جنون و تمکیں
نقش معنی ہمہ خمیازۂ عرض صورت سخن حق ہمہ پیمانۂ ذوق تحسیں
لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم درد یک ساغر غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں
مثل مضمون وفا باد بہ دست تسلیم صورت نقش قدم خاک بہ فرق تمکیں
عشق بے ربطی شیرازۂ اجزائے حواس وصل زنگار رخ آئینۂ حسن یقیں
کوہ کن گرسنہ مزدور طرب گاہ رقیب بے ستوں آئینۂ خواب گران شیریں
کس نے دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز کس نے پایا اثر نالۂ دل ہائے حزیں
سامع زمزمۂ اہل جہاں ہوں لیکن نہ سر و برگ ستائش نہ دماغ نفریں
کس قدر ہرزہ سرا ہوں کہ عیاذاً باللہ یک قلم خارج آداب وقار و تمکیں
نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قریں
مظہر فیض خدا جان و دل ختم رسل قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقیں
ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں گرم خرام ہر کف خاک ہے واں گردۂ تصویر زمیں
جلوہ پرداز ہو نقش قدم اس کا جس جا وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امیں
نسبت نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے ابداً پشت فلک خم شدۂ ناز زمیں
فیض خلق اس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا بوئے گل سے نفس باد صبا عطر آگیں

بُرِشِ تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بتخانۂ چیں

جاں پناہا دل و جاں فیض رسانا شاہا
وصیِ ختمِ رسل تو ہے بہ فتوائے یقیں

جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر
نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں

کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب
شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں

آستاں پر ہے ترے جوہرِ آئینۂ سنگ
رقمِ بندگیٔ حضرتِ جبریلِ امیں

ترے در کے لیے اسبابِ نثار آمادہ
خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دیں

تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جاں کام و زباں
تری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبیں

کس سے ہو سکتی ہے مداحیٔ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں

جنسِ بازارِ معاصی اسداللہ اسد
کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں

شوخیٔ عرضِ مطالب میں ہے گستاخ طلب
ہے ترے حوصلۂ فضل پر از بسکہ یقیں

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسنِ قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمیں

غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز
کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں

طبع کو الفتِ دلدل میں یہ سرگرمیٔ شوق
کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جبیں

دلِ الفت نسب و سینۂ توحید فضا
نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزیں

صرفِ اعدا اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ بریں

(۲)

در مدح بہادر شاہ ظفر

ہاں مہِ نو! سنیں ہم اس کا نام — جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح — یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہاں رہا غائب — بندہ عاجز ہے گردشِ ایّام
اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا — آسماں نے بچھا رکھا تھا دام
مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص — حبّذا اے نشاطِ عامِ عوام
عذر میں تین دن نہ آنے کے — لے کے آیا ہے عید کا پیغام
اس کو بھولا نہ چاہیئے کہنا — صبح جو جائے اور آئے شام
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا — تیرا آغاز اور ترا انجام
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے — مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نمّام
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں — ایک ہی ہے امیدگاہ انام
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش — غالب اس کا مگر نہیں ہے غلام
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو — تب کہا ہے بطرزِ استفہام
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو اے ماہ — قربِ ہر روزہ برسبیلِ دوام
تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا — جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام
جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تو — پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام
ماہ بن ماہتاب بن میں کون — مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام
میرا اپنا جدا معاملہ ہے — اور کے لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص　　گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام
جو کہ بخشے گا تجھ کو فرِّ فروغ　　کیا نہ دے گا مجھے مئے گلفام
جب کہ چودہ منازلِ فلکی　　(۲۰) کر چکے قطع تیری تیزیٔ گام
تیرے پرتو سے ہوں فروغ پذیر　　کوئے مشکوئے و صحن و منظر و بام
دیکھنا میرے ہاتھ میں لبریز　　اپنی صورت کا اک بلوریں جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام　　تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام
میں ہی پھر کیوں نہ مے پیے جاؤں (۲۵)　　غم سے جب زیست ہو گئی ہو حرام
بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے　　کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام
کعبے میں جا بجائیں گے ناقوس　　اب تو باندھا ہے دیر میں احرام
اس قدح کا ہے دور مجھ کو نقد　　چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ جام
بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار　　دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام

چھیڑتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے
کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام

کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ　　اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام
کون ہے جس کے در پہ ناصیہ سا　　ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام
تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن　　نامِ شاہنشہِ بلند مقام
قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ　　مظہرِ ذوالجلال والاکرام
شہسوارِ طریقۂ انصاف (۳۵)　　نو بہارِ حدیقۂ اسلام
جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز　　جس کا ہر قول معنیٔ الہام

بزم میں میزبانِ قیصر و جم — رزم میں اوستادِ رستم و سام

اے ترا لطف زندگی افزا — اے ترا عہد فرخی فرجام

چشمِ بد دور خسروانہ شکوہ — لوحش اللہ عارفانہ کلام

جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم — جرعہ خواروں میں تیرے مرشدِ جام

وارثِ ملک جانتے ہیں تجھے — ایرج و تور و خسرو و بہرام

زورِ بازو میں مانتے ہیں تجھے — گیو و گودرز و بیژن و رہام

مرحبا موشگافیٔ ناوک — آفریں آب داریٔ صمصام

تیر کو تیرے تیرِ غیر ہدف — تیغ کو تیری تیغِ خصم نیام

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند — برق کو دے رہا ہے کیا الزام

تیرے فیلِ گراں جسد کی صدا — تیرے رخشِ سبک عناں کا خرام

فنِ صورت گری میں تیرا گرز — گر نہ رکھتا ہو دستگاہِ تمام

اس کے مضروب کے سر و تن سے — کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام

جب ازل میں رقم پذیر ہوئے — صفحہ ہائے لیالی و ایام

اور ان اوراق میں بہ کلکِ قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام

لکھ دیا شاہدوں کو عاشق کش — لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام

آسماں کو کہا گیا کہ کہیں — گنبدِ تیز گردِ نیلی فام

حکمِ ناطق لکھا گیا کہ لکھیں — خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضعِ سوز و نم و رم و آرام

مہرِ رخشاں کا نام خسروِ روز — ماہِ تاباں کا نام شحنۂ شام

تیری توقیعِ سلطنت کو بھی — دی بدستور صورتِ ارقام

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم — اس رقم کو دیا طرازِ دوام

ہے ازل سے روائیِ آغاز
ہو ابد تک رسائیِ انجام

شہیدی بریلوی

در نعت

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سر دیوان لکھا میں نے مطلع نعت احمد کا

طلوع صبح روشن جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا
ظہور حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا

دبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا
نہ تھا نام و نشاں جن روزوں اس لوح زبرجد کا

چمن پیرائے کن فراش جس کی بزم رنگیں میں
بہار آفرینش ایک بوٹا جس کی مسند کا

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا

شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس سے
نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا

شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامیں کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم میں رونق بخش تھا حوروں کی تکیہ گہ
گیا جنت میں طوبیٰ بن کے سایہ اس سہی قد کا

شب معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا
بیاں اس قلزم معنی کے کیا ہو جزر اور مد کا

رواں تسنیم و کوثر ایک قطرہ آب سے جس کے
کروں کیا وصف اس در یتیم بحر سرمد کا

کشادہ عقدۂ باطن میں کافی نام حق اس کو
کھلا کرتا ہے بن کنجی ہمیشہ قفل ابجد کا

وفات ظاہری سے جوہر جاں میں نہ فرق آیا
وہ جسم پاک گو محسود تھا روح مجرد کا

نہ کم قدر اس کی شیرازہ بکھر جانے سے ارکاں کے
نہ افزوں رتبۂ قرآں محرر سے مجلد کا

گرا نبی بن کے جا نکلے ادھر ابلیس اندھا ہو
ملا ہے تہرا خضر روح کو اس کی زمرد کا

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق کا شامل
خواص اس برزخ کبریٰ کے ہیں حرف مشدد کا

گند وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذات مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقش ... میم احمد کا

بھروسا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہو
مجھے نام مبارک کا ہے ذوالقرنین کی سد کا

تیرے پابوس سے ہفتم فلک پر منزل کیواں
ترے سجدے سے ہشتم آسماں پر فرق فرقد کا

خدا بن مانگے کیا کیا نعمتیں دیتا ہے بندوں کو
ترا دست دعا ضامن ہو جیسے کل کے مقصد کا

بٹیں گے جس گھڑی عشرت کے ساماں بزم جنت میں
کھلے گا حال امت کو ترے انعام بے حد کا

لب گوہر فشاں وا ہوں گے جب عرض شفاعت کو
تماشا گاہ محشر میں تکیں گے نیک منہ بد کا

رہا کعبے میں تیرے روضہ کے در پر نہ جا پائی
اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگ اسود کا

نشانہ قادر انداز قدر کا دست و بازو ہو
تری خواہش کرے تیر قضا کو حکم گر رد کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت میں
محل باقی رہے اللہ کے قول موکد کا

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا یہی ایماں
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

تری تعریف سے میری زباں میں آگئی تیزی
صفاہاں تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا

چھپیں گے مثل تقویم کہن دیواں ہزاروں کے
ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجدد کا

ہوئی ہے ہمت عالی مری معراج کی طالب
میسر ہو طواف اے کاش مجھ کو ترے مرقد کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پر ملوں آنکھیں
کبھی گردو د بیٹھوں میں کروں نظارہ گنبد کا

فراغ دل سے گر واں زندگی کا کوئی دم گزرے
حسد ہو خضر و عیسیٰ کو مرے عیش مخلد کا

مدینے کی زمیں میں گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام و دد کا

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

سحر لکھنوی

در مدح منور الدولہ

تمام ہند کی تھا جان لکھنؤ اپنا — ہمارا خسروِ جم جاہ جانِ عالم تھا
جہاں ہے قالبِ بے جاں کسی میں جان نہیں — فراق موت سے بدتر ہے اس مسیحا کا
اگر ہزار برس کھائے گا فلک گردش — پھر اس صفات کا ہوگا نہ آدمی پیدا
یہ مومنوں سے طبیعت میں خاکساری تھی — وہ مہر تھا کہ ذرِ بوتراب کا ذرّا
مصاحبوں میں تھے سب لکھنؤ کے چیدہ لوگ — ہر ایک شہرۂ آفاق و شاعرِ غرّا
ہر ایک رشکِ ابوالفضل و فیضی و عرفی — نہ ہوگا اکبرِ اوّل کا نورتن ایسا
عجب مجمعِ اہلِ کمال تھا افسوس — ہزار حیف وہ صحبت فلک نہ دیکھ سکا
نہ جوتشی کا کہیں حیلہ نہ تیجے کی صحبت — جہاں میں شادی و غم دونوں کا مزا نہ رہا
نہ پانچوں وقت کی نوبت نہ وہ دیانِ گجر — نہ توپ چلتی ہے اب نے غضب کا سنّاٹا
جہاں میں صاحبِ جوہر کی ہے یہ بے قدری — ٹکے ٹکے پہ بکیں اصفہانیاں کیا کیا
صفائی شہر کی ہے صاف صاف رستے ہیں — کہ دو رویوں کے ہیں ٹیلے یہ سب کا ہے نقشا
یہ انتہا کی صفائی ہوئی ہے گلیوں کی — کہ لکھنؤ میں کسی کا قدم نہیں جمتا
بھٹکتے پھرتے ہیں گم کردہ کارواں کی طرح — وہی تھے ہم کہ خضر کو بتاتے تھے رستا
جنھوں نے راہِ شریعت میں پاؤں رکھا تھا — لیا انھوں نے تو پہلے ہی نجف کا رستا
مکان سیکڑوں سڑکوں نے کر دیے مسمار — تمام شہر کا کچھ اور ہو گیا نقشا
کسی کا کھُد گیا پشتہ کہیں گری دیوار — چبوترہ کہیں غائب کسی کا دروازا
جو کچھ خریدنے کو بازار تک گیا کوئی — وہاں سے پھر کے جو آیا تو گھر نہ پہچانا

شکار صفت کا اب کھیلتے ہیں برق انداز کہ جنگل آدمیوں کا یہ شہر ہے گویا
یہ حکم ہے کہ نہ ہوں چار ایک جا باہم وہ دن گئے کہ شب و روز رہتا تھا جلسا
عجیب باغ تھا رشکِ بہشت قیصر باغ ہر اک درخت تھا میوے کا غیرتِ طوبیٰ
نہال قطروں سے شبنم کے موتیوں سے سفید عقیق سرخ کے گل تھے زمرّدیں سبزا
چمن لطیف لطیف آبجو نفیس نفیس وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور اودی اودی گھٹا
وہ لال لال گُل سرخ و لالۂ حمرا وہ زرد زرد زرد گل، ہرا ہرا سبزا
ہوا کے جھونکوں میں بے شبہہ جان آتی تھی حقیقتاً دمِ عیسیٰ تھی اس چمن کی ہوا
فلک پہ دانۂ انجم سے پھوٹتی تھی کرن بہار گُل میں جہاں چاند کھیت کرتا تھا
لگا کے دانتوں سے مسواک پھینک دیتے تھے چمن کی خاک سے ہوتا تھا موتیا پیدا
پڑا جب اُڑ کے رُخِ صاف پر غبارِ چمن بنفشۂ خطِ رُخ خال سے ہوا پیدا
بہار نشو و نما کی بہار میں دیکھی شکار فاختہ کو جب وہ سرو قد آیا
چمن میں چھرّوں کے دانوں سے سوئیاں پھوٹیں ہوائے باغ لگی صاف ہو گیا سبزا
ہر ایک بات سے شاخیں وہاں نکلتی تھیں سہی قدوں کا لبِ جُو عجب ذخیرہ تھا
زمینِ باغ میں تھا انتہا کا زورِ نمو گواہ رکھتا ہوں میں شیخ وقت کو اس کا
کہ گر پڑی تھی چمن میں عقیق کی تسبیح تو دفعتہً شجری ہو گیا تھا ہر دانا
صدائے نغمہ سے گونجا ہوا تھا سارا باغ ہر ایک شاخ سے آتی تھی بانسری کی صدا
غزل سرائی بلبل صدائے خندۂ گل شکستِ توبۂ زہاد و قلقلِ مینا
صدائے ساز و نوائے مغنّی و مطرب وہ کوک کوئلوں کی بولنا پپیہوں کا
عجیب رنگ کا میلہ تھا واہ رے ایجاد گلے میں کس کے نہ تھا گیردانیا جوڑا
غرض فقیر سے تا بادشاہ سب یک رنگ روش روش پہ نئی صحبتیں، نیا جلسا
وہ کوٹھیوں میں محل، بیگمات کمروں میں وہ جم کے رہس کی پریوں کا تخت پر آنا

پکارتا تھا یہی رعد سا قیا بر خیز   بگیر جام کہ ابر بہار آ پہنچا
وہ دھوم دھام میں داخلہ کی کون سنتا تھا   فقط یہاں تو سہارا تھا اس کی رحمت کا

عجب بہار تھی ساون کی کیا جما تھا رنگ
غزل سحر کی یہ گاتے تھے خوش گلو کیا کیا

غزل وہ پڑھتا ہوں جس میں ہو رنگ خاص اپنا   چمن میں جینے نہ دوں گا میں رنگ بلبل کا
بہار آئی مبارک ہو جشن نوروزی   پلادے ساقی جم جاہ جام کوثر کا
چمن میں بیٹھ کے وصف بہار لکھتا ہوں   قلم شراب کی ہو اور گلاب کا تختا
شراب تل کے بکے ہے بہار میں اب کی   نجومی کہتے ہیں میزان میں آفتاب آیا
شکار کھیلو بطے کا چل کے دریا پر   نکل چکا ہے فلک پر سحاب کا خیما
یہ سبزہ برلب جو دیکھتا ہے کیا شاداب   کہ غوطہ دے کے نکالی خضر نے سبز عبا
ہوا گھٹا سے اندھیرا جو صحن گلشن میں   تو عندلیب نے یاقوت کا جھاڑ باندھ دیا
ہجوم گل میں یہ غنچے نہیں چٹکتے ہیں   چمن میں گل کا کٹورا بجا رہی ہے صبا
جہاں بہار میں آنسو گرے تھے بلبل کے   اسی زمین پہ سنتے ہیں موتیا پھولا
چمن کے گرد ہوں مہندی کی ٹٹیاں تیار   گلوں پہ ڈالتی ہے آنکھ نرگس شہلا
ہوئی لڑائی زر گل پہ باغبانوں میں   نیا شگوفہ ہے لو اور تازہ گل پھولا
یہ باغ جس کا ہے بے شبہہ جنتی وہ ہے   حدیث میں ہے کہ دنیا نمونۂ عقبیٰ

سحر وہ مرشد کامل ہو خود تو تھے یکرنگ
تمام شہر کو بھی اپنے رنگ پر کھینچا

غضب ہے یا تو وہ میلے تھے یا یہ ویرانا   مقام ہو کا ہے کوئی نظر نہیں آتا
یہ شہر وہ تھا پرستان اس کو کہتے ہیں   جو قصر تھا وہ اکھاڑا تھا راجہ اندر کا
اجاڑ اب یہ پرستان بے سلیماں ہے   کہیں فراق نصیبوں کی ہو قبول دعا

خوشی ہو عید کی نکلے کہیں نہ عید کا چاند دوبارہ روئے ہمایوں کا پھر ہو نظّارا
صدا وہ ڈنکے کی کانوں سے پھر سنیں یارب چلیں سلامی کی توپیں خدا کرے ایسا
سڑک پہ بادِ بہاری چمک کے پھر نکلے شگفتہ غنچۂ دل ہو بہار دے بیلا
ہر ایک کوچے میں میلہ اسی طرح پھر ہو خدا سے زور کسی کا نہیں سوائے دُعا
مقام ضبط ہے دم مارنے کی جا یہ نہیں جو کچھ فلک نے دکھایا وہ آنکھوں سے دیکھا
خدا ہی جانے نظر کس کی لگ گئی ایسی ہنسے بھی اتنے نہ تھے روئے جس قدر بخدا
زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی ہے کمر سفر پہ بندھی ہے قدم نہیں جمتا
رئیس شہر تو سب اپنے حال پر ہیں نہیں ہے آج کوئی اپنا روکنے والا
نہیں قصور کسی کا یہ خوبیٔ اعمال مقام شکر ہے لازم نہیں گلہ شکوا

سحرؔ وہ شعر پڑھے دل دکھا دیا تم نے
اب آگے سننے کی طاقت نہیں برائے خدا

کوئی قصیدۂ رنگیں پڑھو کہ جی بہلے وہ نذر دو اسے جس کا ہو مرتبہ اعلا
وہ کون ہے کہ جناب منوّر الدولہ وزیر ایسا نہ آگے ہوا نہ اب ہوگا
بحق کعبہ خوشامد سے میں نہیں کہتا زمانے کا ہے یہی قول ایک مجبور پہ کیا

.. ..

صفائے قلب سے یکساں ہیں ظاہر و باطن غبار و زنگ سے ہے پاک آئینہ دل کا
جمالِ مہر کا، مریخ کا جلال ملا کمال ماہ کا پایا تو عرش کا رتبا
زیادہ کیجئے تعریف جس قدر کم ہے کہ ایک ذات میں لاکھوں صفات ہیں یکجا
ملک خصال، فلک بارگاہ، کیواں فر قمر رکاب ہے انجم سپاہ نام خدا
وقار و شوکت و جاہ و جلال و عظمت و شان شکوہ و حشمت و دولت عطا و جود و سخا
غریب پروری و عدل گستری و کرم مخیّری و عنایات میں کہوں کیا کیا

فروتنی و تواضع بہ انکساری و نجبہ
بقدر دانی و جوہر شناسی یکتا

نہیب و دبدبہ و فتح و نصرت و اقبال
بیان کی نہیں حاجت جبیں سے ہے پیدا

ملازموں میں ہیں کس کس کمال کے کامل
مصاحبوں میں ہیں بے مثل و بے بدل یکتا

قمر کے پاس ستارے پتنگے شمع کے گرد
قریب گل کے عنادل حضور میں بیٹھا

جبیں کو مطلعِ خورشید لوگ کہتے ہیں
کہ آفتاب ہی ماتھے پہ سجدے کا گھٹا

نمازی کعبے میں ہیں یا مژہ تہ ابرو
ضیائے عارضِ انور ہے نور کا تڑکا

خدا کے نام کی سمرن دہن میں دنداں ہیں
غرض وظیفے سے خالی نہیں کبھی دیکھا

یہی ہے آج فلک وجہ سرخ روئی کی
بہت شباب میں پابوس ہو چکی ہے حنا

برامکہ کا بھی ہر چند اک زمانہ تھا
عجب وزیر تھے بے مثل جعفر و یحیا

جہاں میں نام ہے مانند حاتم طائی
ولایتوں میں ہے ضرب المثل بجود و سخا

مگر شنیدہ و دیدہ کا فرق ظاہر ہے
انھیں سنا فقط آنکھوں سے آپ کو دیکھا

کچھ التفات نہیں جاہِ دنیوی کی طرف
جہان میں نہ کوئی ہوگا ایسا بے پروا

نہ مال سمجھے ذرا منصبِ وزارت کو
کہ لکھ کے دے دیا شاہِ اودھ کو استعفا

عجیب کام کیا راستے میں کعبے کے
عرب میں دھوم ہوئی اور ہند میں شہرا

پکڑ کے قید کیا ڈاکوؤں کے افسر کو
وہ بدوؤں میں تھا لاکھوں کو اس نے مارا تھا

خودی نہ آئی ذرا مسندِ وزارت پہ
رہا خدا پہ ہمیشہ حضور کا تکیا

سلامی توپ کی اہلِ فرنگ لیتے ہیں
بہادری و شجاعت کا ہے یہ آوازا

کہاں سے پہنچے کہاں ساتھ ساتھ حضرت کے
ہزاروں کوس تھا گو لکھنؤ سے کلکتا

جہاں میں آیۂ رحمت ہو مومنوں کے لیے
برائے رحمتِ عالم اٹھائی یہ ایذا

خدا کے بندۂ مقبول ایسے ہوتے ہیں
جو خیر خواہ خلائق کہوں تو ہے زیبا

شکار شیر میں اس فیل مست کو مارا
مسافروں کا وہ کوہِ ملال تھا گویا

وہاں بھی شیرِ خدا نے بچا لیا آکر
کہ شیر بن کے نمودار خود ہوئے مولا

رفل کی گولیاں فیلِ سیہ پہ پڑتی تھیں
گمان تھا شبِ تار و شہابِ ثاقب کا

برنگ ابرِ سیہ جھومتا تھا صحرا میں
کہ چار روز تلک گولیوں کا مینھ برسا

حضور فرد ہیں بندوق کے لگانے میں
نشانہ رات کو بھی آپ سے نہیں بچتا

چراغ گل نہ ہو گولی سے اور گل اڑ جائے
نہ کیونکر ایسے نشانے پہ دل ہو پروانا

نظر عدو نے ملائی کہ پڑ گئے گولے
پلٹ کے آنکھ میں مرغِ نگاہ جا نہ سکا

پڑی جو گولی ہوادار کے دمِ گل گشت
تو مرغِ نکہتِ گل باغ میں پھڑکنے لگا

شکار خوب کیا صید گاہِ عالم میں
برائے نام بھی کوئی نہ جانور چھوٹا

رواج ہے جو پڑاتے کا عہدِ دولت میں
اڑا دیا ہے ہر اک توڑے دار کا طوطا

نمک میں بھی یہ اثر ہے حضورِ والا کے
جہاں نیا کوئی نوکر ہوا ہرن مارا

ذبح کے وقت میں ہوتے جو آپ خاطر سے
شکارِ آہوئے کعبہ حلال ہو جاتا

بجا ہے فیلِ سواری کو کہئے ابرِ بہار
جدھر کو نکلی سواری سنا کہ دھن برسا

زہے وقار کہ کوہِ وقار ہاتھی ہے
یہ سربلند ہے پیلِ فلک کی ٹکر کا

حضور جلوہ نما ہیں جو اپنے ہاتھی پر
فلک پہ عیسیٰ مریم ہیں طور پر موسیٰ

گمان ہوتا ہے خرطوم پر زمانے کو
کہ کوہِ طور پہ موسیٰ نے رکھ دیا ہے عصا

چمک میں ہے جُلِ زرّیں بھی دامنِ طور
عیاں ہے موجِ سیمی پہ نور کا جلوہ

نہیں ہے جھول میں سلمہ کا پھول رخشندہ
طلوعِ مہر ہے دامانِ طور سے گویا

طلائی حوضے کو کہتے ہیں دیکھ دیکھ کے لوگ
یہ کوہِ قاف پہ جاتا ہے تخت پریوں کا

شب دھاں ہے جانے میں طول میں شبِ ہجر
روپہلی جھول پہ بھی چاندنی کا ہے دھوکا

یقین ہوتا ہے اب دانتوں کی سفیدی پر
دو نہر شیر رواں بے ستوں پہ ہیں گویا

سیاہی ہاتھی میں ہے چشمِ مست جادو کی
چلا تو ابر بنا رک گیا تو کوہ ہوا

جلو میں غیب میں جیسے ہو تخت طاؤسی — جلو میں ہاتھی کے آگے ہو وہ کتل خاصا
اسی سے کہتے ہیں اس بادپا کو دریائی — کہ موجِ رم سے حقیقت میں ہو قدم دریا
عجب طلسم کا گھوڑا ہے بے نظیر کی طرح — اگر کہوں عملِ طئے ارض ہے زیبا
نسیم شہر میں دشت و جبل میں تند ہوا — روش پہ بادِ بہاری سڑک پہ بادِ صبا
پری جمال ہے گھوڑے میں آدمیت ہے — بجا ہو نام جو "ہمدم" حضور نے رکھا
پھرے ارادے پہ دل کے اگر لگام نہ ہو — اصیل و تیزرو و خوش خرام شائستا
کبھی سواری میں حاجت ہوئی نہ چابک کی — برائے نام اسے کافی ہو ساز قمچی کا
نہ ٹھہرے آنکھ کبھی گرم رو بہ صورتِ برق — سمندِ ناز کے مانند بارہا چمکا
بس اب عنانِ کُمیتِ قلمِ سحر روکو — سمندِ طبع تو منہ زور ہے نہیں رکتا
زمینِ شعر میں ہر چند ہے بڑی وسعت — مگر دعا پہ کرو خاتمہ قصیدے کا
جہاں میں جب تلک اسپِ سپہر ہو یارب — ہو دستِ رعد میں جب تک کہ برق کا کوڑا
ہو نیزہ دارِ فلک کا بھی نام تا روشن — پھرے یہ ابلقِ ایام جب تلک کاوا

سوارِ اسپِ مضامیں جو ہو مرا ممدوح
الٰہی اس پہ ہو سایہ سوارِ دلدل کا

اسیر لکھنوی

در منقبت حضرت امام زین العابدینؑ

ایک رستے میں جو اک روز ہوا اپنا گزر — صاف ہموار برابر صفتِ سلکِ گہر
نہ بلندی کا کہیں اس میں نہ پستی کا نشاں — جادۂ کاہکشاں جس کو کہیں اہلِ نظر
عاشقوں کا اسے کیا چاک گریباں کہیے — کوچۂ گیسوئے محبوب ہے طرۂ یکسر
صاف آئینے کے مانند وہ رستہ لیکن — رہرواں اس میں تو ٹھہرے نہ کبھی پائے نظر
دیکھتا کیا ہوں کہ دو شخص رواں ہیں سرِ راہ — ایک فربہ بدن اور ایک نہایت لاغر
رہگذروں نے کیے بدر و ہلال ایک جگہ — کاہ کا کوہ کے ہمراہ تھا گویا کہ سفر
ایک کا نام تو تھا فربہی اور ایک کا ضعف — جمع ضدین سے کچھ بحث بھی تھی یکدیگر
فربہی کی تھی یہ تقریر ذرا سن اے ضعف — ہر طرح تجھ سے کیا مجھ کو خدا نے بہتر
سب پہ ظاہر ہے کہ تو ننگِ جہاں ہے ایسا — صید کر لیتے ہیں صیاد غزالِ لاغر
ناتوانی سے کسی دم نہیں کھلتی تری آنکھ — کبھی زانوئے تفکر سے اٹھاتا نہیں سر
اس قدر پشت خمیدہ ہے کہ ہنگامِ خرام — سر سے اونچی نظر آتی ہے کئی ہاتھ کمر
سر ہر اک گام پہ ہلتا ہے یہ ہے ضعفِ دماغ — دل ہر اک جا پہ اچھلتا ہے یہ ہے ضعفِ جگر
ہاتھ میں تیرے عصا آنکھ پہ تیری عینک — نہ ترے ہاتھوں میں طاقت ہے نہ یارائے نظر
ایک میں ہوں کہ وہ دی مجھ کو خدا نے طاقت — نرم ہے زیرِ قدم موم کی صورت پتھر
تجھ سے اور مجھ سے کسی طرح کی نسبت ہی نہیں — فیل سے مورِ ضعیف آنکھ ملائے کیونکر
لنگر ایسے ہیں جو چلتے ہیں ہوا کے جھونکے — ذرے ہو جاتے ہیں گر یوں نہیں ہلتا پتھر

خشک کانٹے سے ہی ایذا کے سوا کیا حاصل — بوئے خوش پھول کے دیتے ہیں چمن میں گل تر
پنبئی جامہ اگر موسم سرما میں نہ ہو — رخت باریک ہیں کیا خلق خدا کو ہو ضرر
مشک اگر پھولتی ہی آب سے ہو کر لبریز — ایک عالم کے لب خشک کو کرتی ہی وہ تر
ہی جو فربہ وہ ہے تعظیم طلب خواہ مخواہ — بزم میں سب کی تنومند پہ پڑتی ہی نظر
ضعف بولا کہ ترا قول سراسر ہی خلاف — یہ تعلّی یہ تبختر! ہیں ترے ہوش کدھر
چھا گئی ہی تری آنکھوں میں یہاں تو چربی — ہنر و عیب تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
لاکھ چلائے مگر مغز سے خالی ہے دُہل — بجز آواز نہیں ہے کوئی گنبد میں ہنر
دیکھنے کو ہے توانا بدن مستسقی! — تجھ کو کہتے ہیں ورم جن کو ہی معنی سے خبر
میل منزل سے ہیں بدتر کہیں پھولے ہوئے پاؤں — پھٹ پڑیں کان تو کس کام کا بھاری زیور
مرد پرگوشت پہ آتی ہے بلا دنیا میں — گاو فربہ کو چھری دیتے ہیں قصّاب اکثر
ہی یہ دستور کہ ہو جاتی ہی فربہ جو زباں — بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہی بشر
اہل حق نے رہ تسلیم میں فاقے کر کے — جسم کو مشق ریاضت سے بنایا بستر
خواب وہ دن کو کرے یہ رہے شب بھر بیدار — فربہی میں ہی وہ کب ہی جو نقاہت میں ہنر
آنکھ پڑتی ہے مہ چار دہم پر کس کی — ہی مہ نو کی طرف ایک زمانے کی نظر
ناتوانی سے بھی بہتر ہے جہاں میں کوئی شے — خوشنما کیا نہیں دیکھی ہے حسینوں کی کمر
رخت گندہ سے ہی پیراہن باریک میں لطف — دیکھ رشتے کو نحافت سے لگے ہاتھ گہر
کس کو معلوم نہیں حوصلۂ مور ضعیف — جس نے دعوت میں سلیماں کا بلایا لشکر
شعر ہے معنی نازک سے پسندیدۂ خلق — چہرہ ہے بینئ باریک سے منظور نظر
آخر کار جو دونوں میں بڑھی گفت و شنود — جمع اک خلق تماشے کو ہوئی سرتاسر
میں بھی نزدیک وہاں تھا یہ کہا میں نے غضب — بحث کیا فائدہ ہی جنگ میں دونوں کا ضرر
فیصلہ اس کا ہی منظور جو تم کو تو چلو — میرے ہمراہ عدالت میں حضور داور

داورِ عرش مکیں حاکمِ افلاک وزمیں　　شاہِ دیں حضرتِ سجاد شفیعِ محشر
کاشفِ رازِ خفی محرمِ اسرارِ جلی　　نقلِ کالاصلِ علی ترجمۂ پیغمبرؐ
شاہ اقبال نشاں زیب دہِ کون ومکاں　　نزہتِ باغِ جناں رنگِ ریاضِ حیدر
واہ رے عشقِ خدا شوقِ عبادت یہ رہا　　شام کو سجدہ کیا ہوگئی سجدے میں سحر
ان کو منظور ہو جو حکمِ خدا سے وہی ہو　　تابعِ حکم ہیں دو ایک قضا ایک قدر
عمدۂ صُنعِ ازل ناسخِ ادیان و مِلل　　صاحبِ علم وعمل عالمِ قرآن وخبر
منبعِ جود وکرم خسروِ بے طبل وعلم　　حاصلِ لوح وقلم مالکِ قصر نہ در
جلوۂ طبعِ رواں جامِ جہاں بیں میں کہاں　　بود ونابودِ جہاں تا بہ ابد پیشِ نظر
خسروِ ملکِ سخاوت شہِ درویش صفت　　تیغِ میدانِ شجاعت علمِ فتح وظفر
مصقلِ رازِ نہاں آئینۂ حسنِ بیاں　　جانِ جسمِ دو جہاں باعثِ ایجادِ بشر
جی میں آتا ہے کہ اک مطلعِ ثانی لکھوں　　شاعرانہ بھی صفت طبع کو ہے مدِّ نظر

مطلع

آستاں آپ کا وہ کعبہ ہے اے فخرِ بشر　　دیدۂ شوقِ ملائک ہیں جہاں حلقۂ در
قدمِ پاک سے ہاتھ آئی ہے جب بزم کو زیب　　شعلہ ہے شانہ کشِ گیسوئے دودِ مجمر
شہرۂ وعظ اگر جائے صنم خانوں میں　　برہمن سجدۂ خالق کو جھکا دیں ابھی سر
حل کئے مسئلۂ شرعِ نبی مثلِ علی　　بیشتر تم سے ہوئے معجزۂ پیغمبرؐ
ہفت افلاک نہیں آپ کی خاطر شاہا!　　سات زینوں کا بنایا ہے خدا نے منبر
آپ کے باغِ سخاوت سے نمو ہے اس کی　　عفو کے پھول ہیں جب نخل میں بخشش کے ثمر
بوئے خلق آپ کی دریا میں جو شامل ہو جائے　　کفِ دریا سے بھی آنے لگے بوئے عنبر
بردِ یخ آپ کو گرمی میں اگر ہو درکار　　توڑ دیں فخر سمجھ کر ملک اپنے شہپر
سیرِ فردوس محبت پہ تمھاری موقوف　　منحصر آپ کی الفت پہ نجاتِ محشر

باغِ شاداب نبوّت کے شگفتہ تمھیں پھول — شجرِ صنعتِ خالق کے تمھیں تازہ ثمر
جو کہو منہ سے وہی ہو وہ زباں میں تاثیر — پائے تغیر مقدّر وہ دعا میں ہے اثر
تم وہ حاکم ہو کہ جب تک نہ اجازت پائیں — سنگ میں لعل نہ پیدا ہوں نہ دریا میں گہر
کون درویش ہی ہوتے نہیں تم جس کے کفیل — کون محتاج ہی لیتے نہیں تم جس کی خبر
تاب کیا بحرِ عدم کی کہ اسے غرق کرے — کشتیِ عالمِ ایجاد کے تم ہو لنگر
لبِ دریا جو ہوا لطف کی آجائے کبھی — موج کی شاخ سے پیدا ہوں گل برگ و ثمر
ہنرِ دشمنِ حضرت نہیں کچھ عیب سے کم — تیرہ ہو جائے جو آئینہ نکالے جوہر
دلِ دشمن میں کہاں آپ کی الفت یا شاہ — تارِ آہن میں پروتا نہیں کوئی گوہر
ناخنِ نیزہ وہ گیرا ہے اگر چاہے وہ — خارِ ماہی کی طرح تیغ سے کھینچے جوہر
دہر سے تم جو اٹھے دہر ہوا بزمِ عزا — شمعِ خاموش کی صورت ہوئے سب خاک بسر
ہمہ تن زخم ہے اب صورتِ گل بلبلِ دل — ہمہ تن داغ ہی ماہی کی طرح مرغِ نظر
کون دنیا میں عزادار نہیں حضرت کا — گیسوئے شام ہی وا، چاک گریبانِ سحر
ماتمِ شاہِ شہیداں میں بہے آپ کے اشک — چھپ گیا مہرِ جہاں تاب تو نکلے اختر
اس قدر روئے گلِ فاطمہ کے ہجر میں آپ — کہ فلک اشک کے دریا میں ہوا نیلوفر
جا کے تم شام کے زنداں میں پھر آئے اس طرح — خضر کا جیسے ہوا پردۂ ظلمت میں گذر
نیند میں نورِ امامت نہ دکھایا تم نے — گنجِ پنہاں نظرِ اہلِ حسد سے بہتر
آب کی پیاس نے پانی کو کیا ہی یہ ذلیل — برجِ آبی سے گریزاں ہیں فلک پر اختر
سخت دل حال تمھارا جو سنیں گریاں ہوں — اشک بن کر قطرۂ تیغ سے ٹپکیں جوہر
چاہیئے آپ کی تعریف میں ہوں حرف وہی — ہوں جو مضمونِ دلِ بیمار سے بھی نازک تر
خوفِ کفار سے کیا آپ کے مداح ہوں چپ — شب نہیں سرمۂ خاموشیِ مرغانِ سحر
یا علی ابن حسین ابن علی جانِ نبی — اپنے مداح کے بھی حال سے لازم ہے خبر

ابتدا سے تمھیں معلوم ہے یا شاہ امم — در حضرت کے سوا اور نہ دیکھا کوئی در
آپ کا نام لیا ہوگا نہ جب تک دم صبح — نہ پیا ہوگا لڑکپن میں بھی شیر مادر
نام حضرت ہی کا لوں تیغ تلے سو سو بار — اب بھی ٹکڑے ہوں اگر جسم کے ستر ستر
شومئ بخت سے لیکن ہوں گنہگار ایسا — کہ نہیں یار خجالت سے اٹھا سکتا سر
گر بمقدار جرائم مجھے تعزیر ملے — تا ابد ہو نہ سکے ختم حساب محشر
اس کی درگاہ میں ہے آپ کی مقبول دعا — جو زباں سے کہو آجائے وہی پیش نظر
لو دعا آپ نے کی ہم کو بھی معلوم ہوا — رحم خالق نے کیا غم کی ہوئی شام سحر

یا خدا داخل دوزخ ہوں عدو حضرت کے
پائیں فردوس محب آپ کے روز محشر

منیرؔ شکوہ آبادی

(۱)

در نعت

رُخِ احباب سے ظاہر ہوا ہی بغضِ پنہانی
صفائی کے گواہوں میں ہی کاذب صبحِ پیشانی

شکایت بختِ کج کی لکھنے پر آئیں جو زندانی
الف آزادوں کے ماتھے سے مانگے خطِّ پیشانی

ابھی بننا ہی تجھ کو نرگسِ گلزارِ حیرانی
نگاہِ آخری سے ہو وداع اے چشمِ قربانی

بہت سی فکر کی لیکن سبک باری نہیں ممکن
مرے زانو کی چھاتی کا ہی پتھر خشتِ پیشانی

جو ہیں عاشق مزاج ان کو نہیں برداشت پردے کی
کسی خلعت سے چھپ سکتی نہیں شعلے کی عریانی

بگڑنا بھی ہی بننا بھی ہی ہر دم اپنی قسمت میں
مگر ہی تختۂ مشقِ طفلِ مکتب لوحِ پیشانی

مغفرت تشنہ کامانِ شہادت کو نہ پہنچائے
بجھاتے ہیں اسی سے لو ہے میں تلوار کا پانی

ہوئے ہیں کفر و اسلام اس قدر آپس میں ہم صحبت
گلے ملتے ہیں ہر زاہد کے زنّارِ سلیمانی

تکلف خوش لباسی کا رہا ہی بدمزاجی پر
ہزاروں ہولیوں میں صرف ہو گی چینِ پیشانی

ہوا بازارِ خود بینی میں آئینے کو بھی نقصاں
نہ کھول اے چشمِ قربانی یہاں دکانِ حیرانی

حصیرِ خاک پر نقشِ قدم کی طرح تکیہ کر
سمجھ بادِ ہوا افسانۂ تختِ سلیمانی

گلِ داغِ جگر ہائے شگفتہ طبع دنیا میں
بجز زخمِ جبیں کوئی نہیں ہی خندہ پیشانی

ملوث ہو چلے اہلِ صفا بھی صحبتِ بد میں
نہیں رہنے کی آبِ صبح دم میں پاک دامانی

سوائے استخواں زانوئے فکرت میں نہیں باقی
بھلا کس تکیہ پر سر رکھ کے سوئے بختِ پیشانی

سیہ کاروں کے سر پر انسیرِ عزت نظر آئے
بنے ہیں مرغِ عیسیٰ ان دنوں مرغِ سلیمانی

پھنسا ہی موذیوں کے قبضے میں حسنِ جہاں آرا
قمر در عقرب ان روزوں بنا ہی ماہِ کنعانی

غنی ہیں اژدہا و سیل و جغد و بوم ان روزوں — کسے دیں گے سلاطین جہاں جاگیر ویرانی
چنے کھانے کو ترسیں صاحبان گوہر غالی — صدف کو دے نوالہ موتیوں کا ابر نیسانی
پھنسے ہیں ایک جا ادنیٰ و اعلیٰ واہ ری قسمت — برابر خانۂ زنجیر میں ہے سب کی مہمانی
بچھونا ٹاٹ کمبل اوڑھنا ٹھہرا ہے ان روزوں — کوئی اوڑھے بچھائے کیا لحاف و رحم سلطانی
امیروں سے بلائے غدر پہنچی ان غریبوں تک — کہ بے قدری و ضعف حال میں جن کا نہیں ثانی
ہوئے قربان وہ اخود ملزمی ماخوذ فرمان بر — تامل کی نظر سے ان کو دیکھیں انسی و جانی
کہ جو ہے مدعی قاضی وہی مفتی وہی شاہد — اگر ہو غیر ثالث تو عدالت کی ہو آسانی
کرے جو استغاثہ خدمت حکام اعلیٰ میں — بجا لائے حکم اوّل کی سنائش قاضی دیوانی
مثال اس کی یہ ہے جیسے بہت بیمار ہو کوئی — گھٹے طاقت مدام اس کی بڑھیں امراض جسمانی
نہایت منت و زاری کرے حاذق طبیبوں کی — نہ سنتے ہوں وہ اس کا شکوۂ آلام روحانی
سنیں بھی تو کہیں بے فائدہ کیوں غل مچایا ہے — وہی کافی ہے پہلا نسخہ اے بیمار نادانی
سزا جو ظالموں کو دی وہ حق تھی چشم ما روشن — مگر ہم سے غریبوں کی عبث کی خانہ ویرانی
سوئے نقش زن زنداں میں مل سکتا نہیں کوئی — ہوئی ہے خانۂ زنبور میں دنیا کی مہمانی
ہوا ہے مشتری محبوس گویا برج عقرب میں — نظر آتے ہیں اہل علم و فضل اس سال زندانی
مٹا ہے نام شاہی ہند سے اس درجہ ان روزوں — نہیں ممکن کہ اب بانات بھی کہلائے سلطانی
جو کل مزدور تھے وہ آج ٹھہرے راج کے مالک — جو شب کو مہترانی تھی ہوئی دن کو مہارانی
عدالت ان دنوں ایسی بڑھائی ہے زمانے نے — کہ شمشیر و گلو پیتے ہیں اک ہی گھاٹ پر پانی
زمانے کا پتہ ملتا نہیں معدوم ہونے سے — مسافر ڈھونڈھتے ہیں اب سرائے عالم فانی
ہوا ہتھیار چھن جانے کی عالم میں چلی جب سے — چلیں گھر چھوڑ کر جنگل کو گجراتی الیمانی
بنائیں بیڑیاں تلواروں کو تڑوا کے گردوں نے — کیا ارباب جوہر کو ہر اک حیلے سے زندانی
بہادر نوحہ گر ہیں ماتم مرگ شجاعت میں — بجائے نعرۂ شیرانہ سیکھی مرثیہ خوانی

ہوئے ہیں سب بے کفن مدفون مثلِ میتِ مفلس　　سنانِ گیو، گرزِ رستمی، گرزِ نریمانی
ہوا چترِ ہما عنقا سے بھی معدوم ان روزوں　　پڑے ہیں دھوپ میں محتاجِ سایۂ ظلِ سبحانی
پڑے ہیں ٹھوکروں میں کاسۂ سر بادشاہوں کے (۴۸)　　الٰہی روئیے کس کا سر پکڑ کر تاجِ سلطانی
کسی نے کوڑیوں کے مول بھی پوچھا نہ ان روزوں　　چڑھی نیلام پر سلطانی و نوابی و خاقانی
کیا زاغ و زغن نے آشیانہ چتر منزل پر　　سرِ تختِ ہما ہیں بوم صرفِ بال افشانی
پڑے ہیں خاک پر شاہانِ عالم واہ ری قسمت　　کمینے ٹھوکروں سے توڑتے ہیں تختِ سلطانی
محل سونے کے ٹوٹے کھنڈ گئے ایوانِ مینائی　　بنا ہے کہنہ گورستاں کی صورت قصرِ سلطانی
محل و باغ کا بئس البدل وحشت فزا سڑکیں (۴۹)　　کہ جن کے عرض سے نادم ہے طولِ عمرِ شیطانی
جہاں دیکھو سڑک پر مجمعِ وحشت کی کثرت ہے　　نظر آتا ہے ہر میلے میں انبوہِ پریشانی
عدالت سے ملی ہے چند و بوم و زاغ کو ڈگری　　ہوئی ہے ضبط ملکِ بلبل و طاؤسِ بستانی
گلستانِ ارم میں جھوم ہے مرگھٹ کی رعونت کی　　تکلف سے ہے قیصر باغ میں گھورے کی مہمانی
ہوئے فاقہ کشوں کے پیٹ نعمت خانۂ شاہی　　بنی ہے کیسۂ مفلس در دولت کی دربانی
پریشانی کے ٹھیکے میں ہر اک دربار و مجمع ہے (۵۰)　　اجارہ بستیوں کا ہے کہ خوش پھرتی ہے ویرانی
اگر اس وقت میں ہوتے تو ڈر سے بھیک کیے پھرتے　　جنابِ میرزا خانی متاعِ خانخانانی
کیا ہی رخت آہنگر کی صورت داغِ حسرت نے　　ستم سے سانس لے سکتا نہیں ہے کوئی ساسانی
کوئی دریا میں ہے گریاں کوئی خشکی میں بے ساماں　　اب اس میں نوحِ طوفانی ہو یا ہو نوحِ سامانی
خوشی کے دن بھی عریاں تھے امیرانِ فلک رفعت　　ہلالِ عید کرتا کس کے جامے کی گریبانی
بہار آئی بھی دنیا میں تو دیوانے کہاں ہونگے (۵۵)　　کرے گی بوئے گل کس کے دماغِ جاں کی مہمانی
اولی الابصار کو تقدیر نے بالکل مٹا ڈالا　　کرے گی سوزنِ تقدیر کن آنکھوں کی مژگانی
ملا ہے عہدۂ خورشید شاید سعد ذابح کو　　کہ لاکھوں ہر سحر تلوار سے ہوتے ہیں قربانی
قضا جتنی معلق تھی وہ مبرم ہو گئی اب کی　　لٹک کر پھانسی میں جاتی رہی بنیادِ انسانی

جو دیکھے ناوکِ بیداد حسرت صیدِ زخمی کی　　لبِ سوفار دانتوں میں دبائے لعلِ پیکانی

گئی سرخی سڑک پر جانتے ہیں دیکھنے والے　　ہوا ہے خونِ ناحق سے یہ فرشِ خاک افشانی

کہاں کی دایہ آغوشِ لحد میں اب وہ سوتے ہیں　　ملک کرتے تھے جن اطفال کی گہوارہ جنبانی

لگا دی ہے جھڑی بھی تیر بارانِ حوادث کی　　فلک نے تیرہ بختی کی اگر بخشی ہے بارانی

کہاں کا دانۂ گندم نہ پائی جَو کی بھوسی تک　　خواتینِ عظیمہ نے اگرچہ خاک بھی چھانی

لڑے ہیں گورے کالے ہند میں باہم غضب آیا　　غرابُ البین کے سایہ سے پہلے ہے یہ ویرانی

جہاں دیکھو سپاہی مست ہیں حکام مجنوں ہیں　　اب اس کو فوجداری کوئی سمجھے خواہ دیوانی

نقرئی رنگ کے پردے میں پنہاں اہلِ ہمت ہیں　　جہاں کی خاک دیکھو ان دنوں مٹی ہے ملتانی

وہی پہنچائے ایذائیں سہارا ڈھونڈھیے جس کا　　عصائے پیر سے مطلب نہ نکلے غیر ثعبانی

رسائی مہر کی مشکل ہے اب ذرہ کی خدمت میں　　فلک پر جائے ظلمانی ہے زیرِ خاک نورانی

ترقی کو تنزل ہے تنزل کو ترقی ہے　　فلک پیشِ زمیں حاضر ہے بہرِ تہنیت خوانی

نکل کر ہند سے آنا ہوا جب اس جزیرے میں　　اسیرِ دل کی سیہ بختی سے کالا ہو گیا پانی

نکلوا کر وطن سے پھر دیا لاکھوں کو جنگل میں　　جگہ رہنے کی اب پاتے نہیں غولِ بیابانی

نظر آئے ہزاروں دیو جن جس دن سے گھر چھوٹا　　سوادِ شامِ غربت تھا مگر محلِ سلیمانی

پھنسا ہے اس طرح مجھ سا مفیدِ خلق محبس میں　　کہ علمِ کیمیا جیسے دلِ قاروں میں زندانی

پھنسا دیں شاہدانِ زور لاکھو آفت میں اس کو بھی　　براءتِ گرگِ یوسف کی جو چاہے پیرِ کنعانی

سلاطینِ قدیمہ کی دوائیں ہاتھ آئی ہیں　　بھری ہیں کوٹھڑوں میں جنسِ فرعونی و ہامانی

ہوئے ہیں جمع تحت و فوق دنیا اس جزیرے میں　　بلندی اور پستی کی یہاں دیکھی فراوانی

بلندی پر چڑھے تو دار پر گویا چڑھے ناحق　　جو اترے تو کنوئیں میں سے گرے گویا گرانجانی

سیاہی جنگلیوں کی ہے سفیدی گورے رنگوں کی　　دو رنگی میں پھنسے روز و شب اس ٹاپو کے زندانی

اگر اشیا میسر ہیں تو خود محتاج ہیں قیدی　　بڑی قسمت جو روٹی دال مل جائے باسانی

ابالی دال کو کتے کی قے فاقہ سمجھتا ہے نکمّے چاولوں کو جانتا ہے بھینس کی سانی
میسر لحمِ مرغِ دل ہے لیکن گوشت عنقا ہے چبائیں کیوں نہ پشتِ دست اس جا لوگ زندانی
سوائے لختِ دل ممکن نہیں ہے عیدِ اضحیٰ کو اگر گاوِ زمیں ثورِ فلک کی بھی ہو قربانی
اگرچہ گندمی رنگوں کو پیدا اس جزیرے نے نہ پائی ایک دن بھی آردِ گندم کی ارزانی
کرو ارّہ کشی یا مٹی کھودو چکیاں پیسو اگر ہو جاں بلب منہ میں نہ ٹپکائے کوئی پانی
سوا خارش کے دانوں سے اب دالی کی کثرت زیادہ استخواں ریزوں سے چاول کی فراوانی
لبِ شیریں کے بوسوں سے بھی بڑھ کر گُڑ کی وقعت ہے نہ پائے صورتِ فرہاد اگر سر پھوڑیں زندانی
شکر کے بدلے ریگِ ساحلِ دریا ہزاروں من کرے کیا خاک کوئی دعوتِ مورِ سلیمانی
بحکمِ صورِ محشر اس کو مردے چونک پڑتے ہیں یہ دریا شور کرتا ہے کہ ہوتا ہے جگر پانی
شب و روز اپنی قسمت پھوڑتا ہے سنگِ ساحل سے مفید قیدیاں ہو خاک پتھر اس کی طغیانی
ثقالت آبِ دریا میں ہے نرمی سنگِ ساحل میں کلیجا پانی کا پتھر ہے پتھر کا جگر پانی
برستا ہے برابر ابرِ دریا بار روز و شب بھرا جاتا ہے سب کے مزرعِ امید پر پانی
ملائک قیدیوں کے حال پر شاید کہ روتے ہیں کہ ایک اک قطرۂ باراں میں ہے دریا کی طغیانی
شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں ہائل ہجومِ کربِ جسمانی، وفورِ رنجِ روحانی
کجا دانند حالِ ما سبکبارانِ ساحل ہا کہ کس بحرِ بلا میں کشتیٔ ہستی ہے طوفانی
ہوائے تند سے نخلِ فلک فرسا اکھڑتے ہیں بہی جاتی ہے بارش کے سبب بنیادِ انسانی
عذابِ قومِ نوح و قومِ ہود آپس میں توام ہیں نئی آب و ہوا ہے دعوتِ اصحابِ زندانی
وطن ہے سکھیروں کا جاگیر ہے یہ مار و کژدم کی کھلانا زہرِ قاتل ہے یہاں کی [illegible]
جہاں دیکھو ہوا اکلِ میت و خنزیر کی کثرت حریص اس کے ہیں از بس چینی و برہما و نصرانی
نشانِ خوکِ مخنوق و نعیقِ زاغ سنتے ہیں یہی ہے راگِ صبح و شام ٹوڑی ہے نہ ملتانی
سحر تک شام سے غوغا ہے خرچنگ و ضفادع کا محال ممتنع ہے دیدۂ مردم میں نیند آنی

وہ گرمی ہے یہاں جو ہند میں موسم ہے سردی کا — حرارت دھوپ کی ہے دوزخ اجسام انسانی
گئی گرمی تو پھر برسات ٹھہری نو مہینے تک — اسی برسات سے ہے ہم بغل فصل زمستانی
یہاں ارباب لندن کی بھی رنگت تیرہ ہوتی ہے — نہ خشکی اگر نقرہ دکھائے اپنی جولانی
سحر کی پھیر دیں کو شام کلیان اس جگہ سمجھو — گدازا چاندنی میں ہے اندھیری رات کا پانی
بیاض تخم مرغاں ہے مداد مجمرہ گویا — نہ ثبت الحدید آئے جو مروارید عمانی
اگر بگلے کے انڈے تم بٹھا دو اس جزیرے میں — عجب کیا ہے کہ پیدا اس سے ہوں زاغ بیابانی
یہاں بیماریاں دیکھیں زیادہ ساری دنیا سے — بنا ہے گنجینۂ امراض گویا جسم انسانی
تمامی عمر کا سرمایۂ طاقت لٹاتا ہے — جو بھولے سے کوئی کر بیٹھتا ہے تپ کی مہمانی
دوا کا قحط ہے امراض بے مانگے میسر ہیں — گرانی ہوشیاری کی ہے بیہوشی کی ارزانی
نہیں بھی آ نہیں سکتی شفا کی اس جزیرے میں — کیا ہے امت عیسیٰ نے کیا اس کو بھی زندانی
اجل جس دن سے غوطے کھا کے پہنچی اس جزیرے میں — نکلتی ہی نہیں ایسی ڈری ہے دیکھ کر پانی
کریں کیا مردوں کی خدمت کہ ہیں بے دست و پا زندے — بتاؤ ہاتھ کس سے مانگیں بجز فاتحہ خوانی
مناجات و دعا و استغاثہ پڑھتے جاتے ہیں — نہیں جاتی نہیں جاتی نہیں جاتی پریشانی
پر روح الامیں دے طائر فریاد کو یا رب — کہ اڑ کر صاف جا پہنچے مدینے میں بآسانی
خزانہ کی صدا کیسے میں سن لی جس نے یثرب سے — نہ سننے میں ہماری آہ کے کیا مصلحت جانی
نہیں آتا جو رحم اس رحمۃ للعالمیں کو اب — ہماری آہ ہے کیا نارسا ناقوس رہبانی
نہیں سنتا جواب فریاد اپنے کلمہ گویوں کی — مگر مصروف خواب عیش ہے وہ نور یزدانی
ملائک پاسبانوں میں ہیں حفظ حق کا پہرے پر — بمشکل خازن جنت نے پایا کار دربانی
گذر ممکن نہیں ہے اس جگہ یک تصور کا — یہاں تاخیر میں ہے کشتی امید طوفانی
سفارش چاہتا ہوں راکب دوش پیمبر سے — جناب خامس آل عبا محبوب ربانی
لب شط کربلا سے تشنہ کے گلے سے جلاد جو ٹکا دیں — سفارش میری فرمائیں کہ ہو مشکل کی آسانی

کسی سے یہ قصیدہ محفلِ اقدس میں پڑھوائیں ۔۔۔ کہ جس کے مطلعِ نو میں ہو سورج کی درخشانی

مطلع

جو اس کے نقشِ پا پر سر جھکائے بندۂ جانی ۔۔۔ پرستش گاہ ہر سجدے کی ٹھہرے اس کی پیشانی

نہیں ممکن کرے کوئی گمانِ لطفِ نورانی ۔۔۔ عبث باندھے ہے پتھر پیٹ پر مہرِ سلیمانی
بڑھے گی اس قدر حیرت جو صبرِ پاک دیکھے گا ۔۔۔ بنے گا سورۂ صاد اک نظر میں چشمِ قربانی
غلافِ کفر سے رکھے جو اس کے عہد میں شیطاں ۔۔۔ گلوئے دیو کی پھانسی ہو زنارِ سلیمانی
اگر فرشِ زمیں پر روضۂ اقدس بناتا ہو ۔۔۔ سروں پر ڈھوتے ہیں حور و ملائک خشتِ پیشانی
غلام اس کے اگر جویندۂ اخبارِ غیبی ہوں ۔۔۔ خبر تارِ نفس کی ڈاک پر بھجوائے روحانی
سوا پایا مزا اصلی وطن سے آپ کے دل میں ۔۔۔ اتر کر لامکاں سے آئیں جب آیاتِ قرآنی
پڑھوں میں ایک مطلع اور دربارِ معلیٰ میں ۔۔۔ اٹھائیں آج روحانی بھی لطفِ فکرِ انسانی

مطلع

پسند آئے جو اس کو اہلِ عصیاں کی پشیمانی ۔۔۔ حضورِ اشکِ حسرت چشمۂ کوثر بھرے پانی

تجلی پر اگر آ جائے اس کا روئے نورانی ۔۔۔ تو دیکھے کورِ مادر زاد بھی اسرارِ ربانی
دکھا دے طفلِ طبعی سلطنت کے نقش اگر اس کا ۔۔۔ چلے انگلی پکڑ کر خاتمِ دستِ سلیمانی
اگر سہواً بھی تسبیحِ درودِ پاک کو چھوڑیں ۔۔۔ کواکب بھول جائیں اپنی اپنی سبحہ گردانی
کفِ پائے منور کی تجلی سے غش آیا ہے ۔۔۔ دہانِ مہر میں شبنم چوانے جاتی ہے پانی
ہوئے ہیں گوسفند و گرگ اس کے عدل سے باہم ۔۔۔ شبانِ وادیٔ ایمن کرے کس کی نگہبانی
کہوں کیا سایۂ پرنور کے معدوم ہونے میں ۔۔۔ سمجھو نا کہ توسنِ فکر ستنے کی ہے ہمت جولانی
نہ ہوتا جمع یہ سایہ اگر مدِ امانت میں ۔۔۔ نہ ہوتی خوش سواد اس مرتبہ اقلیمِ روحانی

سیاہیِ چشم و زلفِ حور کی اس کی بدولت ہے   قلم نے لوح پر لکھے اسی سے حکمِ ربّانی
کلامِ پاک میں واللیل اسی کو حق نے فرمایا   امانت ہے قسم کے واسطے یہ ظلِّ نورانی
یہی تو پردہ دارِ عاشق و معشوق ٹھہرا تھا   شبِ معراج بن کر کی اسی نے نور افشانی
اسی سایہ نے شاید لے لیا ظلِّ حمایت میں   کہ طوبیٰ کی ملائک کرتے ہیں اتنی نگہبانی
نبی شامِ جوانی بھی اسی سایہ کے صدقے میں   لباسِ کعبہ نے پائی اسی سے مشک افشانی
کمالِ فقرِ حضرت کی اگر بُو پائیں گے لذّت   لبِ نانِ جویں کے بوسوں کو ترسیں گے روحانی
جو زر بخشی کی خاطر نام لکھے وہ فقیروں کا   نوالہ کھائے سونے کا دہانِ میم مہمانی
جو اس کے گیسوئے پر نور حکمِ عام فرمائیں   کسی گھر میں نہ کرنے پائے جمعیت پریشانی
جلا سکتے نہیں عیسیٰ بھی بیشِ مصحفِ اکبر   برنگِ مردہ تابوتِ سکینہ میں ہے عبرانی
مو حّد امّہات پاک و آبائے مقدس ہیں   سوا ہے قندیلوں کے پرسے جس کی پاک دامانی
نکالا سایۂ گیسوئے اقدس نے زمانے سے   دھوئیں کے بھیس میں چھپنے لگی زلفِ پریشانی
جے تخمِ عذابِ ایزدی اس آبیاری سے   کلیجہ اس کے اعدا کا جو غم سے ہو گیا پانی
جو برگِ خشک پائے راہِ یثرب سے کوئی دہقاں   سکھا دے خازنِ جنت کو برسوں کار رضوانی
جہاں ہے پنجۂ دستِ خدا شانہ کشِ گیسو   وہاں سے خاک اڑاتی پھرتی ہے گیسو پریشانی
سیاست ہو اگر منظور اربابِ ضلالت کی   شکنجے میں فلک کھینچے کتابِ مکرِ شیطانی
چھڑایا پاس سے پلہ جو اس نے اہلِ عصیاں کا   ہوئی ہے توبہ دلالہ میانِ عفت و زانی
علاقہ کفر سے جیب کر جو رکھے عہدِ اقدس میں   جنیوٗ کا لگائے ہاتھ زنارِ سلیمانی
یہ اس کے عہد میں امن و اماں حاصل ہے دنیا کو   کہ آتی ہے نظر جمعیتِ دل کی فراوانی
حواس مخمس دیوانہ بھی سونگھے سے فراہم ہوں   جو کھینچو سنبلِ آشفتہ سے عطرِ پریشانی
جرا غاں کو جو شق القمر میں رات نے دیکھا   فروغِ ناخنِ انور نے جب کی نور افشانی
لہو میں تر دہانِ پاک تھا پتھر کے صدمے سے   ہلالِ لب نے کی عینِ شفق میں نور افشانی

نہیں نکلے لہو کے قطرے دندانِ منور سے (۱۶۰) خدا نے موتیوں میں تولے ہیں یاقوت رمانی

شفاعت امتِ عاصی کی جب فرمائیں گے حضرت   کرے گا سایہ ہم سب پر ہمائے فضل ربانی

بڑھے گی ندامت و غیرت اس قدر احساسِ عصیاں کی   یہاں تک رحمتِ اللہ کی ہو گی فراوانی

فرشتے آرزو دل میں کریں گے ترکِ عصمت کی   کہیں گے کاش ملتا دو گھڑی کو جسم انسانی

حسین ابن علی کی تشنہ کامی پر جو روئے ہیں   انھیں کے واسطے ہے کوثر و تسنیم ارزانی

نہیں اس آبرو میں دشمنانِ آل کا حصہ (۱۶۵) سنان و شمر کے منہ میں بھر آیا کس لیے پانی

مناقب آلِ یٰسیں کے سنا دیں اپنی امت کو   اسی کے واسطے تھا اصطفائے آلِ عمرانی

بھلا تعریف اس کی لکھ سکے کوئی بشر کیونکر   کہ جس کے وصف میں ناطق ہیں خود آیاتِ قرآنی

اڑیں یا روح القدس کے ہوش فکرِ نعت اقدس میں   مہ مہنا یہاں ناقص ہے خود گم مہر نورانی

نہ لکھ سکتا قصیدہ جب کبھی میں نعت مولیٰ میں   اگر بالفرض پاتا رتبۂ عرفی و خاقانی

نہیں ہے یہ قصیدہ نالۂ مظلوم اسے سمجھو (۱۷۰) لقب اس کا یہ بے برنام ہے "فریادِ زندانی"

خدائے پاک کا میں واسطہ دیتا ہوں حضرت کو   بحقِ اسمِ اعظم اور بمہرِ وحیِ ربانی

قسم دیتا ہوں میں زخمِ سرِ حیدر کی حضرت کو   کہ جس کی تیغِ آہن سے دلِ اعدا ہوا پانی

وہی حیدر کہ جس کو نفسِ حضرت حق نے فرمایا   اسی سے آپ کو تھا اتحادِ جسمی و جانی

وہی حیدر کہ جس کے واسطے کی شمس نے رجعت   وہی حیدر کہ جس کا آئینہ ہے ماہ کنعانی

قسم دیتا ہوں اب میں بضعۂ حضرت کی حضرت کو (۱۷۵) جنابِ فاطمہ خاتونِ جنت رازِ ربانی

وہی زہرا کہ جس کی آپ خود تعظیم کرتے تھے   وہی زہرا کہ جس کی حوریں کرتی تھیں نگہبانی

جنابِ سبطِ اکبر کی قسم دیتا ہوں حضرت کو   امام مجتبیٰ نورِ الٰہی فیضِ رحمانی

قسم اس سیدِ مظلوم کی حضرت کو دیتا ہوں   نہ پایا جس نے دشتِ کربلا میں تین دن پانی

وہی مظلوم جس کی لاش پامالِ ستم اُٹھی   وہی بیکس کہ جس کا ہے کفن ملبوسِ عریانی

قسم دوں ان شہیدانِ رہِ خالق کی یا مولا (۱۸۰) ہوئی شمشیرِ اربابِ ستم سے جن کی قربانی

قسم ان آدمِ آلِ عبا کی آپ کو دوں میں | کہ جس نے قید میں اہلِ حرم کی کی شتربانی
جنابِ سید سجاد زین العابدیں ہیں وہ | کہ جس کے گریہ سے تھی کشتیٔ افلاک طوفانی
قسم حضرت کو ہے ان بانوانِ پاک و طاہر کی | برہنہ سر رہیں جو شام کے زنداں میں زندانی
قسم ہے حضرت والا کو روحِ پاک باقر کی | وہی باقر ملائک جس کی کرتے تھے ثنا خوانی
قسم دیتا ہوں اب میں جعفرِ صادق کی یا مولا | وہی جعفر جسے کہیے مجسم فضلِ ربانی
قسم ہے موسیٔ کاظم کی مولا رحم فرماؤ | وہی کاظم کہ جو تھے عمر بھر مظلوم و زندانی
امامِ ضامن و ثامن کی دیتا ہوں قسم تم کو | کہ جس کا روضہ ہے خورشید اقلیم خراسانی
قسم دیتا ہوں مہرِ تاسعِ برجِ امامت کی | کہ جس کی ذات انور ہے فروغِ عرشِ یزدانی
علیِ چارمیں کی اب قسم مقبول فرماؤ | کہ جس کے وصف سے خالی نہیں آیاتِ قرآنی
سمیٔ سبطِ اکبر کی قسم دیتا ہوں حضرت کو | کہ برقِ طور جس کے سایہ کی ہے نور افشانی
جنابِ مہدیٔ ہادی کی یا مولا قسم تم کو | وہی مہدی کہ جو اللہ کا ہے رازِ پنہانی
چکا چوند آنکھوں میں ہو ہوش اڑ جائیں غش آجائے | کلیم اللہ اگر اس مہر کی دیکھیں درخشانی
یہ قسمیں دے کے کہتا ہوں کہ جلدی رحم فرماؤ | رہائی قید سے بخشو کہ ہو مشکل کی آسانی
ملا دو جلد احباب و عیال و اقربا سے اب | دکھا دو جلد تر مجھ کو وطن کی صبحِ نورانی
ملال و رنج و غم سے آج ہی امن و اماں بخشو | رہوں صحت سے ہو شادی و راحت کی فراوانی
کروں ہندوستاں سے قصد پھر حج و زیارت کا | غبارِ یثرب و بطحا سے جلد آنکھیں ہوں نورانی
اسی ذی الحجہ تک مطلب مرے دل کے عنایت ہوں | کرے اب کا محرم ہند میں یہ بندۂ جانی
غلامِ اہلبیت آگے میں تھا مشہور اب بھی ہوں | غریب و بے نصیب و بے کس و محتاج و زندانی

منیرِ بے حقیقت پر کرو اب رحم یا حضرت
کہ فوجِ انتظار اب سخت کرتی ہے ستم رانی

(۲)

در منقبت حضرت امام حسنؑ

اشکِ زلیخا ہوئے بحر صفت جوش زن غرق ہوا چاہ میں یوسفِ گُل پیرہن
آبلۂ روز پر تازہ حنا بندھ گئی ابروئے زالِ زری نیلِ ہیبت شکن
چاہِ سیہ میں گرا یوسفِ رنگیں قبا دلو سیہ ہو گیا شاہدِ پرویں پرن
مالِ شہِ نیم روز بس کہ ہوا کم بہا زنگیوں کے بال سے بدلی سنہری کرن
خیمۂ زربفت میں لیلیٰ مشکیں لباس زینتِ فانوسِ سبز شمعِ مرصع لگن
پنجۂ کف الخضیب شانۂ گیسوئے شب سرمۂ چشمِ نجوم مشکِ غزالِ ختن
گنبدِ فیروزہ میں چھوڑ کے تابوت کو دخترکانِ یتیم پھرنے لگیں خندہ زن
لالۂ داغِ پلنگ تھی شفقِ آسماں دیکھ کر اوجِ رقیب کبک ہوا سینہ زن
خسروِ اقلیمِ چیں قصرِ ششم میں مکیں ہندوئے بالا نشیں حرفِ بت و برہمن
ترکِ کماندار نے تیر کیا زیبِ قوس زینتِ دستِ سماک نیزۂ خارا شکن
دیرِ زمرد نگار، منظرِ اختر شمار کرنے لگا آشکار صورتِ صدہا وثن
صوفیِ ازرق لباس، اپنی بغل میں لیے لولیِ الماس پوش، شاہدِ بابل وطن
نظمِ نظامی ہوئے خمسۂ حیرت زدہ فکرِ بلالی بنے اخترِ برجِ سخن
تیرِ سہاب و شہاب خوب چلے دیر تک ناوکِ ارجن ہوا مرکزِ کافِ کرن
خوشے کے ہر دانے نے پائی یہ نشو و نما بڑھ کے ہوئے نخلِ طور مثلِ چنارِ کہن
تا جگرِ شیرِ سرخ ناوکِ دندانِ فیل سرحدِ دشتِ بیاض آ گئی تا مچھلی تن
آئینۂ خاوری چشمۂ بے آب تھا حلقۂ سیمیں ہوا شمعِ سرِ انجمن

جلوہ گر بام سبز طائر سیماب گوں　　زاغ سیہ کا شکار مرغ ملمع بدن

خضر زمرد لباس صاحبِ دستِ کلیم　　زیب مصلائے سبز لولئ بابل وطن

ترک سناں دار نے خانہ نشینی جو کی　　نشتر کژدم ہوا نیزۂ خارا شکن

پیر مبارک نہاد، خواجۂ سنجیدہ طبع　　صاحب قدسی نفس دادرِ دیر کہن

گرم افادت ہوا، شام سے دینے لگا　　نسخۂ قسطاس کا درس سرِ انجمن

دہرے محل میں ہوا صاحب دفتر مکیں　　بحث شب و روز میں اہلِ قلم حرف زن

ہندوئے بیدار بخت ساتھ لیے ڈلو آب　　راہِ بتاں میں ہوا ابر صفت قطرہ زن

تھا شکم روز تو مرتع آہوئے روز　　کرگس افتادہ بر ترک فلک تیر زن

آبلۂ پنج پا جس کو سمجھتے تھے ہم　　شاخِ سر گاؤ پر تھا وہ گلِ نسترن

اس گل تازہ پہ تھا اک گلِ سوسن نمود　　اس گلِ سوسن میں تھا نقش سوادِ زمن

حوت و برہ کے کباب ہوگئے بالائے چرخ　　آتش شمع و چراغ بسکہ ہوئی شعلہ زن

تھا کمر باغ میں منطقۂ گوہریں　　موجۂ آبِ گہر چار طرف قطرہ زن

آب گہر جلوہ میں تھا صفتِ جوئے شیر　　منبع شیر صباح تھی وہی نہر لبن

چشم شبانِ برہ تھی صفت طاسِ خوں　　لاکھوں گلِ نسترن ایک گلِ ناردن

تھا جو گلِ ناردن جس کے اثر سے کھلیں　　گلشن آفاق میں لالۂ خونیں کفن

کرگس پراں ہوا بال کشائے ہُوا　　شہپر خفاش میں چھپ رہے زاغ و زغن

بال مرصع ہوئے زاغ سیہ کو نصیب　　طائر پر سوختہ مرغ ملمع بدن

یوسفِ زریں قبا چاہِ سیہ میں گرا　　پیر فلک جا بجا طالب دادرس

باغ میں گوہر فشاں دامنِ بادِ صبا　　دشت میں نکہت فروش مشکِ غزالِ ختن

شانۂ عاج سفید تھا کفِ ناہید میں　　لیلئ شب کی کھلی زلف شکن در شکن

لوحِ زمرد ہوئی صرف نقاطِ گہر　　غنچۂ سوسن ہوا کوچۂ نہر لبن

مخزنِ غفلت ہوا خانۂ گنجِ حواس — دزدِ خیالات و خواب ہونے لگے نقب زن
برقِ نظر کے جو تار آنکھوں نے قائم کیے — ڈاک پر آ پہنچی نیند چھوڑ کے اپنا وطن
بسترِ افسانہ پر نیند نے رکھا جو پاؤں — بند کیے خواب نے حجرۂ گوش و دہن
عاملِ افسانہ نے طرفہ فسوں دم کیا — آئے پری زادِ خواب شیشہ میں خود دفتن
ارض و سما سے ہوئے صورتِ چشمِ غزال — دیدۂ انجم سفید مثلِ سرِ پیر زن
غلغلۂ شحنگاں، کشمکشِ پاسباں — بانگِ جرس ہر زماں نیند کی تھی راہزن
نغمۂ قلقل ہوا ہمدمِ چنگ و رباب — صحبتِ لبِ جام سے ہم نفس و ہم سخن
شیشے کے اندر پری شمع تھی فانوس میں — لعلِ بدخشاں میں تھے لالہ میانِ چمن
صرفِ رکوع و سجود صومعہ میں اہلِ ذکر — سجدہ گہِ میکشاں میکدے میں خشتِ دن
قلقلِ مینا و مے، قہقہہ کا دور تھے — زمزمۂ چنگ و نے، عیش و طرب کے سخن
بوئے گل اس طرح تھی غنچے کے اندر نہاں — جیسے کہ گھونگھٹ میں ہو پہلی ہی شب کی دلہن
آتشِ تر سے ہوا تا خطِ بغداد نم — خونِ بطِ مے ہوا دجلہ صفت موج زن
دوسری جگہ اک مہِ کامل کی تھی — آبلۂ سبز میں آبِ عقیقِ یمن
بسترِ مخمل کہیں خوابگہِ ناز تھا — فرشِ زمیں پر کوئی خستہ و عریاں بدن
خرمنِ گل سے کہیں زینتِ آغوش تھی — تکیۂ پہلو کہیں خارِ بلا و محن
حاجب و درباں تھے قصرِ شہاں پر محیط — رہزن و عیار تھے زیرِ محل نقب زن
زانوئے محبوب پر رکھے ہوئے سر کوئی — بالشِ سر تھا کہیں سنگِ مزارِ کہن
ایک جگہ تھا بلند نغمۂ چنگ و رباب — تھے کہیں تابوت پر اہلِ عزا سینہ زن
ہجر سے اک بے قرار، وصل سے اک ہم کنار — تھا کوئی بیمار و زار، کوئی قوی البدن
گوشۂ خلوت مرا مطلعِ انوارِ غیب — چار طرف جلوہ گر اخترِ برجِ سخن
نشۂ تریاک نے مجھ کو کیا تر دماغ — حقہ کی قلقل ہوئی آپ سے گرمِ سخن

سربگریبانِ فکر، فکر کی دل میں جگہ — خامہ میانِ دوات، شمع میانِ لگن
دعوتِ کام و زباں روزۂ مریم مگر — زادۂ طبعِ رواں مثلِ جواں حرف زن
جدّتِ تشبیہ کی فکر کبھی تھی مجھے — بحرِ کنایات میں تھا میں کبھی غوطہ زن
چرخ نظر میں کبھی تختۂ نیلوفری — چاند کو سمجھا کبھی مثلِ گلِ نسترن
خوردۂ کافور کی ریزۂ الماس سے — میں نے جو تشبیہ دی زیرِ سپہرِ کہن
پنجۂ بے چارہ نے کھینچ لی تیغِ ہلال — آتشِ خشمِ سپہر ہونے لگی شعلہ زن
میں متفحص ہوا مجھ سے خطا کیا ہوئی — ناصیۂ چرخ پر کیوں ہے غضب کی شکن
خادم ہیرا اس طرح کہنے لگا اے منیر — چاہیئے انسان ہو سوچ کے صرفِ سخن
ہیرے کو اشبہ کہا تو نے کواکب سے کیوں — ہمسرِ طاؤس کب ہو سکے زاغ و زغن
جوہرِ علوی نجوم جسم ہیں ان کے لطیف — زینتِ ہفت آسماں رونقِ دیرِ کہن
تخت نشینانِ خاک جوہرِ الماس کو — فرطِ بلاہت سے گو کرتے ہیں زیبِ بدن
پر یہ ہے مبغوض تر پیشِ حقیقت شناس — ان کی طرف دیکھنا باعثِ رنج و محن
آئینۂ نور کو اس نے کیا چور چور — ثابت اسی پر ہوا خونِ جنابِ حسن
شیرِ خدا کا جگر اس نے کیا پاش پاش — فاطمہ کے قلب پر آہ ہوا نیش زن
شربتِ الماس تھا تحفۂ حلقِ حسین — سودۂ الماس تھا حصۂ کامِ حسن
سن کے یہ احوال میں دل میں ہوا شرمسار — تھا عرقِ انفعال بحر صفت جوش زن
مدحِ مبارک میں پھر مطلعِ تازہ کہا — خامۂ فکرت ہوا طوطیِ شکر شکن

مطلع

گنگ کو بخشیں اگر آپ لعابِ دہن — آخرِ ابجد کا حرف سیکھ لے اس سے سخن
دولتِ گنجِ حکیم، قدرتِ ربِّ کریم — نازشِ خلقِ عظیم، عالمِ سرّ و علن
عقلِ نخستیں کے نور، نورِ یسیں کے چراغ — طفلِ چہل روزہ کے مایۂ روح و بدن

روح نہ پائے اگر شربتِ لطف آپ کا مصر زلیخا پناہ صاف ہو بیت الحزن
ذرۂ ارضِ بقیع اس سے جو منہ پھیر لے یوسفِ زینِ نقاب چاک کرے پیرہن
تو جو زمانے میں ہو مانع لہو الحدیث زخمہ رگِ تار پر قہر سے ہو تیر زن
پنجۂ کبکِ دری پنجۂ ماتم بنے پردۂ ہر ساز ہو نغمہ سرا کا کفن
کفِ لساں ہو اگر منقبتوں سے تری برجِ ثریا سے صاف گر پڑیں دُرِّ عدن
کرسی و لوح و قلم مکتبِ طفلی ترا ہے خطِ اوّل تمام جادۂ راہِ وطن
آبِ دمِ تیغ اگر باڑھ پر آئے کبھی آلِ معصفر بنے کشتۂ خونیں کفن
معجزِ زرماں اگر آپ کو منظور ہو ہمیشہ آتش کو ترک کر دے دلِ اہرمن
سنبلۂ زر سے کب اڑ سکے زنبورِ سرخ زمزمِ آتش فشاں ٹھہرے گلِ نارون
زورقِ زریں کے نوح زورقِ سیمیں کے خضر بحرِ وسیعِ حضور تا بہ فلک موج زن
خلقِ حسن پر نثار مشک فروشانِ دہر عنبرِ لرزاں کی مشک، مشکِ جناں کی ختن
آتشِ تیغِ حضور شعلہ فشاں ہو اگر مردمِ آبی نہ پائیں آبِ رواں کا کفن
سبزہ پری کو نہ ہو حلّۂ آدم نصیب جانِ زمیں کو ملے قالبِ خشتِ کہن
مطلعِ تازہ پڑھوں خدمتِ اقدس میں اور جس کے صلے میں ملے باغِ جناں کا چمن

مطلع

گردِ رہِ پاک اگر جائے سوئے مرزِ ختن بچۂ خورشید ہو سنگِ مزارِ کہن
مجمرۂ نقرہ پوش لاکھ تجلّی دکھائے شمعِ مزارِ حضور اس کو نہ سمجھے لگن
تیرے نسیمِ کرم سے جو نہ ہو فیض یاب پھیر نہ لعابِ گوزن شیروں کو ہو تپ شکن
خاکِ رہِ پاک کو سرمہ نہ سمجھیں گے وہ جن کے زوہند دیئے طفل ہوں لیکے مریدِ وثن
قندِ سخن آپ کا ہو نہ اگر فیض بخش ترسیلِ شکر ریز کو عقد میں دے طوطیِ دہن
فیضِ ہدایت جو ہو اہلِ خرابات پر پایۂ حوض ان کو ہو نہرِ بہشتی چمن

ہمزۂ مسمار ہو بہر زبان قاف و دال آپ کی مرضی بغیر ہو جو زبان حرف زن
نول پیمبر کو ہے آپ کے دل کی تلاش لب سے حدیث غریب ڈھونڈھ رہی ہے دہن
شاہِ ربیع نشیں پائے اجازت اگر سجدۂ آفاق نذر لائے سرِ انجمن
خسروِ ہشتم بہشت، بلبل گلزارِ حق شحنۂ پنجم حصار، ایک غلامِ کہن
سایۂ دیوار پاک اس کو اگر ہو نصیب خسرو زر تیغ عطا پائے نہ رنج جشن
مجمع ضدین اگر عدل سے منظور ہو ہو نہ سکے سنگ سخت دہر میں بینا ممکن
جلبۂ دو دیش سے نکلیں جو دندان حوت قبلۂ جمشید ہو رشک عقیق یمن
زادہ شش روزہ ہو سر شکن دیو مرگ بحر عدالت اگر آپ کریں موج زن
جامۂ خورشید بھی اس کے بدن پر ہو تنگ ذرہ ترے لطف کا پائے اگر پیرہن
تیرے فضائل سے جو ہو نہ سکے تر زباں خاتم گویا بنے نقش مزار کہن
بحر جہاں میں جو دیں آپ ضعیفوں کو زور چاہیں سواران آب اسپ کمیت و کرن
تیری ہدایت اگر راہ نمائی کرے بادیۂ غول ہو باغ جناں کا چمن
آب چمن میں جو آئے غم خضر سبزہ پائے بادِ مسیحا بنے بوئے گل یاسمن
پاک دو نجس میں جو آپ تفرقہ کا حکم دیں صومعہ کی گرد راہ چھو نہ سکے خشت دن
پا نہ سکے دختِ رز لذتِ مرغِ کباب شیشۂ زنار بند ہو شکم برہمن
تا بہ کجا طول بس غرض حفظِ ادب چاہیئے لوح خموشی ہو اب مہر زبان و دہن
اے شہ عالی جناب جان رسالت مآب اے خلف بو تراب سرور لشکر شکن
بہر جناب امیر سنیے فغانِ منیر ہے یہ غریب و اسیر بستۂ رنج و محن
گرسنہ چشمانِ دہر کرنے لگے گرگ بند خاک نشیں ہو گیا یوسف زر تیار تن
بار زماں سے ہوئی بس کہ شکستہ کمر پیرہن کاغذی ہی مری جان بدن
جیرہ تحریر تہ بدو سے ہیں اور ہوا تلخ کام سر کہ دو سالہ کب ہو سکے صفرا شکن

دیدۂ امید سے خارِ ستم کھینچیے — آپ سے سرسبز ہے باغِ رسولِ زمن
قید سے کر دو رہا بہرِ خدا و رسولؐ — شام غریبی ہو دور دیکھوں میں صبحِ وطن
تا نجف و کربلا ہند سے لے جائیے — قبر وہیں ہو نصیب اور مطہر کفن
اب سنیں یہ التماس نکتہ رسانِ فہیم — شاعرِ اردو زباں واقفِ رازِ کہن
عذرِ صحیح و قوی پھر میں کروں گا مگر — میری خطا بخش دیں پہلے سب اہلِ سخن
شاعروں میں بے مثال سحر بیاں فاخری — مادح سلجوقیاں نامیِ عہدِ کہن
پہلے قصیدہ کہا اس نے ہی اس طرز میں — پھر ہوئے صرفِ جواب بعض سرانِ سخن
ہندیوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی — ہو گئے اس طرز میں پہلے نہیں حرف زن
لہجۂ اردو میں یہ طرز نہیں ہے پسند — جبر سے اس کوچے میں بندہ ہوا گام زن
مخزنِ عقل و کمال عالمِ عالی مقام — ناقدِ تازی زباں نبض شناسِ سخن
مولوی بے نظیر فضلِ حق اسمِ شریف — دہلی سے تا لکھنؤ مشتہر و موتمن
قید میں میں اور وہ دونوں تھے اک ہی جگہ — عین سمندر میں تھے غرقۂ بحرِ محن
کہنے لگے ایک دن کچھ سبب اس کا بتا — شاعرِ اردو زباں اس میں ہوں گویا کہن
مصطلحاتِ نجوم اور کنایاتِ فرس — کس لیے کرتے نہیں زینتِ نظمِ سخن
یا متحمل نہیں لہجۂ اردو زباں — یا کوئی لائق نہیں تم میں سے بے ربطِ فن
گو کہ غزل میں نہ ہو پر ہے قصیدے میں فرض — دقتِ مضموں سے حسن بوجہ حسن
حضرت سودا بغیر کس نے قصیدے کہے — وہ بھی یہ اس راہ میں ہو نہ سکے قطرہ زن
شاعروں میں جز غزل پھر نہ کسی نے کہا — نظم میں گو اپنے ہوں طوطیِ شکر شکن
میں نے کہا راست ہے آپ جو فرماتے ہیں — آپ سنیں تو کہے کچھ یہ اسیرِ محن
مصطلحاتِ غریب جو کہ نہ معروف ہوں — نظم کرے کس طرح شاعرِ ہندی سخن
جو متعارف ہوا شاعروں میں پہلے سے — اس کو بھی سن سن کے آج ہوتے ہیں سب طعنہ زن

کہنے لگے یہ کلام مہمل و بے مغز ہے ہیں شعرا بے سواد جہل ہے ان کا وطن
گرم ہوئے بڑھ گیا سلسلۂ قہر و خشم بس کہ تھے نازک مزاج ماتھے پہ آئی شکن
کہتے تھے وہ بار بار ہندیوں سے ہے محال رمز و کنایات میں دقت و لطفِ سخن
ہو کے ادب سے خموش پھر یہ قصیدہ کہا (۱۴۵) کوچہ نو میں چلا قاصد مشق کہن
قید میں قحط کتاب حافظ از بس ضعیف پر مددِ غیب سے خامہ ہوا حرف زن
بعض تراکیب خاص طبع کے ایجاد ہیں نظم ہوئیں جو تھیں یاد مصطلحات کہن
نصف قصیدہ کیا سامنے ان کے رقم ختم ہوا جب وہ تھے ہمدم گور و کفن
میری خطائیں کریں صاحب الفاظ عفو قید میں میں خود ہوں ہیچ پوچ ہے میرا سخن

غیب سے تاریخ تو ہاتھ لگی اے منیر
جزوِ دل و جاں ہوئی شرح حدیثِ حسن

۱۲۵۷۹

امیر مینائی

در مدحِ نواب محمد کلب علی خاں مشتمل بر مناظرۂ شانہ و آئینہ

مژدہ اے اہلِ تماشا کہ ہے ہنگامِ نظر — بزمِ عشرت میں ہوئے جمع حسینِ رشکِ قمر
صرفِ آرائشِ زینت ہیں حسینانِ جہاں — بدلے جاتے ہیں لباس اور مرصع زیور
بدھیاں پھولوں کی ہیں زیب فزائے بر و دوش — دست و پا میں ہے حنا سرمہ ہے منظورِ نظر
کرتیاں ہیں شکمِ صاف پر اونچی اونچی — بند انگیا کے کسے زلف رسا تا بہ کمر
اس قدر مستِ مئے حسن کہ سر سے سر دوش — آرہا ڈھل کے دوپٹہ نہیں اتنی بھی خبر
شانہ ہوتا ہے طلب آئینہ آتا ہے حضور — بنتے ہیں گیسو و رخ کرتے ہیں جوبن پہ نظر
شانہ و آئینہ ہیں لیکہ مصاحب دونوں — ایک سے ایک نے باندھی ہے رقابت پہ کمر
آئینہ شانے سے کہتا ہے کہ سر چڑھ نہ بہت — منہ کی کھائے نہ کہیں جاکے تیرا ہو جگر
دیکھ مجھ کو کہ جگہ گو کہ ہے زانو پہ مری — حیرتِ حسن سے مہرے کی طرح ہوں ششدر
مرتبہ جو ہے مرا تجھ کو وہ حاصل ہے کہاں — صاف طینت ہوں صفائی کا ہے مجھ میں جوہر
کون سی بزم میں ہوتی نہیں حاجت میری — خانہ بر دوش ہوں پر دل میں امیروں کے ہے گھر
آبداری کا مرے سامنے دعویٰ جو کرے — رو برو صاحبِ انصاف کے جھوٹا ہو گہر
یمن ہے اہلِ جہاں کو مرا نظارۂ رخ — دیکھتے ہیں مجھے جب دیکھتے ہیں ماہِ صفر
صافیِ قلب سے پایا ہے یہ رتبہ میں نے — چاندی سونے کا دیا ہے مجھے اللہ نے گھر
آب دناں تجھ کو نہیں ہے کسی مہماں سے عزیز — دشمن و دوست کے منہ پر ہے کشادہ مرا در
نہیں رکھتا ہوں لگی حال بد و نیک میں کچھ — صاف کہہ دیتا ہوں آتا ہے جو کچھ پیشِ نظر
مجھ سے بھی عقدۂ نیرنگِ جہاں کھلتا ہے — جم کو دیتا تھا اگر جامِ زمانے کی خبر

بزمِ عالم میں فقط وجہ سے میری اب تک   نامِ روشن ہی چراغِ لحدِ اسکندر
مجلسِ خاصِ نبی میں تھی رسائی میری   ابتدا سے مرے طالع کا ہی روشن اختر
وہ صفائی مجھے حاصل ہی کہ ہر دل ہو عزیز   جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے مجھے پیشِ نظر
ہاتھ سے دامنِ دولت نہ کسی دم چھوٹا   اہلِ دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
اہلِ تنجیم کی آنکھوں میں بھی ہی قدر مری   ہوں کبھی مشتری و زہرہ کبھی شمس و قمر
بولتا ہی مری تائید سے طوطی اُس کا   ورنہ طوطی میں کہاں ہی کوئی سرخاب کا پر
خاکساری ہی وہ اوصاف پہ مجھ میں ایسی   غازۂ چہرہ نہیں اور بجز خاکستر
ایک تو ہے کہ نہیں تجھ میں ذرا نام کو نور   زحل آسا ترے طالع کا سیہ ہی اختر
پارۂ چوب، جگر چاک، دنی، بے قیمت   چار پیسے کو جسے مول نہ لیں اہلِ ہنر
بال بیکا ہو جنھوں کا تو توڑیں ترے دانت   دانت دینے لگیں ایذا تو شکستہ بہتر
قاعدہ بزمِ ادب کا تجھے بھولے جو کوئی   پیش جائے نہ تری ایک کریں زیر و زبر
پنجۂ شل سے نکلتا نہیں ہرگز کوئی کام   خشک ہو شاخ تو اس سے نہیں امیدِ ثمر
بال تو منہ میں ترے ٹوٹ کے رہ جاتا ہے   جس طرح شانۂ ضحاک میں تھا سانپ کا گھر
کرکری تیزیِ دنداں سے ہوئی اور تری   جس میں دندانے پڑیں تیغ ہی وہ بے جوہر
کشمکش نے تری کانٹوں میں گھسیٹا ہی تجھے   پہلوؤں میں ہی ترے خار ادھر اور ادھر
سو زبانیں ہیں ترے منہ میں تو حاصل کیا ہے   گنگ کی طرح سے خاموش ہے تو آٹھ پہر
اس لیاقت پہ یہ دعویٰ تجھے کیا مال ہی تو   کہ چڑھے لالہ رخانِ سمن اندام کے سر
کچھ بھی غیرت ہو تو پانی میں کہیں ڈوب مرے   ایسی ذلت سے تو ہی خاک میں ملنا بہتر
صاف صاف آئینہ نے بڑھ کے کہا جب یہ کلام   غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
کھب گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر   موئے تن راست ہوئے تیر کی صورت یکسر
ہمہ تن ہو گئے زباں کہنے لگا یوں سر دست   نہ بنا چاہیے عاقل کو تعلّی سے حذر

رتبہ میرا تجھے معلوم نہیں سن مجھ سے — منحصر ہے صفتِ عقدہ کشائی مجھ پر
ہے حسینوں میں رسائی تری گاہے گاہے (۴۰) کوچۂ زلف میں ہے میری جگہ آٹھ پہر
رات دن خندۂ شادی سے عیاں ہیں مرے دانت — اپنی تقدیر کو روتا ہے تری آنکھ ہے تر
میری ہی شکل سے مقبولِ دلِ عالم ہے — پنجۂ مرجاں کا ہو یا پنجۂ خورشیدِ سحر
کہتے ہیں پنجۂ مژگاں کو جو شانہ شاعر — اس کو آنکھوں پہ جگہ دیتے ہیں اربابِ نظر
ہے جو لبریزِ عسل شانۂ زنبورِ عسل — اس عذوبت کا سبب نام کا میرے ہے اثر
کی ہے تشدید نے پیدا جو شباہت میری (۵۱) لفظ اللہ میں شامل ہے وہ کر خوب نظر
شانۂ عاج کبھی شانۂ شمشاد کبھی — شانے میں دیکھتے ہیں فال تو پاتے ہیں ظفر
صاحبِ ریش نہ جب تک کہ کریں شانہ کشی — ہو نہ حاصل شرفِ پیروی پیغمبرؐ
اس میں بھی لفظ ہے شانہ کا زہے فخر و شرف — جل شانہ ہے جو توصیفِ خدائے اکبر
تو نہ مانے تو نہ مانے مجھے کیا پروا ہے — عیب بیں جو ہے اسے کب نظر آتا ہے ہنر
سوچ تو دل میں ذرا عیب ہیں تجھ میں کتنے (۵۰) سادہ و شوخ و دریدہ دہن و بدگوہر
سوجھتا خاک نہیں کور دلی سے تجھ کو — سخت جاں تیرہ دروں اصل ہے تیری پتھر
رو بدوا در ترا حال ہے غیبت میں کچھ اور — صاف عالم کی دورنگی کا ہے تجھ میں بھی اثر
چشمۂ آب تو ظاہر میں ہے باطن میں سراب — دھوکے پیاسوں کو دیا کرتا ہے تو شام و سحر
خود نمائی کے سوا تجھ میں نہیں کچھ بھی صفت — سادہ لوحی کے سوا تجھ میں نہیں کوئی ہنر
صاف ایسا ہے من الامس کہ شب کور ہے تو (۵۵) شب تیرہ میں تجھے کچھ نہیں آتا ہے نظر
نہ جچے پر نہ جچے شکل جو ہو ذہن نشیں — نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل میں اگر
نقص کوتاہ زیادہ ہوئی دونوں میں جو بحث — تھے جو ان دونوں کے حامی انھیں پہنچی یہ خبر
آئینے کا تو رخ صاف طرفدار ہوا — باندھ لی زلف نے شانے کی حمایت پہ کمر
لشکرِ روز تو زیرِ علمِ خسروِ رخ — فوجِ شب بادشہ گیسوئے پرچیں کی سپر

اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پرتو مہر — اک طرف شام ہوئی ایک طرف نورِ سحر
سبزۂ سنبل و شبو طرف زلفِ سیاہ — لشکرِ لالہ و گل جانبِ روئے انور
پیرِ گردوں نے کہا طرفہ قیامت آئی — اب کوئی آن میں ہوتا ہے جہاں زیر و زبر
بیچ میں پڑ کے کہا خوب نہیں ہے یہ فساد — صلح اس جنگ سے ہر ایک طرح ہے بہتر
حق میں دونوں کے یہ اولیٰ ہے کہ پاس اُن کے چلو — صاحبِ حکم جو ہے مہرِ عدالت گستر
کون وہ کلبِ علی خانِ بہادر نامی — منبعِ جود و سخا زیبِ دہِ علم و ہنر
نقشِ پا تاجِ شرف بہرِ سرِ چرخِ بلند — خاکِ پا سرمۂ بینائیِ چشمِ اختر
فکر کی وصفِ معلّیٰ میں جو میرے دل نے — آگیا مطلعِ ثانی بھی زباں کے اوپر

مطلع

حکم اس کا جو کرے پیشِ حفاظت کی سپر — عود آتش میں سلامت رہے پانی میں شکر
جس چمن میں نہ ہوا اس کی حفاظت کی چلے — شاخ ارّہ ہو درختوں کے لیے برگ تبر
پرتوِ مہر سے اس کے ہو زمیں چشمۂ مہر — شعلۂ قہر سے اس کے ہو فلک خاکستر
چرخ کہتے ہیں جسے ہے در دولت کی زمیں — عرش کہتے ہیں جسے لوگ وہ ہے کرسیٔ زر
کاہ فربہ اثرِ لطف سے ہو صورتِ کوہ — قہر سے کوہ بہ رکاہ کی صورت لاغر
دستِ ہمّت نے یہ تقسیم کیا مالِ جہاں — لعل کہسار میں باقی ہے نہ دریا میں گہر
پاؤں جنگاہ میں رکھتے ہی عدو کی ہو شکست — سروِ قد روزِ وغا ہے علمِ فتح و ظفر
ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ منہ موڑے — دل جو سہراب کا رکھتا ہے تو رستم کا جگر
صاحبِ علم جو ہیں مدرسۂ عالم میں — سب وہ مشتق ہیں فقط ذاتِ معلّیٰ مصدر
وہ کرے مہر تو فرمانِ قضا ہو جاری — دستخط اس کے ہیں طغرائے منشورِ ظفر
ذرّہ صحرائے عنایت کا ہے ربعِ مسکوں — قطرہ دریائے لطافت کا ہے چرخِ اخضر
صاحبِ تخت جو گھتا ہے جدائی اس سے — مثلِ طاؤس جدا سر سے ہے اس کے افسر

ابھی کرنے لگیں دیندار پرستش اس کی بت جو سنگ در عالی سے تراشے آزر
بخشش عام کی توصیف ہے دریا دریا ہمت خاص کا آوازہ ہے کشور کشور
فیض کہتے ہیں اسے جس نے جو مانگا پایا گل دیے اس نے زمیں کو تو فلک کو اختر
سیکڑوں وصف ہیں کس کس کا بیاں کوئی کرے ایک شمہ نہ ہو کاتب جو لکھے سو دفتر
رائے روشن نے جہاں سایۂ عالی ڈالا جرم خورشید جہاں تاب ہوا حلقۂ در
لوگ کہتے ہیں کہ ہے مہر کے پہلو میں ہلال تیغ ہوتی ہے کسی روز اگر زیب کمر
دست ہمت مرے ممدوح کے ہیں دو چشمے اس کو کہتے ہیں جو تسنیم تو اس کو کوثر
واہ جاں بخش ہے کیا مجلس عالی کی ہوا طرف صحن گلستاں ہو اگر اس کا گزر
گوش گل میں ابھی ہو جائے سماعت پیدا دیدۂ نرگس شہلا کو ہو یارائے نظر
یہی حق بیں ہے جیسے اس رخ روشن کی ہے دید یہی حافظ ہے جیسے مصحف رب ہے از بر
کھول کر دے جو کوئی اس در دنداں تمثال لعل آسا رخ گوہر ہو خوشی سے احمر
سایۂ قد میں ہے آرام سے سب خلق خدا ہے علمدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر
اس کی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا میں شامل تابش برق کی جا ابر سے ہو بارش زر
شست سے تیر جو چھوٹے تو ہو نسرین شکار سر مریخ جدا ہو جو وہ کھینچے خنجر
اس کی ہستی سے ہوئی خلق میں پیدائش خلق کہ چمکتا ہے کہیں رنگ عرض بے جوہر
ملک دانش میں ہو کیا جہل کے یاجوج کا دخل قوت عقل سے کھینچی ہے سد اسکندر
تیغ ایما سے ہوا بند ہر اک تیغ کا دم تیر فرماں سے ہوئے قطع ہر اک تیر کے پر
ہو شرر مورد آفت جو جلائے پنبہ شمع روشن جو بجھائے ہو معاتب صرصر
حال اجرام یہ ہے رائے منور کے حضور جیسے ذرات زمیں عاشق مہر انور
بادۂ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے غمزے کشتہ کا جو لبریز ہوا ہو ساغر

جنگ یوں کرتی ہے یہ تیغ سپر دو ٹکڑے جس طرح چرخ پہ انگشت پیمبر سے قمر
ہو جو اونچی تو کرے شیر فلک کو جو زنگ ہو جو نیچی تو کٹے گاؤ زمیں کا پیکر
اس طرح جنگ میں سر تن سے گراتی ہے یہ تیغ نخل سے گرتے ہیں جس طرح کہ آندھی میں ثمر
دو ہی چالوں میں کیا چار عناصر کو مطیع چار حملوں میں مسخر ہوئے ساتوں کشور
تیزرو صورت خورشید ہے توسن کہ جیسے باختر سے ہے طریق دو قدم تا خاور
دامن زیں نہیں اڑتے ہیں ہوا سے دم سیر کسی طائر نے یہ پرواز کو کھولے شہپر
تیز تر ماہیٔ دریا سے میان دریا گرم رو مرغ ہوا سے بھی ہوا کے اندر
آب نرمی میں تو گرمی میں وہ آتش سے سوا خاک سے اصل مگر تیز ہوا سے بڑھ کر
گردش دیدۂ راکب اسے چلنے میں عناں تازیانہ دم رفتار اسے تار نظر
بس امیر آگے نہ بڑھ روک عنان خامہ عذر تقصیر ہے لازم دم اظہار ہنر
پاؤں اس راہ میں دامن میں سر عجز نگوں مدح ممدوح حقیقت میں نہیں حد بشر
ہاتھ اٹھا بہر دعا جلد کہ ہے وقت دعا وا فرشتوں نے کیے دیر سے ابواب اثر
جب تلک لالہ و گل سے ہے گلستاں کی بہار جب تلک چرخ پہ ہے جلوۂ خورشید و قمر

نخل امید میں یارب گل مقصد پھولیں
مہر اقبال فروزندہ رہے تا محشر

---

(۲)

در مدح نواب سید حامد علی خاں

سلطانِ شرق نے جو بصد عزّ و افتخار
برجِ حمل کو آ کے کیا تختِ زرنگار

پہنچے خطِ شعاع کہ سب مستعد رہیں
جتنے قوائے نامیہ کے ہیں رسالہ دار

دربار گرم تھا کہ خبر دی یہ ناگہاں
ہرکارے نے صبا کے کہ اے شاہِ نامدار

غارت گرِ خزاں نے کیا ملک کو خراب
اڑتی ہے خاک شہر میں ویراں ہے دیار

جمعیت کثیر سے آیا ہے لوٹنے
دیکھو جدھر علم ہیں بگولوں کے آشکار

اتنی سپاہ ہے کہ نہیں انتہا کہیں
ذرّات کے پیادے ہیں خاشاک کے سوار

افسر ہیں فوج میمنہ و میسرہ کے دو
اس کا سموم نام ہے اس کا لقب غبار

اوراقِ خشک نوبت و نقارہ کی جگہ
گویا ہوا کے گھوڑے پہ ہیں نوبتی سوار

کالی ہیں وردیاں کہیں خاکی ہیں وردیاں
اک زاغ کا گروہ ہے اک بوم کی قطار

آندھی کا اس کے ساتھ ہے اک خیمۂ سیاہ
ہر صورتِ ستون شجر خشک و خاردار

یہ سن کے غیظ خسروِ خاور کو آ گیا
فرماں ہوا کہ جمع ہو سب لشکرِ بہار

گولے ڈھلیں تگرگ کے گرد و سحاب سے
توپیں ہوں برق و رعد کی سر وقتِ کارزار

پھولوں کی پلٹنوں کو ملیں سرخ وردیاں
پہنیں لباسِ سبز سوارانِ شاخسار

موجوں کے ہر طرف سے زرہ پوش آئیں جلد
فوارہ ہائے آب کے حاضر ہوں نیزہ دار

قطروں کے یکہ تاز دکھا دیں دلاوری
فوراً رواں ہوں تیغ گزارانِ جوئبار

رکھیں سروں پہ خود بہادر حباب کے
ترکش سجیں بدن پہ دلیرانِ آبشار

نامی جو ہیں سپاہ میں وہ انتخاب ہوں
لشکر کے افسروں کا الگ چاہیے شمار

شمشیر خانِ بید سرافراز خانِ سرو
آزاد بیگ سوسن و میر آتش چنار

خیرات بیگ خیری و گل بیگ جعفری
آقا بُراغ لالہ خشن خان کوکنار

شاداب بیگ سبزہ صفا بیگ نسترن
خواجہ ملیح زنبق و خواجہ بزرگ نار

تقسیم ہوں سلاح جوانانِ باغ کو
قتلِ عدو میں کام جو دیں وقتِ کارزار

صد برگ کی زرہ ہو تو سنبل کی ہو کمند
گل کی سپر ہو شاخ کی شمشیر آبدار

بے حد بٹیں سپاہ میں غنچوں کی پیچکیں
سورج مکھی کے خود ہوں تقسیم بے شمار

چار آئینے سہ برگی کے تن پر کریں درست
کیلوں کے نیزے پائیں جوانانِ نیزہ دار

اس فوج کے سوا بھی کچھ آئے کمک کو فوج
سو ایک سمت تو کسی سمت سے ہزار

شاہین و باز و جرہ کلنگ و خروس و بط
کبک و تذرو فاختہ و طوطی و ہزار

طاؤس کی سپاہ بھی گنجشک کی بھی فوج
سرخاب کا بھی غول، کبوتر بھی بے شمار

قازوں کا اک گروہ عقابوں کی ایک صف
ٹکڑی ہو کونٹوں کی پپیہوں کی بھی قطار

فرمانِ شاہِ مشرق سے پھر بعد جائزہ
لشکر ہوا روانہ پئے قصد کارزار

گھوڑے ہوا کے جھونکوں کے لکوں کے فیل مست
لاکھوں گل پیادہ ہزاروں گل سوار

فوج خزاں ادھر بھی جمائے ہوئے پرے
آمادہ ہر گروہ ہر اک صف ہر اک قطار

آنکھوں پر ایسے پڑ گئے پردے غرور کے
ذرّوں کی فوج لے کے بڑھا افسر غبار

سوجھا نہ کچھ کسی کو زمانہ ہوا سیاہ
آندھی کی طرح چھا گئی وہ فوج نابکار

ایسے ہوئے بلند علم گرد باد کے
چکر میں آگئی خردِ چرخِ کج مدار

فوج بہار نے بھی کیا قصد کشت و خوں
جنبش ہوئی بڑھے علم سرو جوئبار

کیں افسر سحاب نے تردستیاں عیاں
کف تھا دہن میں ہاتھ میں تھی تیغ کوہسار

لکوں کے احدیوں نے اٹھائے جو بادپا
ترکانہ ترکتاز سے محشر تھا آشکار

توپیں ہزارہا جو چلیں رعد و برق کی
تھا زلزلہ زمین کو ہوئے کوہ رعشہ دار

سر اڑ گئے جدھر گئے گولے تگرگ کے ۔ قطروں کی گولیاں ہوئیں ان کے جگر سے پار
پشت و پناہ اس کے جو تھا افسر سموم ۔ تھے گرم حبث و خیز خس و خاک کے سوار
پھولوں کے سرخ پوشوں نے ایسی لگائی آگ ۔ جل جل کے خاک ہو گئے وہ تیرہ روزگار
خنجر گزار سوسن و نخلگوں سوار گل ۔ ایسے بڑھے کہ گھوڑ گئے خاشاک کے سوار
غربال چھن کے ہو گئے ان ناکسوں کے تن ۔ غنچوں کے گل چلوں نے یہ دی گولیوں کی مار
جو جھاڑیاں تھیں جھاڑ کے مانند جل اٹھیں ۔ اوراق خشک جل کے بنے پھلجھڑی انار
کیا وقت پر مدد کمکی فوج نے بھی کی ۔ کیا کیا شکار گاہ چمن میں ہوئے شکار
اس فوج میں سپہ جو بگولوں کے تھے علم ۔ طاؤس سب نگل گئے ان کو سمجھ کے مار
طاقت تھی بوم کی کہ ہما سے ہو ہم نبرد ۔ کیا زاغ عندلیب سے ہوتا بھلا دوچار
دم بھر میں صاف ہو گیا میداں ادھر ادھر ۔ ذرے چھپے تو خاک برابر ہوا غبار
کیا افسر سموم کی چلتی کہ ابر نے ۔ ٹھنڈا کیا لگا کے اسے تیغ آبدار
گرجا جو ابر فتح کا نقارہ بج گیا ۔ تھا شادیانہ زمزمۂ قمری و ہزار
سامان بزم ہو گیا میدانِ رزم میں ۔ کیا کیا مئے طرب کے چلے جام خوشگوار
فرش زمردیں جو بچھا سبزہ زار میں ۔ مسند لگائے لالہ و ریحاں نے بوٹے دار
افسر جو تھے سپاہ کے بیٹھے وہ صف بہ صف ۔ گل گوں کسی کا رخت کسی کا تھا زرنگار
ٹھاٹھر تھے روشنی کے کہ مہندی کی ٹٹیاں ۔ ہر سرو مثل سرو چراغاں تھا نو بہار
مطرب تھے عندلیب تو قوال فاختہ ۔ طاؤس رقص کرتے تھے محفل میں بار بار
غنچے سبو تھے لالہ و گل ساغر شراب ۔ مینائے سبز فام ہر اک سرو جوئبار
جنبش میں باد تند سے آتے نہ تھے درخت ۔ مے پی کے جھومتے تھے وہ مستان بادہ خوار
مہتابی ماہتاب تو ہر پھول پھلجھڑی ۔ بن کر انار چھوٹ گئے ہر طرف انار
شبنم نے پائے گوہر غلطاں گلوں نے زر ۔ جاری ہوا یہ فیض بہ شہ ابر نو بہار

رومال سرخ دوش شقائق پہ چھا۔ باغ (۶۰) شبنم سے پھول پہنے ہوئے موتیوں کے ہار

پھولا کہیں درمنہ، کہیں اشرفی کے پھول لاکھوں درم تو اشرفیاں بٹ گئیں ہزار

دیکھا یہ رنگ میں نے پہنچ کر جو باغ میں اور پوچھی وجہ جشن تو یہ بول اٹھی ہزار

یہ جشن اس کی فتح کا ہے جو سپاہ ہے زیب لوائے حضرت نواب نامدار

حامد علی خان بہادر فلک شکوہ زیبا ہے جس کی شان میں مطلع یہ آبدار

مطلع

اے شان حیدری ز جبین تو آشکار (۶۵) نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

کہتے ہیں جس کو خسرو خاور وہی تو ہے عالم ہے خوان فیض سے اس کے وظیفہ خوار

انگشتری کا اس کی دو ٹکا ہے اک نگیں کرتے ہیں جس کو دولت کونین اعتبار

کچھ تیغ حادثات سے دہشت نہیں کہ ہے جوشن دعائے خلق سپر ظل کردگار

منہ پر چڑھے عدو مرحب سرشت کیا اس کی نگاہ قہر مکرر ہے ذوالفقار

اے فکر لکھ وہ مطلع روشن لبان مہر (۷۰) بھر بھر کے چرخ جس پہ ستارے کرے نثار

مطلع

واقف ہو اس کی قدر سے اے اہل روزگار یہ نام ور ہے تخت نشینوں کا تاج دار

کانوں کو چاہیے کہ سنیں اس کی گفتگو آنکھوں کو چاہیے رہیں ان آنکھوں سے دوچار

وہ دل ہے شاد شاد جو اس رخ پہ ہے فدا وہ سر ہے سرفراز جو ہو پاؤں پر نثار

اے عقل اختیار کر اس کی مصاحبت اے ہوش بن ندیم اگر تو ہے ہوشیار

اے علم اس کے دل میں جگہ کر کے پائے فیض (۷۵) اے خلق رہ قریب کہ ہو اور عطر بار

اے باغ آگیا اسے گل گشت کا خیال سیم شگوفہ و زر گل اس پہ کر نثار

اے بحر دیکھ قصد ہے ساحل پہ گشت کا کہہ دے صدف سے نذر کرے دُر شاہوار

اے کان سوئے کوہ سواری نے رخ کیا تو بھی اتار صدقے میں یاقوت آبدار

اے آسمان تیری طرف اس کی ہو نگاہ — گلدستہ باندھ تارِ شعاعی سے اس پہ وار
اے مہر تجھ پہ ہے کرم سایۂ کرم — کر پیش کش کوئی طبقِ زر پئے نثار
اے ماہتاب روئے توجہ ہو تیری سمت — پھر پھر کے اس کے گرد تصدق ہو ہالہ دار
اے مشتری جو تجھ کو سعادت کی ہو طلب — آ کر ہمائے بخت کی صورت ہو خود شکار
اے زہرہ چاہیے جو تجھے اپنی آبرو — کر نغمہ ہائے تر کی رواں جلد جوئبار
درکار اے عطارد اگر تجھ کو ہے فروغ — لکھ اس کی مدح میں تو کوئی نثر در نثار
مریخ سرکشی کا یہ ہرگز نہیں مقام — دے تیغ اس کو نذر جھکا فرقِ انکسار
پائے گا اے زحل کبھی ایسا نہ وقت پھر — بوسے قدم کے لے کہ مٹے ظلمتِ عذار
خدمت ضرور چاہیے آگاہ کر دیا — یہ وہ ہے جو فقیر کو کرتا ہے شہریار
یہ وہ ہے جس کا فیض ہے آفاق پر محیط — یہ وہ ہے جس کا عدل ہے مشہورِ روزگار
یہ وہ ہے جس کا علم ہے دریائے بیکراں — یہ وہ ہے جس کے حلم کو کہتے ہیں کوہسار
یہ وہ ہے جس کے نطق پہ ہے ناطقہ فدا — یہ وہ ہے جس کے درک پہ ہے مدرکہ نثار
یہ وہ ہے جس کے پاؤں کے نیچے ہے تختِ حکم — یہ وہ ہے جس کے فرق پہ ہے تاجِ افتخار
یہ وہ ہے جس پہ چشمِ کرم ہے رسول کی — یہ وہ ہے جس کو حق نے دیا سب کچھ اختیار
چاہے جو یہ تو ذرہ چمک کر ہو آفتاب — چاہے جو یہ تو قطرہ بنے بحرِ بے کنار
چاہے جو یہ تو خارِ خسک ہوں گلِ دمن — چاہے جو یہ تو بید و صنوبر ہوں میوہ دار
چاہے جو یہ مگس کو ملے رتبۂ ہما — چاہے جو یہ تو زاغ ہوں طاؤسِ زرنگار
چاہے جو یہ زمیں کو ملے رفعتِ سپہر — چاہے جو یہ تو پائے خزاں نزہتِ بہار
چاہے جو یہ تو روز ہو تاریک مثلِ شب — چاہے جو یہ تو لیل کو کر دے ابھی نہار
چاہے جو یہ تو صید کرے ماہیٔ زمیں — چاہے جو یہ تو چرخ پہ نسرین ہوں شکار
چاہے جو یہ تو چل نہ سکیں نجمِ رہِ فلاک — چاہے جو یہ تو رک رہیں جاری ہوں جو بحار

خاصِ خدائے پاک ہے ممدوح اے امیرؔ — کچھ عرضِ حال بھی ہو بعنوانِ اختصار
شرم آتی ہے مگر سرِ دربار ذکر سے — کس طرح صاف صاف ہو اظہارِ حالِ زار
ہو ایک فکر تو ہو کنایے سے بھی ادا — فکریں کئی ہیں درپئے آزارِ جاں نثار
اتنی مگر ہے عرض کہ اے شاہِ حق شناس — اڑتیس سال کا ہے دعا گو وظیفہ خوار
اب وقت رحم کا ہے کہ امراضِ صعب سے — قابو میں ہے دماغ نہ دل پر ہے اختیار
ہو ایسی پرورش کہ علائق کی فکر سے — فارغ ہو اب یہ پیرِ ضعیف و نحیف و زار
یادِ خدا میں محوِ عبادات دن رہے — با صد ہزار عجز بدرگاہِ کردگار

یارب یہ جاہ و دولت و اقبال حشر تک
آباد زیرِ حکم یہ شہر اور یہ دیار

داغ

در مدح نواب میر محبوب علی خاں

میں ہوا بادیہ پیما طرفِ ملکِ دکن　　سرمۂ چشمِ غزالاں ہوئی گردِ دامن
نازنینوں کی کمر، بید کی شاخِ لرزاں　　موجۂ رنگِ رواں، زلفِ پریشاں کی شکن
بستر قاقم و سنجاب بنا سبزۂ دشت　　تکیۂ مخمل و کمخواب ہر اک خشتِ کہن
قطرۂ شبنم ہر خار سے گوہرِ بے آب　　زرِ زردِ لالۂ کہسار سے ہر لعلِ یمن
شاخِ آہو پہ گماں پیچ و خمِ کاکل کا　　سبزۂ دشت میں ہے سبزۂ نوخط کی پھبن
ذرے ذرے سے نمودار فروغِ انجم　　جادے جادے سے عیاں کاہکشاں کا جوبن
دیکھیے کوسوں سے مسافر کہ یہ منزل آئی　　صبحِ صادق کی طرح شامِ غریبی روشن
خاک اس دشت میں اڑتی ہے کہ اڑتا ہے عبیر　　آگے اس خاک کے مٹی اترِ مشکِ ختن
قوتِ نامیہ اس جوش پہ اللہ اللہ　　دانہ موتی کا جو بوئیں تو ہو خرمن خرمن
جو کوئی بھولے سے اس دشت کی سونگھے خوشبو　　کہ یہاں آہوئے تاتار کا ہو نشہ ہرن
خارِ صحرا اسے انگلی کے اشارے سے بتائے　　راہ بھولے جو مسافر کوئی آوارہ وطن
دیدۂ غول بیاباں نے جلائی مشعل　　ہر بگولے سے عیاں رقصِ بتِ نسریں تن
زندہ رہتا ہے تنِ عابدِ مرتاض کی شکل　　خشک ہو کر بھی بیاباں میں یہاں نخلِ کہن
شجرِ طور کے مانند منور ہر نخل　　مل گیا کیا کہیں اس دشت سے دشتِ ایمن
آسماں سبز قدم ہو کے بنا سبز اختر　　عکسِ انگور جو ہوا سبزۂ کہسار و دمن
ندیاں کوہ کی ہیں رشکِ دو جوئے شیر　　جن سے پھیکی پڑی فردوس کی بھی نہر لبن

موجیں کرتی ہوئی پھرتی ہے صبا مثلِ نسیم
لہلہاتے ہوئے سبزے کا نرالا جوبن

حوریں پانی بھریں پنگھٹ کا جو دیکھیں جمگھٹ
ہے اس انداز کا ہر ایک بتِ سیمیں تن

ایسے جھرمٹ کیے باہم ہیں ثریا تمثال
کہ زمیں پر نظر آنے لگے پروین و پرن

اشہبِ خامۂ چالاک کی پھرتی ہے نشاں
صفتِ دشت دجیل سے طرفِ شہر و چمن

قوتِ باصرہ و شامہ تم کو ہو نوید
باغ کی مدح میں گل کھلتے ہیں گلشن گلشن

مطلع

وہ طراوت کا اثر ہے کہ دمِ سیرِ چمن
پانی دینے لگے یوسف کا یہاں چاہِ ذقن

برگ برگِ گل و گلزار یہاں تک پھیلا
جس سے کوتاہ ہے گل چیں کا سراسر دامن

لالہ و گل نے جو پہنی ہے قبائے رنگیں
دیتی ہے خلعتِ نوروز بہارِ گلشن

قلقلِ شیشہ کی آواز ہے بُستاں بُستاں
توبہ ٹوٹے یہ تقاضا ہے کہ بشکن بشکن

نو عروسانِ چمن مست ہوئے ہیں کیا کیا
کھینچتی ہے کمرِ سرو کو بھی شاخِ سمن

وہ رطوبت کا اثر ہے کہ چمن میں خورشید
گوہرِ شبنمِ شاداب سے بھر لے دامن

بوئیے تخمِ محبت کو تو پیدا ہو وفا
ڈالیے پرتوِ رخ کو تو اُگے سیبِ ذقن

لائے گر فصلِ خزاں کو فلک نیلی رنگ
نیلی پیلی ہو غضب دیکھ کے اس کو سوسن

پرِ پروانہ جھلے پھولوں کا پنکھا ایسا
کہ مٹے شمع کی بھی دل کی لگن دل کی جلن

کیا عجب پہنچے وہاں تک اثرِ فیضِ بہار
فلسِ ماہی بھی کھلیں صورتِ گلہائے چمن

گر یونہی فصلِ بہاری کو رہا جوشِ عروج
شاخِ طوبیٰ میں عجب کیا ہے کھلے نسترن

کس طرح دستِ حنائی نہ کرے نخلِ چنار
تیغِ اردی سے بہا پھرتا ہے خونِ بہمن

شہر اس شہر کا ہے نام ہی بلدہ ہے
فخرِ کلکتہ و مدراس، تنظیرِ لندن

ثانیِ خلد و ارم بانیِ تزئین و حشم
روکشِ چین و ختن، غیرتِ بغداد و وطن

چھپ گئے سقفِ فلک یوں یہ ایوانِ بلند
تشتری ڈھانک دے جس طرح کوئی زیرِ لگن

روشنی ایسی جواہر کی دکانوں میں عیاں — جن کے نظارے سے ہو چشم تمنا روشن

ایسے عشرت کدے میں کیوں نہ ہو خلقت دلشاد — ایسے مامن میں نہ کیونکر ہو زمانہ ایمن

شحنۂ عدل کا وہ خوف ہے بازاروں میں — نہیں ممکن کہ جو برتن سے بھی کھڑکے برتن

ہاتھ باندھے ہوئے پھرتے ہیں یہاں دست دراز (۴۰) لب سیے رہتے ہیں بیہودہ سرا وقت سخن

ذی خرد اتنے ہیں ذی فہم ہیں اتنے کہ یہاں — کیا قباحت ہے اگر ما کی جگہ بولیے من

ناظم و ناثر و فرزانہ و دانا و ادیب — عالم و عاقل و علامہ ہر اک ماہر فن

حیدرآباد کا بجتا ہے جہاں میں ڈنکا — نوبتیں کیوں نہ بجیں دھوم سے باون باون

عقل مکتب بھی پڑھاتا ہے فلاطوں کو سبق — خلق ہوتا نہیں اس شہر میں کوئی کودن

حیدرآباد سے کیوں جائے کہیں عیش ابد (۴۵) خوشتر از ملک سلیماں نہ ہو کیوں حب وطن

دشت و کوہ و چمن و شہر کی ملاحی سے — ایسی تشبیب کو زیبا ہے کہیں چار چمن

چمن آرائے دکن خسرو فیاض و جواد — جس نے شاداب کیا آب کرم سے یہ چمن

مدح میں اس کی پڑھوں مطلع رنگیں ایسا — جس سے اے داغ ہو شرمندہ بہار گلشن

مطلع

خسرو تیر فگن، تیغ فگن، شیر فگن — میر محبوب علی خاں، ملک ملک دکن

دادگر، دادده و دادرس و دادرساں (۵۰) فخر دیں، فخر نگیں، فخر زماں، فخر زمن

پاک دل، پاک نفس، پاک نظر، پاک نہاد — نیک خو، نیک سیر، نیک روش، نیک چلن

قدرداں، قدرکن و قدرفزا، قدرشناس — حاکم علم و عمل، بادشہ فہم و فطن

آفتاب شرف و اوج مہ عز و علا — شمع کاشانۂ دیں، اختر بخت روشن

قاطع بغض و حسد، قامع بیداد و ستم — بانی عیش و طرب، ماحی آلام و محن

مجمع جود و سخا، مصدر الطاف و عطا (۵۵) معدن حلم و حیا، مخزن احسان حسن

صاحب جاہ و حشم، وارث دیہیم و سریر — مالک سیف و قلم، ظل قدیر ذوالمنن

تیرے انوار کا پرتو ہی کہ ہے پرتوِ مہر تیرے اخلاق کی خوشبو ہی کہ خوشبوئے چمن
ہاتھ ڈالا ہے محالات میں بخشش نے تری کہہ سکے کون عطا کو تری نہما اُکن
وہ گہر بار ترا دستِ کرم ہے شاہا آ گئے اس فیض کے پانی بھرے بھادوں کی بھرن
مینہ برستی ہے دکن میں یہ مثل ہے مشہور تو نے برسائے گہر فیض سے معدن معدن
فیض سے کوہ و بیاباں کو بھی ہنگامِ نثار لیتے ہیں لعل و گہر دونوں بچھا کر دامن
کوئی سختی کرے اس عہد میں کیا ممکن ہے موم سے بڑھ کے ہوا نرم مزاجِ آہن
عہد میں تیرے جو معدوم ہو گیا ہو یہ ہے کاوش و کینہ و آزار و غم و رنج و محن
جودِ سلطاں سے وہ ممنوع ہوئے طرزِ سوال زخم پھیلائے جو دامن تو بنے تر دامن
وہ بھی چھپ چھپ کے یہاں دیکھتا ہے اپنی موت زخم میں ٹانکے ہیں یا درد کے در پر چلمن
حکمت آموزِ فلاطوں ہے تری عقلِ سلیم بات پختہ ہے تری، رائے تری مستحسن
رشتۂ بیخِ زقوم اس کو بناتی ہے زمیں تیرے اعدا کا نہ بیکار گیا تارِ کفن
آتشِ قہر سے رستم کا بھی ہو زہرہ آب شمع کی طرح سے گل جائے تنِ رویں تن
تیرے مداح ہیں سب اہلِ نظر، اہلِ کمال آنکھ میں گھر ہے ترا تو ہے زباں پر مسکن
سو زبانیں گلِ صد برگ سے لے قرضِ ہزار تو کرے لاکھ طرح سے وہ تری مدح سخن
ہیں ترے عہدِ عدالت میں شکستہ احوال دل شکن، عہد شکن، توبہ شکن، روزہ شکن

.. ..

چھریاں پڑ گئیں آخر کو رخِ توبہ پہ غلطی اس کو سمجھتے ہیں جو ہیں توبہ شکن
منہ چڑھے کون تری تیغ کے یہ کوہ شگاف سر شکن، صف شکن، آہن شکن، البرز شکن
ایک ہی وار میں تلوار کرے دو ٹکڑے مغفر و بکتر و چار آئینہ، خفتان و جوشن
اتنی حاصل ترے اعدا کو سبک دستی ہے تیری تلوار اڑا دیتی ہے تن سے گردن
کیا ترے اسپِ پری وش کی کروں میں تعریف خوب سے خوب خوش اسلوب سراسر ہمہ تن

…نہ جوڑا ہے، نلی جوڑی ہے، سم جوڑے ہیں — جتنی چھوٹی ہے کمر اتنی بڑی ہے گردن

… پاؤں، شکم، کان، کنوتی، پٹھے — ڈھل گئے حسن کے سانچے میں سب اعضائے بدن

…یں برق ہے اڑنے میں پری گشت میں چرخ (۸۰) ہر سبک رو صفت بوئے بہار گلشن

نہ بندھے اسپ فلک سیر فلک سے ہرگز — گر بنے قوس قزح اس کی پچھاڑی کی رسن

اللہ اللہ رے اس تیز روی کی تاثیر — نام لے اس کا تو ہو صاف زبان الکن

اتنی سرعت سے نہ ہرگز خبر آتی جاتی — تار برقی میں ہے آمیزش نعل توسن

فلک آسا وہ ترا فیل کہ جس کے آگے — ریزۂ سنگ و خزف سے ہیں سبک کوہ و دمن

ہیں ترے فیل کے دانتوں پہ سنہری چوڑے (۸۵) یا سر طور پہ کافور کی شمعیں روشن

یوں سر فیل پہ سیہ زرد عماری تاباں — شب کو جس طرح سے ہو چرخ پہ مہ جلوہ فگن

ڈر کے رکھتا ہے قدم برج اسد میں خورشید — دیکھ کر فیل شکاری کو ترے شیر فگن

طمطراق اور تری فوج کا وہ زرق و برق — لیس ہر طرح سے ہر ایک رسالہ پلٹن

دکنی و غربی، کابلی و پنجابی — ہر سپاہی ترے لشکر کا ہے رشک بیژن

داغ مداح و ثنا خوان و ستائش پیرا (۹۰) اس دعا پر تری کرتا ہے بس اب ختم سخن

جب تک آفاق میں ہو دولت و ثروت کی نمود — جب تک افلاک پہ ہوں اختر و انجم روشن

جب تک آغاز پہ ہے حسن و جمال دلکش — جب تک اظہار پہ ہے رنگ گل و نسترن

جب تک آوازۂ اقبال ہو آویزۂ گوش — جب تک اندازۂ عشرت ہو بہ انداز چمن

جب تک انجام کو پہنچے فلک پیر کی عمر — جب تک آفت سے ہوں محفوظ زمین اور زمن

جب تک اسلام کا ہے نام جہاں میں قائم (۹۵) جب تک اس نام سے آباد ہے یہ دیر کہن

بلبلیں شیفتہ جب تک ہوں بہار گل پر — اور پروانہ نثار سر شمع روشن

حسن معشوق میں جب تک ہو کمال تاثیر — دل عاشق میں کبھی جاتی ہو کبھی عشق دفن

تو سلامت رہے، آباد رہے، شاد رہے — زار ہو، خوار ہو، ناچار ہو تیرا دشمن

تیری اولاد کی کثرت ہو تری نسل سے یوں   جیسے اک دانے سے پیدا ہوں ہزاروں خرمن

سرخ رو دو تخ ہو یوں خلقِ کرم سے تیرے
پرتو مہر سے جس طرح بنے لعلِ یمن

جلالؔ لکھنوی

در منقبت امام زماں صاحب الامر علیہ السلام

میں شب کو بند کیے دیدۂ تماشا بیں — بنور دیکھتا تھا سیر آسمان و زمیں
جہان کے تھے نشیب و فراز پیشِ نگاہ — فلک نشیں تھا کبھی اور گاہ خاک نشیں
کبھی زمیں پہ افتادہ شکلِ نقشِ قدم — کبھی غبار کے مانند فوقِ چرخِ بریں
کبھی تھا پیرِ مغاں مے کشوں کے جلسے میں — کبھی تھا زاہدوں کی انجمن میں قبلۂ دیں
شریکِ حال کہیں صوفیوں کے وجد میں تھا — کہیں تھا رونقِ بزمِ مشائخِ حق بیں
مقیم صورتِ راہب کبھی کلیسا میں — کبھی تھا خانۂ کعبہ میں اعتکاف گزیں
کہیں تھا ناقۂ لیلیٰ کے زنگ کی آواز — کہیں تھا آہِ دلِ قیس کی صدائے حزیں
کہیں تھا ذوقِ جوشِ تلخ کامیٔ فرہاد — کہیں تھا نازکشِ دل ربائیٔ شیریں
کبھی تھا ساقیٔ محفل کبھی تھا ساغر کش — کبھی سرور سے مملو کبھی خمار آگیں
کبھی حسینوں کے عیش و نشاط کا دن تھا — کبھی شبِ غم و اندوہِ عاشقانِ حزیں
کہیں ترنمِ خنیاگرانِ گل رخسار — کہیں چھائی مہوش کا بادۂ رنگیں
کہیں تھا رونقِ گلزار صورتِ گلبن — کہیں تھا طرۂ گلہائے دامنِ گل چیں
کہیں نسیمِ سحر کی طرح چمن میں رواں — کہیں تھا غنچوں میں مثلِ شمیم گوشہ نشیں
جمالِ نرگس و گل کی کبھی تھی گل چینی — کبھی تھا محوِ تماشائے لالہ و نسریں
کبھی تھا اپنے تجسس میں آپ ہی خود گم — کبھی تھا اپنے ہی حالِ تباہ کا خود بیں
یکایک آگئی نیند اور بن کے پھرنے لگی — مری نگاہوں میں اک نازنینِ مہ تمکیں
وہ نازنین کہ شرم و حجاب پر جس کے — ہزار دل سے فدا شاہدانِ پردہ نشیں

وہ بے قرار وہ بے چین ایسی گرما گرم
چمک کے برق صفت جا رہے کہیں کی کہیں

خدا کی شان نظر آ گئی ز سر تا پا
گماں پری کا تھا اس پر تو حور کا تھا یقیں

وہ رشکِ بدر و ہلال ابرو اور پیشانی
وہ مانگ جس سے خجل کہکشانِ چرخِ بریں

رسائیاں مرے طالع کی تھے رسا گیسو
ستارہ بخت کا تھا خالِ عارضِ رنگیں

سوادِ شامِ شبِ قدر شام زلفوں کی
نمونۂ سحرِ روزِ عید صبحِ جبیں

چمک سے جبیں کی چکا چوند چشمِ انجم کی
دکھا رہی تھی وہ افشاں جمالِ نور آگیں

وہ کان کانِ جواہر نثار ہو جس پر
وہ کان حلقہ بگوشوں میں جن کے جملہ حسیں

وہ آنکھیں نرگسِ مخمور پر جو چشمک زن
کبھی نہ چار کرے جن سے آنکھ آہوئے چیں

کہوں میں گالوں کو کس طرح چاند کا ٹکڑا
کہ ان میں چاند میں تھا فرق آسمان و زمیں

وہ بینی اس کی جو بینا کا کر دے ناک میں دم
پھڑک کے وہ نتھنوں کی جس پہ پھڑک اٹھیں خود بیں

لب و دہاں تھے وہ شیریں آبِ حیواں کا وصف سنے
تو زہر کھا کے ضرور اپنی جان دے شیریں

تبسمِ سحری صدقے اس تبسم پر
نثارِ گوہرِ دنداں تھے گوہرِ بر دیں

وہ خوش نمائی چاہِ ذقن کہ خود جس میں
گرا دے یوسفِ دل آپ کو شک اس میں نہیں

گلا تھا نور کا رشکِ صراحیِ مئے ناب
ابھر کے سینہ دکھاتا تھا جامِ بلوریں

کچیں وہ ابھری ہوئی برچھیوں کی تھیں انیاں
جو کھب کے نظروں میں سینے کے پار ہوتی تھیں

وہ دونوں شانہ و بازو بھرے بھرے تھے سڈول
نگاہیں ہاتھ بڑھا کر بلائیں لینے لگیں

وہ انگلیاں تھیں کہ یاقوتِ ناب کی قلمیں
کلائیاں تھیں کہ ہیرے کی شاخیں ترشی ہوئیں

یقیں ہے ملنے لگے ہاتھ پنجۂ مرجاں
جو دیکھ پائے وہ اس شوخ کی کفِ رنگیں

کمر کا اس کی نہ تھا ہی وہ عدم میں نشاں
ہزار ڈھونڈھے کوئی کچھ پتہ نہیں ہے کہیں

وہ زیبِ پیکرِ انور کی خوشنما ساقیں
بنائے حسن کے تھے دو ستون نور آگیں

وہ پشتِ پا وہ بر انگشتِ پا جو دل کو ملے
وہ پاؤں حشر جو برپا کریں بر روئے زمیں

کرے سلام قیامت بھی اس کو جھک جھک کر | ادائے قامتِ دلکش جو دیکھ پائے کہیں
غرض وہ جب کہ بصد شوخی و کرشمہ و ناز | ادا سے آکے کھڑی ہو گئی سرِ بالیں
پکاری مجھ کو کہ کیا سو رہا ہے او غافل | محل خواب نہیں یہ محل خواب نہیں
بہارِ تازہ ہوں میں تجھ کو دینے آئی ہوں | نوید روح فزا مژدۂ نشاط آگیں
مری انیسوں میں ہے شادمانیٔ جاوید | مری جلیسوں میں ہے خرمیٔ خلدِ بریں
اٹھ اور کھول کے آنکھوں کو دیکھ دہر کا رنگ | یہیں ہیں یکتا دیدۂ تماشا بیں
جہاں کی بوقلمونی ہے دید کے قابل | کچھ اور ہو گئے پیرایۂ زمان و زمیں
بدل گئی ہے یکایک روش دو عالم کی | نہ اب وہ عالمِ بالا نہ عالمِ پائیں
طلسم کن فیکوں کے ہیں طرفہ تر نیرنگ | نئی زمین ہے گویا نیا سپہر بریں
بہم ہے قدسیوں میں غلغلہ مبارک ہو | تمام وجد میں ہیں ساکنانِ علیین
خدا کے شکر میں ہیں زیرِ عرش میکائیل | سرِ سجود جھکائے ہیں جبرئیل امیں
جناں میں حوروں کو غلماں ہیں نوید رساں | ملائکہ کو سناتی ہے مژدہ حورِ عیں
ترانہ سنج ہیں آپس میں زہرہ جبیں | فلک کو دے رہے ہیں تہنیت مہ و پرویں
ورودِ چاردہم معصوم کا ہے خلق میں آج | مہ مبارکِ شعباں کی شب ہے پندرہویں
ظہور آج ہے اس نور کا زمانے میں | قدم سے جس کے ہوا فرشِ خاک عرشِ بریں
خدیو ہر دو سرا جن و انس کا مولا | ملائکہ کا شرف فخرِ آسمان و زمیں
مطاعِ روحِ قدس مقتدائے خضر و مسیح | فروغِ ملتِ بیضا سراجِ راہِ یقیں
امام عصر اولو الامر حجتِ قائم | ستونِ دینِ حق آئینِ دینِ حق کے رکنِ رکیں
شہِ انام رسالت پناہ کے ہم نام | ملک سپاہ، فلک بارگاہ، عرش نشیں
جنابِ مہدیٔ ہادی محمدِ ثانی | طریقِ حق کے خضر رہنمائے شرعِ مبیں
علی کے نورِ نظر مصطفیٰ کے لختِ جگر | قسیمِ طوبیٰ و کوثر شفیعِ یوم الدیں

خدا کا نور محمدؐ بھی مثل احمدؐ ہیں / بزرگیاں وہی ان کو ملیں جو اُن کو ملیں
نوال و بذل و سخا و کرم شجاعت و عدل / سب ان میں تھا بھی صفتیں ہیں وہی جو ان میں تھیں
وہ تھے جو آیۂ رحمت یہ ہیں سحاب کرم / وہ تھے شفیع یہ امت کے ہیں ممد و معیں
وہ تھے سراج منیر آپ کوکب دری / وہاں بھی سایہ نہیں تھا یہاں بھی سایہ نہیں
جناب کا در دولت ہے سجدہ گاہِ ملک / حضور کے ہیں قدم اور قدسیوں کی جبیں
بعید کیا ہے اگر آپ کو بھی ہو معراج / پھر آئیں وحیٔ خدا لے کے جبرئیل امیں
اس آرزو میں ہے کرسی کہ آ کے مجبور بھی / کسی دن آپ ہوں رونق فزا بصد تمکیں
حضور لائیں جو تشریف فرشِ راہ ہوں میں / ہر ایک شب متمنی ہے اس کا عرش بریں
زبس کہ ہیں خلف مظہر العجائب آپ / عجیب آپ کی معجز نمائیاں دیکھیں
شراب خواروں کے عیش و نشاط ہو گئے تلخ / شراب سرکہ ہوئی مے فروش سرکہ جبیں
مغنیوں کے ہوئے راگ سر بسر کھٹراگ / سر اپنا دھنتے ہیں خاموش مطرب دیں
رہی نہ رقص کی رقاصوں کو بھی گردش یاد / کچھ ایسا کھا کے وہ چکر گرے بروئے زمیں
ہزار چھیڑیئے آواز دیتے ہیں کب ساز / بجائے طبلہ کوئی لاکھ کچھ صدا ہی نہیں
ہوا ہے نے کے گلوگیر آپ نغمۂ نے / گلے کا اس کے ہوئی درد اس کی صوت حزیں
یہ رعب داد ہے بیداد چھپتی پھرتی ہے / پناہ مانگتا ہے شر فساد گوشہ نشیں
کسی کو ہے ستم روزگار کا شکوہ / نہ کوئی شاکیٔ جور و جفائے چرخ بریں
روش بدل گئی خوبوں کی چشم فتاں کی / نگاہِ شوق کی گردش ہوئی ہے خانہ نشیں
سب اپنی بدلے ہوئے ہیں ستم گری معشوق / وہ عاشقوں کا ستانا ہی ان کو یاد نہیں
یقیں ہے دو ستم دستاں کا دم فنا ہو جائے / جو آپ دست بہ قبضہ ہوں آ کے برسر کیں
فلک پہ آنکھ کو بہرام کی بھی جھپکا دیں / دکھائیں تیغ کے جوہر جو چشم خشم آگیں
طبق زمیں کے الٹ جائیں رزم گہ کی صفیں / جو ہم ستیزوں کو آپ الٹیں ہو کے چیں بہ جبیں

جلالؔ اب یہ دعا مانگ حق تعالیٰ سے کہ آشکارا ہوں عالم میں جلد مہدیؑ دیں

.. ..

.. ..

جو آنکھیں طلعتِ زیبا کی ہیں بہت مشتاق
تجلیٔ رخِ انور سے ہوں وہ نور آگیں

محسن کاکوروی

مدیح خیر المرسلینؐ

(۱۲۹۳ھ)

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل — برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سرو قدانِ گوکل — جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طولِ امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی — کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی — ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
جانبِ قبلہ ہوئی ہے یورشِ ابرِ سیاہ — کہیں پھر کعبے پہ قبضہ نہ کریں لات و ہبل
ڈھر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ — ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جل
ابرِ پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم — برق، بنگالۂ ظلمت میں گورنر جنرل
نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی — پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
دیکھیے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن — سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں — تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلہ تھا ہنڈولے کا بھی گردابِ بلا — نہ بچا کوئی محافہ، نہ کوئی رتھ، نہ بہل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے — نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے — بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل
کبھی ڈوبی، کبھی اچھلی مہِ نو کی کشتی — بحرِ اخضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہلچل
قمریاں کہتی ہیں طوبیٰ سے خراجِ غالی — لائے باغ سے ہنڈولے فلکِ ھیم کسل
شبِ دیجور اندھیرے میں ہے ظلمت کے نہاں — لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منہ پہ آنچل

شاہدِ کفر ہی مکھڑے سے اٹھائے گھونگھٹ
جیسے کافر ہیں لگائے ہوئے کافر کاجل

جوگیا بھیس کیے چرخ لگائے ہے بھبھوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل

شب کو مہتاب نظر آئے نہ دن کو خورشید
ہے یہ اندھیر مچائے ہوئے تاثیرِ زحل

وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع
گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈھے اسے لے کر مشعل

نور کی پتلی ہوئی پردۂ ظلمت میں نہاں
چشمِ خورشیدِ جہاں بیں میں ہیں آثارِ سبل

آتشِ گل کا دھواں بامِ فلک تک پہنچا
جم گیا منزلِ خورشید کی چھت میں کاجل

ابر بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیر اگھپ ہے
برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل

جس طرف سے گئی بجلی پھر ادھر آ نہ سکی
قلعۂ چرخ میں ہے بھول بھلیاں بادل

فیضِ ترطیب ہوا نے یہ دکھائی تاثیر
زرِ محلول ہے اخگر تو کھرل ہے منقل

آب آئینہ تموّج سے بہا جاتا ہے
کہیئے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل

آج یہ نشو و نما کا ہے ستارہ چمکا
شاخ میں کاہکشاں کے نکل آئی کونپل

دیکھتے دیکھتے بڑھ جاتی ہے گلشن کی بہار
دیدۂ نرگسِ شہلا کو نہ سمجھو احول

خضر فرماتے ہیں سنبل سے تری عمر دراز
پھول سے کہتے ہیں پھلتا رہے گلزارِ امل

عطرافشاں ہے شبیہ گل و نسرین و سمن
نخلِ داؤدی مومی سے ٹپکتا ہے عسل

لہر لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ
چرخ پر بادلا پھیلا ہے زمیں پر مخمل

جگنو پھرتے ہیں جو گلبن میں تو آتی ہے نظر
مصحفِ گل کے حواشی پہ طلائی جدول

ہم زباں وصفِ چمن میں ہوئے سب اہلِ چمن
طوطیوں کی جو ہے تضمین تو بلبل کی غزل

تختِ طاؤسیِ گلشن پہ ہے سایہ کیے ابر
چتر کھولے ہوئے فرقِ شہِ گل پر سنبل

جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں
لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل

شاخ پر پھول ہیں جنبش میں زمیں پر سنبل
سب ہوا کھاتے ہیں گلشن میں سوار و پیدل

پھول لوٹے ہوئے پھرتے روشوں پر ہیں نسیم
یا سڑک پر ہیں ٹہلتے ہوئے گلگوں کوتل

آہ قمری میں مزہ اور مزے میں تاثیر — سرو میں دیکھئے پھول آنے لگے پھولوں میں پھل
ساتھ ساتھ آتے ہیں نالوں کے جگر کے ٹکڑے — شجر آہ و رسا میں نکل آئی کونپل
شجرے میں پیر مغاں کے نکل آئیں شاخیں (۴۵) حرمت دختر رز میں نظر آتا ہے خلل
سبزۂ خط سے ہوا ہونے لگی سرخی لب — چونچ حسن سے لال اڑ گئے بن کر ہریل
صاف آمادۂ پرواز ہیں شاماں کی طرح — پر لگائے ہوئے مژگان صنم سے کاجل
خندہ ہائے گل قالیں سے ہوا شور نشور — کیا عجب ہے جو پریشان ہے خواب مخمل
طرفہ گردش میں گرفتار عجب چکر میں ہے — سرمہ ہے نیند مری دیدۂ بیدار کھرل

شاخ شمشاد پہ قمری سے کہو چھیڑے ملار
نونہالان گلستاں کو سنائے یہ غزل

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل — تیرتا ہے کبھی گنگا کبھی جمنا بادل
سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل — برج میں آج سری کشن ہے کالا بادل
خوب چھایا ہے سر گوکل و متھرا بادل — رنگ میں آج کنھیا کے ہے ڈوبا بادل
شاہد گل کا ہے ساتھ ہی ڈولا بادل — برق کہتی ہے مبارک تجھے سہرا بادل
رخ افلاک نظر آتی ہے گنگا جمنی (۵۰) روپ بجلی کا سنہرا ہے روپہلا بادل
چرخ پہ بجلی کی چال ایک سے نظر آتی ہے — سبزہ چمکائے ہلاتا ہوا برچھا بادل
جیب تک برق ہے جتنا ہی یہ گھٹنے کا نہیں — ہے قسم کھائے اٹھائے ہوئے گنگا بادل
بجلی دو چار قدم چل کے پلٹ جائے نہ کیوں — وہ اندھیرا ہے کہ پھرتا ہے بھٹکتا بادل
چشمۂ مہر ہے نکلی گلی ذرہ سے دریا — پرتو برق سے ہوتی کا ہے بجرا بادل
میری آنکھوں میں سمایا نہیں یہ جوش و خروش (۵۵) کبھی ہے ذرہ کو دکھلائے کرشمہ بادل
دل بیتاب کی ادنی سی جھلک ہے بجلی — جسم بیتاب کا ہے ایک کرشما بادل
پیش دل کا اڑایا ہوا نقشہ تجلی — چشم بے آب کا دھویا ہوا حنا کا بادل
داغ کو نظر شیوں سے اکھڑ کر یہ چڑھ جائے — میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدقہ بادل

کچھ ہنسی کھیل نہیں جوشش گریہ کا ضبط
یہ مرا دل ہے، یہ ہے میرا کلیجا بادل

جامِ غم فلکِ پیر ہوا ہے لبریز
لیے آتا ہے جنازہ دیئے کاندھا بادل

راجہ اندر ہے پری خانۂ مے کا بانی
نغمۂ نے کا ہے سری کرشن کنھیا بادل

ہوش پر رحمتِ باری ہے چڑھا دُخمِ مے
چشمکِ برق سے کرتا ہے اشارا بادل

دیکھتا گر کہیں محسن کی فغان و زاری
نہ گرجتا کبھی ایسا نہ برستا بادل

مطلع

پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعدِ غزل
کہ ہے جکڑ میں سخن گو کا دماغِ مختل

باغ میں ابرِ سیہ مست چڑھا کر آیا
جامِ خورشید مے میکدۂ برجِ حمل

چشم میکش میں گلابی ہے کہ پھولا ہے گلاب
پھول کیوڑے کا کھلا ہے کہ کھلی ہے بوتل

جامِ بے بادہ سے کہتے ہیں کہ رندوں کو نہ چھیڑ
دستِ بے جام سے کہتے ہیں کلیجوں کو نہ مل

گوہرِ دل کو بڑی سنگ دلی سے پیسا
کشتیٔ مے کو بنایا مرے ساقی نے کھرل

کیسی افسردگی کیا بات ہے مرجھانے کی
غنچہ کہتا ہے لجا لو سے کہ گلشن سے نکل

سیرِ دشت کے مصروف جو ہے پاؤں ہے لنگ
شغل میں چاکِ گریباں کے ہے جو ہاتھ ہے شل

مصر والوں کو یہ ڈر ہے کہ زلیخا کے لیے
سرِ بازار نہ بکنے لگے سودے کا خلل

گُلِ داغ نگہ ہے کیا شمعِ شبِ فکر کا پھول
چلتے چلتے جو قلم ہاتھ سے جاتا ہے نکل

کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریرِ کلک
کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودے کا خلل

ہے سخن گو کو نہ انشا کی نہ املا کی خبر
ہو گئی نظم کی انشاد خبر سب مہمل

دل میں کچھ اور ہے پر منہ سے نکلتا ہے کچھ اور
لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے اٹکل

کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا
کوئی منزل نہ بچا اس سے نہ کوئی استھل

کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پہ
گھا گھرا پر کبھی گزرا کبھی سوئے چنبل

چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل
نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل

ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار
ہوئی آئینۂ مضموں کی دوچنداں صیقل

روئے معنی ہے بھٹکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف
تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل

اک ذرا دیکھیے کیفیتِ معراجِ سخن
ہاتھ میں جامِ زحل، شیشۂ مہ زیرِ بغل

گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں رکھا پاؤں
کہ تصور بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بَل

یعنی اس ابر کے میدان میں پہنچا کہ جہاں
خرمنِ برقِ تجلی کا لقب ہے بادل

تارِ بارانِ مسلسل ہے ملائک کا درود
پئے تسبیحِ خداوندِ جہاں عزّ و جل

کہیں طوبیٰ، کہیں کوثر، کہیں فردوسِ بریں
کہیں بہتی ہوئی نہرِ لبن و نہرِ عسل

کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل
کہیں رضواں کا، کہیں ساقیِ کوثر کا عمل

کنزِ مخفی کے کسی سمت نہاں تہ خانے
اک طرف مظہرِ قدرت کے عیاں شیش محل

عاشقِ جلوہ طلب گار کہیں چشمِ قبول
نازِ معشوق کے پردے ہیں کہیں حسنِ عمل

گلِ بے رنگیِ مطلق کے مہکتے گلزار
بے نیازی کے ریاحیں سے مہکتے جنگل

باغِ تنزیہ ہیں سرسبز نہالِ تشبیہ
انبیا جس کی ہیں شاخیں عرفا ہیں کونپل

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی عربی
زیبِ دامانِ ابد طرۂ دستارِ ازل

نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دو عالم کا ثمر
بحرِ وحدت کا گہر، چشمۂ کثرت کا کنول

مہرِ توحید کی ضو، اوجِ شرف کا مہِ نو
شمعِ ایجاد کی لو، بزمِ رسالت کا کنول

مرجعِ روحِ امیں زیب دہِ عرشِ بریں
حامیِ دینِ متیں، ناسخِ ادیان و ملل

ہفت اقلیمِ ولایت میں شہِ عالی جاہ
چار اطرافِ ہدایت میں نبیِ مرسل

جی میں آتا ہے لکھوں مطلعِ برجستہ اگر
دھیان میں آکے قلم ہاتھ سے جائے نہ اچھل

مطلع

منتخب نسخۂ وحدت کا یہ تھا روزِ ازل　　کہ نہ احمدؐ کا ہے ثانی نہ احد کا اوّل
دورِ خورشید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح　　تا ابد دورِ محمدؐ کا ہے روزِ اوّل
شبِ اسریٰ میں تجلّی سے رخِ انور کی　　ڈھل گئی گردنِ رفعت سے سنہری ہیکل
سجدۂ شکر میں ہے ناصیۂ عرشِ بریں　　خاک سے پائے مقدس کی لگا کر صندل
افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب　　اوّلیت پہ تری متفق ادیان و ملل
لطف سے تیرے ہوئی شوکتِ ایماں محکم　　قہر سے سلطنتِ کفر ہوئی مستاصل
بحثِ جاہ میں اعلیٰ کے ہیں معنی ادنیٰ　　مصرفِ جود میں اکثر کا مرادف ہے اقل
شانِ حضرت کا ہے تشدیدِ دو لام و اللیل　　صادِ مازاغ البصر سرمۂ چشمِ اکحل
جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم　　جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات و ہبل
تیری تشبیہ کا ہے آئینہ خانہ تنزیہ　　شانِ بیرنگیٔ مطلق ہے تجھے رنگ محل
ہے حقیقت کو مجاز آپ کا حیرت کا مقام　　بے نیازی کو نیاز آپ کا نازش کا محل
ہو سکا ہے کہیں محبوبِ خدا غیرِ خدا　　اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشمِ احول
رفع ہونے کا نہ تھا وحدت و کثرت کا خلاف　　میم احمدؐ نے کیا آکے یہ قصّہ فیصل
نظر آئے اگر احمدؐ میں مجھے دالِ دوئی　　روزِ محشر ہوں الٰہی مری آنکھیں احول

پھر اسی طرز کی مشتاق ہے موّاجیٔ طبع
کہ ہوا تھا بحر میں اک قافیہ اچھا بادل

کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلا بادل　　سجدے کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل
چھوڑ کر مے کدۂ ہند و صنم خانۂ برج　　آج کعبہ میں بچھائے ہے مصلّا بادل
سبزۂ چرخ کو اندھیاری لگا کر لایا　　شہسوارِ عربی کے لیے کالا بادل
بحرِ امکاں میں رسولِ عربی درِ یتیم　　رحمتِ خاصِ خداوند تعالیٰ بادل

قبلۂ اہلِ نظر کعبۂ ابروئے حضور　　موئے سر قبلے کو گھیرے ہوئے کالا بادل
رشک سے شعلۂ رخسار کے روتی ہے برق　　برق کے منہ پہ ہے رکھے ہوئے پلّا بادل
دور پہنچی لبِ جاں بخشِ نبیؐ کی شہرت　　سن ذرا کہتے ہیں کیا حضرتِ عیسیٰ بادل
چشمِ انصاف سے دیکھ آپ کے دندانِ شریف　　دُرِ یکتا ہے ترا گرچہ یگانا بادل
تھا بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پہ　　شبِ معراج میں تھا عرشِ معلّٰی بادل
آمدورفت میں تھا ہم قدمِ برقِ بُراق　　مرغزارِ چمنِ عالمِ بالا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجا یا ڈنکا　　تھا تری عامِ رسالت کا گرجتا بادل
دینِ اسلام تری تیغِ دو دم سے چمکا　　یا اٹھا قبلے سے دیتا ہوا کاندھا بادل
آستانے کا ترے دہر میں وہ رتبہ ہے　　کہ جو نکلا تو جھکائے ہوئے کاندھا بادل
تو وہ فیاض ہے در پر ترے سائل کی طرح　　فلکِ پیر کو لایا دیئے کاندھا بادل
تیغ میدانِ شجاعت میں چمکتی بجلی　　ہاتھ گلزارِ سخاوت میں برستا بادل

محسنؔ اب کیجئے گلزارِ مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل

مطلع

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل　　میرے ایمانِ مفصّل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنّا کہ رہے نعت سے تیری خالی　　نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے　　صرف تیرا ہو بھروسا، تری قوت ترا بل
ہو مرا ریشۂ امید وہ نخلِ سرسبز　　جس کی ہر شاخ میں ہو پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تا دمِ مرگ　　شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
نامِ احمدؐ بہ زباں سر بہ یا میم بہ جیبھ　　لب پہ ہو صلّ علیٰ دل میں مرے غزوجل
روح سے میری کہیں پیار سے یہ عزرائیل　　کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل

دمِ مُردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا مری
فکرِ فردا کی نہ کر دیکھا جائے گا کل

یاد آئینۂ رخسار سے حیرت ہو مجھے
گوشۂ قبر نظر آئے مجھے شیش محل

میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا
نہ اٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بے کل

رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعدِ فنا
مرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل

حذف ہوں میرے گناہانِ ثقیل اور خفیف (۱۴۰)
آئیں میزاں میں جب افعالِ صحیح و معتل

میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ
عارضِ شاہدِ محشر ہو اگر حسنِ عمل

صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

اسمٰعیل میرٹھی

بدیدۂ عبرت

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار　　یہ ایک سادہ گزارش ہے یا اولی الابصار
کہ اب کے ماہِ محرم کی ساتویں تاریخ　　گیا جو گھر سے قضارا بہ جانبِ بازار
تو دیکھتا ہوں کہ گزری ہیں اک اکھاڑا ہے　　اور اتنی بھیڑ کہ جس کا نہیں حساب و شمار
ہیں دو حریف مقابل لیے پھری گتکا　　ہر ایک فنِ پھکیتی میں طاق اور طرار
جو اس نے پاؤں بجایا تو اس نے سر تاکا　　دکھایا چہرہ تو پہلو پہ جا گیا ہے وار
عجیب ٹھاٹھ نئے پینترے، غضب پھرتی　　نرالے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں اظہار
چلا ہے ایک بنیٹی کا باندھ کر چکر　　کھڑا ہے ایک لیے سیف لڑ رہا ہے کٹار
میں اپنے دل میں لگا کہنے کیا حماقت ہے　　مٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوار
یہ کھیل محض نکما ہے بلکہ بیہودہ　　جو دیکھتا ہے سو ہنستا ہے زیرِ لب ناچار
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانے میں　　نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورتِ پیکار
کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صف شکن باقی　　کہ ان فنون پہ ہوتے تھے جان و دل سے نثار
ہزار سے نہ دبے لاکھ سے نہ منہ موڑا　　جو ڈٹ گئے کسی میداں میں کھینچ کر تلوار
نہ اب بکیت کو پوچھے نہ کوئی راوت کو　　نہ تیر ہے نہ کماں ہے نہ بانک ہے نہ کٹار
نہ اس کمال کی پرسش نہ اس ہنر کی قدر　　نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ ہتھیار
نہ جس میں دین کا ہو فائدہ نہ دنیا کا　　تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی ہشیار
جواب دل نے دیا یوں کہ مت تعجب کر　　میاں اس سے بڑھ کے سناؤں زمانے کے ادوار

شاعر

سخن وران زماں کی بھی ہے یہی حالت — کہ اس قدیم ڈگر کو نہ چھوڑیئے زنہار
سوائے عشق نہیں سوجھتا انھیں مضموں — سو وہ بھی محض خیالی گھڑت کا اک طومار
نہ لکھتے ہیں کبھی نیرنگ حکمت و قدرت — نہ واقعات کے وہ کھینچتے ہیں نقش و نگار
ہے شاعری میں یہ پہلا اصول موضوعہ — کہ جھوٹ موٹ کے بن جائیں ایک عاشق زار
تمام اگلے زمانے کا ہے یہ پس خوردہ — کہ کر رہے ہیں جگالی وہ جس کی سو سو بار
کمال اپنا سمجھتے ہیں خود ستائی کو — نہ ننگ ہے نہ حیا ہے نہ شرم و غیرت و عار
جو آئے فخر پہ آئیں تو بس کریں تسخیر — حدود ہند سے لے تا بخارس و تاتار
ہو ایک غار میں پانی سڑا ہوا لبریز — پڑا ہے نیم کا پتہ اور اس پہ پشہ سوار
وہ پشہ آپ کو سمجھا ہو ناخدائے جہاز — اور اس سڑے ہوئے پانی کو لجۂ ذخار
اسی طرح سے ہمارے زمانے کے شاعر — سمجھتے اپنی خرافات کو ہیں عین وقار
مبالغہ ہے تو بیہودہ عقل سے خارج — ہے استعارہ تو بے لطف اور دور از کار
کیا ہے نام زٹل قافیہ کا اپنے سخن — وہ کنکری ہے جسے کہتے ہیں در شہوار
جو ان کے دیکھئے دیوان تو بورے کے لادو — غلیظ و گندہ سراسر نتیجۂ افکار
وہی ہے شاعر غرا جو بے تکی ہانکے — یہی ہے شعر کا اس دور میں بڑا معیار
یہ ان کی طبع بلند اور معنی رنگیں — جو طبع گند ہے تو معنی سڑا ہوا مردار
نہ جس سے طبع کو تفریح ہو نہ دل کو خوشی — غزل ہے یا کوئی ہذیان ہے بوقت بخار

نمونۂ غزل

صفت ہے دوست کی جلاد و ظالم و غدار — ستم شعار دل آزار بے وفا مکار
ہے دلبروں کی بھی شباہت نہ منہ نہ بانہ کمر — بجائے زلف کے دو اژدہوں کی ہے پھنکار
یہ آپ کے گلے کا ہار ہو وہی باسی پھول — کبھی ہے نزع کی حالت میں نرگس بیمار

جو ٹون ہال کی محراب ہے خمِ ابرو — تو ہے مژہ بھی پولس کے سپاہیوں کی قطار
نسخ کنواں ہے کہ جس میں ڈبو چکے لٹیا — بھنور ہے ناف کہ جس سے نہ ہوگا بیڑا پار
شبِ فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر — تو ایشیا کو ڈبو دیوے دیدۂ خونبار
وہی لنڈوری ہے قمری تو پر کچی بلبل — وہی ہے سرو کا ٹھنٹھ اور طول قامتِ یار
جو ناصحوں سے ہے کھٹ پٹ تو زاہدوں سے چخ — جو ساقیوں سے لگاوٹ تو مغبچوں سے پیار
غریب شیخ پہ ہر دم دولتیاں جھاڑیں — کریں مساجد و کعبہ سے دم دبا کے فرار
کہاں ہے ان کا ٹھکانا کدھر ہے ان کا مقام — وہی ہے بیت صنم اور خانۂ خمار
بگھارتے ہیں تصوف تو کون دے کا داد — کہاں ہیں سعدی و حافظ، سنائی و عطار
کریں گے اس قدر ایمان و دین کی تفضیح — کہ گویا ہیں کوئی ہفتاد و ہشت کے کفار
اگرچہ ہاتھ میں تسبیح لب پہ ہو توبہ — بنیں گے شعر میں ہاں مے پرست و بادہ گسار
ہے چرخ پیر تو مدت سے شاعروں کا پیر — یہ کوستے ہیں اسے یہ مرید ناہنجار
جمال یوسف و اعجاز عیسیٰ و موسیٰ — ہیں ان کی گندہ دہانی کے سامنے سب خوار
نہ کچھ خدا کا لحاظ اور نہ انبیا کا ادب — یہ ان کی نور بھری شاعری خدا کی مار
ہے ان کی طبع دنی عنکبوت کا جالا — اور ان کی بندشِ مضموں ہے مکھیوں کا شکار
کسی عمارتِ رسمی کا گر بیان کریں — محیط کون و مکاں اس پہ تنگ ہو ناچار
جو اس کی نیو ہو گاوِ زمیں کے سم سے پرے — تو اس کا کنگرہ بالائے گنبدِ دوار
وہ توڑتے نہیں لقمہ مبالغے کے بدوں — بغیر بہنگی کے جس طرح چل سکے نہ کہار
سدا دروغ کی کرتی ہیں مکھیاں بھن بھن — چپک رہا ہے لبوں پر جو شیرۂ گفتار
لکھیں جو قصہ تو دیو و پری کا افسانہ — لگا دیں کذب کے ڈھیر اور جھوٹ کے انبار
کریں چڑیل کو حوران خلد سے نسبت — بنائیں اونٹ کٹیلی کو گلشن بے خار
جب ان پہ ہوتے ہیں مضمون مبتذل وارد — تو گویا عرش سے اتری چمار کو بیگار

کریں جو مدح کسی چرکٹے کی وہ بالفرض | تو پھر سکندر و دارا ہیں اس کے باج گزار
بنائیں اس کے تئیں بر و بحر کا سلطان | جو فی المثل ہو کسی کوردہ کا نمبردار
لکھیں وہ دھوم کہ ہو گرد جشن جمشیدی | جو رقعہ شادی کا لکھوائے کوئی ساہوکار
بنانا پر کا کبوتر تو ہے بہت آسان | سوئی کو پھالا کہنا تو کچھ نہیں دشوار
ہے سچ تو یہ کہ انھیں شاعروں کے قالب میں | لیا ہے جھوٹ نے کلجگ میں آن کر اوتار
مشاعرہ ہو تو لڑتے ہیں جیسے ٹینی مرغ | لہولہان ہیں پنجے شکستہ ہے منقار
وہ خود فروش بنے آج اوستادِ زماں | کہ جن سے کوئی ٹکے سیکڑا نہ لے اشعار
اگر سنیں کہ ہوا ہے فلاں رئیس علیل | تو پہلے قطعۂ تاریخ کر رکھیں تیار
اجڑ گئے ہیں وہ تھان اور لد گئے ڈیرے | جہاں کراتے تھے یہ بھانڈ کاغذی ہوار
جہاں خوشامدیوں، شاعروں کی تھی بھرتی | اب ایسی کاٹھ کی الّو نہیں کوئی سرکار
تو اب وہ پھرتے ہیں ناچار مانگتے کھاتے | بنا کے کاسۂ گدائی کا پرچۂ اخبار
کسی کی مدح سرائی، کسی کی بدگوئی | اڈیٹری کی بھی کرنے لگے ہیں مٹی خوار
کلام دیکھو تو صورت حرام سر تا سر | سلاح بر در و کس نیست در میانِ حصار

فلسفی علما

نہ شاعروں ہی پہ تنہا پڑے ہیں یہ پتھر | کہ عالموں کا بھی اس دور میں یہی ہے شمار
نہیں ہیں آج جہاں تھے یہ دس صدی پہلے | گیا ہے قافلہ دور اب ٹٹولتے ہیں غبار
وہی ہیں یاد پرانے اصول یونانی | جنھیں علوم جدیدہ نے کر دیا بیکار
وہی قدیم زمانے کا فلسفی سڑیل | ہو جیسے کہنہ کھنڈر کی ڈھئی ہوئی دیوار
ہنوز فخر و مباہات اس پہ کرتے ہیں | وہ جن کے سر پہ فضیلت کی ہے بندھی دستار
ہے درس میں وہی ترتیب مادہ اب تک | کہ پہلے خاک ہے پھر آب، پھر ہوا پھر نار
اگرچہ ہو گئے تحلیل خاک و باد اور آب | مگر ہیں علم میں ان کے وہی عناصر چار

ہے آسمان طواف زمیں میں مصروف — ہے آفتاب ابھی چرخ چارمیں پہ سوار
وہی ہے ڈھانچ پرانا نظام ہیئت کا — جڑے ہوئے ہیں فلک میں ثوابت و سیار
وہی ہے مسئلۂ خرق و التیام ہنوز — کہ جس کا اب نہ کوئی مدعی نہ جانب دار
وہی حساب ہے لکھا ہے جو خلاصے میں — گھٹے بڑھے گا نہ اک صفر تا بہ روز شمار
جو کہہ گئے ہیں فلاطون اور بطلیموس — اسی کی بحث ہے اب تک اسی کی ہے تکرار
جو شرح چغمنی و میبذی میں لکھا ہے — زروئے کشف کھلے تھے وہ غیب کے اسرار
جو شمس بازغہ میں آچکا سو ہے الہام — کہ ہے مسائل حکمیہ کا اسی پہ مدار
بھرا ہوا ابھی تک جلیبیوں سے ہے منطق — کہ ایک کو جو کہیں دو تو پھر نہ ہو انکار
ہوا دلائل وہمیہ سے جو کچھ ثابت — تو پھر مشاہدہ بے سود، تجربہ بے کار
نہ جن کے ہاتھ میں پیسہ نہ شکل کھانے کی — وہ کھائے بیٹھے ہیں اشکالِ منطقی پہ اُدھار
دماغ خشک ہیں ان کے جو کچھ سمایا ہے — اسی کی ترنگ، ہے وہی ڈینگ ہے وہی اصرار
بسی ہوئی ہے ابھی تک وہی پرانی بو — کچھ ایسی پی ہے کہ گھٹتا نہیں ہے جس کا خمار
ہیں عاقلوں کے لیے آیت خداوندی — یہ آسمان و زمیں اور نجوم پُرانوار
نہیں ہے گوشۂ خاطر کا اس طرف میلان — کہ غور کیجئے قدرت کے دیکھ کر آثار
ہے کس طریق پہ ارض و سما کی پیدائش — ہے کس کے قبضے میں جمازۂ جہاں کی مہار
ہے موسموں کی بھلا یہ الٹ پلٹ کیونکر — کبھی عمل ہے خزاں کا، کبھی ہے دخلِ بہار
کبھی کا دن ہے بڑا اور کبھی کی رات بڑی — یہ کس روش سے ہوا اختلافِ لیل و نہار
یہ کس نے پھیر دیا موسمی ہوا کا رخ — یہ کیوں ہے بادِ تجارت کی متصل رفتار
نسیم بحری و بری میں چھیڑ چھاڑ ہے کیوں — کہ رات دن نہ اسے چین ہے نہ اس کو قرار
ہوا ہے بحر سے کیونکر ہوا کا دامن تر — اڑائے نار شعاعی نے کس طرح یہ بخار
کیا ہے کس نے بتاؤ سحاب کو تسخیر — میانِ ارض و سما مثل طائر پر دار

ہی کیونکہ گرم یہ ہنگامہ برف و باراں کا — سدا بروئے زمیں خاص کر سر کہسار
یہ اوس کیا ہی، کہر کیا ہی اور بادل کیا — یہ بادلوں سے برستی ہی کس طرح بوچھار
دیا ہی کس نے یہ آب حیات کا چھینٹا — کہ لہلہائے زمیں پر ہرے بھرے اشجار
بہے پہاڑ سے چشمے رواں ہوئے دریا — اُگے نہال، کھلے پھول اور لگے اثمار
رواں ہی ساحتِ دریا پہ کس طرح کشتی — چڑھے ہوئے ہیں مسافر لدا ہوا ہے بار
کہ جس کے فیض سے دولت سمیٹتے ہیں لوگ — اسی کے نفع سے قائم ہی فرقۂ تجار
ہوا ہے بحر میں کیونکر یہ جزر و مد پیدا — یہ کیا ہیں زلزلۃ الارض اور جبال النار
دبے پڑے ہیں فلزات اور جواہر کیوں — ہوا زمیں سے پہاڑوں کا کس طرح یہ ابھار
ہوئی ہے کب طبقاتِ زمیں کی ترتیب؟ — نئی زمیں بناتا ہی کون سا معمار
غرض کہ صنعتِ حق کے نکات ہیں بیحد — کہ جن سے غافل کون و فساد ہی سرشار
نہ ان مظاہر قدرت پہ ڈالتے ہیں نگاہ — نہ ان رموز کی تحقیق ہے نہ استفسار
ہیں جن علوم سے انساں کے حال میں برکت — ہیں جن فنون سے گلزار شہر و ملک و دیار
ہیں جو علوم صنائع کے قبلہ و کعبہ — ہی جن فنون سے حسن معاشرت کا سنگار
ہی جن علوم سے انساں کی زندگی سرسبز — ہیں جن فنون سے اہل زمانہ برسر کار
یہ ان کے نام پہ کہتے ہیں د۔ ف اور خ — یہ ان پہ کرتے ہیں لاحول اور استغفار
یہ نعمتوں سے خدا کی ہوئے ہیں سخت نفور — یہ خوبیوں سے تمدن کی ہیں بہت بیزار
یہ ڈھونڈھتے ہیں وہی لکھے اور وہی چھکڑا — اگرچہ ریل کی سیٹی نے کر دیا بیدار
یہاں پڑا ہے ابھی مرغ نامہ بر بسمل — وہاں پیام اڑے ہے کے برق کی رفتار
زحل کے سامنے کچھ کام دے سکے گی بھلا — پرانی وضع کی بندوق وہ بھی توڑے دار
ملے گا ہاتھ وہ کیا جس پہ گر چکا فالج — چلے گی تیغ وہ کب جس کو کھا گیا زنگار
گیا ہے گردشِ گیتی نے جس کو ملیا میٹ — ہنوز جس پہ ہے چھایا ہوا غبار ادبار

معلم

معلموں کو جو دیکھو تو روحِ دقیانوس — ہیں وہ بھی دخمۂ فارس کے استخواں بردار
وہی ہے ان کا پرانا طریقۂ تعلیم — کہ جس میں زندہ دلی کے نہیں رہے آثار
وہی خوشامدی القاب اور وہی آداب — کہ جن سے تازہ ہو انشائے زلیخا کی بہار
ہر ایک انچ کا مطلب تھا ہاتھ بھر کی دعا — اور ایک گز کی تمنائے دولتِ دیدار
طریقِ ترجمہ اب تک وہی ہے اوٹ پٹانگ — پڑھیں جو لڑکے تو ہل ہل کے اور پکار پکار
نہ چلنے پھرنے کی عادت نہ خوئے ریاضت کی — جواں ہیں پیر سے بدتر تو پیر زار و نزار
سوائے ضعفِ دماغ اور بھی مرض ہیں کئی — فتورِ ہاضمہ، آشوبِ چشم، نزلۂ حار
مکاں وہ جس میں کھچا کھچ بھرے ہیں لونڈے — ہے جیل خانے کی مانند تنگ و تیرہ و تار
ہوئے جو پڑھ کے مکاتب میں فارغ التحصیل — تو نوکری کے لیے کر رہے ہیں سوچ بچار
نہ ایسے علم سے واقف کہ کچھ کما کھائیں — نہ ایسے فن کی مہارت کہ کر سکیں بیوپار
نہ ہو سکیں گے ملازم کسی کچہری میں — کہ اس کے واسطے ہے مڈل کی سند درکار

طبیب

اسی روش پہ اطبا کا ہے مرضِ مزمن — ہنوز نبضِ طبابت کی سست ہے رفتار
وہی سدیدی و قانون و تحفہ و مخزن — خدا نے ان پہ لگا دی ہے مہرِ استمرار
مجربات وہی اور وہی ہیں دستورات — انھیں بھی مردہ پرستی کا ہے بڑا آزار
وہی ہے فصد، وہی منضج اور وہی مسہل — وہی سنا و گلِ سرخ و شربتِ دینار
معالجے میں ترقی نہ کچھ مداوا میں — وہی سبب، وہی تشخیص اور وہی تیمار
غذا بتائیں وہی دال مونگ یا کھچڑی — بلا سے ان کی مرے یا جئے کوئی بیمار
اگر مریض کی قسمت سے ہو گیا بحران — تو راس آئی دوا ورنہ اشتداد بخار
نہ کچھ دوا کی ہے تحقیق نے دوا سازی — وہی دوا ہے جو پڑیا میں باندھ دے عطار

نہ ٹھیک طور سے اجسام کی ہوئی تشریح — نہ تیز فن جراحت سے کر سکے ادرار
نہ کیمیا کے ہوئے حل و عقد سے آگاہ — نہ مفردات کی ترکیب کے کھلے اسرار
نہ فنِ قابلہ میں دست قابلیت ہے — نہ ان کی شرح نباتات پر نظر زنہار
توہمات بھی داخل ہیں یاں طبابت میں — بڑا طبیب ہے گر ہو منجم و جفار
نظر بروج و کواکب پہ کرکے دے نسخہ — کہ ہیں دوا پہ موثر نجوم کے آثار

دنیا پرست دین دار

ہر ایک علم و عمل میں پڑی ہے یہ پھٹکی — ہر ایک طرز و روش پر پڑی ہے یہ پھٹکار
امام و حافظ و واعظ، موذن و مفتی — نہ کوئی دین میں پورا نہ ٹھیک دنیادار
زبس کہ دعوت و نذر و نیاز پر ہے معاش — ہوئے ہیں قوم میں پیدا بہت سے پنشن خوار
جو ڈھونڈتے ہیں پڑے کھا کے لقمۂ خیرات — گئی حمیت و غیرت دلوں سے ان کے سدھار
وہ پھولتے ہیں، ابھرتے ہیں، فخر کرتے ہیں — فقط اسی پہ کہ ہم ہیں بڑے نماز گزار
نہ خلق نیک، نہ ہمت بجا، نہ عزم درست — نہ حبِ قوم، نہ حبِ وطن، نہ حبِ تبار
لکھیں گے ٹھیک وہی ان کا دفتر اعمال — یہ دو فرشتے مقرر ہیں جو یمین و یسار
تھے پہلے صاحبِ تقویٰ تو خلق کی تصویر — نہ آج کل کے سے ملائے خشک دل آزار
کہاں ہیں دین و دیانت، طہارت و تقویٰ — کہاں ہیں اگلے زمانے کے باصفا ابرار
مدار دین ہے اس پر کہ جھٹ کتر ڈالیں — جو پائیں ٹخنے سے نیچی ذرا کسی کی ازار
فقط مسائل غسل و وضو و استنجا — یہی ہیں وحیِ الٰہی کے آج کل اسرار
کہیں تو ضاد کی قرأت پہ غل غپاڑہ ہے — کہیں ہے جہر پہ آمیں کے جوتی اور پیزار
کسی گروہ میں ہے ختم فاتحہ پر جنگ — کہیں ہے مجلسِ میلاد موجبِ تکرار
کہیں تو کفر کے فتووں کا چل رہا ہے گراب — کہیں ہے طعن و ملامت کی ہو رہی بھرمار
یہ مولوی ہیں کہ بغض و نفاق کے جرنیل — کہ جاہلوں کو لڑاتے ہیں یہ سپہ سالار

بلا سے ان کی اگر مضحکہ کریں ملحد
بلا سے ان کی اگر دین پر ہنسیں کفار

مناظرہ کی تصانیف قابلِ نفرت
مباحثہ کی کتابیں سزائے استحقار

جبیں پہ ان کی تو ہم کا ہی کھنچا قشقہ
کمر پہ ان کی تعصب کا ہی بندھا زنار

ہیں سنتوں میں یہی سنتیں انھیں مرغوب
نکاح و دعوت و قیلولہ، عجلت افطار

گھٹی جو دور میں ان کے تو راستی کی قدر
بڑھی جو عہد میں ان کے تو ریش کی مقدار

لے ٹکا تو کریں ثبت مہر فتوے پر
غضب ہے نقد علیہ السلام کی جھنکار

بنائیں حیلہ گری سے حلال رشوت کو
یہاں تو مات ہیں ان سے وکیل اور مختار

سنائیں دوزخ و جنت کا حال لے کر فیس
ہی اس زمانے میں چلتا ہوا یہی ادنار

یہی ہے وعظ و نصیحت کی علتِ غائی
کہ بعد کھانے کے مل جائیں نقد بھی دو چار

نہیں ہے جن کو میسر یہ وعظ کا لاسہ
تو کرتے پھرتے ہیں وہ اور ہتھکنڈوں سے شکار

دکھا کے فضل قناعت، جتا کے صبر جمیل
وہ بھیک مانگتے ہیں جن کے حاجی و نذار

مصافحہ کے لیے ہے یہ ہیئت دستی کسب
اسی میں حسن طلب ہے دیا جو ہاتھ پسار

مشائخ

بہت سے راہزنی کر رہے ہیں بن کے پیر
غریب قوم کو ہیں مارتے یہ شاہ مدار

لیا ہے معتقدوں کی نجات کا ٹھیکہ
کہ گویا ہیں یہی باغِ جناں کے ٹھیکے دار

ہزار دانے کی تسبیح گیروا کپڑے
یہی ہیں ان میں علاماتِ اولیائے کبار

کسی سے نقد اکیڈا جنس، اور کہیں دعوت
جو بس چلے تو نہ چھوڑیں مرید کا گھر بار

یہ مومنوں سے بھی جزیہ وصول کرتے ہیں
فتوح غیب رکھیں اس کا نام یا ادرار

کریں جو ذکر تو پھر ایسی بولیاں بولیں
کہ شب کو چونک پڑیں ساکنان قرب و جوار

جو دعوت ان کی کریں معتقد تو ہے واجب
کہ ان کے کھانے کو ہو شوربا بھی چھلے دار

اگر ہیں یاد تصوف کی اصطلاحیں چند
تو پہنچا عرش معلّٰی پہ گوشۂ دستار

یہی ہیں آج ابو الوقت اور قطب زماں / یہی ہیں شیخ شیوخ اور زبدۂ احرار
ملا جو گانٹھ کا پورا کوئی ارادت مند / تو لقیہ وقت ہیں شغل و وظیفہ و اذکار
کبھی جو خواب پریشاں میں وہ لگے اڑنے / تو اپنے زعم میں ہیں مثل جعفر طیار
کبھی جو عالم رویا میں دیکھ لی بیری / مقام سدرہ کو طے کر چکے زہے بیدار
بنائیں پہلے تو شیطاں کی جھونپڑی دل میں / گر ہیں خیال کا لوکا لگا کے پھر فی النار
اگر ہیں شرع پہ قائم تو ہیں جنید زماں / جو بھنگ نوش ہے کوئی تو ہے قلندر وار
رجوع خلق کی خاطر ہوئے ہیں گوشہ گزیں / کہ جیسے جھیل پہ بیٹھے سکڑ کے بوتیمار
بنے جو شیخ تو پھر وجد و حال بھی ہے ضرور / دکھائیں رقص جمل وہ کہ ننگ ہوں حقار
یہ ناز ہے کہ بزرگوں کے نام لیوا ہیں / اگرچہ ننگ بزرگاں ہوں آپ کے اطوار

عوام

عوام کی ہے یہ صورت کہ بس خدا کی پناہ / ہر ایک پیشے بے جنرتی میں کلاہ گزار
ہر ایک لہو میں شامل ہر اک لعب میں شریک / کہیں کا سانگ تماشا، کسی کا ہو تہوار
دغا، فریب ہو، چوری ہو یا اچکا پن / نہیں ہے باک کسی کام سے انھیں زنہار
اب ان کے واسطے ہیں یہ مدارج اعلیٰ / پرمٹ، سپاہی، قلی، کوچوان، خدمت گار

انگریزی فیشن والے

رہا وہ جرگہ جسے چڑھ گئی ہے انگریزی / سو واں خدا کی ضرورت نہ انبیا درکار
وہ آنکھ میچ کے بر خود غلط بنے ایسے / کہ ایشیا کی ہر اک چیز پر پڑی دھتکار
جو پوشش میں ہے پوشش تو بس دریدہ کوٹ / سوار ریل میں سواری تو دم کٹا رہوار
جو ادوالی میں ہے کتا تو ہاتھ میں اک بید / بجاتے جاتے ہیں سیٹی سڑک رہا ہی سگار
وہ اپنے آپ کو سمجھے ہوئے ہیں جنٹلمین / وہ اپنی قوم کے لوگوں کو جانتے ہیں گنوار
نہ کچھ ادب ہے نہ اخلاق نے خدا ترسی / گئے ہیں ان کے خیالات سب سمندر پار

وہ اپنے زعم میں لبرل ہیں یا ریڈیکل ہیں / مگر ہیں قوم کے حق میں بصورتِ اغیار
نہ انڈین میں رہے وہ نہ وہ ہیں انگلش / نہ ان کو چرچ میں آنے، نہ مسجدوں میں بار
ہے استفادہ میکالے سے جن کو اتنا ہی / قلم کے زور سے بنتے ہیں قوم کے غمخوار
جو ہے بھی کوئی تو لاکھوں میں ایک آدھ ایسا / کہ تیرا درد ہوا ہے جگر میں جس کے دو سار
وگرنہ کس کو یہ غم ہے کہ میری پیاری قوم / ہوا ہے زرد یہ کیوں تیرا چہرۂ گلنار
یہ تیرے پھولوں سے پنڈے پہ کیوں ہے میل کچیل / یہ تیرے چاند سے مکھڑے پہ کیوں ہے گرد و غبار
کدھر ہے تیری طبیعت؟ کہاں ہے تیرا دل؟ / خموش کیوں ہیں یہ تیرے لبِ شکر گفتار
اٹا ہے خاک سے کیوں تیرا دامنِ دولت / چبھے ہیں کیوں ترے تلووں میں مفلسی کے خار
کہاں ہے وہ تری عزت کا گوہرِ رخشاں / کہاں ہے وہ تری حشمت کا خلعتِ زرتار
تری متاع کی کشتی ہوئی ہے طوفانی / نہ بادباں ہے نہ لنگر، نہ ڈانڈ نے پتوار
ہوا ہے گلشنِ اخلاق جل کے خاکستر / چلی ہے کب سے یہ ایسی سمومِ آتش بار
بجائے سنبل و ریحاں کے اٹھ رہا ہے دھواں / بجائے پھول کے شعلہ عوض کلی کے شرار
یہ تیرے علم کا دارالجلال کیوں ہے خراب / چھتوں پہ گھاس تو ٹوٹے ہوئے در و دیوار
ترے مرض کی یہاں تک پہنچ گئی نوبت / کہ تیرے حال پہ روتے ہیں یار اور اغیار
رسومِ بد نے ترے ہاتھ پاؤں جکڑے ہیں / فضولیوں نے ترا کر دیا ہے سینہ فگار
تری ٹھسک نے پنپنے دیا نہ تجھ کو حیف / تری اٹک سے تری ناؤ جا پڑی منجدھار
وہ اہلِ فضل کہ تھے افتخارِ ہندوستاں / اب ان کی نسل کو دیکھو تو ہے وہ کھڈیٹ گنوار
وہ جن کے نام سے نامی تھے شہر اور قصبات / گداگری میں ہے مصروف ان کا خیل و تبار
وہ دودمانِ امارت کے تھے جو چشم و چراغ / اب ان کے ہاتھ میں ڈھولک ہے یا بغل میں ستار
جو منتخب تھے نجابت میں اور شرافت میں / اب ان کی آل کو دیکھو تو سخت بدکردار
یہ ہانکتے ہیں جو گاڑی کسی مہاجن کی / انھیں کے مورثِ اعلیٰ تھے صوبہ دارِ بہار

ہے آج ٹکڑے کو محتاج ان کی ذرّیت — کہ جن کی دھاک تھی سلطنت پہ لے کے تا قندھار
امارت اپنی امیروں نے قرض میں کھودی — عوض میں دس کے دیے سو تو سو کے ایک ہزار
بہت سے ہوگئے عیاش ہوگئے برباد (۲۲۰) بہت سے بن گئے اوباش کھیلتے ہیں قمار
قمار میں بھی نہ سیدھا پڑے کبھی پانسہ — یہاں بھی خوبیٔ قسمت سے جائیں ہر بازی ہار
میں کیا کہوں کہ وہ بھرتے ہیں کس کس کا حقہ آج — یہ کل جو پھرتے تھے چھیلا بنے سرِ بازار
وہ آج کرتے ہیں فاقے جو تھے بڑے ملکی — نہ گھر میں گیہوں کے دانے نہ باجرا نہ جوار
ہے ٹھیکرا وہی روٹی کا پیرزادوں کی — جو گاؤں ہے کوئی باقی بطورِ وقفِ مزار
ہوئی تمام بتدریج منتقل جاگیر (۲۲۵) کہ جیسے روم کے قبضے سے صوبۂ بلغار
نہ کوئی علم، نہ صنعت، نہ کچھ ہنر، نہ کمال — تمام قوم کے سر پر سوار ہے ادبار
اگرچہ نشو و نما پا رہی ہے آزادی — کھلا ہے امن و حفاظت کا قیصری دربار
اگرچہ ملک میں علم و ہنر کا ہے چرچا — حصولِ عزت و دولت کا گرم ہے بازار
ہر ایک قوم میں گھوڑ دوڑ ہے ترقی کی — درست سازِ یراق اور وردیاں تیار
لگا کے شوق کا ہنٹر امنگ کی مہمیز (۲۳۰) سمندِ جہد کو سرپٹ اڑا رہے ہیں سوار
ہے ان کا رخشِ طلب دوڑ دھوپ میں آندھی — بہت فراخ ہے میداں زمین ہے ہموار
اور ان کے ناقۂ ہمت کی ہیں ڈگیں لمبی — اب ان کو طے مراحل نہیں ہے کچھ دشوار
پلٹ گیا ہے زمانہ بدل گئی ہے رُت — نمو کا وقت ہے اور ابتدائے فصلِ بہار
نہیں بعید کہ ہوجائیں ایک سب جل تھل — برس رہا ہے ترقی کا ابر گوہر بار
ہر ایک زاغ نے سیکھا ترانۂ بلبل (۲۳۵) جھنجھریوں نے اڑائی نوائے موسیقار
غرض کہ سب ہیں صلاح و فلاح کے جویا — دیا ہے ولولۂ شوق نے دلوں کو ابھار
زمانہ چونک پڑا ہے پر اے مسلمانو! — جھنجھوڑنے سے بھی ہوتے نہیں ہو تم بیدار
نہیں ہو فہم و درایت میں تم کسی سے کم — مگرچہ کار کند شیر شرزہ در بنِ غار

اور ایسا غار کہ بالکل جہاں اندھیرا گھپ — پھر اس میں شیر مرے یا جئے بدون شکار
کروں گا اب میں قصیدے کو اک دعا پر ختم (۲۴۰) کہ جس کے طرز بیاں میں ہوں تازہ نقش و نگار

دعا

رہے زمانے میں جب تک زمین کو گردش — بنائیں زاویہ تا محور اور سطح مدار
رہے زمین پہ تا ایک سال کے اندر — برابری میں سدا امتداد لیل و نہار
رہے زمین میں تا قوت کشش باقی — اور اس کشش سے گریں ٹوٹ ٹوٹ کر اثمار
یہ ایک چاند رہے تا زمین کا خادم — جلو میں تا زحل و مشتری کے ہوں اقمار
رہے نجوم میں جب تک زمین سیارہ (۲۴۵) اور آفتاب رہے مثل نقطۂ پرکار
خدا ہر ایک مسلماں کو کرے روزی — معاش نیک و دل پاک و خوبی کردار

حصول علم و رہ مستقیم و فہم سلیم
جمال صورت و معنی کمال عز و وقار

حالی

در تہنیت جشن سال گرہ نواب میر محبوب علی خاں

زمیں سے آسماں تک غلغلہ ہے شادمانی کا — فلک پیری میں دم بھرتا ہے ان روزوں جوانی کا
نظر آتی ہے بے جام و سبو سب خلق متوالی — ہوا میں نشہ ہے گویا شرابِ ارغوانی کا
نشاط انگیز ہیں ایام دے خورداد سے بڑھ کر — نہیں چلتا جہاں میں زور کچھ بادِ خزانی کا
نہ ہے یاں رنج و غم کا بھول کر نام ان دنوں کوئی — کہ قبضہ ہے دکن پر آج عیش و کامرانی کا
بہارِ جشنِ آصف جاہ سے گلزار ہے عالم — کرے کون انتظار اب فصلِ گل کی گل فشانی کا
خراماں ہیں ہزاروں سرو قامت شہر و صحرا میں — جچے گا رنگ کیونکر آج سروِ بوستانی کا
معطر ہے جہاں نکہتِ عنبر بزمِ شاہی سے — بھرے بادِ بہاری دم نہ اب عنبر فشانی کا
الاپیں مطربوں کی جب سنیں چپ لگ گئی سب کو — بہت دعویٰ تھا مرغانِ چمن کو نغمہ خوانی کا
نئی دنیا ہے یا یہ کینچلی بدلی ہے دنیا نے — کوئی یاں آن کر دیکھے سنگار اس عالمِ فانی کا
یہ ہے اس تاجور کی جوبلی کا جشن چل سالہ — کہ جو ہے ملک میں ملجا اقاصی و ادانی کا
دعائے طولِ عمرِ شہ پہ ہاتھ اٹھیں کیوں نہ لاکھوں — کہ ذات اس کی نمونہ ہے خدا کی مہربانی کا
رعیت شاد، ملک آباد اور آزاد ہر ملت — ادا حق کر دیا شاہِ دکن نے حکمرانی کا
وہ رہتے ہیں سدا زندہ جو محبوبِ خلائق ہیں — نظام الملک کو مژدہ حیاتِ جاودانی کا
کھلا اب کی رعیت پروری اور ملک داری سے — جہاں بانی حقیقت میں ہے نام اک گلہ بانی کا
گدا صبر و شکیبائی پہ اپنی پھر نہ ہو نازاں — کرے اندازہ گر شاہوں کے افکارِ نہانی کا
اسے ہے فکر بس اپنے لیے نانِ شبینہ کی — مگر یاں سوچ اک عالم کی ہے راحت رسانی کا
کساں آگاہ ہو گر حکمرانی کے فرائض سے — نہ بدلے حکمرانی سے تردد قلبہ رانی کا

ہر اک مذہب، ہر اک ملت سے یکساں ہے سلوک اُسکا — کوئی گر سیکھے اس سے جہاں کی پاسبانی کا

تعصب، اجنبیت، اختلافِ مذہب و ملت — نہیں کوئی مزاحم اس کے دریا کی روانی کا

جہاں ہو مستحق کوئی وہ ہے دریوزہ خوار اس کا (۲۰) دکن سے ہند تک چرچا ہے اس کی حق رسانی کا

توکل اور قناعت کے بھی اب دروازے کھلیں شاید — بہت پھیلا ہوا ہے خوان اس کی میزبانی کا

رہے گا ملک میں باقی نہ ہرگز بے ہنر کوئی — یہی انداز ہے یاں گر ہنر کی قدر دانی کا

بنا ہے بلدہ خود دار الشفا اس عہد فرخ میں — یہ اک شمہ ہے آصف جاہ کی راحت رسانی کا

نہیں آصف کو جان اور مال سے ہرگز دریغ اصلا — خلاصہ ہے یہ خود حضرت کے ارشاد زبانی کا

گئے وہ دن کہ تھے حملے وبا کے شہر پر پیہم (۲۵) پڑا تھا خلق کا جوکھوں میں بیڑا زندگانی کا

نہ بنتا تھا غذا سے خونِ صالح جسمِ انساں میں — جوانوں میں پتہ پایا نہ جاتا تھا جوانی کا

ہوا ہے معتدل اب یاں تو صحت بخش ہے پانی — مٹا نام و نشاں امراضِ ضعف و ناتوانی کا

پیے شہر و سوادِ شہر کا وہ آن کر پانی — جسے دنیا میں چکھنا ہو مزا کوثر کے پانی کا

تمنا دیکھنے کی ہو جسے فردوسِ اول کی — سماں دیکھے دکن میں آکے اس فردوسِ ثانی کا

ہوئے ہیں جس قدر ابواب خیر اس عہد میں جاری (۳۰) کریں ان کو بیاں کیا منہ ہے الفاظ و معانی کا

خزانے کا دیا منہ کھول شہ نے اہلِ حاجت پر — رعیت کو ہوا جب سامنا قحط و گرانی کا

یتیموں کے لیے دار الیتامیٰ کی بنا ڈالی — رہے گا تا قیامت نام زندہ جس سے بانی کا

شفاخانے ہوئے اور درسگاہیں ملک میں قائم — ہوا بے باق جو حق تھا ہر اک قاصی و دانی کا

وہ کالج جس نے مردہ قوم میں پھر جان ڈالی ہے — اسی منبع سے جاری ہے وہ چشمہ زندگانی کا

دگرنہ قوم میں تعلیم کا ایسا ہی تھا توڑا (۳۵) کہ ہو گرمی کی شدت میں توڑا جیسے پانی کا

علی گڑھ میں رہے گا بن کے دار العلم یہ کالج — یہی عالم ہے گر بذل و عطائے خسروانی کا

یہ اک دریافت سمجھی جائے گی دنیا میں لاثانی — پتہ گر مل گیا داد و دہش میں اس کے ثانی کا

نہیں ہے کوئی کام اس کا رفاہِ خلق سے خالی — اب آگے کام جاں بخشی کا ہو یا جاں ستانی کا

غرض اس سے بنی آدم کی جانوں کی حفاظت ہے
اگر شوقِ شکار اس کو ہے شیرِ نیستانی کا

جو ہوتی اس کو فرصت صیدِ دنیائے خلائق سے (۵۰)
تو ڈر رہتا درندوں کی نہ پھر ایذا رسانی کا

ہر اس کی قادر اندازی کا شہرہ ایک عالم میں
جسے تاکا کبھی مانگا نہ قطرہ اس نے پانی کا

دعا پر مدحتِ شہ ختم کرتا ہے بس اب حالیؔ
نہیں ممکن کہ ہو اس سے ادا حق مدح خوانی کا

خدا کی مہربانی کا رہے طالب جہاں جب تک
ہو سایہ شاہ و شہزادہ پہ اس کی مہربانی کا

رہے آباد یہ گھر یا الٰہی رہتی دنیا تک
کہ مرجع ہے یہ اک عالم کے آمال و امانی کا

ہر اک منزل میں شہ کا ساتھ دے تائیدِ ربانی (۵۵)
رہے مفتوح در ہر دم فتوحِ آسمانی کا

ہزاروں جشن سالانہ ہوں بعد اس جشن کے یا رب
کبھی ٹوٹے نہ ہرگز سلسلہ اس شادمانی کا

نظام الملک آصف جاہ سادس آصف ثانی
رہے مالک سدا دیہیم و تختِ خسروانی کا

نظم طباطبائی

قصیدۂ غدیر

زباں جب تک نہ کھولی تھی مجھے آمادہ تھا بادل ۔۔۔ کہ ہے میرے قلم کی آمیتں میں شورشِ محشر
قلم جب تک اٹھایا تھا نہ میں نے یہ نہ سمجھا تھا ۔۔۔ کہ خامہ ہے خطیبِ بزمِ معنی، انگلیاں منبر
شکارِ طائرِ شہرت تھا منظور اور نہ واقف تھا ۔۔۔ کہ مضموں ہے عقاب اور مصرعِ برجستہ ہے شہپر
دفارِ علم رد کے تھا مرے زورِ طبیعت کو ۔۔۔ بس کہسار تھی آندھی نہاں آندھی میں تھا لشکر
خلیلِ بت شکن کا رعب مانع تھا مجھے ورنہ ۔۔۔ سخن بت خانۂ معنی تھا اور فکرِ رسا آزر
لطافت طبع کی تھی مثلِ سیلِ آبِ آئینہ ۔۔۔ مگر اس سیل کو روکے ہوئے تھی سدِّ اسکندر
ری پژمردگی افسردگی دیتی تھی اک دھوکا ۔۔۔ مگر تھا آبِ زیرِ کاہ، آتش زیرِ خاکستر
رکھا تھا عود بھی آتش پہ آتش بھی تھی سوزندہ ۔۔۔ کمالِ ضبط سے لیکن دھواں دیتی نہ تھی مجمر
صبا ہم دوش تھی لیکن چٹک سکتا نہ تھا غنچہ ۔۔۔ مئے سرجوش تھی لیکن چھلک سکتا نہ تھا ساغر
مجھے تعلیم دی ضبطِ نفس کی کنجِ عزلت نے ۔۔۔ اس اک غنچے میں گھٹ کر رہ گئے تھے نفحۂ عنبر
نہ کم تھا گرچہ زور و شورِ دریائے معانی میں ۔۔۔ سفینہ تھی مگر طبعِ رواں حفظِ سخن لنگر
وہی آئینہ ہے لیکن تھا پہلے عکس سے خالی ۔۔۔ وہی تلوار ہے لیکن ابھر آئے ہیں اب جوہر
زلیخائے شعر پہ میں ہرزہ گردی کس لیے کرتا ۔۔۔ نہ میرے سر میں ہے سودا نہ میرے پاؤں میں چکر
کتاب اپنے لیے ہے مونس آلامِ تنہائی ۔۔۔ سمجھتا ہوں جسے میں جامِ جم مرآۃ اسکندر
نظر آتی ہے بیٹھے بیٹھے اپنے کنجِ عزلت میں ۔۔۔ بہارِ اصفہان و قندھار و کشمر و ششتر
یہ مانا میں نے ہے تخئیل میں اک طرح کی لذت ۔۔۔ مگر تحقیقِ علم و فن میں لذت اس سے ہے بڑھ کر
جو اس کا جلوہ دلکش ہے تو اس کا روح پرور ہے ۔۔۔ یہ ہے گلزارِ ابراہیم وہ بت خانۂ آزر

کمندِ فکر میں اتنی رسائی کاش کے ہوتی
کہ ہو جاتا ستارہ تابعِ فرماں فلک جا کر

یہ کلکِ دوزباں تھا اور جواہر خانۂ مضموں
خزانے کا نگہباں بن کے بیٹھے جس طرح اژدر

کدورت ناشناسی سے بھی غالب کی جو میں چپ تھا
اگلتا ہوں جواہر اب طفیلِ نعتِ پیغمبرؐ

یہ ہے جس رہنما کے فرشِ پا انداز کا صدقہ
کہ آیا چرخِ اطلس کارگاہِ صنع سے باہر

ہوا طالع نبی یا بہت سے جس میں نصرت کبریائی کی
مگر یہ قافیہ کہتا ہے لکھو غزوۂ خیبر

ہوئے مبعوث تو بطحا میں دینِ حق کو پھیلایا
مصیبت جھیل کر، ایذا اٹھا کر، آفتیں سہہ کر

اٹھائے کافروں کے ظلم تیرہ سال تک سب نے
نہ اذنِ جنگ دیتا تھا مگر وہ دین کا رہبر

یہ دیکھا جب کہ جو اہلِ وطن ہیں دشمنِ جاں ہیں
وطن کو چھوڑ کر یثرب میں آئے شاہِ بحر و بر

یہاں قوت ہوئی اسلام کو حکمِ جہاد اترا
کیے بدر و احد کے معرکے مردانِ دیں نے سر

یہ شوکت دیکھ کر اسلام کی غیروں کو رشک آیا
کہ جن سے عہد و پیماں تھا ہوئے وہ آپ سے باہر

چھٹا تھا سال ہجرت کا کہ حضرت کو خبر پہنچی
فدک والوں کو بھی بھکا رہا ہے والیٔ خیبر

یہ سن کر شاہِ خیبر گیر سے ارشاد فرمایا
کرو تحقیق تم اس واقعے کو یا علی جا کر

کمر باندھی، اٹھائی تیغ یہ فرمان سنتے ہی
کہ نزدیک آپ کے حکمِ خدا تھا حکمِ پیغمبرؐ

شبِ تاریک تھی اور راہِ ریگستان و کوہستاں
ظفر بھی ہم رکاب اور چند اصحابِ نکو مخبر

اشارہ باگ کا ہوتے ہی پیہم بجلیاں چمکیں
سمندوں کے لیے مہمیز نے پیدا کیے شہپر

کسی کو بات کرنے کا نہ تھا جو حکم لشکر میں
صدا ٹاپوں کی رہ جاتی تھی ہر پتھر سے ٹکرا کر

ذرہ سے کوہ کے وہ بادپا اس طرح سے گزرے
نکلتے ہیں دہن سے جس طرح حرفِ سخن فر فر

سبک رفتاریاں ایسی کہ اٹھنا گرد کا کیسا
نہ اٹھا نقش بھی ان کے قدم کا ریگِ صحرا پر

شرر کی جست تھی ان توسنوں میں شک نہیں اس میں
مگر ٹاپوں سے ہرگز آگ دے سکتا نہ تھا پتھر

ستاروں کی طرح ان غازیوں نے منزلیں طے کیں
حوالی میں فدک کے پہنچے راتوں رات وہ صفدر

سپیدے میں سحر کے دیکھا اک غولِ بیابانی
کبھی بڑھتا تھا تھم تھم کر کبھی تھم جاتا تھا بڑھ کر

کبھی مانندِ سایہ آڑ میں چھپتا نظر آیا | کبھی دوڑا بگولے کی طرح کھاتا ہوا چکر
کبھی موجِ ہوا کی طرح اس نے راہ کترائی | کبھی گزرا نظر کے سامنے سے جس طرح صرصر
نہ کوئی دیکھ لے ہر گام پر تھا اس کو یہ کھٹکا | قدم تھے راہ پیما اور نظر دیوار پہ در پر
ابھی تک شبہہ تھا آیا قریب اب کچھ یقیں آیا | نہ بھاگا، وہ گرا، وہ اٹھتے اٹھتے کھائی پھر ٹھوکر
گماں گزرا کہ یہ جاسوس ہے جھپٹے شہِ مرداں | سناں پر اپنی بل کرنے لگا وہ جس طرح اژدر
قریب آئے، سناں چھینی، کمند اس طرح سے پھینکی | کہ مشکیں بندھ گئیں لے آئے اس کو شاہِ اژدر در
کہا تو کون ہے؟ بولا کہ آتا ہوں فدک سے میں | کہا جاتا کدھر کو ہے؟ وہ بولا جانبِ خیبر
کہا کس واسطے جاتا ہے؟ بولا ایلچی ہوں میں | کہا پیغام جو لے کر چلا ہے جلد ظاہر کر
وہ بولا میری جاں بخشی اگر ہو تو بیاں کر دوں | کہ استیصالِ اہلِ دیں پہ آمادہ ہیں اہلِ شر
فدک کے جنگجو بھی سب شریکِ اہلِ خیبر ہیں | مگر اک سال کا وہ مانگتے ہیں حاصلِ خیبر
گوارا کر لیا اس شرط کو گر اہلِ خیبر نے | تو پھر اہلِ فدک بھی سب ہیں ان کے ناصر و یاور
کھلا رازِ نہاں، پائی خبر، واپس ہوئے غازی | رسول اللہ سے سب کہہ دیا آئے تھے جو سن کر
ہوا تحقیق اس کے بعد سلطانِ رسالت کو | بنی غطفان کے بھی سر پہ ہے سودائے شور و شر
انھوں نے بھی کیا ہے عہد و پیماں اہلِ خیبر سے | ہوئے قول و قسم، مہریں ہوئیں، لکھے گئے محضر
تمام اہلِ تموص اہلِ سلالم سب مسلح ہیں | نطیح و صعب و ناعم تینوں یہ قلعے بھی تھے خودسر
یہ سن کر حکم حضرت نے دیا تجہیزِ لشکر کا | تامل اب نہ تھا اچھا، تحمل اب نہ تھا بہتر
تباہی میں ستارے آ گئے تھے اہلِ خیبر کے | ٹھہر جاتا تھا دن کو، رات کو چلتا تھا یہ لشکر
مقامِ دیدباں سے دھوپ ابھی نیچے نہ اتری تھی | کہ اترا لشکرِ اسلام زیرِ قلعۂ خیبر
رہے کفار سے گرمِ مصاف اصحابِ حضرت کے | کہ زحمت سے سفر کی آپ کو عارض تھا دردِ سر
کئی دن تک کیے حملے یہ حملے اہلِ ایماں نے | کئی دن تک چلی تلوار اور برپا رہا محشر
پھرا میداں سے اک روز لشکر خستہ و ماندہ | تردد سب کو تھا کس طرح دیکھیں یہ مہم ہو سر

پریشاں دیکھ کر ان سب کو دی تسکین حضرت نے گہر افشاں ہوئے لعلِ لبِ سلطانِ بحر و بر
کہ کل میں اس جواں کو فوج کا اپنی علم دوں گا جو غالب ہو کے سب پر چھین لے گا قلعہ کو جا کر
خدا کا ہے وہ پیارا اور پیارا ہے خدا اس کو پیمبرؐ اس کا ہے محبوب وہ محبوبِ پیغمبرؐ
نبی کا سن کے ارشاد اہلِ لشکر میں ہوا چرچا کسے ملتا ہے رتبہ دیکھیں قسمت کس کی ہو یاور
الٰہی برگزیدہ کون سا بندہ ہے وہ تیرا نہیں معلوم کس کے زیبِ تارک ہوگا یہ افسر
الٰہی یہ پیمبرؐ کی بشارت کس کے حق میں ہے ہے پائے نام کس غازی کے فتحِ قلعۂ خیبر
زہے عز و شرف اس کا جو ہو اللہ کا پیارا زہے بختِ بلند اس کا جو ہو محبوبِ پیغمبرؐ
زہے اقبال اس کا دست جو رکھے پیمبرؐ کو زہے اعزاز اس غازی کا جو ہو خاصۂ داور
سرانِ فوج میں ہر ایک کو اس کی تمنا تھی علم کے شوق میں کاٹی وہ شب تارے ہی گن گن کر
ہجومِ آرزو تھا اور وفورِ اشتیاق ایسا کوئی تھا مضطرب بے حد کوئی تھا سب سے سوا مضطر
کہ آئی خیمۂ شہ سے صدا اللہ اکبر کی ہوا نورِ سحر آفاقِ گردوں میں ضیا گستر
ہوئے ذکرِ خدا میں محو غازی اٹھ کے بستر سے وضو کر کے مردانِ خدا آئے مصلے پر
کہی تکبیرۃ الاحرام سلطانِ دو عالم نے کہ وہ تکبیر تھی اذنِ حریمِ خالقِ اکبر
قراءت کی شروع اس طرح دل تازہ ہوں جس سے کلامِ پاکِ خالق اور زبانِ پاکِ پیغمبرؐ
قیام ان کا اشارہ تھا کمالِ راست بازی کا رکوع ان کا کنایہ تھا تواضع سب سے ہے بہتر
کیے سجدے جو دو باہم تو یہ اقرار تھا اس میں اٹھے ہیں خاک سے ہم خاک میں اٹھنا ہے پھر مر کر
اٹھائے ہاتھ سوئے عرش جب عرضِ تمنا کو اثر کے کھل گئے در در دعا کو مل گئے شہپر
دعا کر کے رکھا جب خاک پر رخسارِ اقدس کو ہوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ داور
فریضے سے سحر کے سیدِ بطحا ہوئے فارغ مسلح ہو گئے مردانِ دیں آیا علم باہر
نبی کے رخ کی جانب سب نے چشمِ شوق سے دیکھا ہوا ثابت کسی کے منتظر ہیں شاہِ بحر و بر
علم کی سمت دیکھا انتظار اس سے بھی ظاہر تھا ہما آمادۂ پرواز تھا کھولے ہوئے شہپر

یہ دیکھا پھر کہ آیا اک جواں یثرب کی جانب سے
غناں اک ہاتھ میں ہے دوسرا ہے ہاتھ آنکھوں پر

ہوا وہ بار یاب اور دی اسے شہ نے علمداری
لگایا آنکھوں میں آب دہن یہ حکم فرما کر

کہ جانا جہاد اس وقت تک اہلِ ضلالت سے
کہ سب ایمان لائیں چھوڑ دیں یا قلعۂ خیبر

مطلع

علم لے کر جھکا تسلیم کو وہ خاصۂ داور
دعائے فتح پڑھنے کو جھکے جبریل بازو پر

خبر یہ دے رہی ہے بیرق اس رایت کی لہرا کر
کہ نیزہ بھر ہوا اونچی آج موجِ چشمۂ کوثر

کیا ہے اکتسابِ نور کس نے روئے حضرت سے
کہ روشن ہو گیا پرتو سے سارا گنبدِ اخضر

شعاعِ مہر سے کھنچی ہے یہ تابندگی اس کی
مرے نزدیک نکلیں ہے شوکتِ اسلام کا لشکر

ملک سمجھے ہلالِ عید قرباں اس کے پرتو کو
کہ ہے گردوں میں تہنیت کا شور گردوں پر

الٰہی یہ علم ہے یا ملک اترا ہے گردوں سے
یہ کیسا برمحل پہنچا ملا اس کو علم کیوں کر

گلے میں سرخ پیراہن جو ہے اس خاصۂ رب کے
تو بہرام فلک بھی کانپتا ہے خوف سے تھر تھر

مٹا دے کفر کی بنیاد کو کہتی ہے یہ ہمت
الٹ دے قلعۂ افلاک کو کہتے ہیں یہ تیور

پہنچ کر رزم گہ میں رایت دیں اس طرح گاڑا
کہ بیرق آج تک لہرا رہی ہے اس کی خیبر پر

کھلا دروازۂ حصن قموص اک پہلوان نکلا
شریر و بزدل و خیرہ کش و سفاک و غارت گر

سراپا غرق تھا آہن میں پہچانا نہ جاتا تھا
کہ پہنے تھا جھلم، چار آئینہ، جوشن، زرہ، بکتر

مگر کافر کے انداز تبختر سے یہ ظاہر تھا
کہ تیرہ رو و تیرہ دل ہے خیرہ چشم و خیرہ سر

گلے کاٹے ہیں صدہا جس نے صدہا قافلے لوٹے
ہزاروں مظلمے سر پر ہزاروں خون گردن پر

قساوت دل میں اس کے جس طرح فولاد پتھر میں
عداوت قلب میں جس طرح دہکے آگ سے مجمر

بشکلِ خود تراشا تھا اس نے اک پتھر کئی من کا
بجائے خود ظالم سر پہ رکھے تھا وہی پتھر

بر و دوش اور قد و توش اس قدر لیکن یہ حیرت ہے
اجل کس طرح اس کو کھینچ لائی قلعہ سے باہر

مقابل فاتحِ خیبر کے جوشِ غیظ میں آیا
بڑھا چیں ابرو پر کف در دہاں کھینچے ہوئے خنجر

پکارا نام مرحب ہے مرا مشہور عالم میں — مقابل میرے وہ ہو جس کو اپنی جان ہو دوبھر
اماں کا ہو اگر خواہاں تو لا تیغ و سپر رکھ دے — جگر داری کا ہو دعویٰ تو لے شمشیر دو پیکر
ملا کر آنکھ اس کافر سے حضرت نے یہ فرمایا — کہ میری والدہ نے نام رکھا ہے مرا حیدر
یہ سنتے ہی دگرگوں ہو گیا احوال ظالم کا — اڑا چہرے سے رنگ اس کینہ جو کے بجھ گئے تیور
کسی کاہن سے یہ اسم حیا وہ سن چکا تھا وہ — کہا تھا اس نے جو کچھ آ گیا نا فہم کو باور
تردد میں ابھی تھا وہ کہ غیرت نے یہ سمجھایا — نکل سکتا ابھی ہے اب شیر کے پنجے میں تو آ کر
پس و پیش اس قدر کیا موت آئی ہے تو آ جائے — قدم پیچھے ہٹاتا بھی تو اب مرنے سے ہے بدتر
نہ دی تو نے جواں مردی سے جاں گر آج میداں میں — تو مرنا ہوگا مثل پیر زن اک دن سر بستر
کیا یہ فرض تجھ کو موت اب ہرگز نہ آئے گی — یہ مانا زندگانی ہوگی تیری بے علاوہ بے ہر
دکھائے گا کسے منہ انجمن میں پہلوانوں کی — کرے گا اپنے ہم چشموں سے پھر چار آنکھ تو کیوں کر
چھپائے گا تو کس گوشے میں اپنی روسیاہی کو — جیئے گا کس طرح تو غیرت مردانگی کھو کر
نوالہ ہیں وہاں گور کا نامرد و مرد اک دن — نہیں مرنے سے چارہ تو مردوں کی طرح سے مر
اجل کو مرحبا کہہ نام ہے مرحب اگر تیرا — قضا کو خیر مقدم کہہ جو ہے تو قائد لشکر
سنبھالا وہ ہاتھ قبضے پر رکھا شیر الٰہی نے — کہیں ارمان رہ جائے نہ دل میں وار تو بھی کر
غرض آمادۂ پیکار مشکل سے ہوا ظالم — ادھر اس کا اٹھا ہاتھ اور ادھر شمشیر دوپیکر
سپر کو کاٹ کر ٹکڑے اڑا کر خود سنگیں کے — لہو میں تیر کر نکلی وہاں زخم سے باہر
چمک سی اک ہوئی میدان میں اور صاعقے آئے — تہ کاف کوہ سے دیکھی نکلتے خون کی چادر
یہ ثابت کر دیا برش نے اس تیغ دوپیکر کی — کہ تھا ایک اس کے آگے استخواں فولاد و پتھر
یہ تھی تلوار کی جھنکار یا بجلی کا گرنا تھا — وہ تھا دست خدا یا قوت بازوئے پیغمبر
کہانی ہو گیا دم بھر میں سب لاف و گزاف اس کا — رعونت رہ گئی رونے کو اب کافر کے لاشہ پر
گرا جب خاک پر وہ کوہ پیکر گرد اٹھی اتنی — کہ ڈر ڈر کر تتق میں گرد کے چھپنے لگے نیّر

تماشا دیکھ کر ان کا فلک یہ طنز کرتا تھا — کہ مر کر بھی شقی کی خاک نکلی حامیٔ لشکر
خدا کی شان ابھی تک قلعہ و لشکر کا مالک تھا — اب اس پہ گرد کا ہی شامیانہ گرد کی چادر

مطلع

بڑھے شیر خدا دست خدا آگے علم لے کر — ستارہ ایک ٹوٹا لشکر اہل ضلالت پر
لڑائی چھڑ گئی، کڑکیں کمانیں دونوں جانب سے (۱۲۵) سنانوں سے سنانیں ٹل گئیں اڑنے لگے اخگر
قریں ڈھالوں کے ڈھالیں جیسے داغ لالۂ حمرا — بہم تیغوں سے تیغیں جس طرح برگ گل احمر
سپر پر بھی سپر موجوں پہ موجیں آب آہن کی — کہ تو بر تو ہوں جیسے سیل میں گلہائے نیلوفر
چکا چوند آتش شمشیر کی تھی سب کی آنکھوں میں — چکا چاک آب آہن کی پئے دیتی تھی دل مضطر
سسکنے میں اگر لی سانس زخمی نے تو دم اٹکا — تڑپنے میں اگر بسمل نے کروٹ لی پڑی ٹھوکر
کھلیں اس کشمکش میں کوچہ ہائے زخم کی راہیں (۱۳۰) اڑے ناوک، بھریں چھریاں، کھنچیں تیغیں، چلے خنجر
نہ مرداں کے حملے سے لرزتی تھی زمیں رن کی — کہ سارے قلعہ میں تھا زلزلہ سا اندر اور باہر
بشر میں تو نہیں یہ زور شاید تھا ملک کوئی — سپر کی طرح سے تھا ہاتھ میں جس کے در خیبر
ہوا آج ایک حملے میں یہ انجام اس لڑائی کا — کہ خود گردن کشوں نے گردنیں بندھوائیں بڑھ بڑھ کر
بندھا رعب اس قدر کفار پر عبرت ہوئی ایسی — فدک قبضے میں آیا شاہ کے بے منت لشکر
بشارت جو علم کے باب میں دی تھی پیمبر نے (۱۳۵) وہ پوری ہو گئی آخر بزور بازوئے حیدر

مطلع

الا اے ساقی خم خانۂ دیں دست گیری کر — میں از خود رفتہ ہوں اور کشمکش ہے آج اس در پر
یہاں شانے سے شانہ چھل رہا ہے بادہ خواروں کا — کہیں محروم رہ جاؤں نہ میں اس بھیڑ میں دب کر
فدک کو مانگتا ہوں میں نہ نخلستان خیبر کو — پلادے تو مجھے چھلکا کے جام بادۂ اطہر
طمع نعمت کی بھی مجھ کو نہیں خواہاں کرم کا ہوں — ادھر تو آنکھ بھر کر دیکھ سمجھوں مل گیا ساغر
کھڑا ہوں کاسۂ خالی لیے امید میں میں بھی (۱۴۰) تو بھی بادہ خوار دل میں ہو میرا نام ہے حیدر

رسولِ حق سے لیں سب نے زمینیں اور جاگیریں　　کسی نے قصرِ عالی اور کسی بے خانماں نے گھر
ملے سب غازیوں کو خسروِ بادل سے نخلستاں　　اسے چاہ اس کو ایواں اس کو باغ اس کو زر دیکھو
کسی فارس سے بھی یہ شرط ہے وہ سب زمیں اس کی　　جہاں تک لا سکے قبضے میں وہ گھوڑے کو دوڑا کر
نہ تھی کچھ فتحِ خیبر پر یہ بخشش منحصر شہ کی　　کہ یہ سرکارِ عالی ہے ہمیشہ سے کرم گستر
کسی کو بیتِ غلیون اور کسی کو بیر حا بخشا　(۱۴۵)　کسی کو دومہ و جرمی کسی کو فید سر تا سر
زمینِ فرع کے سب معدنیات ایک نے پائے　　کسی کو شاہ نے بحرین کے بخشے دُر و گوہر
کسی کو وادیٔ نخل اور اس کے شہد کا حاصل　　کسی کو دی زمیں وادی القریٰ میں اس کی حیات بھر
نہ ہوگا کوئی ایسا داعیٔ دولت کا وابستہ　　زمیں جس کو نہ دی ہو یا نہ دینے کو دیا ہو گھر
قصیدے کے صلے میں بھی ملا انعام شاعر کو　　عنایت کی ہے روزِ فتحِ مکہ کعب کو چادر
علم کی مدح کا اتنا صلہ مجھ کو بھی مل جائے　(۱۵۰)　کہ میں بھی ہوں لوائے حمد کے نیچے زمِ محشر
رہوں میں حاشیہ بوسوں میں پائے نزہ استبرق　　رہوں میں غاشیہ داروں میں نزدِ چشمۂ کوثر

وہاں بھی ہوں یہی سب اہلِ محفل داد دینے کو
وہاں بھی ہو قصیدہ ہاتھ میں میرے سرِ منبر

صفی لکھنوی

رازِ ہستی

در منقبت حضرت علیؑ

پیچ در پیچ ہے شیرازۂ اسباب و علل — رازِ ہستی ہے عجب عقدۂ مالا ینحل
روح بے جسم کے ناقابلِ ادراکِ عقول — جسم بے روح کے ہم معنیٔ لفظِ مہمل
لاکھ سمجھائیں تناسخ کے منافع والے — کچھ سمجھ میں مگر آتی نہیں یہ پھیر بدل
ہے تغیر کا اثر مادہ و صورت تک — کیوں کہ اک عالی ہے اور ایک ہے ان میں سے محل
روح کیا چیز ہے اس سے نہیں واقف کوئی — نفس کے علم سے یہ بے خبری طرزِ عمل
دیکھئے ساحتِ افلاک سے تا مرکزِ خاک — تہ بہ تہ پردۂ اسرار ہیں مانندِ بصل
متحرک نظر آتا ہے اگر غور کریں — ذرہ ذرہ ز سمک تا بہ سماکِ اعزل
مختلف وضع کے ہیں نامتناہی پرزے — جن سے چلتی ہے یہ کُل عالمِ اسباب کی کل
رشتۂ عقل میں ڈالی ہے تحیر نے گرہ — دہنِ یار کا ہر نکتہ ہے ماقل و دل
کُن میں گنجائشِ کونین خدا کی قدرت — یہ معمہ نہ ہوا ہے نہ کبھی ہوگا حل
جس طرح آئے تھے دنیا میں یونہی جائیں گے — رہ نوردوں کی گزرگاہ ہے یہ دارِ عمل
یہ فضا کام نہنگ و دہنِ اژدر ہے — فلکِ اعلیٰ ہے فلک ارض ہے فلکِ اسفل
پیستے ہیں سختیٔ دوراں سے دلِ اہلِ جہاں — خشک و تر لقمہ کو تیز ہیں دندانِ اجل
تشنہ ایذا تو بڑھی نزع کی اعضا شکنی — جو سمجھتے تھے کہ میخانہ ہے یہ رنگ محل
خوب اس گلشنِ نیرنگ کو ہم نے دیکھا — بیلیں اس باغ کی ہیں سلسلۂ طولِ امل

پتا پتا ہی یہاں رقص میں گو ہی پابند — غنچہ غنچہ ہی چڑھائے ہوئے پوری بوتل
دانے دانے میں ہی شوریدہ سری کی قوت — ریشہ ریشہ ہے اسیرِ کششِ رد و بدل
قطرہ قطرہ ہمہ تن جوشِ انا البحر میں غرق — ذرہ ذرہ میں ہے پیدا انا الطور میں حل
گوشے گوشے میں یہاں نوش بھی ہی نیش بھی ہی — حلقہ حلقہ صفتِ خانۂ زنبورِ عسل
ہر کرشمے سے زمانے کے دو رنگی پیدا — خیر و شر، عقل و جنوں، شادی و غم، دست و بغل
تنگیٔ دائرۂ عمر پہ یہ وسعتِ شوق — کہ جہاں پاؤں تھکے چلنے لگے پاؤں کے بل
فاصلہ ہستیٔ موہوم ہے بینَ العدَمین — جس کا اندازہ کسی کو ہے نہ کوئی اٹکل
فرق اتنا ہی مگر عارف و عامی میں یہاں — کہ سوا ایک ہی اور ایک ہی ان میں مبدل
کھا کے انسان سمجھتا ہی فریبِ دنیا — پھول اس نخل کے خوش رنگ مگر تلخ ہیں پھل
جس کو ہم بحر سمجھتے ہیں وہ ہی موجِ سراب — جس کو ہم باغ سمجھتے ہیں وہ ہی اک جنگل
جھاڑیاں ہیں کہیں چھائے ہوئے دلکش جنگل — کہیں سبزہ ہی بچھائے ہوئے فرشِ مخمل
کہیں بہتے ہوئے چشموں کی سریلی آواز — کہیں ہوتی ہے وہ ستھرے ہوئے پانی کے ڈل
کہیں سبزہ کہیں لالہ کہیں سنبل کہیں گل — کہیں کھلتی ہوئی کلیاں کہیں اٹھتی کونپل
کہیں اشجار میں ہی فائدۂ جذبِ سموم — کہیں اثمار میں ہی ذائقۂ قند و عسل
ہیں چرندوں سے کہیں شیر کے چشمے جاری — کہیں نغموں سے پرندوں کے طبیعت بے کل
ہر طرف دعوتِ نظارۂ اربابِ نظر — پتی پتی سے عیاں صنعتِ صناعِ ازل
فلسفی سر بگریباں کہ یہ اسرار ہی کیا — منطقی ساکت و صامت بجواب مہمل
عارضی شئی ہی اک سایۂ ابرِ گزراں — کہ قیام اس کو نہیں ہی کوئی ساعت کوئی پل
سبزہ زارِ چمنستانِ جہاں قابلِ سیر — ہی مگر سیر کی فرصت کسے دیتی ہی اجل
ایک تنکا بھی نہیں باغِ جہاں کا بے کار — پھر جو سوچو تو یہاں کچھ نہیں جز طولِ امل
پانچ دروازے ہیں اس باغ کے پانچوں یہ حواس — ان میں جو بند ہو پیدا ہو طبیعت میں کسل

سب ہے دنیا میں اتھیں کے متعلق ساماں
خواہ کثرت سے ہو خواہ بمقدارِ اقل

ہے اسی بات پہ اشیا کے تنوع کا مدار
اصل میں ورنہ وہی پھول ہے جو چیز ہے پھل

طلعتِ حسن نمودار ہر اک پردے سے
شورشِ عشق سے گونجے ہوئے کل دشت و جبل

پاؤں پکڑے ہوئے سایہ متقاضی ہر دم
بیٹھ رہیے کسی گوشے میں بچھا کر کمبل

مطلع

ہو جو یکسوئی دل، سرمۂ چشمِ احول
کثرتِ آئینہ وحدت ہے تجلی صیقل

صورتِ مردمکِ دیدۂ بینا وہی نور
خود ہے آنکھوں میں نگاہوں سے مگر ہے اوجھل

ایک ہی جلوے سے معمور ہے کل بزمِ شہود
جس طرح تابشِ خورشید سے ذرات دہل

حسنِ معنی کے مظاہر ہیں ہزاروں لیکن
نیم رخ ہے کوئی تصویر کوئی مستقبل

آؤ کعبے میں تمھیں ایک مرقع دکھلائیں
ہے جو سر تا بہ قدم نازشِ صناعِ ازل

کعبے کے پیکرِ بے روح میں اب جان آئی
بعد مدت شجرِ طور میں پھوٹی کونپل

یہ وہی حسنِ دل افروز ہے جس نے سرِ طور
رہروِ وادیِ ایمن کو دکھائی مشعل

ٹھنڈک اس نور سے پتلی میں ہے ان آنکھوں کی
شبِ اسریٰ نے جن آنکھوں میں لگایا کاجل

ڈھل کے سانچے میں رسولِ عربی کے یہی نور
ظلمتِ کفر کرے گا ابداً مستاصل

بت شکن کی جو نظر ہے طرفِ طاقِ حرم
خوف سے کانپ رہا ہے جگرِ لات و ہبل

پاؤں وہ جن سے بڑھی شانِ شکوہِ اسلام
ہاتھ وہ جن سے کھلے عقدۂ ما لاینحل

سج رہا ہے درِ دیوارِ حرم پھولوں سے
پائے گا خازنِ جنت صلۂ حسنِ عمل

وہی فردوس کی بیلیں، وہی گلدستۂ خلد
جن کا موقع ہے جہاں جن کا جہاں پر ہے محل

ہر طرف دائرۂ زمزمہ سنجانِ بہشت
جابجا لخلخۂ عطر گلاب و صندل

ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے دونوں عالم
لبِ زمزم پہ ترانہ لبِ کوثر پہ غزل

فاطمہ بنتِ اسد دیکھ رہی ہیں تارے
گود میں چاند کا ٹکڑا ہے گلے کی ہیکل

گود خالق نے بھری نامیہ کے پھول کھلے
نخل امید میں پھوٹی ہے یہ پہلی کونپل

زر و دیوار پہ کعبے کے لگائے چھاپے
آب تسنیم میں حوروں نے رگڑا کر صندل

بیٹھے ہیں تہ کیے زانوئے طلب، اذن طلب
آئے ہیں دیکھنے استاد کو عقل اول

جب سے دیکھا ہے نصیری نے خدا کا جلوہ
آگیا زہر پرستوں کے عقائد میں خلل

کہہ رہے ہیں سر ناخن کی زبانی ابرو
جتنے عقدے ہیں یہاں لاؤ ابھی کر دیں حل

سرعت نبض بتاتی ہے کہ ان شاء اللہ
کل اسی ہاتھ سے خیبر میں پڑے گی ہلچل

پاؤں چلنے تو لگے ہیبت اسد کا جایا
تو سہی کعبے میں قدموں پہ گریں لات و ہبل

دست حیدر کی انگوٹھی پہ ریاض جنت
شجری ایک نگینہ ہے مگر ہشت پہل

شرف اندوز حضوری ہو یہ مشتاق ہے دل
بدل اے طبع رسا نظم کا انداز بدل

مطلع

یا علی ذات تری عرش کی نازش کا محل
تیری معراج سر دوش نبی ختم رسل

صاحب سیف و قلم، کاسر اصنام حرم
خازن علم ابد، محرم اسرار ازل

تھا نہ آئینۂ حق میں دل روشن تیرا
جس پہ الہام کی لہروں سے ہوا تھا صیقل

مفتیٔ شرع مبیں، راز شناس قرآں
نائب ختم رسل، کاتب وحی منزل

تو ہے وہ قاضیٔ ایوان عدالت جس نے
کر دیا باز و کبوتر کا تصفیہ فیصل

یہ بھی اک دبدبۂ زور ید اللٰہی تھا
ہوگیا خاک کا پیوند جو مرحب سا یل

زور رگ رگ میں خداداد خورش نان جویں
وہ ترا جوش ارادی یہ ترا طرز عمل

پر جبریل پہ ضربت کا ابھی تک سکہ
تن عفریت میں زخموں کی ابھی تک ہیکل

صیحہ صیحہ ترے رہوار کا صور محشر
فقرہ فقرہ تری تلوار کا اک ضرب مثل

ہو سلب نحوست جو اگر تیری نظر
ہو مبدل بہ سعادت ابھی تاثیر زحل

کفر و ایماں میں تری ذات ہے حد فاصل
علم و حکمت میں ترا قول ہے قول فیصل

خنبش لب میں نہاں موجِ تبسم سے عیاں   لذتِ نہرِ لبن ، چاشنیٔ جوئے عسل
شمع کاشانۂ اجمال بیان روشن   عطرِ مجموعۂ تفصیل کلامِ مجمل
مہد سے تا بہ لحد ذاتِ خدا پر تکیہ   مسقط الراس حرم، مسجد کوفہ مقتل
ذکرِ توحید ہے بے ذکرِ علی لا حاصل   نقدِ اسلام ہے بے حبِ علی جنس دغل

نام جب ساقیٔ کوثر کا زباں پر آیا
چھڑ گئی پردۂ عشاق میں مستانہ غزل

لے چل اے جذبِ محبت وہیں جلدی لے چل   بوترابی ہوں مجھے خاکِ نجف ہے صندل
میں کہاں اور کہاں کشمکشِ ردّ و قبول   میں کہاں اور کہاں حلقۂ ادیان و ملل
میرا ایمان تولّائے علیٔ اعلیٰ   میرا اسلام ہوا سائے امامِ اوّل
دلِ شیدا ہے نصیری کے خدا کا بندہ   مرتے دم تک نہیں آنے کا عقائد میں خلل
مئے دیدار کا وعدہ ہے اگر وقتِ اخیر   تلخ کاموں کے لیے گھونٹ ہے شربت کا اجل
گرم ہیں گرم زمانے کی ہوائیں مولا   ان ہواؤں سے ہرا کیا ہو مرے دل کا کنول
شعلہ در داغ دہکتے ہوئے انگارے ہیں   سوزِ غم سے مرا سینہ ہے تنور و منقل
کچھ بھی ہو شانِ تحمل کا مگر ہے یہی قول   کہ نہ ماتھے پہ شکن آئے نہ ابرو پہ بل

در توبہ کی طرح بند نہ ہو جائے کہیں
صفی آؤ سوئے میخانہ کہ مٹ جائے کسل

مطلع

ساقیٔ ہوش رُبا نے جو اٹھائی بوتل   دیکھنے لگا شجر طور میں پھوٹی کونپل
ہمہ تن شوق نگاہیں ارنی گویوں کی   آنکھ ملتے ہی جو آنکھوں کا جراثیم کا عمل
دستِ ساقی میں نہیں پھول سے لبریز گلاس   شاخ نازک پہ ہے جنت کا رسیلا کوئی پھل
چشم رحمت کا اشارہ کہ چلے دور چلے   گھر کے آج آئے ہیں قبلے کی طرف سے بادل

کب تک اس طرح قدح خوار پئیں دو دو گھونٹ (۹۵) ساقیا اڈھال بھی دے جام میں پوری بوتل
گو کہ مجھ رند کا فہرست کے آخر میں ہے نام — وہی دینا مگر اوّل سے جو ہے ہو اوّل
دل کے شیشے میں ہے سر جوشِ ولا کا یہ رنگ — مے نہ گنجد بہ صراحی و صراحی بہ بغل
طعنہ زن ہم پہ ہوں کیوں زہد ریائی والے — پارسائی سے ہے یہ بادہ پرستی افضل
منہ سے جب حشر میں آئے گی مرے بوئے شراب — آبِ رحمت کے ڈونگروں سے بھرینگے جل تھل
یہ وہی ہے جسے روح امیں لائے تھے (۱۰۰) سر بمہر ایک لیے شیشۂ وحی منزل
یہ وہی ہے جسے پیر مغاں نے ہر خم — پی کے اک مرتبہ جنگل میں منایا منگل
جمع ہیں جرعہ کشانِ مئے حبِ حیدر — جیسے ہنگامِ دعا میرے حواس مختل
آج اس بزم میں پھر دور اسی مے کا ہے — بانگی جس کی چکھائی گئی تھی روزِ ازل
یاالٰہی بہ طفیلِ کرمِ نامحدود — جب تلک انساں کو ملیں حسن ریاضت کے پھل
رزق موعود ملے غیب سے بے منتِ خلق
آنکھ میری نہ ہو شرمندۂ اربابِ دول

عزیزؔ لکھنوی

ذرّۃُ البیضا

در منقبتِ حضرتِ فاطمۃ الزہرا رضؓ

بہارِ برشکال آئی کدھر ہے ساقیٔ مہ رو
جگا دے آج کی شب تو ذرا چلتا ہوا جادو

گھٹائیں ہر طرف اُمڈی ہوئی برسات کی راتیں
معاذ اللہ پھر اس پر دل اسیرِ حلقۂ گیسو

برستا ہے لگاتار آج پانی بھر گئے جل تھل
ستم ہے اب بھی پیمانہ ہمارا گر نہ ہو مملو

بہار آ آ کے جوشِ باطنی کو تیز کرتی ہے
مری آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے ہیں متصل آنسو

نتیجہ دیکھیے کیا ہو نمو کے جوش کا یا رب
کہ ہر ہر سانس میں بڑھ جاتا ہے خون اب کی علو

نویدِ فصلِ گل سے ہو گئیں روحیں طرب آگیں
رگوں میں خونِ تازہ دوڑنے پھرنے لگا ہر سو

چلے ہیں جھومتے سر در ہوا مستانِ مے خانہ
گلابی سا خمار آنکھوں میں ہے دل پر نہیں قابو

مرتّب ہو چکا ہے ساز و برگِ بادہ پیمائی
میں پیتا جاؤں اور پیمانہ دیتا جائے مجھ کو تو

نشاطِ روح کا اندازہ کر متوالی آنکھوں سے
کہ ہے ہر رنگ کے پھولوں سے آغوشِ زمیں مملو

قبا کی آستینیں دوش تک اُلٹے ہوئے زاہد
چلے ہیں جدولِ گلشن کی جانب بہرِ شست و شو

بسیرا لے رہے ہیں شاخِ گل پر طائر آ آ کے
وہ زیر و بم صداؤں میں وہ ان کے نغمۂ دلجو

اُڑائے دیتے ہیں دل کو ہوائے سرد کے جھونکے
گناہِ بادہ نوشی و اغتصاب بھی کیا نہیں معفو

اٹھا لائی ہے بستر سے حریفانِ محبّت کو
صدائے بلبلِ شیراز و صوتِ نغمۂ تیہو

دمِ نظارگی خونِ جہندہ جوش کھاتا ہے
فضائے سبزہ پر یوں پھر رہے ہیں چوکڑی آہو

شعاعِ مہرِ عالم تاب گویا نقشِ زریں سے
کیا کرتی ہے رخصت نوجوانانِ چمن الو

حسینوں کو دمِ گل گشت ہے یہ شغلِ دلچسپی　　قبائے سبز کے دامن میں باندھے جا رہے ہیں جگنو
سنی سنبل کی شہرت سا غبِ مشاطگی آئی　　اٹھے معشوق بہرِ اہتمامِ زینتِ گیسو
ادب سنجانِ مے خانہ ہوئے ہیں جمع اٹھ ساقی!　　وہ ڈیرے بادہ آشاموں نے ڈالے ہیں کنارِ جو
میانِ مجلسِ دردی کشاں اک طرفہ صحبت ہے　　ہوا ہے جمع ہر طبقے کا ایک اک شاعرِ خوشگو
لیے اک ساتگیں اور اک صراحی ہاتھ میں اپنے　　ہم ایسے لاابالی رندبھی بیٹھے ہوئے اک سو
کہ لائے چند شاعر اک نگارِ ایشیائی کو　　کہ جس کی چشمِ وحشت خیز سے رم خوردہ ہو آہو
مگر بیٹھے ہوئے کچھ مغربی شاعر بھی آ اٹھے　　کہ دیکھیں حسن سے ہوتا ہے دل کس طرح بے قابو
یکایک اس ستم پیشہ نے چہرے سے نقاب الٹی　　ہوئی وہ بزمِ عشرت رشکِ بزمِ گلشنِ مینو
نگاہیں ہیں کہ اک پیمانۂ زہرِ ہلاہل ہیں　　ہیں افعی کاکلیں اور عقربِ جرارہ ہیں ابرو
ہے خال اک مشک دانہ اور بادامِ سیہ آنکھیں　　رخِ رنگیں ہے سیب اور شمع بینی ہے گلِ شب بو
بنفشہ زار ہے روئے مخطط اس ستم گر کا　　دہن پستہ ہے لب خرما زنخداں مثلِ شفتالو
وہ چشمک چشمِ افسوں ساز کی اللہ ہی اللہ ہے　　جگاتی رہتی ہیں جو رات بھر سوتا ہوا جادو
حنائی ہاتھ ہے اللہ ایسا پنجۂ مرجاں　　دماغِ اہلِ مشرق حسن سے جس کے ہے بے قابو
ہیں ساعد شاخِ گلِ غبغب ہی بازو دراز و ہیں　　کہ جس میں تولتا ہے حسن کے انار وہ دیکھو
وہ دنداں دانہائے نار ہیں یا گوہر و ژالہ　　تبسم شکریں لیکن سخن میں ترشیٔ لیمو
یہ سب کچھ ہے مگر غائب دہن بھی ہے کمر بھی ہے　　وہ ہے کچھ صفرِ عدم اور یہ ہے اک باریک تارِ مو
کبھی وہ جوہرِ فرد اور کبھی ہے نقطۂ فرضی　　کبھی یہ اک خیالی خط کبھی عکسِ رخِ گیسو
سراپا میں کبھی مدِ نظر دکاں دارِ فروشی کی　　مسیحا وہ کبھی بیمار کا اپنے کبھی دارو
کبھی اس سبزہ زارِ حسن میں پیدا اجڑی بوٹی　　کبھی وہ تنخلِ قامت اک طلسمِ گلشنِ مینو
خدا رکھے ہم ایسے چاہنے والوں کو دنیا میں　　چھپایا خود ہی دل اور جس کو چاہا کر دیا جادو
مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ گو پائی　　گر تشبیہ کا ٹھکانہ حشر اے شاعرِ خوشگو
نظر کر جادۂ فطرت سے کتنا دور جاتا ہے　　یہ مانا ہم نے اغراق و غلو ہیں صنعت کے پہلو

ہزاروں بار خود دن بھر میں جیتے اور مرتے ہیں
خوارق تو ازل سے ہو گئے ہیں داخلِ خو بو

تصور جب کبھی دستِ حنا بستہ کا آتا ہے
لہو بڑھ جاتا ہے بیمار فرقت کا کئی چلو

ہزاروں ہیں دیے دشنام اپنے جذبۂ دل کو
رقیبِ روسیہ کے گھر اگر وہ ہو گیا مدعو

نکل آئے وہیں تارے نظر میں چاندنی چھٹکی
جب آیا چین کے انساں ان کے غم کا عیش رہرو

شہودی ہو گئے گہ فکرِ معشوقِ حقیقی میں
لگائی بیٹھ کر اکثر جو ضربِ نعرۂ یاہو

ارے بدمست باز آ ایسے تخیلاتِ فاسد سے
نہ پھر دیوانہ وار اس وادیٔ الفت میں تو ہر سو

کہاں تک خار خارِ ذوقِ مژگانِ جگر گستر
رگِ جاں میں چبھیں گا تیری کب تک نشترِ ہر مو

خریدا ہے اگر یہ دردِ سر بازارِ الفت میں
جبیں پر صندلِ عرفاں لگا اور دور کر کاہو

کوئی تم کہہ دے اور جی اٹھے ہم یہ نہیں ممکن ہے
مگر ہاں جن میں یہ قدرت ہے وہ ہیں اور ہی مہ رو

ارے مجنوں یہ دریا ہے نہ ہے پایاں گوہرِ مقصد
چمک کر تجھ کو دھوکا دے رہی ہے بجلی کی بالو

پریشاں دل کے ذرے کر شبِ گیسوئے دلبر میں
نظر آئیں گے تجھ کو پھر چمکتے ہر طرف جگنو

مٹا دے چھائیاں شیشے کی الفاتِ حقیقت سے
اسی کو دل میں دیکھے گا کہ جس کو ڈھونڈھتا ہے تو

ذرا شمعِ ولایت لے کے گھوم اس کعبۂ دل میں
تو پھر اے بے خبر معلوم ہو گی وسعتِ مشکو

اگر قوسِ ہلالِ عیدِ عرفاں دیکھنا چاہے
تو دل پر نقش کر لے اس عفیفہ کا خطِ ابرو

ذکیہ، طاہرہ، ام الفضائل فاطمہ زہرا
کہ ہے سررشتۂ ایجادِ عالم جس کا ہر اک مو

فلک پر ہے ہلالِ یک شبہ فیضانِ عکس اس کا
زمیں پر ذوالفقارِ ادنیٰ سا ہے اک پرتوِ ابرو

معطر کر دیا ہے اس نے رختِ آفرینش کو
نہ کیونکر عطرِ پیغمبر ہو اس کے جسم کی خوشبو

یداللہ سا ہے شوہر اور محمد سا پدر جس کا
ملے ہیں شبر و شبیر سے دو قوتِ بازو

زہے جذبِ امامت آپ کے فرزند کی خاطر
خود اپنا بچہ دے کر حاضرِ خدمت ہوا آہو

حدیثِ بضعۃ منی سے جذبِ دل ہے وابستہ
رگِ جانِ پیمبر کیوں نہ ہو ہر رشتۂ گیسو

رسول اللہ جب فردوس کے مشتاق ہوتے ہیں
تو آ کر سونگھتے ہیں سیدہ کے جسم کی خوشبو

به باطن حوریہ ہیں اور بظاہر ہیں انسیہ
احادیث و سیر اس رازِ سربستہ سے ہیں مملو

ثمر ان کے نوران کا رہا سیب بہشتی میں (۶۰)
کیا جب نوش احمدؐ نے کھلا وہ غنچۂ دلجو

نہ لیتی عورتوں کو اور فرزندانِ ہاشم کو
طلب بنتِ خویلد نے کیا، ہو دل ہے بے قابو

بھڑکتے ہیں ادھر انکار کے شعلے زبانوں سے
شقاوت سے جہنم ہو رہا ہے قلبِ کینہ جو

تردد ہے ادھر آثارِ وضعِ حمل پیدا ہیں
خدیجہ دیکھتی ہیں یاس کی نظروں سے اب ہر سو

طلسمِ قدرتِ حق ٹوٹتا ہے ناگہاں دیکھو
تجلی زار مثلِ دشتِ ایمن وسعتِ مشکو

یہ سارہ ہیں یہ مریم اور یہ ہیں خواہرِ موسیٰ (۶۵)
یہ حوریں آبِ کوثر سب لیے ہیں بہرِ شستشو

کہ آئیں سیدہ کنجِ عدم سے بزمِ ہستی میں
ہر اک کاشانہ مکہ ہوا انوار سے مملو

ہر اک سو برق چمکی خندۂ حورانِ جنت سے
فرازِ عرش و کرسی تک گیا آوازۂ صلو

رُخِ روشن سے ظاہر ہیں بار اک نور ہوتا ہے
جمالِ سیدہ ہے حسنِ رنگا رنگ سے مملو

یہ وہ ہیں دست بوسی جن کی خود فرماتے تھے حضرت
یہ وہ معصومہ ہیں جن میں محمدؐ کی ہے سب خو بو

یہی وہ قانعہ ہے جس نے فاقوں پر کیے فاقے (۷۰)
یہی وہ صابرہ ہے جس کا زخمی کر دیا پہلو

یہی وہ زاہدہ ہے اور یہی ہے ایسی مرضیہ
کہ جس نے مکتبِ تقویٰ میں اول تہ کیا زانو

لہو ہاتھوں کا چوبِ آسیہ تک بہہ کے آیا ہے
مگر جز شکر کچھ کہتی نہیں معصومۂ خوش خو

وہ شہزادی کہ جب گئے موکبِ اجلال کے آگے
ملائک سے سنیں گے اہلِ محشر نعرۂ غضّوا

یہ وہ مریم ہے جس کی عمر وقفِ خاکساری تھی
اٹا سب گرد میں ملبوس اپنی گھر میں دی جھاڑو

رہی ہیں اس قدر استادہ محرابِ عبادت میں (۷۵)
کہ پائے مبارک پر ورم ظاہر ہوا ہر سو

بہ ہنگامِ ریاضت دیکھتے تھے جب رسول اللہؐ
تو خود حضرت کی بھی آنکھوں سے جاری ہوتے تھے آنسو

شہیدانِ احد کا مقبرہ اور آپ کا رونا
قیامت تک رہے گا یاد اے معصومۂ خوش خو

بھلا پھر کون ہوتا سیدہ کا کفو دنیا میں
نہ ہوتا گر امیر المومنین سا بندۂ نیکو

پیمبر کس لیے کرتے نہ تعظیم اپنی بیٹی کی
کہ تھیں ام الائمہ خلق میں معصومۂ خوش خو

یہ وہ ہیں جن کے خدام ادب کی بھی یہ خاطر تھی (۸۰) کہ اترا چرخ سے اک ڈلو آبِ تازہ سے مملو

درِ دولت پہ پہلے فاطمہ زہرا کے جاتے تھے — سفر سے جب کبھی تشریف لاتے تھے شہ خوشخو

مسلماں ہو گئے اسّی یہودی دیکھ کر جس کو — یہ کیسے نور سے تھی چادرِ اقدس تری مملو

بہت تھا اپنی خلقت پر جنھیں ناز آدم و حوّا — سرِ پرِ خلد پہ دیکھا کسے کیوں دل ہے بے قابو

خدا شاہد ہے اس معصومہ کی داد ہی مدحت میں — کچھ اپنی عقل چیرہ دست پر میرا نہیں قابو

قسم اس ربِ عزت کی کہ جس نے جان بخشی ہے (۸۵) شکستہ پا ہے اس وادی میں میری عقل مدحت جو

قسم حقِ محمد کی حضوری اس لیے چاہی — دُرِ رحمت سے تا دامانِ عصیاں کو کروں مملو

اگر ہوں لائقِ بخشش تو دینا گوشۂ چادر — عزیزِ خستہ دل کو ہے شفاعت آپ کی مرجو

جہنم میں بھی جاؤں گر تو تیرے حکم سے جاؤں
کہ وہ بھی ہوگا میرے واسطے اک گلشنِ مینو

محشر لکھنوی

در تہنیت ولادت حضرت علیؑ

دن کٹ گیا ظاہر ہوئی شام شبِ ارماں — نکلا مری قسمت کو جگاتا مہِ تاباں
کیا چودھویں کے چاند کی پھیلی ہے تجلی — دن ہو گیا گویا کہ زمانے میں نمایاں
ظاہر ہے یہ چھلکے ہوئے تاروں کے سماں سے — نکلیں گے کسی عاشقِ جانباز کے ارماں
لو آ گیا رحم ان کی بھی حالت پہ فلک کو — ہر وقت لیے پھرتے تھے جو چاک گریباں
تا حد نظر چاندنی پھیلی ہے زمیں پر — ہیں ایک ہی عالم میں بیابان و گلستاں
جولاں گہِ انوار ہوا صفحۂ عالم — کیا خاک جمے اب نگہِ موسیٰ عمراں
آنکھوں سے گئی تا بہ جگر خنکی مہتاب — ارباب محبت کا بہلنے لگا خفقاں
بند آنکھیں کیے جانے لگے شوق کے بندے — لو ہو گئی آئینہ رہِ کوچۂ جاناں
بیٹھا ہوا اجزائے ہوا دیکھ رہا ہے — سوتا ہی نہیں محفلِ دلدار کا درباں
بہلاتا ہے دل جلوۂ قدرت کا تماشا — یوسف کھڑے ہیں شام سے نزد درِ زنداں
ہمدرد ہے کون ایسا کہ جو چاندنی سونپے — عشاق چھپانے لگے زخمِ غمِ پنہاں
تا حد نظر قبروں پہ ہے نور کی چادر — بے کار ہوئی شمع سرِ گورِ غریباں
رخسارۂ مہتاب کی اللہ ری تجلی — باریک بھی لکھا ہو تو پڑھ لیجئے قرآں
عشاق کا دم آنکھوں تک آیا ہوا پلٹا — باقی نہیں دنیا میں سوادِ شبِ ہجراں
یہ بھیگتی رات اور یہ شبنم کی تراوش — گویا کہ نہائے کھڑے ہیں اہلِ گلستاں
ہر سانس میں دل بڑھتا ہے اور خون رگوں کا — نظریں رخِ گردوں پہ ہوئی جاتی ہیں قرباں
یہ جوش ہوا چشمۂ مہتاب میں پیدا — اک نور کا طوفاں ہے تہِ گنبدِ گرداں

آئینہ بنی خلوتِ دلدار کی ہر شے
آساں ہوئی آرائشِ گیسوئے پریشاں

صاف آئے نظر گم ہوا گر سوزنِ عیسیٰ
ذرے ہیں کہ ہے صفحۂ گیتی پہ چراغاں

اشجار نہیں گوہرِ مقصود انھیں کہیے
ڈوبے ہوئے ہیں نور کے دریا میں گلستاں

یہ چاندنی ہے آبِ حیات آج اثر میں
لو جی اٹھے بستر پہ مریضِ تپِ ہجراں

آثارِ وطن دیکھتے ہیں رہروِ منزل
اس حد پہ بڑھی روشنیٔ شامِ غریباں

موقوف تھیں اندھیاریوں پر جن کی مرادیں
بیٹھے ہیں وہ سب دل میں چھپائے ہوئے ارماں

بے حس پڑے ہیں چاندنی کے دیکھنے والے
نیند آتی ہے لیکن نہیں سوتے کسی عنواں

عشاق کی آہوں سے شرر ہو گئے معدوم
اب کوئی نہیں کرمکِ شب تاب کا پرساں

نکلے تو ہیں خلوت کدے سے زوروں ہیں لیکن
دامن کو کہاں جا کے چھپائیں یہ کنعاں

گویا شجرِ وادیٔ ایمن میں لگی آگ
کچھ اور بڑھا جذبِ دلِ موسیٔ عمراں

سرتا بہ قدم نور کا پہنے ہوئے جامہ
اک رنگ میں ڈوبے ہیں جوانانِ گلستاں

شب بھر ہی سہی جان تو جلنے سے بچے گی
ممنونِ فلک ہے جگرِ شمعِ شبستاں

منظورِ نظر ہے مہِ تاباں سے تقابل
عشاق نے وا کر دیے داغِ دلِ سوزاں

ہوتی چلی ان سب کی بھی جمعیتِ خاطر
جو لوگ تھے مجموعۂ حالاتِ پریشاں

دن رات سفر کرنے لگے قافلے والے
رفتارِ قمر ہے سببِ جذبۂ پنہاں

باطن کی صفا بخش ہے یہ نور فشاں رات
جاتے ہیں خیالات سوئے منزلِ عرفاں

سوتا ہے کوئی تاروں بھری رات میں غافل
بیٹھا ہے کوئی دل میں لیے سیکڑوں ارماں

بے تاب ہوئے میر تقی میر جہاں میں
ارباب سخن نکلے مکانوں سے غزل خواں

خوبانِ جہاں سیر کو یوں نکلے ہیں گھر سے
جیسے سحر عید کو خورشید درخشاں

پھیلی ہوئی واں چاندنی دنیا کی زمیں پر
یاں برقِ تجلی رخِ روشن سے نمایاں

یاں حسن کی دنیا کا نصیب ان سے ہے بیدار
واں کوکبِ اقبالِ فلک ہے مہِ تاباں

گھیرے ہوئے واں دورۂ گردوں کو شعاعیں
چھوٹی ہوئی یاں تا بہ کمر زلفِ پریشاں

دنبالہ دو ہی ہیں ادھر انجم و کواکب
(۴۰) سرگشتہ محبت ہیں ادھر گبر و مسلماں

مانا کہ اگر وہ ہے کسی قوم کا معبود
ہیں عاشقوں کے واسطے یہ دشمنِ ایماں

کس حسن کی رفتار ادھر دورِ فلک پر
چلتے ہیں ادھر یہ صفتِ سروِ خراماں

بیمارِ شبِ ہجر کی روح اس کی تجلّی
یہ اپنے مریضوں کے لیے عیسیٔ دوراں

وہ جزر و مدِ بحر کے جذبات کا بانی
دریائے محبت ہیں اٹھاتے ہیں یہ طوفاں

شرمندۂ خورشید ہے وہ کسبِ ضیا میں
(۴۵) مہر ان کے مقابل میں چراغِ تہِ داماں

ذکر اس کا اگر آیا ہے فرقانِ مبیں میں
پائے گئے انھیں بھی جو پڑھو سورۂ رحماں

وہ صبح کے ہوتے ہی بس اک سادہ ورق ہے
ہر وقت میں یہ ہیں صفتِ رنگِ بہاراں

ہے اس کی شعاعوں سے جو تولیدِ لہو کی
ان کی نگہ ناز ہے نشتر زنِ شریاں

وہ چودھویں شب چشم و چراغِ اہلِ جہاں کا
یہ عالمِ دل میں صفتِ مہرِ درخشاں

عالم کو مساوات ہوئی دید سے اس کی
(۵۰) یہ سامنے آجائیں تو ہو حشر نمایاں

وہ دورِ فلک پر جو ہے چلتا ہوا ساغر
یہ خم کدۂ حسن کے ہیں ساقیٔ دوراں

وہ صدر نشیں بزمِ کواکب میں اگر ہے
یہ صدر ہیں عشاق کے پنہاں صفتِ جاں

جب دیکھو انھیں عمرِ جوانی کی ترقی
وہ بزمِ جہاں میں فقط اک رات کا مہماں

روشن ہو جہاں چھپ کے جو وہ ابر سے نکلے
یہ رخ سے نقاب الٹیں تو ہوں اور ہی ساماں

جب چاہے اسے ابرِ تنک آ کے چھپا لے
(۵۵) کیا تاب ہے چھو لے اگر ان کا کوئی داماں

وہ داغ بدل رہتا ہے دھڑکے سے گہن کے
جب دیکھیے جانبازوں کے دل ان پہ ہیں قرباں

جب دیکھیے گردش ہی اسے گردِ زمیں کے
جب دیکھیے جاں بازوں کے دل ان پہ ہیں قرباں

زخمی کو اگر وہ ہے نمک ریزِ جراحت
یہ اپنے فدائی کے لیے خنجرِ براں

دن رات دہاں مہر کی ہے حلقہ بگوشی
آزاد یہ ہیں صورتِ برقِ شررافشاں

وہ بزمِ جہاں تھا ہمہ تن دیدۂ پُرنم — یہ صورتِ دیوارِ حرم بالبِ خنداں
واں داغِ نہانی نامِ علی دل پہ ہے کندہ — قلب ان کا حرم مولدِ شاہنشہِ مرداں
شاہنشہِ مرداں، اسدِ خالقِ اکبر — نورِ نگہِ بنتِ اسد ہادیِ دوراں
پیدا ہوا جو تیرھویں کو ماہِ رجب کی — مولودِ حرم کہتے ہیں جس کو کہ مسلماں
نورِ صمدی ظاہر و باطن جسے کہئے — کہتے ہیں جسے اہلِ نظر قدرتِ یزداں
شق ہو کے صدا دینے لگی کعبے کی دیوار — اے اہلِ جہاں دیکھ لو یہ ہے رہِ عرفاں
لو بنتِ اسد آتی ہیں اللہ کے گھر سے — لو ختم ہوئی تیسرے دن دعوتِ مہماں
جاتی ہے ضیا خانۂ محبوبِ خدا تک — مخفی کیے ہیں وہ مہِ کامل تہِ داماں
قدر اں کی مسلمانوں کے دل سے کوئی پوچھے — جس کا کہ ہر اک عضو ہے اک پارۂ قرآں
ہاتھوں سے نظر بنتِ اسد کی نہیں ہٹتی — دریائے امامت کا لیے ہیں دُرِ غلطاں
یہ ہاتھوں پہ نائب ہے حبیبِ دوسرا کا — یا تختِ رواں پر چلے جاتے ہیں سلیماں
یہ ہاتھوں پہ سر تا بہ قدم نورِ خدا ہے — یا جلوہ فگن طور پہ ہیں موسیٔ عمراں
ہاتھوں پہ نظر آتا ہے خورشیدِ امامت — یا چرخِ چہارم پہ یہ ہیں عیسیٔ دوراں
اے بنتِ اسد کچھ تو کہو منہ سے خدارا — یہ ہاتھوں پہ بچہ ہے کہ ہے رحل پہ قرآں
یہ ہاتھوں پہ انفعالِ الٰہی سے علی ہیں — یا قلبِ رسولِ عربی کا کوئی ارماں
ہر گام پہ جاتی ہیں نظر دل سے بلائیں — دل کا ہے یہ عالم کہ ہوا جاتا ہے قرباں
لو گود میں محبوبِ خدا نے لیا بڑھ کر — لو بدر کی صورت نظر آیا مہِ تاباں
طاقت کوئی اس ماں کے کلیجے کی تو پوچھو — ہے گود میں جس کی اسدِ خالقِ یزداں
وہ طفل جو لختِ جگرِ احمدِ مرسل — وہ طفل جو نورِ نگہ دیدۂ ایماں
اسرارِ مناقب میں ہے عرفانِ حقیقی — جب بیٹھے لئے فکر بڑھی قوتِ وجداں
وقت آگیا محشر پڑھو اک مطلعِ تازہ — پڑھنے لگیں صلوات جسے سن کے سخنداں

مطلع

مانند علی کس کو ہے قرب در سبحاں — جو قبر کفن میں ہو لکھا سابق الایماں
کہتے ہیں جسے صبح ازل نور ہے ان کا — جس سے کہ ہوئی روشنی عالم امکاں
نور ان کا ہوا سرمہ کش دیدہ آدم — نور ان کا ملائک کو چراغ رہ عرفاں
ممکن نہ ہوئی معرفت رتبہ حیدر — کوشش تو بہت عقل نے کی تا حد امکاں
جذبات رخ حیدر صفدر کے تصدق — جس نے کبھی دیکھا وہ ہوا دل سے مسلماں
کہتا ہے نصیری کہ خدا کہئے علی کو — اور عقل یہ کہتی ہے کہ کہئے افضل انساں
ہمراہ نبی پہنچے علی عرش علا تک — قائم ہوئی آخر یہ حد جذبہ عرفاں
مثل گل تر مژہ جو توڑا در خیبر — احسنت کی آواز گئی تا حد امکاں
پھینکا جو پس پشت اسے چالیس قدم پہ — تھرا اٹھی محور پہ زمین عربستاں
محکوم ترے اہل سمٰوات ہیں مولا — ڈوبا ہوا مغرب سے پھرا مہر درخشاں
کہتا ہے خدا کوئی کوئی نور خدا کا — اک بندہ درویش کی یہ قوت امکاں
آنکھوں سے لگائے وہ ترے نقش قدم کو — جس نے کہ نہ دیکھا ہو چراغ رہ عرفاں
کہتے ہیں امام اپنا جو بندے تجھے دل سے — میں ان کے خیالات پہ سو جان سے قرباں
سب مانیں تجھے بعد نبی ہادی اول — بس ہے تو یہی ہے سبب خلقت انساں
حق یہ ہے جو غیبی تری امداد نہ ہوتی — کیا تاب تھی بچ جاتے اگر شیر سے سلماں
جبریل بڑے مرد معمر ہیں بتائیں — دیکھا کبھی آنکھوں سے تری شان کا انساں
پھیلا دیا ایمان کو اور ملک عرب میں — تبلائے کوئی ہم کو سمجھتا ہو جو آساں
کیا چین سے نیند آئی تھی بستر پہ نبی کے — دکھلا دیا یوں نفس کو کر دیتے ہیں قرباں
ولادت میں اللہ رے وجدان حقیقی — غیرت سے ملک تجھ صفت پیکر بے جاں

وہ زور تھا تمہید کشا درِ خیبر — دو ٹکڑے جو بچپن میں کیا کلۂ ثعباں
ایک ایک نفس تھا الفِ لفظِ النبی — جاتے تھے خیالات سوئے مرکزِ عرفاں
لی مہد میں اس زور سے انگڑائی کہ توبہ — مضبوط بندھے ہاتھوں کا کھلنا ہوا آساں
روشن ہے جہاں آپ ہی کی جلوہ گری سے — یہ چھٹکی ہوئی چاندنی یہ ماہ درخشاں
یہ محفلوں میں ساغر کوثر کی روانی — لبریز یہ شیشے صفتِ قلبِ پُر ارماں
یہ میکدے پہ بادہ پرستوں کی چڑھائی — یہ خدمتیں ساقی کی شریک جزایاں
ہاں اے مرے ساقی تجھے کعبے کی قسم ہے — لانا کوئی ساغر صفتِ مہرِ درخشاں
شیشے سے ابلتی ہوئی مے جام میں آئے — دکھلا دے مجھے نشے کا اٹھتا ہوا طوفاں
یوں نشے میں پھر یاد رہے عالمِ ہستی — بھولا ہوا جیسے کہ کوئی خوابِ پریشاں
جب جانوں اشاروں پہ چلے ساغرِ گلگوں — سو جان سے تیری نگہ مست کے قرباں
وہ بادہ پلا روح رواں جس کی ہو خوشبو — جس کا کہ ہر اک قطرہ ہو خونِ رگِ شریاں
سمجھے ہوئے ہیں توبہ کو جو وضع میں داخل — بندہ نہیں اے بندہ نواز ایسا مسلماں
جب حسن سے کیں کاوشیں توبہ شکنی میں — اتنی ہی جوانی پہ ہوئی قوتِ ایماں
کافر ہوں جو مانگا ہو کبھی غیر سے ساغر — ناز اس سے عبث ہے جو ہو سیدھا سا مسلماں
پیمانہ مرے شوق کا دیکھے ہوئے ساقی — اور سوچے ہوئے دل میں کسی وقت کا پیماں
ارمانوں کی یہ رات مرادوں کی یہ شب ہے — محروم مرا بھی نہ رہے قلبِ پُر ارماں
آباد رہے یہ خم کدۂ مدح ابد تک — اور خوش ہو ہمیشہ یہ مرا ناصرِ الایماں
وہ ناصرِ دیں جس کے بزرگوں کی بدولت — کوئی ہوا حسان لقب اور کوئی سحباں
محشر بھی صلہ خدمتِ دیرینہ کا پائے — مل جائے خطاب آج وہ جو ہو مرے شایاں
یہ کہہ کے بصد ناز پھر اس بزم سے جائے — یوں لیتے ہیں انعام مدیحِ شہِ مرداں

احباب گلے سے ملیں بڑھ بڑھ کے خوشی میں
لے تجھ کو مبارک ہو یہ کہتے ہوں سخنداں

اقبال سہیل

در نعت

کرے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیٔ امکانی
رفو ہوتا نہیں اب صبح کا چاکِ گریبانی

وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرارِ محبت سے
کہ یکساں جانِ بسمل ہے ذوقِ وصل و دردِ ہجرانی

ابھی تک کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ دشتِ ایمن کا
قیامت ہے قیامت جلوۂ جاناں کی عریانی

اِدھر دوشیزہ کرنوں کا نکلنا سمتِ مشرق سے
اُدھر بزمِ جہاں سے رخصتِ شمعِ شبستانی

اِدھر صبحِ گریباں چاک کا راہِ عدم لینا
اُدھر خورشیدِ عالم تاب کا آغازِ رخشانی

کبھی پھولوں کے جھرمٹ میں شعاعوں کی نظر بازی
کبھی خود جلوۂ خور سے گلوں کی چاک دامانی

کہیں دوشِ صبا پر رقص کرنا نکہتِ گل کا
کہیں شاخِ نشیمن پر عنادل کی غزلخوانی

اِدھر غنچوں کے لب پر وردِ یا فتاح جاری ہے
اُدھر نحوِ اقامت ہے قطارِ سروِ بستانی

اِدھر سبزے کا جاگ اٹھنا خمارِ خوابِ نوشیں سے
اُدھر بادِ سحر سے زلفِ سنبل کی پریشانی

کہیں قبل از صبوحی مے کشوں کی مشقِ خمیازہ
کہیں بعد از نوافل زاہدوں کی سبحہ گردانی

صبا کے گدگدانے سے اِدھر کلیوں کا ہنس دینا
اُدھر شبنم سے پھولوں کی عرق آلودہ پیشانی

اِدھر شبنم کی ہستی کا فنا فی النور ہو جانا
اُدھر گل کا صبا سے ادعائے پاک دامانی

بجا ہے صبح دم گر چشمِ نرگس ہے خمار آگیں
چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی

رگِ گل نے بچھا رکھا ہے ہر سو دامِ نظارہ
غنیمت ہے گر کرے مرغِ نگہ سعیٔ پر افشانی

یہ صبح و شام ہی کیا چشمِ عبرت بیں اگر وا ہو
تو اک درسِ بصیرت ہے سراپا بزمِ امکانی

چمن پیرائے کُن صدقے تری نیرنگ سازی کے
لبِ ہر غنچہ پر ہے کُلَّ یَومٍ ھُوَ فی شان

وہ تابستاں کے بعد برسیہ کا جوشِ تردستی
وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصلِ زمستانی

کسی کے خندۂ دنداں نما کا کھنچ گیا نقشہ — جب گل برگ پہ شبنم نے کی جیب گہر افشانی

مطلع

بہار آئی ہوئی آراستہ پھر بزم امکانی — ہوا گلزار عالم پھر جواب باغ رضوانی
تمناؤں کا شہر اٹھا ہے پھر ویرانۂ دل میں — جنوں نے دل کو دی پھر دعوت شوریدہ سامانی
چمن میں جس طرف دیکھو نظر بازوں کا جمگھٹ ہے — الٰہی کوچۂ قاتل ہے یا صحن گلستانی
چمن کا جلوۂ رنگیں ہے یا اک شعر فطرت ہے — کہ جس پر ذوق فطرت خود ہے محو آفریں خوانی
جبین صبح پر شفق ہے یا خط شعاعی ہیں — ایاغ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی
نگاہیں جذب کرتی ہیں بہار عارض گل نے — رگ گل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی
نہ جانے حسن ہے یا عشق اتنا جانتے ہیں ہم — ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے کوئی جذب پنہانی
کمال عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلووں پر — ہر اک مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدادانی
خود اپنی شکل دیکھی پردۂ برق تجلی میں — تعجب کیا اگر تھی دیدۂ موسیٰ کو حیرانی
کہاں کا دشت ایمن، طور کیا، برق تجلی کیا — یہ سب کچھ تھی جمال مصطفےٰ کی پرتو افشانی

مطلع

محمدؐ وہ کتاب کون کا طغرائے پیشانی — محمدؐ وہ حریم قدس کا شمع شبستانی
محمد یعنی وہ حرف نخستیں کلک فطرت کا — محمد یعنی وہ املائے توقیعات ربانی
وہ فاتح جس کا پرچم اطلس زرنگار گردوں — وہ امی جس کے آگے عقل کل طفل دبستانی
وہ رابط عقل و مذہب کو کیا شیر و شکر جس نے — وہ فارق زہد سے جس نے مٹایا داغ رہبانی
وہ ناطق جس کے آگے مہر بر لب بلبل سدرہ — وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطق ربانی

مطلع

وہ حاذق جس کا تنہا نسخۂ تنزیل فرقانی — دوائے جملہ علت ہائے اخلاقی و روحانی
وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے — غبار مسکنت ہو، یا وقار تاج سلطانی

وہ بادل، سن کے جس کے ابرِ رحمت کی گہرباری — فضائے آسماں ہے شکوہ سنجِ تنگ دامانی

وہ جامع جس نے یکجا کر دیے بکھرے ہوئے دانے — مٹا دی آکے جس نے باہمی تفریقِ انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جس نے سب سے پہلے دنیا میں — بتائے اہلِ عالم کو حقوقِ جنسِ نسوانی

اُٹھا دی خود کشی کی بزدلانہ رسم دنیا سے — سکھایا مسئلہ توحید پر آئینِ قربانی

وہ گنجورِ معارف جس کے ایک اک حرف میں پنہاں (۴۰) نکاتِ فلسفی، اسرارِ نفسی، رازِ عمرانی

وہ شاہِ بوریا مسند سکھایا جس نے دنیا کو — یہ اندازِ جہانگیری، یہ آئینِ جہاں بانی

وہ کشّافِ سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں — علومِ اوّلین و آخریں کا گنجِ پنہانی

وہ نسّاخِ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل — فروغِ کیشِ زردشتی، شکوہِ دینِ نصرانی

مطلع

وہ مقصودِ دو عالم مستغاثِ قاصی و دانی — کیا جس نے مکمل نسخۂ اخلاقِ انسانی

وہ سلطان الامم، فخرِ دو عالم برزخِ کبریٰ (۴۵) رسالت جس کی تصدیقی، جلالت جس کی اذعانی

مبشر جس کی بعثت کا ظہورِ عیسیٔ مریم — مصدّق جس کی عظمت کا لبِ موسیٰ عمرانی

تراشہ جس کے ناخن کا ہلالِ آسماں منزل — غسالہ جس کے تلوؤں کا زلالِ آبِ حیوانی

مطلع

تعالی اللہ ذاتِ مصطفےٰ کا حسنِ لاثانی — کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصافِ امکانی

دعائے یونسی، خلقِ خلیلی، صبرِ ایوبی — جلالِ موسوی، زہدِ مسیحی، حسنِ کنعانی

نہیں مہرِ درخشاں اس کے فیضِ جبہ سائی سے (۵۰) چمک اٹھا ہے چرخِ چارمیں کا داغِ پیشانی

خدا جانے خود اس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا — غلام بارگہ جس کے کہیں "ما اعظمَ شانی"

مطلع

تعالی اللہ چہ می زیبد بہ فرقش تاجِ سلطانی — کہ مورِ درگہش را می رسد نازِ سلیمانی

شہنشاہِ سریرِ قابَ قوسین احمدِ مرسل — شبِ اسریٰ میں جس کا فرش رہ تھا تاجِ کیوانی

مطلع

وہ جسمِ پاک خود سر تا قدم پیکر تھا نورانی
تو پھر معراج میں کیا بحث روحانی و جسمانی

رجب کی بیست و ہفتم، بارھواں سالِ نبوت تھا
کہ بخشا خلوت آرائے ازل نے فخرِ مہمانی

حریمِ امِ ہانیؓ میں حضور آرام فرما تھے
درِ دولت پہ قدسی و ملک تھے محوِ دربانی

وہ چشمِ نرگسیں تھی بند، لیکن چشمِ دل وا تھی
سرہانے طالعِ بیدار کرتا تھا نگہبانی

ادب سے آ کے جبریلِ امیں نے یہ گزارش کی
کریں سرکار بزمِ نور تک تشریف ارزانی

سنی روح القدس سے جب طلب بزمِ حضوری کی
اٹھے اور دی براقِ پاک پر دادِ سبک رانی

حرم سے چل کے اول منزلِ اقصیٰ میں منزل کی
وہاں سے جلوہ ہائے قدس تک جانے کی پھر ٹھانی

براقِ برق پیکر لے چلا یوں ذاتِ انور کو
فضا میں تیر جائے جس طرح بجلی کی تابانی

حضور اس طرح گزرے گنبدِ مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بہ آسانی

ملائک اور رسل صف بستہ استقبال کو آئے
اٹھا افلاک میں ہر سمت شورِ تہنیت خوانی

سرِ رہ ہر قدم پر ذوقِ نظارہ کی تسکیں کو
حقائق کا تراکم تھا، مناظر کی فراوانی

کھلی آنکھوں سے دیکھا محرمِ سرِ حقیقت نے
جزائے محسن و قانت، سزائے مذنب و جانی

نظر سے عالمِ ناسوت کے سارے حجاب اٹھے
برائی الیقین کی سیرِ بہارستانِ رضوانی

رمیصہ، زوجۂ بوطلحہؓ کی تقدیر کیا کہنا
کہ خود دیکھا نبیؐ نے ان کو فی درجِ دو جہانی

سنی سرکار نے جنت میں آوازِ خرام ان کی
بلالِؓ پاک کے طالع کی اللہ رے درخشانی

بڑھے آگے تو وسطِ ساحتِ فردوس میں دیکھا
بلند و پُرشکوہ و دلکشا اک قصرِ لاثانی

وہ نزہت جس کا ہر گوشہ ریاضِ خلد کا حاصل
وہ رفعت جس کا ہر زینہ حریفِ کاخِ کیوانی

وہ شفاف و شفق گوں رنگ جیسے حل ہو کوثر میں
تباشیرِ سحر، سیمِ قمر، یاقوتِ رمانی

چمن میں اشکِ شبنم کی جگہ دُرِّ نجفِ غلطاں
روش پہ سنگریزوں کے عوض لعلِ بدخشانی

محاسن کے توازن میں مثالِ عدلِ فاروقیؓ
مناظر کے تناسب میں جمالِ ماہِ کنعانی

قوائم اس کے عزمِ انبیاؑ کی طرح مستحکم — در و بام اس کے قلبِ اصفیا کی طرح نورانی
یہ ایواں دیکھتے ہی آپ نے حیرت سے فرمایا — یہ کس کے واسطے یہ اہتمامِ جلوہ سامانی
فرشتوں نے کہا فاروقؓ کی دولت سرا ہے یہ — یہ قصر اس کا ہے طالب جس کے ہیں مطلوبِ یزدانی
شہید اور منصبِ صدیقیت کے اولیں وارث — امیر اور مسندِ ختم الرسل کے جانشینِ ثانی
یہاں سے پھر بڑھے سرور تو وہ جلوے نظر آئے — کہ اجمالاً بھی کچھ لکھئے تو اک دفتر ہو طولانی
غرض ملکوت کا ہر گوشہ چھانا اور جہاں پہنچے — نظر کے سامنے آتی گئیں آیاتِ قرآنی
براق و جبرئیلؑ آخر رکے سدرہ کی منزل پر — کہ تھی یہ انتہائے سرحدِ اقلیمِ امکانی
یہاں سے لے چلیں پھر آپ کو موجیں تجلّی کی — وہ رفرف ہو کہ انوارِ ازل کا جوشِ فیضانی
جوارِ عرش میں دیکھا یہاں صدیقِ اکبرؓ کو — تماشائے جمالِ لم یزل میں محوِ حیرانی
سوادِ لامکاں تک رک گیا رفرف کہ اس کو بھی — کہاں اس خلوتِ وحدت میں اذنِ گرم جولانی
کسی نے لے لیا خود بڑھ کے آغوشِ محبت میں — ہوا ملکِ قدم خلوت سرائے حسنِ امکانی
ملا خلعت سلامِ بارگاہِ بے نیازی کا — نبیؐ نے جب تحیات ادب کی نذر گزرانی
یہاں بھی رحمتِ عالم نہ بھولے اپنی امت کو — ہوا ہر بندۂ صالح شریکِ لطفِ ربانی
ملا اس فیض کے صدقے میں ہر امتِ عاصی — نویدِ عفو، فرمانِ کرم، منشورِ غفرانی
بجز ذاتِ مطہر یہ شرف کس کو ہوا حاصل — بجز صدیقِ اکبرؓ یہ حقیقت کس نے پہچانی

خرد عاجز، نظر خیرہ، زباں کج مج، بیاں قاصر
زمینِ نعت میں کیا دیجئے دادِ سخن دانی

حواشی

(قوسین میں نمبروں سے ہر قصیدے کے شعروں کے نمبر مراد ہیں)

سلطان محمد قلی قطب شاہ، قطب شاہ و معانی

قصیدہ نمبر ۱

(۱) تھے = سے — اے = یہ — سوں = سے — طوباں = طوبا (طوبیٰ) کی جمع، طوبیٰ جنّت کے ایک درخت کا نام ہے، مراد درخت — سُہاتا ہے = زیب دیتا ہے — جنّت نمنے = جنت کی مانند — (۲) دسے = دکھائی دے — جوت = روشنی — دیوا = دیا، چراغ — دوالاں = دوال بمعنی دیوار کی جمع — میویاں = میوہ کی جمع — برن = جسم — (۳) تیں = سے — نہالاں = نہال بمعنی درخت کی جمع — مشاطا = مشاطہ، سنگھارنے والی عورت — پون = ہوا — (۴) دیکھت = دیکھ کر — تج = تیرے — باساں = باس بمعنی خوشبو کی جمع — لگیا = لگا — مکمکن = مصدر مکمکانا بمعنی مہکنا — (۵) سکیاں = سکھیاں، سہیلیاں — مکھ = چہرہ — محمد پھل = کسی پھول کا نام (؟) — نمن = مانند — (۶) ناسک = ناک — پھولاں = پھول کی جمع — تس = جس — بھنور = بھنورا — جاگا = جگہ — (۷) داکھ = انگور — سنبلا = سنبلہ، خوشے کی شکل کا ایک برج آسمانی — سُہے = زیب دیتا ہے — منڈوا = سائبان جس پر کوئی بیل چڑھی ہو، یہاں انگور کی بیل کا منڈوا — سجیا = سجا — انبر = آسمان — (۸) پتلیاں = پتلی کی جمع، مراد آنکھیں (؟) — پھُل = پھول — سکّے = مہر — (۹) جھونکے = گچھے — مرجان = مونگا، ایک سرخ سمندری درخت جس کو نیچے سے نسبت دی جاتی ہے — مورے = اور

(۱۱) تیوں = اس طرح، اس طور پر — راکھیا = رکھا — (۱۲) بی =
بھی — کھلیا = کھولا — سندریاں = سندری یعنی حسینہ کی جمع — کھلیا = کھلا
— (۱۳) اپس میں = آپس میں — اپن = اپنا — (۱۴) دیکھت = دیکھ کر —
رکھ = درخت — دستک = تالی — ڈلتے = جھومتے — متوال = مست —
پیا = پاکر (؟) — پھول ابرن = پھولوں کا زیور — (۱۵) ادھر = ہونٹ —
جلاب = قند اور گلاب کا شربت — یوبی = یہ بھی — اوبی = وہ بھی — تج سوں
= تجھ سے — تننا کا تنن = رقص کے دوران گھنگھروؤں کی آواز۔

قصیدہ نمبر ۲

(۱) جیوں = جوں، مانند — یاقوت رمّانی = وہ یاقوت جس کا رنگ انار
کے دانے سے مشابہ ہو — تائیں = تیئں، ساتھ، لیے — (۲) برہ اگ = جدائی
کی آگ — خوشیاں = خوشی کی جمع — سیتی = سے — نویلا = نئی، عجیب و غریب
— (۳) سکل = سب — جھاڑاں = جھاڑ یعنی درخت کی جمع — لاگے ہیں
= لگے ہیں — تل تل = ہر لمحہ — (۴) مد = شراب — تھے = سے —
مدن = نشہ — ہمن = ہمارا — (۵) نت = ہمیشہ — غلغل = پرندوں کی
آواز، شور، مراد قلقل — ناد = آواز — میگھ نیسانی = ابرِ نیساں —
(۶) کشف = انکشافِ حقیقت — ہمنا کوں = ہم کو — دسے = دکھائی دے —
منج = مجھ — (۷) روت = رُت، موسم — انوکا = ان کا — (۸) نچھل =
صاف — میانے = میں — کلاؤ = ملاؤ — کدم = ایک خوشبودار پھول۔
چھند = ناز، ادا — فتنہ عرق = غطر فتنہ — (۹) نیر = پانی — رنگ
افشانی = رنگ چھڑکنا، ایک دوسرے پر رنگ ڈالنا —
(۱۰) حمائل = گلے میں پہننے کا ایک زیور — انگن = آنگن — دھن =

عورت، حسینہ۔ پھل سنگار = پھولوں کا سنگھار۔ ننے = ہیں۔ مانی = قدیم زمانے کا ایک مشہور مصور۔ (۱۱) پرت = محبت۔ نگٹ = گلکاری، زرتھیا یا رو پہلے چھاپے کا کپڑا۔ نوے = نئے۔ پھولاں = پھولوں کا۔ (۱۲) پرکیاں = رنگ کی پچکاریاں۔ چھڑکے = چھڑکے۔ جیت = دل۔ اچھو = رہے۔ اے = یہ۔ ارزانی = سستا ہونا، عام۔

غواصی و غواص

قصیدہ نمبر ۱

سلطان عبد اللہ قطب شاہ ۱۰۳۵ھ - ۱۰۸۳ھ تک گولکنڈہ کا فرماں روا تھا۔

(۱) پرگٹ = ظاہر۔ پھریا = لوٹ آیا۔ دھرت = زمین۔ ٹھار ٹھار = جگہ جگہ۔ (۲) باؤ = ہوا۔ آلا = اعلیٰ۔ سار = مانند۔ (۳) کھلیاں = کھولے۔ ارگجہ = خوشبوؤں کا ایک آمیزہ۔ مگ مگار = مہک۔ (۴) عود سوز = عود سلگانے کی انگیٹھی، اگردان۔ عنبر سارا = عنبر کی ایک خاص قسم۔ کرا = کا۔ (۵) بدل = لیے، واسطے۔ ستی = سے۔ آپتے = اپنے۔ اتھے = سے۔ نکلیا = نکلا۔ بھار = باہر۔ (۶) منجے = مجھے۔ اپر تھے = اوپر سے۔ (۸) یو = یہ۔ بچن = بات۔ منج نمن = میری طرح۔ (۹) یتا = اتنا، اس قدر۔

(۱۰) تل = ایک لمحہ۔ فاختے اڑ جانا = ہوش اڑ جانا، پریشان ہونا۔ سلے = چھپے۔ (۱۱) نئیں = نہیں۔ (۱۲) دھات = طرح، قسم۔ دھر = طرف (۱۳) کھیا = کہا۔ شاہ = مراد ممدوح۔ (۱۴) سبجے = زیب دے۔

جم = ہمیشہ ۔ (۱۵) نانوں = نام ۔ قوت = خوراک، غذا، یعنی جس کو روح کی غذا کہتے ہیں ۔ دُرد = دُرود ۔ (۱۶) سوبے سنگار = سنگار زیب دیتا ہے۔

(۱۹) دھایئں = بیکیں، دوڑیں ۔ یمین و یسار = دائیں اور بائیں ۔

(۲۰) تیزی = تازی، گھوڑا ۔ چڑ = چڑھ ۔ چوگان = چوگان کھیلنے کا بلّا ۔ سور = سورج ۔ تلار = تلے، نیچے ۔ (۲۱) کھڑگ = تلوار ۔ خصم = دشمن ۔ (۲۲) دیس = دن ۔ اپار = بہت، بے حد ۔ (۲۳) حصار = احاطہ، فصیل، قلعہ ۔ (۲۴) اندیشہ = سوچ، مصدر اندیشنا ۔ ترت = فوراً ۔ (۲۵) تج = تیرے ۔ (۲۶) سکندر سریر = سکندر کا تخت رکھنے والا ۔ (۲۸) نس = رات اہے = ہے ۔ چتارنا = تصویر اتارنا ۔ روس = غصہ ۔ کتے ہیں = کہتے ہیں ۔

(۳۰) جگ پتی = دنیا کا مالک ۔ داد وستد = لین دین ۔ گیر و دار = پکڑ دھکڑ، مراد حکومت ۔ (۳۲) تیراج = تیراہی ۔ داد = انصاف ۔ (۳۳) جن = جو ۔ (۳۴) بچارنا = محسوس کرنا ۔ (۳۵) کتا ہوں = کہتا ہوں ۔

(۳۵) صفِ مردانِ کار = بہادر یا صاحب عمل لوگوں کی صف ہیں ۔

(۳۶) اچتا = ہوتا، رہتا ۔ کچ = کچھ ۔ (۳۷) کاں = کہاں ۔ دو = وہ ۔ رجھانو = خوش کردوں، فریفتہ کردوں ۔ (۳۸) جو تلگ = جب تک ۔ (۳۹) نر = پانی ۔ اے = یہ ۔ دھرتری = دھرتی، زمین (۴۰) راجتا = عزیز راجا ۔

قصیدہ نمبر ۲

(۱) بھار = باہر ۔ انگار = انگارا، آگ، شاید یہ لفظ نگار بمعنی معشوق ہے ۔ (۲) کن = پاس ۔ دھن = عورت، حسینہ ۔ (۳) رتن = موتی ۔ لیاتے = لاتے ۔ گل سری = گلے کا ایک زیور ۔ (۴)

(۴) گگن = آسمان — چندنا = چاندنی — جوں = جب، جیسے ہی —
(۵) بار = پھل — (۶) مدن = محبت — استیھیچ = اسی وجہ سے — (۷) کنچن
= سونا — گڑھ = پہاڑ، قلعہ — کتے = کہتے ہیں — اتن کے = ان کے —
کریں دعا تج = تجھ کو دعا دیتے ہیں — (۹) ادھر = ہونٹ — کیں = کہیں
(۱۰) دسن = دانت — لال = لعل — (۱۱) شاکر = شکر کرنے والا —
جڑت = جڑاؤ، زیور، جڑائی — اُتم = اعلیٰ — (۱۳) باراں = بار کی جمع —
دھر پیار تج پر = تجھ سے محبت کرکے — (۱۶) یو = یہ — اچھو = رہو —
منگیں = مانگتے ہیں — دوگانہ = دو رکعت نماز — (۱۷) اگلا = بڑھا ہوا —
ساریاں = سب، تمام — تھے = سے — (۱۸) سنگھاتی = ساتھی — (۹) لیاتا =
لاتا — کاڑنا = نکالنا — بھار = باہر —
(۲۰) آپنا = اپنا — منگے = مانگے — تیوں = اس طرح، اس طور پر —
جیو = جان — (۲۱) چندسور = چاند سورج — کنٹھاں = کنٹھ مالا، گلے کا
ہار یا مالا — جے = جیسے — کتے = کہتے — جوتی = روشن — ہنوار = ہموار
(۲۲) جو لگ = جب تک — اچھو = رہے —

سلطان علی عادل شاہ ثانی شاہی

قصیدہ ۱

منقبت = تعریف، اصطلاحاً پیغمبر اسلام کے اہل بیت اور صحابہ کرام کی تعریف
— دوازدہ امام = شیعہ عقائد کے مطابق بارہ امام، حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ،
حضرت حسینؑ، حضرت زین العابدینؑ، حضرت محمد باقرؑ، حضرت جعفر صادقؑ،
حضرت موسیٰ کاظمؑ، حضرت علی رضاؑ، حضرت محمد تقیؑ، حضرت علی نقیؑ، حضرت حسن عسکریؑ

اور حضرت محمد مہدیؑ ۔

(۱) مج = میرے ۔ کیرے = کے ۔ چڑے = چڑھے ۔ راوت = سوار، بہادر ۔ بجتے = جلنے ۔ مک موڑ = منہ موڑ کر ۔ (۲) گھٹ = دل ۔ آئیا = آیا ۔ ایتال = اسی وقت ۔ پتلیاں = پتلی کی جمع، آنکھ کی پتلیاں ۔ یو = یہ ۔ خدمت بدل = خدمت کے لیے ۔ نس دن = رات دن ۔ (۳) بُدّ = عقل ۔ پردھان = صدر ۔ بُدساتے = عقل کے ساتھ، مراد عقل کے خلاف ۔ (۴) پاچ = ہیرا، زمرد ۔ دستے = دکھائی دیتے ۔ تھے = سے ۔ (۵) بندن = بندھن ۔ جتے = جس سے ۔ بھنور = بھنورا ۔ کیش = کیس ۔ اپیں = آپ ہی ۔ کُدن = کندن، سونا ۔

(۶) نس = اس ۔ مرم = راز ۔ گھڑے = واقع ہو، پڑے ۔ (۷) واز = عیاں، کھلا ۔ نت = ہمیشہ ۔ گڑگڑے = گڑگڑائے، خوفزدہ کرے ۔

(۸) اچھے = رہے ۔ مین = مچھلی ۔ تڑپڑے = تڑپے ۔ (۹) سپنا = سفینا ۔ سینہ سفینہ ۔ سفینہ = یادداشت کی بیاض ۔ قلم کاری = نقاشی مصوری ۔ آنگیں = آگے ۔

(۱۰) پاوک = آگ ۔ اگینٹھی = انگیٹھی ۔ بورکو = بھرکر ۔ برہ ہجر ابراد = جرم، ضرر ۔ تے = سے ۔ (۱۱) نیہ = عشق ۔ اوّل = اوّل ۔ مرجھت = مرجھانا، پژمردگی ۔ گت = حالت ۔ گھڑے = اختیار کرے ۔ (۱۲) ہردے = دل ۔ لاگے = لگے ۔ (۱۳) ڈسن = ڈسنا ۔ تھیں = سے ۔ بیاکل = بے کل، بے چین ۔ ترٹ جا = ٹوٹ کر ۔ (۱۴) اَچلا = قائم، مستقل ۔ تل = نیچے ۔ ٹھر = جگہ ۔ کدھیں = کبھی ۔ اسپند = کالا دانہ ۔ دیہہ = جسم ۔ برہ = فرقت

اگن = آگ ـــ دھک = گرمی ـــ تڑتڑانا = پھٹ پڑنا ـــ (۱۵)
سینے = میں ـــ سک = سکے ـــ
(۱۶) دربپا = آئینہ ـــ نین = آنکھ ـــ آنجو = آنسو ـــ غلطاں =
ڈھکتا ہوا، گول ـــ تڑے = ڈھکے (۱۷) خمار = کلال، شراب بیچنے والا ـــ
ہوڑ = شرط، عہد، پیمان ـــ مدعشق = عشق کی شراب ـــ گڑگڑے =
گڑگڑائے ـــ (۱۸) سونار = سنار ـــ اوڑی = غوطہ ـــ گئیں =
گئی ـــ کھڑگ = تلوار ـــ
(۲۰) شہزدے = شہزادکی جمع، شیر کے بچے، کم عمر شیر ـــ سرہال =
اندردیوتا ـــ پاتال = تحت الثریٰ، زمین کا نچلا طبقہ ـــ دڑے = گھسے،
چھپے (۲۱) دُلدُل = حضرت علی کے گھوڑے کا نام ـــ ترنگ = گھوڑا ـــ
پھیر = چال ـــ باؤ = ہوا ـــ پگ = پاؤں، قدم ـــ دھوج کر =
لرزیا کانپ کر ـــ (۲۲) اچھر = پری ـــ چپلائی = پھرتی ـــ ترک = ٹکوکر
چپلا = بجلی ـــ گگن = آسمان ـــ (۲۳) ونیسے = اس طرح کے ـــ
سوار ہو = سوار ہوکر ـــ چلیا = چلا ـــ لکھ = لاکھ ـــ (۲۴) برکتی = زمین
ڈونگر = پہاڑ ـــ اتھے = تھے ـــ جے = جو ـــ کھڑبڑے = کھردرے،
ناہموار ـــ (۲۵) کیتا = کرتا ـــ تلنگ = گھوڑے کی ایک چال، سرپٹ
تھیک = چلبلاپن ـــ سٹ = چھوڑکر ـــ سیارے = سارے ـــ
کرنگ = ہرن ـــ کاڑی = تنکا ـــ ادچا = اٹھاکر ـــ مک = مکھ، منھ
دک = دنگ، حیران (۲۶) اسپ = گھوڑا ـــ سم تل کی = سم کے نیچے کی ـــ
دندے = دشمن ـــ سیتی = سے ـــ کاٹھ = لکڑی ـــ (۲۷) پرتاپ = چمک
جلال (۲۸) کنے = پاس ـــ بڑبڑے = بلبلے ـــ جتنے = جلتے ـــ

(۲۹) پور = طغیانی، سیلاب ۔ رج = راج ۔ تج کر = چھوڑ کر ۔ چک چک = تیزی، غرور، لاف ۔ اڑے = مشکل میں پھنسے ۔

(۳۰) تاپ = بخار ۔ (۳۱) بھوناگ = شیش ناگ، جو زمین کو اپنے پھن پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ (۳۲) بدل = لیے، واسطے ۔ منگل = مریخ ستارہ، بہرام ۔ مستک = پیشانی ۔ دھردھڑے = لڑے، کلپنے

(۳۳) جھنت = لڑائی ۔ تج بدل = تیرے ساتھ ۔ جیتے = جلتے ۔ سلح = ہتھیار ۔ وتے = اتنے ۔ پگ بانہہ = پاؤں اور ہاتھ ۔ کونتے = مجبور، عاجز، قیدی ۔ (۳۴) موسیٰ عصیٰ = حضرت موسیٰ کا عصا جو اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جاتا تھا ۔ جھلکیا = چمکا افسوں گراں = جادوگر ۔ بسر = بھول کر ۔ (۳۵) رپ = دشمن ۔ لاک = لاکھ ۔ (۳۶) تردار = تلوار ۔ رکت = خون ۔ لانا = لگانا ۔ مڑے = مڑے ۔ (۳۷) نامان تج = تجھ کو نہ مان کر ۔ (۳۸) بسندر = آگ ۔ سگل = سارا ۔ کولسا = کوئلہ ۔ (۳۹) پرکاٹ = وار، تلوار کی کاٹ ۔

(۴۰) کیتے = کتنے ۔ اکنگ = تنہا ۔ دھایا = لپکا ۔ تُرکی = سینگ کا ایک باجہ ۔ چل بچل = ہل چل ۔ سکل = سب ۔ (۴۲) تکی = تلا، مراد سُم ۔ بیری = دشمن ۔ مہابلی = بڑا طاقتور ۔ سُک = پوشش ۔ (۴۴) ات = بہت ۔ بڈھے = بڑھے ۔ (۴۵) ربچ = کچھ ترلوک = سہ عالم یعنی دنیا، عقبیٰ اور زمین کے نیچے کا طبقہ ۔ سیانے = سیانے، عقل مند ۔ درسا = سبق ۔ (۴۶) اتھا = تھا ۔

(۴۷) جلد = جلدی ۔ (۴۸) ہما = ایک خیالی پرندہ جس کا سایہ پڑنے

سے آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ دھریا = دھرا۔ مج = میرے۔ سیس = سر۔ روں روں = رواں رواں۔ کاکڑے = ٹکڑے، پرچھے، گانٹھیں۔

(۵۰) اندکار = اندھیرا۔ گھٹ = جسم، دل، روح۔ چت = دل (۵۱) باندیا = باندھا۔ ریج کر = ریجھ کر، شوق سے۔ (۵۲) کبار = بزرگ۔ دوجے = دوسرے۔ (۵۳) ساجے = زیب دے۔ لافتیٰ = لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار یعنی علیؓ کے سوا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔ (۵۴) ثقلین = دو گروہ، جنات اور انسان۔ سور = مرشد، سورج، بہادر۔ (۵۵) تیجا = تیسرا۔ مقتدا = جس کی پیروی کی جائے۔ کرتار = خدا۔ (۵۶) کمل = کومل، نازک، غالباً اس لیے کہ کربلا میں بیمار تھے اور عابد بیمار کہلاتے ہیں۔ چارمی = چوتھا۔ جتنے = جتنے۔ دھرت = زمین۔ (۶۱) کوپ = غصہ۔ دشٹ = نظر۔ شقی = سنگ دل۔ (۶۳) یازدہم = گیارھواں۔ سہاوے = زیب دے۔ (۶۵) ہت = محبت۔ وِرد = بار بار پڑھنا۔ یو = یہ۔

قصیدہ نمبر ۲

اس قصیدے کا عنوان غالباً سولہ رکنی بحر متقارب مثمن مقبوض اثلم کی رعایت سے رکھا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے کلیاتِ شاہی مرتبہ سید مبارز الدین رفعت، مقدمہ ص ۴۸ تا ص ۵۱۔

(۱) لگیا = لگا۔ یو = یہ۔ نوے = نئے۔ بھریا = بھرا۔ پھلے = پھولے۔ اچھے = ہے۔ ہکارا = شور و غل۔ (۲) تہاں = وہاں۔ پرم = پریم، محبت۔ نین = آنکھ۔ کڑیاں = کڑی یعنی کیاری کی جمع۔

جھکارا = جھونکا (؟) غالباً شور کرنا یا ہوا کے جھونکوں سے جھومنا مراد ہے۔
(۴) وسیچ = اسی۔ سودہن = عورت، حسینہ۔ امولی = انمول۔
انیک = متعدد، گوناگوں۔ چھند = ناز، ادا۔ اپس = خود، اپنا۔
تیسی = جیسی۔ آلی = اعلیٰ۔ جھلے = جھولے۔ دولھارا = جھولا۔
بچ = بیں۔ صبا = صبح۔ بارا = پہر۔ (۵) نکھ = ناخن۔ وجھل =
ادجھل۔ اماس = اماوس کی رات۔ (۶) نزیک = نزدیک۔ ہمن پر =
ہمارے اوپر۔ تڑک کر = تڑپ کر، برہم ہوکر۔ کہی = کہا۔ ایتا =
ابھی۔ (۷) یتا = اتنا۔ سوندل = لڑائی، دشمنی۔ رسی = رسی
تھے = سے۔ کردن اتارا = اتار دوں۔ (۸) دن نکھوں سے =
محبت کے ناخنوں سے۔ متر = منتر۔ سترکر = اتراکر۔ پھلی = پھولی،
خوش ہوئی۔ (۹) جڑت = جڑی جانے والی چیز، جواہرات، جڑاؤ کام۔
کوندن = کندن، سونا۔ بہاں = باہاں، بانہہ (یعنی بازو کی جمع)۔
نیارا = جدا، دور۔

(۱۰) ماتی = مست۔ اُرت = معنی۔ درجک = زیور یا موتی رکھنے
کی صندوقچی۔ رتن = موتی۔ (۱۱) بلانا = بلانا ہے۔ مندر = محل۔
کدم = ایک خوشبودار پھول۔ کیسر = زعفران۔ سٹو = ڈالو۔
بھویارا = چھڑکاؤ۔ (۱۲) چکور چندر = چکور اور چاند، چکور کا عشق
چاند سے مشہور ہے۔ دوتن = سوت، رقیب۔ آدارا = آدارہ۔
(۱۳) گوکس = معمار، نجار۔ نیں = نئی۔ اگر = ایک قسم کی لکڑی جو
جل کر خوشبو دیتی ہے۔ چندن = صندل۔ اتھا = تھا۔ کتارا = قطار
(۱۴) جھجر = جالی دار۔ جاماں = جام کی جمع۔ جم = جمشید، ایرانی

ایک قدیم مشہور بادشاہ ۔ مَنم = گھمنڈ ۔ گگن = آسمان ۔ سینپی = سیپی، صدف ۔ سُرج = سورج ۔ چتر لکھیا = مصوّر ۔ چتُر = ہوشیاری کے ساتھ، نفاست کے ساتھ ۔ چتارنا = تصویر اتارنا ۔ یعنی مصوّر نے گھر کو نفاست کے ساتھ نقش و نگار سے آراستہ کیا ۔ (۱۵) نہالِ فانوس = بلور کا فانوس، جھاڑ ۔ چوندھر = چاروں طرف ۔ تپاں = جھنڈیاں ۔ سُنے کتاں = زریں کپڑا ۔ مجھے = مجھا، پلنگ ۔ پھرارا = پھریرا، جھنڈا ۔ (۱۶) نوری بچھانا = زری کا بچھونا ۔ مجے = مجھ کو ۔ لجاکر = لے جاکر ۔ گلے = پھول ۔ (۱۷) موہن = محبوب ۔ انند = خوشی ۔ کیاں = کی ۔ بدھاوا = خوشی کا گیت ۔ منکیاں = چہیتی، عزیز ۔ اتھیاں = تھیں ۔ دو = وہ ۔ ننکیاں = کمسن لڑکیاں، نوعمر لڑکیاں ۔ لگیاں = لگیں ۔ بجانے = گانے، الاپنے ۔ کنڑ، کدارا = راگنیوں کے نام ۔ (۱۸) تھی = اتنی ۔ اینڈر = راجہ اندر ۔ دیکھن = دیکھنے کے لیے ۔ نین کیا تن ہرتن چشم ہوگیا ۔ رنبھا = رمبھا، راجہ اندر کے دربار کی ایک اپسرا ۔ تے = سے ۔ جلتی = جیت گئی ۔ برو = شہرت، کمال ۔ اتھارا = وسیع، بے حد ۔

محمد نصرت نصرتی

قصیدہ ۱

یہ قصیدہ اور نصرتی کے دو سرے قصیدے مثنوی علی نامہ سے ماخوذ ہیں ۔ تینوں قصیدے باہم مربوط ہیں (۱) اس موقع سے متعلق ہیں جب ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں پنالہ کا قلعہ فتح کرنے اور باغی سردار سدی جوہر صلابت خاں کو شکست دینے کے بعد بیجاپور کا فرماں روا علی عادل شاہ

ثانی (شاہی) دارالسلطنت کو واپس آیا تھا اور فتح کا جشن منایا گیا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷ھ سے ۱۰۸۳ھ تک حکمراں تھا۔

(۱) توں = تو — یو = یہ — دلدل = حضرت علی کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا — تج = تیرا — قنبری = غلامی، قنبر ایک شہزادے تھے جنھوں نے حضرت علی کی غلامی قبول کر لی تھی۔ دھرت = زمین — کوں = کو — دندی = دشمن — بڑیا = پڑا — ششدری = منسوب بہ قید ششدر یعنی شطرنج میں مہرے کی چال کا ہر طرف سے بند ہونا، مراد عاجز یا حیران ہونا — (۳) داراستے = دارا جیسے = کجرو = ٹیڑھی چال چلنے والا — داب = دباؤ — تل = نیچے — اوچار کر = بہادری سے — (۴) تج = تیری — شیر مرزی = بہادری — گگن = آسمان — تل اُپر = تلے اُوپر، تہ و بالا — تے = سے — حمل = ایک برج آسمانی — گاؤ = گاوِ زمیں، وہ روایتی گائے جس کے متعلق خیال ہے کہ زمین کو اپنے سینگ پر قائم کیے ہوئے ہے — (۵) او = وہ — دھاکیا = ڈر گیا — تھرکانپنا = خوف سے کانپنا — (۶) نت = ہمیشہ — کسل = سخت تنکا۔

(۷) جاں = جہاں — کٹک = فوج — سمک = مقابل — ٹھکنا = للکارنا — سوندل = لڑائی — کھڑکاں = کھڑک کی جمع، تلواریں — ادک = زیادہ — کھرکھری = کھردری، کند — (۸) نھنواد = بچہ — دھرتا ہے = مراد سمجھتا ہے — تس = اس کا — کمتری = کم تر — (۹) برچھیاں = برچھی کی جمع — اپس = اپنے — کاڑی = تنکا — (۱۰) جیو = جی — تھنڈا = ٹھنڈا — سُک = سُکھ — (۱۱) جوہر = سدی جوہر صلابت خاں، علی عادل شاہ ثانی کا باغی سردار — ایپی = آپہی

نود — کیتا = کیا — سرلشکری = لشکر کی سرداری — (۱۲) اَت = زیادہ
— چڑیا = چڑھا — بدگوہری = بدذاتی — (۱۳) ملک رانی = بادشاہت،
حکومت — بڑ = بڑکر — (۱۴) دیں = دیتے ہیں — تس = اس —
سکلانے = سکھلانے — اچھتے = ہوتے — سردھنی = مالک و مختار
بے سری = سردار نہ ہونا — (۱۵) دھروے = رکھ کر — سور = بہادر
— سوں = سے — کہ = کے — آپس اختری = اپنی بدبختی —
(۱۶) برسیا = برسا — چوندھر = چاروں طرف — لھو = لہو، خون —
(۱۷) سیت = کھیت، میدان — ڈھل = مصدر ڈھلنا بمعنی بہنا —
ڈبی = ڈوبی — رامیسری = رامیشورم — (۱۸) کل کھی = مراد باغی سردار
صلابت غاں — تاریاں = تارا کی جمع، ستارے — نس = رات — ہوئے بھا
= غائب ہو جائے — دیک = دیکھ کر — آفتاب خاوری = مشرق کا سورج
سورج — (۱۹) بھاٹیا = بھاگا — سٹ جائے بن = بغیر چھوڑے ہوئے —
(۲۰) بجائے = بجھائے — (۲۱) عزم آوری = ارادہ کرنا — اوچتے =
اٹھتے — باجیا = بجا — دماماں = دمامہ، طبل — ہاک = ہانک، آوازہ —
کہ = بہرہ — کری = کیا — (۲۲) تبھرے = تبھر — بی = بھی — بھج بھج
بھیگ بھیگ کر — ڈھیپیاں = تودے — ثمن = مانند — بگے = پچھلے
اتھے = تھے — بھیں = زمین — کیچ = کیچڑ — (۲۳) پہلا مصرع (؟) —
شبابھا = غالباً کسی پرندے کا نام — بٹھی = غالباً بیٹھی بمعنی بیٹھی —
دھڑشے = ذرا میں، اچانک (؟) رول رول = رواں رواں —
شاخ عرعری = چیڑ کے درخت (عرعر) کی ڈال — (۲۶) بر = سینہ، بغل —
عالم کو آگ سے ایسی محبت ہو گئی کہ اس نے آگ کو اپنے سینے میں چھپا لیا۔

بن = بغیر، سوا ــ کیں = کہیں ــ انگار = آگ، انگارہ ــ آذری = آتش پرست ــ (۲۷) دُئی = دہی ــ پڑے پڑنا = پڑھے پڑھنا ــ سردی کی شدت سے شعر کی روانی بھی متاثر ہو گئی ہے اس لیے جوں توں سنائے دیتا ہوں۔

قصیدہ ۲

(۱) زمستان = سردی ــ نوکزی = لباس ــ اُچا = اُٹھا ــ دھندکار = اندھیرا ــ ٹھنڈ = ٹھنڈ ــ بہار = بہار، فوج ــ (۲) اپٹیا = لپکا ــ موں = منھ ــ ڈھانپ لے = چھپالے ــ ٹھارے ٹھار = جگہ جگہ ــ (۳) او = وہ ــ اُٹھی = اٹھتی ــ نوا = جھکا ــ سُدہار = عقل کھویا ہوا ــ (۴) سٹ = چھوڑ ــ (۵) کس = شخص ــ تس = اس ــ تیں = سے ــ اوڑے = اوڑھے ــ اچھے = ہے ــ (۶) لگ = تک ــ بھریا = بھرا ــ بڑبڑا = بلبلہ ــ کھار = نمک ــ (۷) چھاچ = پانی ملایا ہوا دہی ــ شیر = دودھ ــ باؤں = کنواں ــ ہنڈی = ہانڈی ــ جم = جم کر ــ نیر = پانی ــ (۸) جل تھیچ = پانی سے ہی ــ بیگی = جلدی ــ (۹) بارا = ہوا ــ مارتیں = مارنے سے۔

(۱۰) ہت = ہاتھ ــ بھار = باہر ــ (۱۱) بڑتا = بڑھتا ــ ستی = سے۔ جوہر دار = جوہر رکھنے والا (آئینہ کی طرح) ــ (۱۲) بانج کاڑا = وہ جوشاندہ جس کے پینے سے عورت بانجھ ہو جاتی ہے ــ لیا = لا ــ پھل بار = پھول اور پھل ــ (۱۳) کس = کسی ــ بسرجا = بھول کر ــ (۱۴) سرخیاں = رنگین پروں والا ایک پرندہ ــ کیاں = کی (جمع) ــ چنڈیاں = چنری ــ سٹیاں = کھودیا ــ ہور = اور ــ کسوتاں = لباس ــ کیتے = کرتے۔

(۱۵) یو = یوں ــ بس آئے گا = کافی ہوگا ــ اتنیاں = اتنے زیادہ۔

(۱۶) ادک = زیادہ ــ دشمن = مراد سردی ــ سلاح = ہتھیار ــ

(۱۸) نردھار = بے سہارا، بے آسرا — آدھار = سہارا، آسرا —
(۱۹) بدل = لیے، واسطے — چلنی = چھلنی — جھار = جھڑانا —
(۲۰) پاتاں = پات کی جمع، پتے — (۲۱) جنم کا تن ننگا = ہمیشہ کا ننگا — (۲۲) مک = مکھ، منھ — (۲۳) پیلیچ = پہلے ہی — وئی = وہی۔ شکربار = شیریں۔

قصیدہ ۳

(۱) نرپتی = راجہ — بھوگی = عیش کرنے والا، خوش مزاج —
تج بھوگ = تیری خوشی کے لیے — استری = عورت — اگیں = آگے —
(۲) بیت الشرف = بزرگی کا گھر، مراد ممدوح کا محل — شورنر = بہادر —
گنگن = آسمان — دھرتری = زمین — (۳) چندر = چاند —
دکلکتا = چمکتا — نگٹ = ورق — شش جہت = مراد دنیا — کڑنا = ڑھنا۔
تاریاں = تارا کی جمع — نہ منظر = نوآسمان — نس = رات — آئینہ بندی =
آئینوں سے سجانا — (۴) عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادہ — اندھار =
اندھیرا — اُجلا = اُجلا — طبلہ = ڈبہ — سٹ = چھوڑ کر —
مجمری = منسوب بہ مجمر، مراد انگیٹھی کا کام — (۵) چندنی = چاندنی —
تے = سے — بھیں = زمین — جوں = جیسے — ابرک = ایک چمکیلا
معدنی پتھر — کلا = ملا کر — (۶) صدراں = صدر کی جمع — سیلوٹ =
انتہائی — (۷) شہرگشت آنے کے دن = جس دن بادشاہ کی سواری شہر میں
گھومنے والی تھی — سورسا = سورج کی طرح — تس = اس — (۸)
رجھانے = مائل کرنے — اپیں = آپ، خود — چنبر کھلا = دائرہ نما بالہ —
بھاگ لینا = اداکاری کرنا — چنبر کھلے کا بھاگ لے = ہالہ بنا کر —

بازی گری = تماشا دکھانا — لعبت = پتلی، گڑیا — آکر = آکر — تشریف = خلعت — زرزری = چمک دار۔

(۱۰) دیں = دیتے ہیں — پا = پاکر — کسوت = لباس — شوانی = دو لہے کا۔ بنا = بناکر — تازی = گھوڑا — ابرن = زیور — (۱۱) نت = ہمیشہ — کنچن = سونا — رتن = ہیرا (۱۲) تیز بر = مراد تیز رفتار — سکتی = سکیتی۔ طناز = شوخ — کن = کے پاس — شہپری = پریوں کی ملکہ — (۱۳) خوش رنگ = اچھا رنگ رکھنے والا — کس = کسی — تفاوت = فرق — جوں = جیسے — بادصرصر = تیز ہوا — (۱۴) نیٹ = ٹھیک، درست، موزوں۔ بھایا = ڈالا — لیایا = لایا — ہماں = ہما — صید = شکار — دھرتیا = زمین — انبری = آسمان — (۱۵) سُھتے ہیں = زیب دیتے ہیں — بردایت = تیرانداز — سلاح = ہتھیار — گج = ہاتھی — شرزہ = شیر۔ سرگ = پھندا — پاکھر = گھوڑے کی زین (۱۶) ڈونگر = پہاڑ — علقاں۔ مراد گردن — ہتی = ہاتھی — ڈھل جائیں = بہہ جائیں، پامال ہوجائیں۔ لوٹ = موج — گج دل = ہاتھیوں کا لشکر۔ صفدری = صف کو پھاڑنا، حملہ کرنا — (۱۷) کگر = کہہ کر — چوندھیر = چاروں طرف — (۱۸) ضابطہ = انتظام کرنے والا، حاکم — حوالہ دار = فوج کا ایک عہدہ دار — اہے = ہے — (۱۹) معتمد = اعتماد کیا ہوا — درگاہ = مراد دربار — شائستہ = لائق (۲۰) موذیاں = موذی کی جمع، ایذا دینے والے۔ اچھی تھی = ہوئی تھی بے دری = دروازہ نہ ہونا — (۲) کشگر = کنگری کا مکان، غالباً کا ٹھ کے کسی محل کا نام — چڑ = بڑھ چڑھ کر — دسے = دکھائی دے — نمنے = مانند — کماں = محراب — لعل دہری = لال اور ہرے رنگ کی۔

(۲۲) مہندیاں = مہندی کی جمع ـــ نگارستان چین = قدیم چین کا ایک مشہور نگار خانہ یا بت خانہ ـــ مانی = ایک قدیم مصور جو چینی مشہور ہے ـــ کیری = کی ـــ ارژنگ = مانی کے تصویر خانے (یا تصویروں کی کتاب) کا نام۔ صورت گری = تصویر کشی ـــ (۲۳) انفد = روشن ـــ صفا = صاف ـــ لئی = زیادہ ـــ کان مرمری = سنگ مرمر کی کان ـــ (۲۴) صدر = بیٹھنے کی آراستہ جگہ ـــ انگیں = آگے ـــ بیتے = بیٹھے ـــ جتے = جہاں ـــ متاعاں = متاع کی جمع، سامان ـــ بندری = بندر کا، مراد بندرگاہ سے آیا ہوا ـــ (۲۵) خوش باس = خوشبو ـــ مہکار = مہک ـــ برور دگی = تازگی ـــ زحل = کیواں ستارہ جو ساتویں آسمان پر ہے ـــ پکڑیا = پکڑا، اختیار کیا ـــ (۲۶) سو بالی = حسینہ ـــ نمن = مانند ـــ نوشاپن = نوشہ پن ـــ (۲۷) پا انداز = دہلیز کا فرش، پائدان ـــ لیا ـ لا ـــ بستہ = مراد بچھایا (؟) ـــ بگستلیں = قدم کے نیچے ـــ تگٹ ـــ زرتیں یا رو پہلے چھاپے کا کپڑا ـــ لبستر = کپڑے لباس ـــ تگٹی لبستری = زرتیں یا رو پہلے چھاپے کے کپڑے کا وصف ـــ (۲۸) چتر = چھتری بادشاہ کے سر پہ سایہ کرنے کی چھتری ـــ تگٹی = سونے یا چاندی کا ورق ـــ دس آتا تھا = دکھائی دیتا تھا ـــ تھے = سے ـــ سریاں پان = چتر کی ایک قسم ـــ النوری = چمک ـــ (۲۹) درس = جلوہ، دیدار ـــ مک = مکھ ـــ دیکھت = دیکھ کر ـــ کھلی = کھلے ـــ

(۳۰) گجگجاتا = جگمگاتا ـــ سقف = چھت ـــ اختری = ستاروں کی چمک (۳۱) جدر = جدھر ـــ (۳۲) پاتراں = رقاصائیں ـــ بول = لفظ ـــ امرت = آب حیات ـــ لاگیاں = لگیں ـــ کھولیں = کھولے ـــ لباں = لب کی جمع ـــ (۳۳) ات = زیادہ ـــ ڈہتے تھے = گرے پڑتے تھے۔

شہ پری = پریوں کی ملکہ ۔ (۳۴) سبک = نازک ۔ گت = حرکت ۔
حجل = حسد ۔ جنن = جن کی ۔ بی بھی ۔ جل پری = ایک بیت آواز آبی پرندہ ۔ (۳۵) پہلے مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ اس سارے راگ رنگ کا جب آسمان نے نظارہ کیا ۔ کر پرزہ زری = پرزہ چاک کرکے ۔ (۳۶) مڑدتے = تمکنت سے چلنا ۔ ٹک = آہستہ ۔ لگ = تک ۔ (۳۷) نُہ منظری = نو منظر والا، نو آسمانوں کی رعایت سے ۔ (۳۸) سلطان محمد = سلطان محمد عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی کا باپ جو ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۷ھ تک بیجاپور کا فرماں روا تھا ۔ چراغ = مراد بیٹا ۔ (۳۹) زیوری = مراد آرائش ۔
(۴۰) لکھ = لاکھ ۔ دیوے = دیے ۔ لکلکنے لگے = چمکنے لگے ۔ طبلے = صندوقچے ۔ (۴۱) عقد ثریا = سات ستاروں کا جھمکا، پروین ۔ جھبلے = گچھے ۔ تاب = چمک ۔ محافہ = پینس، ڈولی ۔ (۴۲) کمربند = کمر باندھ کر ۔ (۴۳) جوت = روشنی ۔ دھر = دھرکر، رکھ کر ۔ (۴۴) ملمع، چمک ۔ کنچن = سونا ۔ (۴۵) فرخ = مبارک، خوش ۔ کاج = کام، تقریب ۔ (۴۶) بدل = لیے، واسطے ۔ ڈھنڈتے = ڈھونڈھتے ۔ جھانکنا = ڈھانکنا ۔ ہدیہ آدری = تحفہ دینا ۔ (۴۸) سج = سجھ ۔ دادری = حکومت ۔ (۴۹) پیجے = پیدا ہوئے ۔
(۵۰) صنعت فروشاں = فن بیچنے والے، فن کار ۔ کاں = کہاں ۔ جہاں = جہاں ۔ عارف = پہچاننے والا ۔ اپیں = آپ ہی، خود ۔ مشتری = خریدار ۔ (۵۱) کھن = کان ۔ کسب موروثی = آبائی پیشہ ۔ (۵۲) رچ رچن کو = چن چن کر ۔ رچ = مصدر رچنا بمعنی آراستہ کرنا، جانا ۔ بلو بار نا ملنا سکے = یہ کامیابی یا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا ۔ (۵۳) سحر حلال = حلال

جادو، مراد شاعری — لبرائے = کھلا دے — سحر سامری = سامری کا جادو، سامری قصبۂ سامرہ یا قبیلۂ سمیری کا ایک شخص تھا جس نے حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں سونے چاندی کا گوسالہ (بچھڑا) بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا اور وہ گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تھے — (۵۴) ہن = یہ — ٹھار = جگہ — (۵۵) نھنا = ننھا، چھوٹا — ولے = لیکن — لڑکاند = لڑاکا پن — ہمسایہ = پڑوس — ویسیچ = ویسے بھی — بھیں = زمین — (۵۶) بی حیا = بے حیا — اراذل = اراذل، ارذل (بڑا رذیل) کی جمع — تس گرد = اس کے اطراف — گھانوں = گھاؤ، مراد مار پیٹ — سچیں = سچ مچ — گمت = دل لگی — (۵۷) لام وکاف = گالی گلوج — سکنے = سیکھنے — سانچ پنے سوں = سچے پن سے — جنگ زرگری = دوسرے کو دھوکا دینے کے لیے ظاہری لڑائی — (۵۸) سونے منگیں = سونا چاہیں — چھٹک = بوند — جوک = جونک — مکن = مکان — (۵۹) برسنات = برسات — لڑکا = طغیانی، شدید بارش، ٹپکا (؟) — نیر = پانی — کیچ = کیچڑ — دھوپ کالا = گرمی کا موسم — لگ = تک — یعنی موسم گرما تک اس کی نمی باقی رہتی ہے —

(۶۰) ابریا ہے = بچا ہے — نہالی = توشک — زمین کو توشک اور آسمان کو لحاف کہا ہے — (۶۲) جاں = جہاں — صفائے = صفائی — (۶۳) بیگ = جلد، فوراً — انبری = آسمانی — (۶۴) تلک = تب تک — تہ چتر کا = بادشاہ کے چتر کا — جگت سر = دنیا کے سر پر — جم = ہمیشہ — اچھو = رہے —

ولی محمد ولیؔ

(۱) فنا فی اللہ ہونا = خدا کی محبت میں اپنے آپ کو مٹا دینا — یادِ یزدانی = خدا کی یاد — (۲) سنبلستانی = سنبلستاں کی طرح، سنبلستاں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سنبل یا بال چھڑ پیدا ہو — (۳) خُلّت پناہی = دوست کی حفاظت کرنا — اسمٰعیل = حضرت ابراہیم کے بیٹے۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ جب حضرت ابراہیم نے مرضیٔ الٰہی کے مطابق حضرت اسمٰعیل کو راہ خدا میں قربان کرنا چاہا اور جنگل میں لے جا کر ان کے گلے پر چھری پھیری تو ان کی جگہ حکم الٰہی سے حضرت جبرئیل نے فوراً ایک بھیڑ لا کر رکھ دی اور حضرت اسمٰعیل کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔ اسی واقعے کی یادگار کے طور پر مسلمان عید اضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں — (۴) ستی = سے۔ انجھواں = آنسو — رنگ مرجانی کرے = مرجان یعنی مونگے کے رنگ کا بنائے، سرخ کرے — (۵) اپس = اپنے — وہیچ = وہی — تابانی کرے = چمکے، چمک دکھائے — (۶) اُوَل = اوّل — لوہو = لہو — سوں = سے — (۷) جالے = جلائے — (۸) راضیۃً مَّرضیۃً = لفظی معنی تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، یہ فقرہ ماخوذ ہے قرآن کریم کے سورۂ فجر کی ایک آیت سے جس کا ترجمہ ہے اے روح مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (۹) وِرد = بار بار پڑھنا، وظیفہ — تسبی = تسبیح — سی پارہ = لفظی معنی تیسواں حصہ، قرآن مجید تیس پاروں میں منقسم ہے، مراد کتاب — ذکر = زبانی یاد، بیان —

(۱۰) جو کٹی رہ = جو کوئی رہے ۔ نحسِ اکبر = بڑا منحوس، نجوم کی اصطلاح میں بڑا منحوس ستارہ ۔ کھنڈ = زمین یا مکان کا حصّہ، منزل۔ ایوانِ کیوانی = ستارۂ کیواں یعنی زحل کا محل، مراد بلند محل، ستارہ زحل ساتویں آسمان پر ہے اور نحس اکبر ہے ۔ (۱۱) تجے = ترک کرے ۔ سٹ کے = چھوڑ کے (۱۲) شیریں ہو = مراد خوش ہو کر ۔ بچن = بات ۔ فرہادِ کہستانی = کوہکن، خسرو پرویز کی محبوبہ شیریں کا ناکام عاشق جس نے شیریں کو حاصل کرنے کے لیے کوہ بے ستون تراشا تھا اور جوئے شیر نکالی تھی۔ لیکن آخر میں شیریں کی موت کی جھوٹی خبر سن کر خود اپنے تیشے سے خودکشی کر لی تھی ۔ (۱۴) بوریائے بے ریا = چٹائی جس میں دکھاوا نہ ہو، معمولی فرش جس پر فقرا بیٹھتے ہیں ۔ بوجھے = سمجھے ۔ ادھک = زیادہ ۔ سلیماں = حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے اور خود بھی پیغمبر تھے، تمام جانوروں، پرندوں، کیڑوں مکوڑوں، پریوں اور جنوں کے بادشاہ تھے، مراد بادشاہ ۔ (۱۵) مشہور ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر اسم اعظم کندہ تھا اور جس کی بدولت وہ ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے ۔ بہ از تختِ سلیمانی = حضرت سلیمان کے تخت سے بہتر، حضرت سلیمان کا تخت ہوا میں اڑنے کے مشہور ہے ۔ (۱۶) میں = میں ۔ فدوی = قربان ہونے والا، جاں نثار ۔ محبوبِ سُبحانی = خدا کا محبوب، مراد پیغمبر اسلام ۔ (۱۸) اچھے = رہے ۔ ماہِ کنعانی = مراد حضرت یوسفؑ جو کنعان کے رہنے والے اور بہت خوبصورت تھے ۔ (۱۹) زَیِّنُوا اَصْوَاتَکُم = زینت دو اپنی آواز کو تم، حدیث جس میں قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ حضرت داؤدؑ اپنی خوش الحانی کے لیے مشہور ہیں ۔ ناد = آواز ۔

(۲۰) باج = سوا، علاوہ ــ (۲۱) نزیک = نزدیک ــ کلیم اللہ = خدا سے بات کرنے والا، حضرت موسیٰ کا لقب جنھوں نے کوہِ طور پر خدا سے کلام کیا تھا ــ (۲۲) خلیل اللہ = خدا کا سچا دوست، حضرت ابراہیم کا لقب ــ (۱۳) مسیحا = حضرت عیسیٰ کا لقب ــ تجھ = تیرے ــ لوح = تختی۔ (۲۴) عقل اوّل = دس فرشتوں (عقولِ عشرہ) میں سے پہلا فرشتہ جس کو حکما کے مطابق خدا نے کائنات کی تخلیق کے لیے سب سے پہلے پیدا کیا، اس کو جوہر اوّل بھی کہتے ہیں، کنایتہً حضرت جبرئیل ــ (۲۵) حکمتاں = حکمت کی جمع ــ ڈھوسٹے = ڈھوڈالے، بھول جائے ــ فلاطوں = افلاطون، قدیم یونان کا ایک مشہور فلسفی ــ دلبستان = مکتب ــ (۲۶) سیس = سر ــ راکھے = رکھے ــ جیوں = جوں، مانند ــ سرج = سورج ــ (۲۷) انس = انسان ــ بنا = بغیر ــ (۲۸) طوبیٰ = جنت کا ایک درخت ــ گلستانِ ارم = مراد جنت، ارم اس جنت کو کہتے ہیں جو خدائی کے دعویدار ایک بادشاہ شدّاد نے جنت کی صفات سن کر نواحِ شام میں بنوائی تھی ــ خرامانی = مراد گل گشت، سیر ــ

شاہ ظہور الدّین حاتم

یہ اشعار حاتم کے دیوان موسوم بہ "دیوان زادہ" کے قلمی نسخے مملوکۂ رضا لائبریری رام پور میں "زمین طرحی ۱۱۷۲ھ" کے عنوان سے صفحہ ۱۸۴ اور ۱۸۵ پر درج ہیں ــ ہیئت اور موضوع کی مناسبت سے انھیں قصیدہ قرار دیا گیا ہے ــ

(۱) نیرنگی = مراد رنگ بدلنا، انقلاب ــ اوضاع = وضع کی جمع، حالت،

ڈھنگ ۔ یک چشم زدن = آنکھ کی ایک جھپک کے ساتھ، ایک لمحے میں ۔
(۳) قوت = کھانے کی چیز، خوراک ۔ (۴) توشک خانہ = امرا کی پوشاکیں اور لباس وغیرہ رکھنے کی جگہ ۔ (۵) پرچۂ ناں = روٹی کا ٹکڑا ۔ کے تئیں = کو ۔ خوانِ الوان طرح طرح کی نعمتوں سے بھرا ہوا خوان یا کھانا رکھنے کی کشتی ۔ (۶) شغال = گیدڑ ۔ زاغان = زاغ کی جمع، کوّے ۔ (۷) ٹھڈی = بھنے ہوئے اناج کا بقیہ نشان = جھنڈا، تمغۂ امارت ۔ (۸) دوسرا مصرع = یعنی نعمت کتّوں کو بخشتا ہے اور دولت گدھوں کو ۔ (۹) عدم = نابود ۔

(۱۱) غلطاں پیچاں = مرا دفکر میں ڈوبا ہوا ۔ چہ = کیا ۔ (۱۲) طنبورا = طنبورہ، ایک ساز ۔ تہاں = وہاں ۔ (۱۵) سبحان اللہ = لفظی معنی خدا پاک ہے پاکی سے یاد کرتا ہوں خدا کو، کلمۂ تعجب ۔ (۱۷) اولی الابصار = آنکھ والو ۔ عیاں راچہ بیاں = ظاہر بات کو کیا بیان کرنا ۔ (۱۹) عبید الاحسان = احسان کا بندہ ۔

مرزا محمد رفیع سوداؔ

قصیدہ ۱؎

(۱) تمغہ = اعزازی نشان، مُہر ۔ زنار = جنیو، سفید لکیر جو سلیمانی پتھر میں ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سلیمانی = سیاہ پتھر جس پر سفید لکیر ہوتی ہے ۔ تسبیح سلیمانی = سلیمانی کے دانوں کی تسبیح ۔ (۲) جوں = مانند ۔ تیغ بے جوہر = تلوار جس میں جوہر نہ ہو یعنی کاٹ نہ ہو یا کاٹ اچھی نہ ہو ۔ ننگ = شرم، بدنامی ۔ (۴) آستین سے کسی کی پیشانی جھاڑنا خوشامد کی علامت ہے ۔ (۷) خضر = ایک پیغمبر جو حیاتِ جاوداں کی

یا درازئ عمر کے لیے مشہور ہیں۔ (۹) مؤقر = توقیر کیا ہوا، باعزت۔

(۱۰) حرف ناسزا = نازیبا یا بری بات (۱۱) برنگِ شمع = شمع کی طرح۔ (۱۲) فرصت کیونکہ ہے پانی = فرصت کیوں کر مل سکتی ہے۔ (۱۳) زمانہ سیہ بختی کو ظالموں کے لیے باعث زینت بناتا ہے۔ ترک = سپاہی، کنایۃً معشوق، یہاں چشم یار ہی کو ترک کہا ہے۔ صفاہانی = صفہاں یا اصفہان کا، اصفہان ایران کا شہر ہے جہاں کا سُرمہ مشہور تھا۔ (۱۵) عُجب = غرور۔ بالِ ہما = ہما کے بازو، ہما ایک پرندہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑجاتا ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ مگس رانی = مکھی اُڑانا۔ لاش پر مکھیاں بھنکنے یا حالات کی ابتری کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۷) پتھر ہو گئے پانی = چونکہ آئینہ پتھر سے بنایا جاتا ہے اور آئینے کی سطح پانی کی طرح ہوتی ہے۔ (۱۹) کارِ بستہ = مشکل کام۔

(۲۰) کاہیدہ = گھٹا ہوا، لاغر، نحیف۔ دیدۂ زنجیر = زنجیر کا حلقہ جو آنکھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مژگانی کرنا = پلک کا کام دینا۔ (۲۱) صرف زانو اور سر میں دوستی باقی رہ گئی ہے یعنی فکرِ معاش میں لوگ زانو پر سر رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ (۲۲) امل = امید۔ نمط = مانند۔ خامہ = قلم۔ (۲۳) ناقباحت فہم = قباحت یا برائی کو نہ سمجھنے والا، کم عقل۔ چینِ پیشانی = پیشانی کی شکن۔ (۲۵) صعب = سخت، دشوار۔ کھینچے یعنی اٹھائے۔

(۳۰) خُلق = مروّت۔ شفیع = سفارش کرنے والا۔ منّت = احسان۔ (۳۱) شفاعت = سفارش۔ آمرزش = بخشش۔ فاسق = بدکار۔ زانی = زنا کرنے والا۔ (۳۲) معدلت = انصاف۔ (۳۳) اگر خشمگاری تنکے کو ذرا بھی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو پانی آکر پورے کرۂ نار کو غرق کر دے۔

رمّانی منسوب بہ رمّان بمعنی انار، سرخ ۔ (۳۵) طیر و وحش = پرند و چرند ۔
(۳۶) شبان = چرواہا ۔ گرگ = بھیڑیا ۔ (۳۷) آسا = مانند ۔ ملخ = ٹڈی ۔
مور = چیونٹی ۔ دد = خونخوار چوپایہ ۔ سلیمانی = بادشاہت ۔ (۴۱) پیغمبر
اسلام کے قد مبارک کا سایہ نہیں تھا ۔ (۴۳) معاذ اللہ = خدا کی پناہ ۔
(۴۴) مہر الوہیت = خداوندی یا قدرت خدا کا سورج ۔ ماہ کنعانی = کنعان کا
چاند، مراد حضرت یوسف جو کنعان کے رہنے والے تھے اور بہت خوبصورت تھے ۔
(۴۵) لاریب = بے شک ۔ ایزد = خدا ۔ (۴۶) حدیث من رآنی = پیغمبر اسلام
کا قول مَن رَآنی فَقَد رَأیَ الحَق، جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا ۔
دال ہے = دلالت کرتی ہے ۔ شکل یزدانی = خدا کی صورت ۔

قصیدہ ۲

(۱) چہرۂ مہروش = سورج کے مانند چہرہ ۔ سنبل مشک فام = مراد مشک
کے رنگ کی زلفیں، سیاہ خوشبودار زلفیں ۔ مشک سیاہ اور خوشبودار ہوتا ہے
سنبل ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے جس سے (مشک کی طرح) معشوق کی زلفوں
کو تشبیہ دیتے ہیں ۔ حسن بتاں = معشوقوں کا حسن ۔ دور = عہد، رائج، لفظی
معنی گردش کی رعایت بھی ہے ۔ زمانے میں تو ایک صبح اور ایک شام ہوتی ہے۔
معشوق کے چہرے کی صبح سے اور دو زلفوں کی شام سے مشابہت کے پیش نظر،
حسن بتاں کے دور میں ایک صبح اور دو شامیں ہیں ۔ (۲) تنک شراب =
وہ شخص جس کو زیادہ شراب کی برداشت نہ ہو ۔ اپنے آپ کو ایک تنک شراب
مے نوش اور ساقی کی مست آنکھوں کو دو جام قرار دیا ہے، چنانچہ دونوں میں ہم نشینی
یا دوستی کا بگڑنا لازمی ہے ۔ (۳) میان بحر و موج = سمندر اور لہر کے درمیان ۔
(۴) اے معشوق چونکہ تو نے بغیر کسی گناہ کے میرے دل اور جگر کا خون کیا ہے اس

لیے قیامت میں تجھ سے ان دو خونوں کے دو بدلے لینے ہیں۔ (۵) دو خیالِ خام معشوق سے وفا اور مہر کی طلب ہیں جو شاعر کے دیدہ و دل روز اٹھ کر باہم کرتے ہیں۔ (۶) ابروئے یار کا خیال تیغِ آبدار ہے اور دل نیام، اس لیے خواہش ہے کہ کاش ابروئے یار کا خیال دل کے دو ٹکڑے کر دے۔ (۷) فکرِ معاد = آخرت کی فکر۔ (۸) مُنجنیق = پتھر مارنے کا ایک قدیم آلہ جس کے ذریعے سے قلعے کی دیوار وغیرہ توڑتے تھے۔ مُنجنیقِ چرخ = آسمان کی منجنیق، مراد آسمان۔ سنگِ تفرقہ = پھوٹ یا نااتفاقی کا پتھر، مراد پھوٹ یا نااتفاقی۔ خُرد = چھوٹا۔ بزرگ = بڑا۔ نسبت = تعلق۔ جان = سمجھ (جاننا کا امر)۔ دنیا کے چھوٹے بڑوں میں ساغر اور صراحی کا تعلق سمجھنا چاہیئے۔ بادہ = شراب، یہاں کنایہ ہے زندگی سے۔

(۱۰) یَئَں = تو۔ دل کو ایک کمزور پرندہ اور معشوق کے خطِ رخسار اور زلف کو دو جال قرار دیا ہے جن میں اس نے دل کو گرفتار کر رکھا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا یہی التفات ہے۔ (۱۱) مغفرت = بخشش، خدا کی طرف سے گناہوں کی معافی۔ غزل سے مراد اس سے پہلے کے اشعار ہیں جو غزل کے طرز پر کہے گئے ہیں۔ انصرام = ختم ہونا، انجام کو پہنچنا۔ بخشش گویا خود شاعر سے کہتی ہے کہ یہ غزل بہت اچھی رہے گی اگر تو نعت و منقبت کے ساتھ اس کو انجام تک پہنچائے۔ (۱۲) سنگلاخ = پتھریلی یا سخت زمین، یہاں قافیہ اور ردیف کا مشکل ہونا مراد ہے کیوں کہ قافیہ، ردیف اور بحر کو غزل اور قصیدے کی زمین کہتے ہیں۔ (۱۴) کلامِ دو = یعنی نعت و منقبت۔ بخشش شاعر سے کہتی ہے کہ تو نعت اور منقبت کا مطلع تو پہلے ہی کہہ چکا ہے اب نعت و منقبت کہہ کہ مجھے طلب کرے۔ (۱۵) مثلِ زبانِ خامہ = قلم کی زبان کی طرح۔ امام = مراد حضرت علی جو اثنا عشری

عقائد کے مطابق پہلے امام ہیں — (۱۶) پہلے مصرعے میں اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم صلعم نے حضرت علیؓ کو ایک ضروری کام سے بھیجا تھا۔ حضرت علیؓ جب واپس تشریف لائے تو رسول خدا عصر کی نماز ادا کر چکے تھے، ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اسی حالت میں وحی کا نزول ہوا اور اتنی دیر ہوئی کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ بعد میں جب معلوم ہوا کہ حضرت علی نماز نہیں ادا کر سکے تو رسول خدا نے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں آفتاب مغرب سے طلوع ہو کر اس قدر بلند ہوا کہ عصر کا وقت دوبارہ آگیا اور حضرت علی نے نماز ادا کی۔ حضرت علی کے لیے رجعتِ خورشید یعنی آفتاب کی واپسی کی کئی اور روایتیں بھی ہیں۔ قرص = ٹکیا — اشارہ ہے معجزۂ شق القمر کی طرف، شق القمر پیغمبر اسلام کا مشہور معجزہ ہے جس کے مطابق آنحضرتؐ نے مقام منا (قریب مکّہ) میں اپنی نبوت کی صداقت کے ثبوت میں انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیے تھے — (۱۷) انھوں کے = ان کے — ماندہ = تھکا ہوا — وقتِ مراجعت = واپسی کے وقت — کوچ = سفر — مقام = سفر کے دوران ٹھہرنا — (۱۸) طوافِ روضہ = مقبرے کے گرد گھومنا — گام = قدم — تا = جب تک — شیثؑ ایک پیغمبر کا نام جو حضرت آدمؑ کے بیٹے تھے — وقتِ طوف = چکر لگاتے وقت — چوبدار = عصابردار

ڈنڈوں کا —

(۲۰) مبرہن = دلیل سے ثابت کیا ہوا، ثابت، روشن، معلوم — داغی = داغ دیا ہوا — قدیم زمانے میں دستور تھا کہ غلام کو آزاد کرتے وقت لوہے وغیرہ کی کوئی چیز گرم کر کے اس کے جسم پر نشان ڈال دیتے تھے، غلام بناتے وقت داغ دینے کا دستور بھی تھا — سورج اور چاند کو داغ دیے ہوئے دو غلام قرار دیا ہے — (۲۱) حکیم فلسفی معتقدِ قیامِ دہر = دنیا کے قائم ہونے پر اعتقاد رکھنے والا — (۲۲) وصف = صفت —

خوبی ۔ براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پر رسول خدا شب معراج سوار ہوئے تھے ۔ دُلدُل = حضرت علی کے ایک گھوڑے کا نام ۔ شرق سے راہ تا بہ غرب = پورب سے لے کر پچھم تک کا راستہ، مراد دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا فاصلہ ۔ (۲۴) برش = کاٹ ۔ (۲۵) مفردات = مفرد کی جمع، تنہا، اکیلی یا الگ الگ چیزیں ۔ اَحولوں = احول کی جمع، بھینگے، وہ جنھیں ایک چیز دو نظر آئے ۔ تمام = سب، ہر چیز ۔ چونکہ تلوار کی کاٹ کے خیال میں ہر واحد چیز دیکھنے والے کو دو نظر آئے گی اس لیے اگر دشمن اس کی یاد میں اپنے باپ کو دیکھے تو وہ بھی دو نظر آئے گا اور وہ اپنی ماں سے کہے گا کہ تجھے ایک شوہر حلال اور دو شوہر حرام ہیں ۔

(۳۰) عرصۂ حشر = قیامت کا میدان ۔ بااحترام = بااحترام، عزت والا باتوقیر ۔

قصیدہ ۳

(۱) بہمن = ایرانی شمسی سال کا گیارھواں مہینہ ۔ دَے = ایرانی شمسی سال کا دسواں مہینہ ۔ دونوں مہینے خزاں کے ہیں ۔ اُردی = ایرانی شمسی سال کا دوسرا مہینہ جو بہار کا مہینہ ہے ۔

مُستاصَل = جڑ سے اکھاڑا ہوا، برباد، ویران ۔ (۲) عَزَّوجَلَّ = غالب ہوا اور بزرگ ہوا، مراد خدا ۔ (۳) قوت نامیہ = نمو یا بڑھنے کی طاقت ۔ عرض = اظہار، چوڑائی، وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو برعکس جوہر جو قائم بالذات ہوتا ہے ۔ قوت نامیہ جو مثل جوہر ہے نباتات کا عرض اختیار کر رہی ہے ۔ یعنی نباتات کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے ۔ (۴) خلعتِ نوروز = خلعت یا پوشاک جو نوروز کی خوشی میں بطور اعزاز دی جائے ۔ نوروز = بہار کا پہلا دن، ایرانی

سال کا پہلا دن جو ایران میں بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے، عموماً مطابق ۲۲ر مارچ
کبھی ۲۱ یا ۲۳ ر مارچ کو پڑتا ہے — آب جُو = نہر — روش = کیاریوں کے
درمیان کا راستہ — (۵) گل نَورُستہ = نیا کھلا ہوا پھول —
رنگ آمیزی = رنگینی — پوشش چھینٹ قلمکار = چھاپے کے بجائے قلم سے
بنائے ہوئے گل بوٹوں کی چھینٹ کی پوشاک — جبل = پہاڑ — (۶) گلبن = گلاب کا
درخت — کارنقاشی مانی = قدیم زمانے کے مشہور مصوّر مانی کی مصوّری کا عمل،
مانی کی بنائی ہوئی تصویر — (۷) گہرہائے تگرگ = اولے کے موتی — (۸) ازبس =
بہت — (۹) شمع ساں = شمع کی طرح —
(۱۰) روئیدگی = قوت نمو — گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے جو ایک مچھلی
پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر زمین قائم ہے — (۱۱) دم عیسیٰ = حضرت
عیسیٰ کی پھونک جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے — فزوں = زیادہ —
جمادات = جماد کی جمع، وہ چیزیں جن میں نشوونما نہ ہو، پتھر وغیرہ (۱۲) لات =
عرب کے عہد جاہلیت میں مکّے کے اطراف میں طائف والوں کا ایک بت — ہبل =
زمانۂ جاہلیت کا سب سے بڑا بت جو خانۂ کعبہ میں نصب تھا — (۱۳) صدا یام
گل پیش از وقت = مقررہ ایام سے پہلے — تخم = انڈا — (۱۴) فصیحی = فصاحت۔
سخن کا سبز ہونا = سخن کا کامیاب ہونا — (۱۵) دستِ گل خوردہ =
گل کھائے ہوئے ہاتھ، عاشقوں کے ہاتھ جن پر اظہار محبت یا اظہار رنج کی ایک
قدیم رسم کے مطابق معشوق کا چھلا آگ میں لال کر کے داغ دیے گئے ہوں، بہار
کے موسم میں چونکہ دیوانگی بڑھ جاتی ہے اس لیے شاخ گل اور گلزار کے ساتھ دستِ
گل خوردہ کا بڑھنا بیان کیا ہے۔ گل کی لفظی رعایت کی بنا پر دستِ گل خوردہ
کی نشوونما کا انتہائی مبالغہ ظاہر ہے۔ ضرب مثل = کہاوت، مراد مشہور۔

(۱۶) عقدہ = گرہ، مجازاً مشکل یا مسئلہ (۱۷) چھٹ = سوا۔ مستعمل = استعمال کیا ہوا۔ ان پھولوں کے علاوہ جن کو دیکھنے کی نگاہیں عادی ہیں بہار کے موسم میں لاکھوں قسم کے اور پھول نظر آ رہے ہیں۔ (۱۸) یاسمن = چمیلی کا پھول جو اپنے رنگ کی وجہ سے غزال سے مناسبت رکھتا ہے۔ مانا = مانند۔ لجاجت = منت یا خوشامد سے۔ (۱۹) از بس = بہت۔ در پے ہونا = پیچھے پڑنا۔ مکحل = سرمہ دانی۔

(۲۰) سیّار = سیر کرنے والا۔ (۲۱) لمعہ = کرن، چمک۔ خطِ گلزار = ایک قسم کا خط جس میں حروف میں گل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ طلائی = سنہری۔ جدول = صفحے کے گرد کا خط یا لکیر۔ (۲۲) لعل = سرخ قیمتی پتھر۔ زمرد = سبز رنگ کا قیمتی پتھر۔ (۲۳) تیغ کہسار = تیغ کوہ پہاڑ کی چوٹی۔ صیقل = جلا، پالش، صیقل ہوئی یعنی جلا پا گئی۔ (۲۴) برگ برگ = پتی پتی۔ صفا = صفائی، چمک۔ سنبل = بالوں کی شکل کی ایک خوشبودار گھاس، بالچھڑ۔ (۲۵) خیاباں = کیاری۔ (۲۶) کثرتِ لغزش = پھسلن کی زیادتی۔ اترا = مراد ٹوٹا۔ (۲۷) حنظل = ایک کڑوا پھل، اندرائن۔ نشترِ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا ڈنک (۲۸) شور = کھاری، مراد بنجر۔ (۲۹) کشت = کھیتی۔

(۳۰) سبز فام = سبز رنگ کا، سبزہ آغاز ہونے کی رعایت سے۔ گل رو = پھول جیسا چہرہ رکھنے والا، معشوق۔ شیخ پسر = شیخ کا بیٹا، مراد معشوق۔ فرزندِ مغل = مغل بچہ، مراد معشوق۔ (۳۲) عرفی = جمال الدین عرفی شیرازی فارسی کا مشہور شاعر اور قصیدہ نگار، سنہ ۹۹۹ھ (سنہ ۱۵۹۱ء) میں چھتیس سال کی عمر میں لاہور میں وفات پائی۔ دوسرے مصرعے کا ترجمہ ہے خنکاری

ہوا کی تاثیر سے انگیٹھی تر اسبز ہوئی جاتی ہے — عرفی کے شعر کا پہلا مصرع
ہے " عرق از شبنم گل داغ شود بر رخ حور " یعنی شبنم گل کی خوبصورتی
کے رشک سے جو پسینہ آیا ہے وہ حور کے چہرے پر داغ ہوا جاتا ہے۔
(۳۳) فیصل = مراد ختم — (۳۴) یوم قیام = قیامت کا دن — سبز
رہے گا = کامیاب رہے گا — (۳۶) نطق = گویائی، قوت بیان —
نار = انار — گلشن میں اگر ایک طرف انار جیسا میٹھا پھل ہے تو دوسری
طرف حنظل جیسا کڑوا پھل بھی ہے — (۳۷) برومند = پھل والا، مراد
فائدہ اٹھانے والا — مصرع سرو = سرو کا مصرع، مراد سرو، سرو کے
درخت میں پھل نہیں ہوتا — (۳۸) سرسبز = مراد کامیاب — (۳۹)
مبرہن = دلیل سے ثابت کیا ہوا، آشکار — کُنہ = حقیقت —
(۴۰) زُحل = ایک نحس ستارہ (سنیچر) جس کا رنگ سیاہ ہے۔
(۴۱) حب = محبت — بلبلوں = بلبل کی جمع، پہلوانوں — (۴۲) زمین کے
باغ کے فرش کو خدا نے مستقل طور پامال سمجھ کر جس کو رسول خدا سے ملنے کی جگہ
سوائے عرش کے نہ دی، یعنی خدا نے جن کی ملاقات رسول خدا سے عرش پر کرائی
اس شعر کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ جب پیغمبر اسلام کو عرش پر معراج
حاصل ہوئی تو پردے سے حضرت علی کی آواز آئی یا ان کا ہاتھ برآمد ہوا۔
(۴۳) وصی = وصیت کیا ہوا، نائب — ختم رسل = آخری رسول، مراد پیغمبر
اسلام — (۴۴) اعمائے ازل = ازل کا اندھا، پیدائشی اندھا —
(۴۶) دوئی = دو ہونا، یعنی ممدوح اور خدا کو الگ الگ سمجھنا۔ اَحوَل =
بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں — (۴۷) وہم غلط کار = غلط وہم۔
مثل = مثال — مثال اس چیز سے دی جاتی ہے جو خود اس سے الگ

کوئی دوسرا وجود رکھتی ہو، تیری قدرت کو اللہ کی قدرت سے مماثل لوگ غلطی سے بتاتے ہیں اس لیے کہ وہ دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں ایک ہی ہیں — (۵۰) جوہر فرد = جوہر لاتیجزیٰ، وہ جوہر جو تقسیم نہ ہو سکے

(۵۱) مداوا = علاج — کسل = بیماری — (۵۲) پیکان = تیر کی نوک — قبضہ = کمان کو پکڑنے کی جگہ — سرِ مُو = بال کا سرا، مراد بال کے سرے کے برابر — (۵۳) ٹک = ذرا — جائے بچل = پھسل جائے چھوٹ جائے — (۵۴) علّتِ غائی = اصل وجہ، حقیقی مقصد — بیت مہمل = بے معنی شعر — بیت کے دوسرے معنی گھر کے ہیں جس کی مناسبت خانہ سے ہے — (۵۵) شا = شام — غنی = دولت مند، بے پروا — عبدِ اَقل = چھوٹا بندہ، حقیر انسان — (۵۶) اَسفَل = نہایت نیچا، پست

(۵۸) تجھ سے ایسی بخشش نہ ہوئی کہ بے شمار جس کی تعداد جتنی ہے یہ فیصل ہوئی ہو یعنی تیری بخشش بے حساب ہے — (۵۹) تیغِ دوسر = دو دھاری تلوار، ذوالفقار — یعنی جو میدان جنگ میں بلند ہونے کے وقت اپنی چمک سے تجھ سے محبت رکھنے والوں کے دلوں کو جلا بخشتی ہے —

(۶۰) قبضہ = تلوار کو پکڑنے کا حصہ — ملل = ملت کی جمع، مذاہب

(۶۱) مہیب = ڈراونی آواز، نعرہ — استقامت = استحکام —

(۶۲) عرض = جوڑائی — تفرقہ انداز = پھوٹ ڈالنے والی، ٹکڑے کرنے والی — ادگل پڑے = میان سے نکل پڑے — (۶۳) اعدا = عدو یعنی دشمن کی جمع — حواسِ خمسہ = پانچ حواس: ذائقہ، باصرہ، شامہ، لامسہ اور سامعہ یعنی چکھنے، دیکھنے، سونگھنے، چھونے اور سننے کی قوتیں، جو در اصل حواسِ خمسۂ ظاہری ہیں — حواسِ خمسۂ باطنی: حسِ مشترک، خیالی، متصرفہ،

واہمہ اور حافظہ ہیں — (۶۴) تُوأم = جُڑواں، ملے ہوئے — موالید، مولد یا مولود کی جمع، پیدا کیا ہوا، مخلوقات، موالید ثلاثہ یعنی حیوانات، جمادات اور نباتات — منجمد = جما ہوا، مراد یکجا — (۶۵) کسو = کسی — قز = معمولی ریشم۔ (۶۶) آسیب = خطرہ — جھڑے = دھار سے لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر جانے کو تلوار کا جھڑنا کہتے ہیں — (۶۷) رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا — فلک سیر = آسمان کی سیر کرنے والا، تیز رفتار — اچپل = شوخ، چلبلا، بے قرار — (۶۹) سر چوٹی = گھوڑے کے سر کے بال جنھیں چوٹی کی طرح گوندھ لیا گیا ہو۔

(۷۰) برغہ = گھوڑے کی ایک تیز چال — گام = گھوڑے کی ایک تیز چال چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو چشم زدن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ چھل بل = شوخی، چالاکی، پھرتی — (۷۱) یلہ = آزاد، چھوٹا ہوا — شاطر = چالاک، سپاہی جو اپنی خاص وردی میں بادشاہ کی سواری کے آگے آگے دوڑے، مراد ماہر سوار — کفل = سُرین، جسم کا پچھلا حصّہ — (۷۲) جست وخیز = اچھل کود، نبض میں بھی جست وخیز ہوتی ہے جس سے مرض کی کیفیت معلوم ہوتی ہے — (۷۳) قاش = زین کے آگے کا وہ اُبھرا ہوا حصّہ جس پر لگام پڑی رہتی ہے — کھندل مارے = پامال کر ڈالے، روند ڈالے — (۷۴) ریخ = کیل — (۷۵) فرس = گھوڑا — اچل = اپنی جگہ سے نہ چلنے والا — (۷۶) توسن = گھوڑا — بازگشت = واپسی — بہ گام اوّل = پہلے قدم پر — (۷۷) بیت اللہ = خدا کا گھر، خانۂ کعبہ۔ (۷۸) واسطے دردِ سر آہو کے = ہرن کے دردِ سر کے لیے۔ دردِ سر میں صندل گھس کر پیشانی پر لگایا جاتا ہے — (۷۹) بُز = بکری — گرگ = بھیڑیا۔

پوست = کھال — ڈہل = طبل، ڈھول — ظالموں پر تیرے انصاف کی ہیبت ایسی طاری ہے کہ اگر طبل پر بھیڑیئے کی کھال منڈھوا کر بکری کے سامنے بجائیں تو کیا مجال ہے کہ اس میں سے آواز نکل سکے۔

(۸۰) مورد سنگ ہونا = پتھر لگنا — کفِ دست = ہتھیلی — خردل = رائی — (۸۱) حفظ = حفاظت — بہ تقریب = مراد حسب موقع، بہ سبیلِ تذکرہ — (۸۳) معدلت کیش = انصاف مسلک — خس = تنکا — کرۂ نار = آگ کا کرہ — تجھ آتش سے غضب کے = تیری آتشِ غضب سے — لولیٔ فلک = رقاصۂ فلک، ستارۂ زہرہ — (۸۵) مرغِ زریں فلک = کنایتہً سورج، مرغ زریں تیتر سے مشابہ اور مرغی کے برابر ایک سبزی مائل پرندہ ہوتا ہے جس کے بال و پر سونے کی طرح چمکتے ہیں۔ بوجھ کر = سمجھ کر — (۸۶) بال و پر = پرندے کے بازو اور پر، کنایہ ہے سورج کی کرنوں سے — (۸۷) امر = حکم — نہی = منع کرنا، ممانعت — مناہی = منہی کی جمع، بری یا منع کی ہوئی چیزیں — ذُل = ذلت — (۸۸) نسبت شکل صراحی = صراحی کی شکل سے تعلق کی وجہ سے، چونکہ غنچے کی شکل مینائے شراب سے مشابہت رکھتی ہے — (۸۹) گل بولنا = گل خواندن، جواریوں کی اصطلاح میں اپنے کل مال کو ایک ہی مرتبہ داؤں پر لگا دینا۔ قماری = قمار باز، جواری — چونکہ "گل بولنے" کی روشنی میں گل کا تعلق جوئے سے ہو جاتا ہے اس لیے بلبل اپنے دل سے گل کے عشق کو مل مل کر دھویا کرتی ہے، دھویا اور مل مل میں تناسب لفظی اور مل مل میں ایہام ہے کیوں کہ ململ ایک کپڑے کا بھی نام ہے، اس صنعت کو ایہام تناسب کہتے ہیں۔

(۹۰) لائے شراب = شراب کی تلچھٹ — چونکہ ابلنے کا تعلق شراب سے ہے اور شراب منہیّات میں ہے اس لیے کچھ عجب نہیں کہ چشمۂ آب سے بھی پانی نہ اُبل سکے۔ (۹۱) بے دخل = خارج — مندل = ڈھول، پکھاوج — (۹۲) مُغنّی = مطرب، گویا — (۹۳) امرِ حق = حکم خدا — (۹۴) بہ جنابِ اقدس = خدا کے حضور میں — (۹۵) متحمل = برداشت کرنے والا — (۹۶) دشتِ اَرژن = ایک جنگل جہاں حضرت علی نے رسول خدا کے صحابی حضرت سلمانِ فارسی کو شیر کے خطرے سے بچانے میں غیب سے مدد کی تھی — (۹۷) مختل = خلل پایا ہوا، مراد خراب — (۹۸) جبہہ سا = پیشانی گھسنے والا۔ اسد اللہ = شیرِ خدا، حضرت علی کا لقب — رُوبہ = لومڑی — بشکل مینگنی۔

(۹۹) مَحرمِ کُنہ = حقیقت کو جاننے والا۔

(۱۰۰) شایان = لائق، سزاوار — اَجل = نہایت بڑا، بزرگ — (۱۰۳) حمل = قیاس، گمان — (۱۰۴) ترے پیشِ ضمیرِ روشن = تیرے روشن ضمیر کے آگے — (۱۰۵) شیشۂ ساعت = ریت گھڑی، وقت کے اندازے کے لیے ڈگڈگی کی شکل کا ایک قدیم آلہ جس کے اوپر کے حصّے میں ریت بھری ہوتی تھی۔ درمیانی سوراخ سے جب یہ ریت ایک گھنٹے میں نیچے کے حصّے میں آجاتی تھی تو اس کو الٹ کر رکھ دیتے تھے اور اس طرح وقت کا شمار ہوتا رہتا تھا، ریت گھڑی کی اس کیفیت کو بے قراری سے تعبیر کیا ہے اور اس سے اپنے دل کی بے قراری کو تشبیہ دی ہے — (۱۰۶) خورش = کھانا، خوراک شبانہ = رات کو — (۱۰۸) پالِ بے چوب = بغیر چوبوں (بلّیوں) کا خیمہ، مراد آسمان — برتل = سواری کا اسباب، ساز و سامان —

(۱۱۰) داد = فریاد (انصاف) مشعل لے کر نکلنا قدیم زمانے میں فریادی

کی علامت تھی، سورج کے طلوع ہونے کو مشعل لے کر نکلنے سے تعبیر کیا ہے اور اس کو ازلی فریادی قرار دیا ہے — (۱۱۱) تظلّم = ظلم سے رونا، دہائی دینا — دستِ تظلّم اٹھانا = دہائی کے لیے ہاتھ اٹھانا — (۱۱۲) آسیا = چکّی — بحل کرے = چھوڑے، معاف کرے — (۱۱۳) راست کیش = سچّا آدمی، صحیح راستے پر چلنے والا — سرو = ایک سیدھا درخت جس میں پھول اور پھل نہیں ہوتے — (۱۱۵) نخل = درخت — بر لے آنا = مراد پورا کرنا — (۱۱۶) کیں = کینہ، عداوت — عقدۂ مالا ینحل = حل نہ ہونے والی گتھی — (۱۱۷) تلوّن = رنگ بدلنا، ایک رائے پر قائم نہ رہنا۔ (۱۱۹) افعی = سانپ — محیطِ عالم = دنیا کو گھیرنے والا — پازہر = زہر مہرہ، تریاق، زہر کی دوا —

(۱۲۰) اندام = جسم — (۱۲۱) بدن کا پھلنا = جسم پر پھوڑے پھنسی نکلنا — (۱۲۳) گزند = تکلیف، ایذا، نقصان — (۱۲۴) نجف = عراق میں وہ مقام جہاں حضرت علی کا مزار ہے — (۱۲۵) معاش = مراد دنیا — معاد = آخرت — اخذ و جر = دھر پکڑ، کھینچ تان — دغل = فریب — (۱۲۷) تعزیر = سزا — (۱۲۸) عرائض = عریضہ (بمعنی درخواست) کی جمع — فرو = نیچا — (۱۲۹) واں = یعنی نجف میں — مایتحلّل = وہ چیز جو تحلیل ہو جائے، خوراک، رزق —

(۱۳۰) دوسرے مصرعے میں اہلِ دنیا کی کنجوسی کی طرف اشارہ کیا ہے — (۱۳۱) ہے حق بہ طرف خلقت کے = یعنی لوگ حق بجانب ہیں — (۱۳۲) جوہرِ جود و کرم = سخاوت کا اصل مادّہ — بروزِ تقسیم = ازل کے دن — (۱۳۳) نبیِ مرسل = خدا کا بھیجا ہوا رسول، مراد پیغمبرِ اسلام — (۱۳۴) بہتر کلام (اوّل) =

یعنی اس قصیدے کے ابتدائی حصّے سے بہتر۔ (۱۳۵) تا = جب تک۔
(۱۳۶) نیرِاعظم = سورج ۔ شرف = کسی سیارے کا اپنے اصلی برج میں
آنا۔ برجِ حمل = آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج جس میں
آفتاب کے آنے سے بہار کا آغاز ہوتا ہے اور ایران میں نوروز کی
خوشی منائی جاتی ہے ۔ (۱۳۷) خوشہ = اناج کی بالی ۔ نمل = چیونٹی۔
(۱۳۸) سبزہ = خط۔ گل اندام = پھول جیسا جسم رکھنے والا، معشوق۔
سنبل = کنایۂ زلف ۔
(۱۴۰) نیساں = ساتواں رومی مہینہ مطابق فروردین اور بیساکھ
جس کی بارش کی بوند کے متعلق خیال ہے کہ سیپی کے منہ میں گر کر موتی بن
جاتی ہے ۔ ترشح = ہلکی بارش، پھوار ۔ (۱۴۱) جب تک شعرالبِ معشوق
کو جاں بخش اور نرگس کو بیمار کہتے رہیں۔ (۱۴۲) عقدے کے غنچے کے حل کرے =
غنچے کو کھلائے۔ (۱۴۳) طوق = گلے میں پہننے کا ایک زیور، وہ حلقہ جو قمری
کی گردن میں ہوتا ہے ۔ نحل = بگلہ ۔ (۱۴۴) استادہ کرنا = کھڑا کرنا۔
حباب = بلبلہ، حباب کو خیمے سے استعارہ کیا ہے ۔ (۱۴۶) بادۂ گلگوں
= سرخ شراب ۔ دف = ڈفلی = نے = بانسری ۔ چنگ = سارنگی کی
طرح کا ایک باجا ۔ (۱۴۷) سرخوش = جو ہلکے نشے میں ہو ۔
مست = متوالا، نشے میں چور۔ اسی فرق کی بنا پر سرخوش کا پھرنا اور مست
کے قدم کا پھسلنا بیان کیا ہے ۔ (۱۴۸) کتاں = ایک نازک کپڑا جو شعرا کے نزدیک
چاند کے سامنے لانے سے پھٹ جاتا ہے ۔ دانۂ طل = شبنم کا قطرہ ۔
سورج کی گرمی سے شبنم زائل ہو جاتی ہے جس پر سورج سے شبنم کے
عشق کا شاعرانہ قیاس ہے ۔ (۱۴۹) عود = اگر کی لکڑی جو خوشبو

کے لیے سلگائی جاتی ہے۔ مجمر = انگیٹھی ۔ چوب صندل = صندل کی لکڑی ۔ (۱۵۰) مسمّیٰ = جس کا نام رکھا گیا ہو، مسمّیٰ رہے یعنی موسوم یا معنون کی جائے ۔ باب الجنّت = لفظی معنی جنّت کا دروازہ، اس قصیدے کا نام یا عنوان ہے ۔ (۱۵۱) محب = محبت والا، دوست۔

قصیدہ ۲۷

عماد الملک = آصف جاہ اوّل کا پوتا اور غازی الدین خاں امیرالامرا فیروز جنگ کا بیٹا تھا، اصل نام شہاب الدین تھا ۔ ۱۷۵۲ء سے دربار دہلی کی خانہ جنگیوں اور سازشوں میں برسر اقتدار رہا ۔ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی کے غلبے کے بعد زوال ہوا ۔ غالباً ۱۸۰۰ء میں کالپی میں وفات پائی ۔

(۱) دستک = آہستہ تالی بجانا، کھٹکھٹانا ۔ (۲) شائق = مشتاق۔ (۳) عزیز دلہا = دلوں کی پیاری ۔ حلاوت = مٹھاس، مراد لطف ۔ (۵) اشعّہ = شعاع کی جمع، کرنیں ۔ (۶) بادلہ پوش = سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا پہننے والی ۔ (۷) ماہِ شب چاردہم = چودھویں کا چاند۔ یک چند = مراد اک دم ۔ بھچک = متحیّر، حیران ۔ (۸) باؤ = ہوا۔ (۹) ہٹیں = ضد کریں ۔ بالک = بچّہ ۔

(۱۰) جعد = گھونگھریالے بال، چوٹی ۔ گتھنا = بالوں کی لٹوں کا باہم بٹا جانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اٹک = پنجاب (پاکستان) کا ایک دریا جس کی طغیانی مشہور ہے ۔ (۱۱) پانی نہ مانگنا = دفعتہً مرجانا ۔ کھیل جاوے = مرجائے ۔ (۱۲) تجاوز دے = بڑھ جائے یعنی جبین کو جب آسمان چاند سے بہتر کہے تب چاند میں داغ پڑ جائے ۔ (۱۳) جوہر

مراد صلاحیت ۔۔ شابہ = ہم شکل، ملتا جلتا ۔۔ (۱۴)، ڈھیٹ = نظر انداز
نگاہ ۔ ترک = سپاہی، مراد معشوق ۔ آنکھ کو ترک قرار دیا ہے ۔ ازبک =
تاتاری ترکوں کے ایک قبیلے کا نام ۔ (۱۵) مژہ سے = پلک کی طرح کے ۔
متصل = برابر ۔ اس کی چشم کا فتنہ ایسا تھا کہ جس کو برابر چونکتے دیکھ کر
خونخوار پلکیں بھی خوف کی وجہ سے تھپکتی رہتی تھیں، چشم کو فتنہ اور پلکیں جھپکانے
کو فتنے کا تھپکنا قرار دیا ہے ۔۔ (۱۶) آویزہ = بندہ ۔ مستعد = آمادہ،
تیار ۔ (۱۷) خوبی = حسن ۔ قلاب = مچھلی پکڑنے کا کانٹا (۱۸) بینی = ناک ۔
منخرین = ناک کے (دو) نتھنے ۔ اگرچہ ناک نے اپنے دو نتھنوں کی عینک
بنا کر دیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن تنگی کی وجہ سے دہن نہ دکھائی دیا ۔

(۱۹) اخگر = چنگاری، انگارا ۔

(۲۰) سلک = لڑی ۔ صفا = صفائی ۔ وام = قرض ۔
دریوزہ کرے = بھیک مانگے ۔ (۲۱) عارض = رخسار، گال ۔ زنخ = ٹھوڑی
گزک = وہ چیز جو شراب کے ساتھ کھائی جائے ۔ (۲۲) ملاحت = حسن
کی نمکینی، سلونا پن ۔ نمک نہ رکھے = بے لطف معلوم ہو ۔ (۲۳) کندن =
سونا ۔ غبغب = ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکا ہوا گوشت ۔ خجالت زدہ =
شرمندہ ۔ ڈلک = چمک ۔ (۲۴) تہِ دامانِ شباب = جالی دار دامن
یا شمع دان کے نیچے ۔ گردن کو شمع اور ڈھیلے پیچ کو جالی دار دامن یا
شمع دان قرار دیا ہے ۔ (۲۵) ساعد = کلائی ۔ حنا بستہ = مہندی لگا ہوا
سرخ ۔ بوئی = ہوا ۔ (۲۶) کچ = پستان، سر پستان ۔ تیقن = یقین ۔
کام ۔ جنسیات ۔ کنک = کنک شکستی، کارتکیہ، ہندو دیومالا کے مطابق لڑائی
کے دیوتا اور دیوتاؤں کا سیناپتی ۔ کام کا کنک = مراد کام دیو، جنسیات

کا دیوتا۔ اکثر نسخوں میں "کنک" کے بجائے "کٹک" لکھا ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں لٹ یہ۔
(۲۷) مبہی = قوت باہ پیدا کرنے والا۔ (۲۹) لنج = ہاتھوں سے معذور، اپاہج۔ لنگ = لنگڑا۔

(۳۵) ساق = پنڈلی۔ نمک = ملاحت احسن۔ (۳۶) پشت پا = پاؤں کے پنجے کے اوپر کا حصہ۔ کفک = تلوا۔ (۳۸) فندق پا = پاؤں کی انگلی کا مہندی لگا ہوا سرا۔ فندق چھوٹے بیر کے برابر آدمی کی انگلیوں کے سروں سے مشابہ سرخ رنگ کا ایک میوہ ہوتا ہے۔ بیخ = جڑ۔ گل اورنگ = گھنڈی کی وضع کا ایک گلابی پھول، ایک قسم کا گیندا۔

(۴۰) دھج = انداز۔ موجب شور = شوریدگی سبب۔ خلخال = پازیب، پاؤں میں پہننے کا ایک زیور۔ پاؤں اس انداز سے رکھتی ہے کہ اس کی پازیب کی جھنکار دنیا کو دیوانہ کردے۔ (۴۱) کج و داکج = ٹیڑھا ترچھا۔ (۴۲) زرق برق = چمک۔ کوند = چمک۔ (۴۳) سج = سجاوٹ۔ حمائل = گلے میں پہننے کا ایک زیور۔ سوندھا = ایک خوشبودار مسالہ جس سے بال دھوئے جاتے ہیں۔ (۴۴) کیفی = مخمور۔ ہشت، دُرت، دیکھ کلمۂ حقارت، ہٹ، دور رہو۔ (۴۶) اللہ معک = سنگ اللہ، تیرے ساتھ ہو اللہ، خدا حافظ۔ (۴۹) پکھاوج = ایک قسم کی لمبوتری ڈھولک جو ناچ کے ساتھ بجائی جاتی ہے۔ گمک = بجنے کی آواز۔

(۵۰) تپش = بےکلی۔ ٹھنک = ٹھنڈا مراد سرد دل۔ (۵۱) تنک = ذرا۔ (۵۳) ارباب نشاط = گانے بجانے والے۔ چھکانا = سیر یا آسودہ کرنا۔ (۵۴) بھگت، ادلک = سوانگ، وضع بنانا اور گانا بجانا۔ (۵۵) مردنگ = ایک قسم کا لمبوترا ڈھول۔ (۵۶) تنبورہ = ایک باجا،

تان پورہ۔ رشتۂ زنار = جنیو کا دھاگا۔ سُر سانچ = ستار کی طرح کا ایک باجا جسکے تاروں میں تسبیح جیسے چند دانے پروئے ہوتے ہیں (۵۹) محتسب = شراب نوشی کو روکنے والا لڑکا یا ساقی۔ نڈھڑک = بے دھڑک، بے خوف۔

(۶۰) منفک = جدا، علیحدہ۔ (۶۱) جہت = سبب۔ (۶۲) سمع میں نہیں پہنچا = سننے میں نہیں آیا۔ (۶۴) سلیماں فر = حضرت سلیمان کا دبدبہ رکھنے والا، شکوہِ خسروانہ رکھنے والا۔ آصف جاہ = ممدوح کا لقب۔ غیور = بڑا غیرت مند۔ بزرگ وکوچک = بڑا اور چھوٹا۔ (۶۵) پسارے = پھیلائے۔ تولّد = پیدائش کودک = بچہ۔ (۶۶) شعلۂ تپ = بخار کا شعلہ، مراد بخار۔ تبرید = ٹھنڈائی، ٹھنڈی دواؤں کا پینا۔ خار خسک۔ گوکھرو۔ بخار دور کرنے کے لیے تبرید کا نسخہ لکھا جاتا ہے جس میں گوکھرو وغیرہ ہوتے ہیں، گویا شعلۂ تپ سے جلنے کے بجائے گوکھرو اسے دور کرنے میں مدد کرتا ہے۔ (۶۷) کتاں = ایک نازک کپڑا جو چاند کے سامنے لانے سے پھٹ جاتا ہے۔ چاند کی روشنی سے اگر کتاں پھٹ جائے تو انصاف اسی کی پیچک سے کتاں کے چاک کو رفو کرائے یعنی چاند کو سزا بھگتنی پڑے، چاند کی مشابہت پیچک سے ظاہر ہے۔

(۶۸) غزال = ہرن۔ پلنگ = چیتا۔ لے پالک = گود لیا ہوا بچہ، متبنّٰی۔ (۶۹) منہیات = منہی کی جمع، بری چیزیں، وہ چیزیں جو شرعًا ممنوع ہیں۔ نت = ہمیشہ۔ بنگ = بھنگ۔ کتنک = بھنگ گھوٹنے کا سونٹا، موٹا ڈنڈا۔ شراب ہمیشہ اس کش مکش میں مبتلا ہے کہ اٹھتی

رہے اور بھنگ ہمیشہ کُنڈی کے نیچے کوٹی جاتی رہے ۔

(۷۱) دوتا = دہری، جھکی ہوئی ۔ (۷۲) سحاب نیساں = ماہِ نیساں کا بادل جس کی بوند کے سیپی میں جانے سے موتی بنتا ہے ۔ چشمک = طنز کے طور پر آنکھ جھپکانا ۔ (۷۳) صدف پُر گوہر = موتی سے بھری ہوئی سیپی ۔ (۷۴) دستک = راہ داری کا پروانہ، اجازت نامہ، مہری حکم ۔ دستک لینا = مہر لگوانا، اجازت لینا ۔ (۷۵) حلم = بردباری ۔ زرۂ سہو و خطا = غلطی سے ۔ (۷۶) مرکز خاکی = زمین کا مرکز ۔ (۷۷) گاوِ زمیں ۔ دیکھئے سوداؔ کے قصیدہ ۳ کے شعر ۱۵ کا حاشیہ ۔ شاخیں کھنچوانا = سینگیاں لگوانا ۔ درد وغیرہ کے علاج کے لیے سوراخ کیا ہوا سینگ (سینگی) انسان کے بدن پر لگاتے ہیں ۔ کسک = درد ۔ (۷۸) موالید = دیکھئے سوداؔ کے قصیدہ ۳ کے شعر ۶۴ کا حاشیہ ۔ سر رشتۂ کار = کام کا سلسلہ، آغاز کار ۔

(۷۹) پیل دینا = ڈھکیل دینا ۔ پیل = ہاتھی ۔ پشتہ = مچھر ۔ حول = قوت ۔ کمک = مدد ۔

(۸۰) صف مرداں = بہادروں کی صف ۔ مردک = مرد کی تصغیر، مراد حقیر آدمی ۔ (۸۱) گاؤ سر = بیل کی صورت کا گرز، خصوصاً ایران کے قدیم بادشاہ فریدوں کا گرز ۔ ماربغل = بغل میں دبا کر ۔ (۸۳) مرکب = گھوڑا ۔ پٹکا = کمر میں باندھنے کی پیٹی ۔ (۸۴) چرخ = چکر ۔ (۸۵) روئے سما = آسمان کا چہرہ ۔ پشت سمک = مچھلی کی پیٹھ، مچھلی سے وہ مچھلی مراد ہے جس پر وہ گائے کھڑی ہوئی ہے جو زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ (۸۶) کوس لمن الملک = مراد بڑائی

کا ڈنکا۔ قیامت کے دن یہ آواز گونجے گی کہ "لِمَنِ المُلکُ الیوم" یعنی آج کے دن بادشاہت کس کے لیے ہے۔ جس کا جواب خدائے برحق خود ہی دے گا کہ "لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَھّار" یعنی خدائے واحد و قہار کے لیے۔ جوہر برش = مراد کاٹ کی صلاحیت۔ اصطلاحاً جوہر ان حلقوں کو کہتے ہیں جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں۔ (۸۸) بادپا = مراد گھوڑا۔ (۸۹) قاش۔ زین کے آگے کا وہ ابھرا ہوا حصہ جس پر لگام پڑی رہتی ہے۔

(۹۰) شبرنگ = سیاہ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا۔ (۹۱) گلگوں = سرخ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا۔ (۹۳) کجاب = آنکس جو ہاتھی کو چلانے میں استعمال کرتے ہیں، اس کا اگلا حصہ ماہِ نو سے مشابہ ہوتا ہے اور ہاتھی کے سر پر رکھنے کی صورت میں ماتھے پر نظر آتا ہے۔ (۹۴) سخن رس = سخن فہم۔ (۹۵) گجگاہ = سراگائے کی دم جو ہاتھی کی آرائش کے لیے منہ کے دونوں طرف لٹکا دیتے ہیں۔ سراگائے تبت، ہمالیہ اور تاتار میں پائی جاتی ہے۔ شبِ یلدا = کالی رات۔ (۹۶) اتھک = نہ تھکنے والا۔ (۹۷) شجرِ طور = کوہ طور کا وہ درخت جس پر خدا نے حضرت موسیٰ کو اپنا جلوہ دکھایا تھا۔ تزئین = آرائش، سجاوٹ۔ مستک = ہاتھی کی پیشانی۔ (۹۸) جھول = ہاتھی کے اوپر ڈالنے کا کپڑا۔ (۹۹) خرطوم = سونڈ۔ زیرک = عقلمند۔ (۱۰۰) سلسلۂ پا = پاؤں کی زنجیر۔ (۱۰۲) ہم سنگ = برابر۔ اٹک = ایک بڑی توپ کا نام (؟)۔ اٹک کے برابر سو توپیں بھی ایک ساتھ داغی جائیں تو معلوم ہوگا کہ اس کے سامنے پٹاخوں کی لڑی

چھوٹ رہی ہے ۔ (۱۰۳) چرخی = ایک آتش بازی ۔ بان = ایک آتش بازی، ایک قسم کی ہوائی جو پرانے زمانے کے آلاتِ حرب میں تھی۔ (۱۰۴) نیشکر = گنا جو ہاتھی بڑے شوق سے کھاتا ہے ۔ پولک = بان کا اگلا سرا یا پھل ۔ (۱۰۵) چھلاوا = چالی ۔ (۱۰۶) سبک رو = ہلکے پاؤں چلنے والا ۔ (۱۰۷) ہودج = ہاتھی کے اوپر کا ہودا جس میں بیٹھتے ہیں۔ (۱۰۸) جاہ = رتبہ، مرتبہ ۔ ہوئے اِستاد = کھڑا ہو ۔ جلو = جو سواری کے آگے آگے چلے، سواری کے ساتھ کا ٹھاٹھ ۔ اسپک = بڑا خیمہ۔ (۱۰۹) بے چوبہ = بغیر چوب کا، ایک قسم کا خیمہ جس میں چوب نہیں لگائی جاتی، آسمان کو خیمۂ بے چوب کہتے ہیں ۔ نپٹ = بہت ۔ کوچک = چھوٹا ۔ تیرے جلو میں چلنے والا خیمہ اتنا وسیع ہے کہ آسمان اس کے مقابلے میں حقیر ہے۔

(۱۱۰) مطبخ = باورچی خانہ ۔ تجمل = ٹھاٹھ ۔ خوانِ چشک = وہ خوان یا کشتی جس میں صرف چکھوتی یا چکھنے کا کھانا رکھا جائے ۔ بادشاہوں اور امیروں کے لیے پہلے صرف مختصر کھانے تیار کیے جاتے تھے پھر جو کھانے وہ پسند کرتے تھے پکائے جاتے تھے ۔ (۱۱۱) کرمان = ملک جہاں کا زیرہ (اور فرش) مشہور ہے ۔ حاصل = آمدنی (۱۱۲) صرف = خرچ (۱۱۳) اس کے = یعنی مطبخ کے ۔ صحنک = چھوٹا طباق، رکابی، اصطلاحاً حضرت فاطمہ کی نیاز کا کھانا جس میں صرف پاک اور پاک دامن عورتیں شریک ہو سکتی ہیں ۔ مراد کھانا، خوراک ۔ (۱۱۵) جبہہ سائی = پیشانی گھسنا ۔ بہ از سنگ محک = کسوٹی کے پتھر سے بہتر ۔ (۱۱۶) بابِ اجابت = قبولیت کا دروازہ ۔ (۱۱۷) چراغِ دولت = سلطنت کا چراغ، مراد ممدوح ۔ (۱۱۹) گیتی = دنیا

تمثال = صورت، تصویر۔ (۱۲۰) حک کرنا = کھرچ کر مٹا دینا۔

قصیدہ ۵

نواب شجاع الدولہ اپنے باپ نواب صفدر جنگ کے بعد ۱۷۵۴ء سے ۱۷۷۵ء تک اودھ کے نواب وزیر تھے۔

اس قصیدے میں اودھ کے نواب وزیر شجاع الدولہ اور روہیلہ سردار حافظ رحمت خاں کی لڑائی کا حال نظم کیا گیا ہے۔ یہ لڑائی ۱۷۷۴ء میں میران پور کٹڑے کے مقام پر ہوئی تھی۔ ۱۷۷۳ء میں حافظ رحمت خاں نے نواب شجاع الدولہ کو اس شرط پر چالیس لاکھ روپیہ ادا کرنا منظور کیا تھا کہ وہ مرہٹوں کی یورش سے روہیل کھنڈ کو محفوظ کرا دے۔ لیکن نواب شجاع الدولہ اس میں بظاہر کامیاب نہیں ہوئے۔ بعد کو حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیے کے تمسک کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن نواب شجاع الدولہ نے رقم کی ادائیگی پر اصرار کیا۔ اس کش مکش میں حافظ رحمت خاں نے کچھ روپیہ دے کر مرہٹوں سے صلح کر لی۔ اب نواب شجاع الدولہ نے روہیلوں پر حملہ کرنے کی ٹھانی اور انگریزوں سے مدد مانگی۔ انگریزوں نے بھی شجاع الدولہ سے چالیس لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور اپنی فوج روانہ کر دی۔ شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج کے مقابلے میں روہیلوں کو شکست ہوئی اور حافظ رحمت خاں، اس کا بیٹا اور بہت سے دوسرے روہیلہ سردار لڑائی میں مارے گئے۔ سودا نے اسی معرکے کا بیان کیا ہے اور اپنے ممدوح کو فتح کی مبارک باد دی ہے۔

(۱) تُرکِ فلک = مریخ، منگل ستارہ، جلّادِ فلک۔ (۲) نہال = پودا۔ شاخسار = درختوں یا ڈالیوں کا جھرمٹ۔ (۳) سرِ جنگ = چھیڑ۔

(۴) صورتِ شرار = چنگاری کی طرح ــ (۵) معدوم ہو گیا = الٹا مٹا دیا ــ عف = کتّے کی آواز ــ قاں = کوّے کی آواز ــ زاغ کوہسار = پہاڑی کوّا ــ (۶) یتں = تو ــ نمک سے شراب کا اثر زائل ہو جاتا ہے (۷) قلقاری = قہقہہ، خصوصاً بے زبان بچّوں کی ہنسی جو آواز کے ساتھ ہو۔

(۱۰) گازُر = دھوبی ــ پارچہ = کپڑا ــ (۱۲) پُر از غبار = گرد آلود، مٹی سے بھرا ہوا ــ (۱۴) قمار = جوا ــ (۱۵) حق ناشناس = حق کو نہ پہچاننے والے ــ غارت = مراد مال غنیمت ــ نبرد = لڑائی ــ (۱۶) ناگرفتہ قرض = نہ لیا ہوا ادھار، وہ قرض جو لیا نہ جا سکا ہو ــ (۱۷) یلی = طاقت ور، بہادر ــ (۱۸) اس جناب = مراد ممدوح ــ استوار = مضبوط، مستحکم ــ (۱۹) تہوّر = جواں مردی، بہادری ــ صحبت برار نہ لگی = ساتھ نہ دیا ــ یعنی ان کے دل سے تہوّر کی دوستی نبھ نہ سکی۔

(۲۰) اس غلام نے = یعنی سوداؔ نے ــ جاں گزار = جان نثار کرنے والے، جان دینے والے ــ (۲۲) حافظ = حافظ رحمت خاں ــ اضطرار = بے اختیاری، گھبراہٹ ــ (۲۵) فوج ہراولی = فوج کا اگلا دستہ یا حصّہ ــ (۲۶) سرکردہ = سردار، کمانڈر ــ فرنگی کا اشارہ کرنل چیمپین کی طرف ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے اس لڑائی میں کمانڈر انچیف تھا۔ (۲۷) محبوب علی خاں، لبنت علی خاں، لطف علی خاں عرف خواجہ لطافت اور میر سعید علی شجاع الدولہ کی فوج کے دستوں کے سردار تھے ــ (۲۸) دَد = خونخوار چوپایہ ــ وُغا = لڑائی ــ (۲۹) ایدھر = اِدھر ــ دھمکہ = چھوٹی توپ ــ متّصل = برابر ــ سرگزار = سر کٹانے والا، سرفروش (۳۰) پلّہ = فاصلہ ــ جزائر = ایک قسم کی بڑی بندوق ــ (۳۲)

کرتیاں = کرتی کی جمع، مراد وردی ۔ تلنگا = سپاہی، تلنگانہ کا باشندہ چونکہ فرنگیوں نے سب سے پہلے تلنگانہ میں فوج بنائی تھی۔ اس لیے یہ لفظ سپاہی کا ہم معنی ہوگیا ۔ لالہ زار = لالے کا کھیت ۔ دودِ توپ = توپ کا دھواں ۔ ابرِ سیاہِ تگرگ بار = اولے برسانے والا کالا بادل۔
(۳۳) فتیلہ = بارود میں آگ دینے کی بتی ۔ رنجک = بارود جو توپ چلانے کے لیے استعمال کی جاتی تھی ۔ (۳۴) گجنال = بڑی توپ، وہ توپ جو ہاتھی پر رکھی جاتی تھی ۔ رعد = بجلی کی کڑک، بادل کی گرج ۔
شترنال = چھوٹی توپ جو اونٹ پر رکھی جاتی تھی ۔ جھنگار = مور کی آواز ۔ (۳۵) قوم عاد = ہود پیغمبر کی قوم کا نام، یہ لوگ عاد بن سام بن نوح کی نسل سے تھے ۔ اشارہ ہے صرصر عاد یعنی اس آندھی کی طرف جو عذاب الٰہی کے طور پر آئی تھی اور جس سے قوم عاد تباہ و برباد ہوگئی تھی ۔ (۳۸) نداف = روئی دھنکنے والا، دھنیا ۔ کمانچہ = دھنکی جس سے روئی دھنکتے ہیں ۔

(۴۱) نے = نہ ۔ بچار = خیال ۔ (۴۵) نزدِ فہم = عقل کے نزدیک ۔ تعرض = چھیڑنا، دوسرے پر بات ڈھالنا، طنز کرنا ۔
(۴۶) طاقِ روزگار = یکتائے زمانہ، مراد نواب شجاع الدولہ ۔
(۴۷) اسپ = گھوڑا ۔ ہمم = ہمت کی جمع ۔ (۴۸) منزلت = مرتبہ ۔
(۵۰) عہدے سے بر آنا = عہدہ بر آ ہونا، ذمہ داری پوری کرنا۔
(۵۱) اس کی = یعنی نواب شجاع الدولہ کی ۔ (۵۲) اس شعر میں حافظ رحمت خاں کی وفات کا مادۂ تاریخ حالات کے عین مطابق ہے ۔ "حافظ" کے عدد (۹۸۹) میں سے "ح" (حافظ کا سرا) کا

عدد (۸) خارج کرنے اور "زر" کا عدد (۲۰۷) جوڑنے سے مطلوبہ سن یعنی ۱۱۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ (۵۳) نواب شجاع الدولہ کی فتح کی تاریخ کا مادہ "ہو" سے شروع ہوتا ہے اور اس سے بھی ۱۱۸۸ھ نکلتا ہے۔

قصیدہ ۲۶

شہر آشوب = وہ نظم جس میں کسی ملک یا شہر کی تباہ حالی کا بیان کیا جائے۔ (۳) طرح = صورت ۔ (۴) قاہر = کوتاہی کرنے والا۔ (۵) وجہ معاش = معاش کا سبب، مراد ذریعہ معاش ۔ (۶) یعنی تنخواہ نہیں ملتی۔ (۷) علف = سبز چارہ، گھاس ۔ سپر = ڈھال ۔ بنیے کے ہاں ہے = یعنی اشیائے خورد و نوش کی خریداری کے عوض میں بنیے کے یہاں رکھ دی گئی ہے ۔ (۸) ثابت = مضبوط، سالم۔ دگلا = ایک قسم کا انگرکھا، ایک قسم کا کوٹ جو فوجی سپاہی پہنتے تھے۔ برگیری = پر تیر، وہ پر جو تیر میں لگے ہوتے ہیں ۔ چلّہ = کمان کی ڈوری یا تانت (۹) نفر = ادنیٰ نوکر۔ غرّہ = چاند کی پہلی تاریخ ۔ صرّاف = زیورات بیچنے والا، مہاجن ۔

(۱۰) شوال = عید کا مہینہ ۔ (۱۲) اس رو سیاہی کے باوجود وہ لوگ دو مہینے کی تنخواہ وصول کر لیتے ہیں جن میں دھونس جمانے یا لڑنے جھگڑنے کی طاقت ہے ۔ (۱۵) خطیب = خطبہ پڑھنے والا ۔ (۱۶) ڈھینکنا = گدھے کا چیخنا ۔ ذکر = ذکر خدا، یاد الٰہی ۔ صلوات = درود پڑھنا ۔ (۱۷) ریتی = لال قلعے کے پاس جمنا کے کنارے کی ریتلی زمین ۔ (۱۸) دربار دو = دربار میں جانے ۔ لال قلعے میں شاہی دربار میں جانے والوں کی طرف اشارہ ہے لال قلعہ دہلی میں جمنا کے کنارے واقع ہے ۔

(۲۰) نالہ کناں = فریاد کرتا ہوا ۔ (۲۱) ارتھی = ہندوؤں کا جنازہ ۔

(۲۳) صاحب ارتقی = مراد پالکی میں بیٹھا ہوا شخص — نے = نہیں —
(۲۴) عمدہ = امیر، سردار — (۲۵) خورش = کھانا — (۲۶) گھڑیال گھنٹہ۔
ریح خلا = ریاح جو خلوئے معدہ کی وجہ سے پیدا ہو — رودول = رودہ یعنی
آنت کی جمع — خمیازہ = انگڑائی — چرت = جماہی، اونگھ — سوفار =
تیر کا دہن، کھندانہ جو تیر کے نیچے کے سرے میں بنا ہوتا ہے — (۲۸) صینہ یعنی
سررشتہ — (۲۹) خشونت = غصہ —

(۳۱) ماحضر = کھانا جو موجود ہو — خفقان = ہول دل، اختلاج
(۳۲) مطبوخ = آگ پر پکائی ہوئی چیز — (۳۳) تلقلن = تفریح —
(۳۴) بوعلی سینا = قدیم زمانے کا مشہور حکیم شیخ بوعلی سینا — ہیچ ملاں =
کچھ نہ جاننے والا، بے علم — (۳۶) دکھن = جنوبی ہندوستان —
خرید صفہاں = ایران کے شہر اصفہان کی خریدی ہوئی اشیا — (۳۸) دکو
سودوزیاں = فائدہ اور نقصان کا اندیشہ — (۳۹) ثالث = تیسرا شخص، خریدار
اور بیچنے والے کے علاوہ کوئی آدمی — فروشندہ = بیچنے والا — دزدی چوری۔
قیمت اتنی کم طے کرتے ہیں کہ متوسط یہ سمجھتا ہے کہ مال بیچنے والے پر چوری کرنے
کا گمان ہے۔

(۴۰) مولا مشخص ہوا = قیمت طے پائی — عامل = حاکم — (۴۱) کنے =
پاس — (۴۲) دیوان = محکمۂ مال کا بڑا حاکم — بیوتات = محلات کا ناظم،
بادشاہوں یا امیروں کے امور خانہ داری کا مہتمم — (۴۳) متصدی = پیش خدمت،
پیشکار — میاں اور تیاں = تو تو میں میں — (۴۷) خوانین = خان کی جمع
سردار، پٹھان — چودھری = چوبداروں کا سردار — (۴۹) آب چکابہ = نالی کا
پانی —

(۵۰) بخشی = تنخواہ بانٹنے والا حاکم — مشہور ہی کہ عالم محبت میں گوپیوں کو کنھیا جی ہر جگہ نظر آتے تھے — (۵۱) پتوا = پتا، پیپل کا پتا ہوا سے بہت الٹتا پلٹتا ہی۔ ایک بات پر قائم نہ رہنے کی طرف اشارہ ہی — (۵۲) سیاہا = رجسٹر، بہی، حساب کی کتاب — (۵۲) موکل = کام سونپنے والا — (۵۳) سو ماہی یہ عبثھی ہے = گویا رجسٹر میں دکھا کر کہتا ہی کہ سو روپے کی آمدنی یہ درج ہوئی ہی۔ اجارہ = کرایہ، ٹھیکہ، یہاں روپے کے لین دین کا مفہوم ہی — اردو = لشکر، مراد چھاؤنی کا بازار — (۵۴) بتا = چکمہ، دھوکا — (۵۶) بھیٹا = ملاقات۔ اسناد = سند کی جمع، دستاویز — (۵۷) میم = یعنی منظور (د)، جیم = یعنی جاری (ج) وہ مخصوص دستخط جو ان حروف کو لکھ کر کیے جاتے تھے (۵۹) تقصیر = قصور — ماحصل = خلاصہ، وہ چیز جو حاصل ہو — پارچۂ ناں = روٹی کا ٹکڑا —

(۶۰) مستغنی الاحوال = اپنے حالات سے بے پروا، بے نیاز — (۶۱) کس و ناکس = مراد ہر شخص — فلاں ابن فلاں = مراد رئیس — (۶۲) دوگانہ = دو رکعت نماز — تہنیت = مبارک باد — (۶۳) تاریخ تولد = تاریخ پیدائش، یہاں پیدائش کا مادۂ تاریخ مراد ہی — (۶۴) اسقاطِ حمل = حمل کا گر جانا۔ میاں مسکین = سودا کے زمانے کے ایک مشہور مرثیہ گو — مثنوی خوان = مثنوی مولانا روم کا پڑھنے یا جاننے والا — (۶۶) اخوند = استاد، معلم — غلط بیں = مسور — (۶۷) ہندسہ داں = حساب جاننے والا — (۶۸) نہالی = توشک — دلوالی = چمڑے کا تسمہ —

(۷۲) بیت = شعر — بہ از خطِ بتاں = معشوقوں کے خط و خال سے بہتر — (۷۴) احیا = دوبارہ زندگی، پھر سے پیدا ہونا — نئے سر = پھر سے — خطاط = خوش نویس — (۷۵) ہدیہ = قرآن شریف کی قیمت — ہدیہ ہونا = قرآن شریف

کا فروخت ہونا - گذری = ایک قسم کا بازار، بازار جو شام کو کسی راستے کے کنارے لگتا ہے -- یاقوت = ایک مشہور خوش نویس جو عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کا غلام تھا - (۷۶) کتابت = تحریر، کاپی نویسی -- قبالہ = بیع نامہ، وہ کاغذ جس سے کسی چیز کی ملکیت ثابت ہو - میر غلی = کاتب کا نام - (۷۷) سطعون = طعنہ دیا ہوا -- (۷۸) شملہ = عمامہ یا پگڑی کا سرا جو پیچھے لٹکتا ہے -- (۷۹) بہر معیشت = معاش کے لیے -

(۸۱) خَیل = گروہ، جھنڈ -- (۸۲) وجد = حال -- (۸۳) بےتال = طبلے کی تھاپ کے مطابق نہ ہونا، یہاں حال میں پاؤں کا طبلے کی تھاپ کے مطابق نہ پڑنا مراد ہے -- سرگوشی = کاناپھوسی - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - (۸۵) دال نخود = چنے کی دال - قلیہ = شوربے دار گوشت - (۸۶) متوکل = خدا پر بھروسہ کرنے والا، درویش (۸۷) خرافت = بیہودہ یا فضول بات -

(۹۱) ہفت ہزاری = "ہفت ہزاری ذات" کا منصب دار، اس سے سات ہزار تنخواہ پانے والا مراد نہیں ہے، یہ سب سے بڑا منصب ہوتا تھا جس کی تنخواہ بہت زیادہ ہوتی تھی -- کڑک بجلی = توڑے دار بندوق -- شیر دہاں = ایک قسم کی بندوق -- (۹۵) گوئندہ = کہنے والا - (۹۶) دغدغہ = کھٹکا، خوف - آسودگی حرفیست = فارسی کی مثل ہے "آسودگی حرفیست کہ اینجا ست نہ آنجا ست"، اطمینان ایک لفظ ہے جو نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے یعنی اطمینان کا وجود نہ اس دنیا میں ہے نہ اس دنیا میں -

میر تقی میر

نواب آصف الدولہ نواب شجاع الدولہ کے بڑے بیٹے اور ۱۷۷۵ء سے ۱۷۹۷ء تک اودھ کے نواب وزیر تھے۔

(۶) شیخ و شاب = بڑھے اور جوان — (۷) سروش = فرشتہ، ہاتف غیبی (۸) فلک قدر = آسمان کا رتبہ رکھنے والا — جناب = چوکھٹ، آستانہ — (۹) اگر اس کے آستان پر حاضر ہو تو فخر کرے —

(۱۰) سخن سر کرنا = بات کہنا — ناب = خالص — (۱۲) جم حشم = جمشید جیسے نوکر چاکر رکھنے والا — انجم سپہ = ستاروں کی فوج رکھنے والا — گردوں شکوہ = آسمان کی شان و شوکت والا — مرجع خرد و کلاں = چھوٹے بڑے سب کی طرف رجوع کریں — عالم مآب = مخلوق کی واپسی کا مرکز، مراد دنیا کا سہارا —

(۱۳) دُربار ہو = موتی برسائے — (۱۴) ہفت گنج خسروی = ایران کے مشہور قدیم بادشاہ خسرو پرویز کے سات خزانے — (۱۵) سام = رستم کے دادا کا نام — افراسیاب = توران کا ایک مشہور قدیم بادشاہ — (۱۶) رزم = لڑائی — (۱۷) طناب = رسّی — (۱۸) مدعی = مقابل، دشمن — ور = اور اگر —

(۱۹) خرمن آسا = کھلیان کی طرح — انبوہِ خصم = دشمنوں کی بھیڑ — برق تاب = بجلی کی چمک رکھنے والا —

(۲۱) مرکب = گھوڑا — (۲۲) سر حساب = خبردار، آگاہ —

(۲۴) روبہانہ = لومڑی کی طرح، بزدلانہ — (۲۵) کونجوں = کونج کی جمع، قاز، مرغابی، ایک آبی پرندہ — (۲۷) سگ پا سوختہ = پاؤں جلا ہوا کتا — (۲۸) وقت گرگ و میش = مراد لڑائی کے وقت — گرگ = بھیڑیا — میش = بھیڑ —

(۲۹) داوری = منصفی، انصاف — دلبراں = دلبر کی جمع، معشوق —
(۳۰) رفعِ بدعت = بدعت کو دور کرنا، بدعت کے معنی ہیں دین میں نئی بات
نکالنا — (۳۲) حلم = بردباری — (۳۴) صانع = مراد خدا — (۳۶) اگر
تیرے علم ظاہری کی تعریف نہ کروں تو تعریف کا یہ راستہ جو راہ صواب ہے طے نہیں
ہوتا — (۳۸) مستجاب = قبول — (۳۹) گردن کشاں = گردن کھینچنے والے،
مراد سرکش — مالک رقاب = گردنوں کا مالک، جانوں کا مالک، آقا —
رقاب = جمع ہے رقبہ کی جس کے معنی ہیں گردن —
(۴۰) محیط = سمندر — سراب = ریگستان میں پانی کی طرح چمکتی ہوئی
ریت —

سید انشاء اللہ خاں انشا

قصیدہ حمد

(۱) خداوند = مالک — ثریا = پروین، سات ستاروں کا جھمکا —
لمعہ = روشنی، چمک — (۲) مکتبِ ابداع = آفرینش کا مدرسہ، یعنی آفرینش
جو مثل مدرسہ کے تھی — سات ورق سے سات آسمانوں کی طرف اشارہ ہے۔
(۳) وحدت = خدا کا ایک ہونا — عقلِ اوّل = دیکھئے ولی کے قصیدے کے شعر
نمبر ۴۴ کا حاشیہ — (۴) کنہ = حقیقت، ماہیت — تفہیم = سمجھانا —
مغلق = پیچیدہ — (۵) خیرہ = حیران — (۶) جسد = جسم — ہیولا =
مادہ، ہر چیز کی ماہیت — صور = صورت (بمعنی ہیئت) کی جمع —
مشتق ہوں = بنیں — (۷) مزج = ملنا، ملانا — پردۂ اطلاق = بے قیدی
وجود کا پردہ — (۸) نامیہ = قوت نمو — کر کے متشکل زعلق = جمے ہوئے خون

کی شکل دے کر۔ (۹) لحم = گوشت۔ تقوین = مضبوطی۔ غاذیہ = کھانے کی قوت۔ قویٰ = قوت کی جمع، جسمانی قوتیں، طاقتیں۔

(۱۰) اعصاب = عصب کی جمع، پٹھے۔ شرائین = شریان کی جمع، پھڑکنے والی رگیں۔ رباط = بندھن۔ آمدوشد = آنا جانا۔ دق = وقت۔ (۱۱) عاتق = کندھا۔ کتف = شانہ۔ ید = ہاتھ۔ ساعد = کہنی اور کلائی کے درمیان کا حصہ۔ رسغ = کلائی۔ مرفق = کہنی۔ (۱۲) سمع = سننے کی قوت۔ ذوق = قوتِ ذائقہ۔ بصر = قوت باصرہ، دیکھنے کی قوت۔ لمس = لامسہ، چھونے کی قوت۔ شم = شامہ، سونگھنے کی قوت۔ (۱۳) اشفق = بڑا شفیق، مہربان۔ (۱۴) جوہر صُنع = قدرت کی ماہیت، مراد قدرت۔ مقولات عشر = حکما کے مطابق دس مقولے جن میں سے ایک جوہر اور نو عرض ہیں۔ جسم، ہیولیٰ، صورت، نفس ناطقہ اور عقل یعنی ملائکہ کا شمار جوہر میں ہے اور کیف، کم، این، متیٰ، اضافت، وضع، فعل، انفعال اور ملک عرض ہیں۔ جوہر اور عرض کے لیے دیکھئے سوداؔ کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۳ کا حاشیہ۔ ارفق = بڑا رفیق، دوست۔ (۱۶) سطوت = دبدبہ۔ توسن = گھوڑا۔ عَرق = پسینہ۔ (۱۷) بحر مواج حقائق = حقائق کا موجیں مارتا ہوا سمندر۔ زورق = کشتی۔ (۱۸) سمعنا و اطعنا = ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ الحق = سچ، فی الواقع۔ (۱۹) حضرتِ خلّاق = مراد خدا۔ لوح و قلم = تختی اور قلم جو عرش پہ ہے۔ شش جہت = چھ سمتیں، مراد دنیا۔ ہفت طبق = زمین کے سات طبقے۔

(۲۰) بھلا رے = کلمۂ تحسین، مرحبا۔ قلعۂ اقطار سموات علا = بلند آسمانوں کے قُطروں کا قلعہ۔ اقطار = واحد قُطر بمعنی خط مستقیم جو مرکز پر سے گزر کر

دائرے کے دو ٹکڑے کر دے۔ پشتہ = ٹیلا یا تودا۔ خندق = کھائی۔
(۲۱) موالید ثلاثہ = دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۴۶ کا حاشیہ۔
علیٰ قدرِ الحال = حال کے مطابق، لقدر حال۔ محصول = حاصل کیا ہوا۔
سدِ رمق = تھوڑی سی جان، آخری سانس، تھوڑی سی چیز، مراد قلیل غذا۔
(۲۲) لطف فرما = عنایت کرنے والا۔ ظلِ ہمایوں = مبارک سایہ۔
عنقا = ایک خیالی پرندہ، سیمرغ یا ایک عظیم الجثّہ پرندہ جو مخفی یا ناپید ہے۔
بق = مچھر۔ (۲۳) فی المثل = مراد مثال کے طور پر۔ لیالی = لیل کی جمع
رات کی جمع۔ متوہم = وہم کیا ہوا۔ ابلق = دو رنگا گھوڑا، دن اور
رات کی مناسبت ہے۔ (۲۴) مضمار = گھوڑے پھیرنے کا میدان،
مراد میدان۔ (۲۵) لق و دق = چٹیل اور سخت۔ (۲۶) رازقِ کل =
سب کا رزق دینے والا۔ الوان = طرح طرح کا۔ بے طشت وطبق =
بغیر کشتی اور خوان کے۔ (۲۷) نم فیض = کرم کی نمی، مراد کرم۔
میاہ الابحار = سمندروں کا پانی۔ اَبخرۂ اَرض = زمین کے بخارات۔
زیبق = پارا۔ (۲۸) الیق = بڑا لائق۔ (۲۹) ادیان = دین کی
جمع۔ فِرَق = فرقہ کی جمع۔
(۳۳) شر = بدی، برائی۔ وسواس = وہم، وسوسہ۔ فلق = صبح
کی سفیدی۔ (۳۴) بہرہ = فائدہ۔ (۳۵) تفضّل ہو = مراد عطا ہو۔
زق زق = مراد جھک جھک۔ (۳۶) تکفّل = ذمہ دار ہونا۔ اَوفیٰ
واَبق و اَوثق = سب سے زیادہ وفا ہونے والی اور سچی اور موافق۔
(۳۷) یکصد و سی = ایک سو تیس۔ لیک = لیکن۔ بق بق = بک بک،
فضولیات۔ (۳۹) عیال = عیل کی جمع، بیوی بچے۔

(۴۰) خاطر = مراد پاس، مرضی، خوشی ــ احمدِ مختار = پیغمبر اسلام ــ وصیِ برحق = مراد حضرت علی ــ (۴۱) قلمِ عفو = معافی کا قلم ــ لوحِ جرائم = گناہوں کی تختی ــ حیدرِ کرار = مراد حضرت علی ــ امامِ اصدق = بڑا سچا امام ــ (۴۲) رمق = تھوڑی سی جان ــ (۴۳) ساقیِ کوثر = مراد حضرت علی ــ عطش = پیاس ــ (۴۴) اہلِ بیتِ نبوی = رسولِ خدا کے گھرانے کے افراد ــ بارِالٰہ = خدائے بزرگ ــ

قصیدہ ۲

مرزا سلیمان شکوہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی کے تیسرے بیٹے اور اکبر شاہ بادشاہِ دہلی کے بھائی تھے ۔ غلام قادر روہیلہ کی بغاوت کے بعد ترکِ وطن کر کے اپنے بڑے بھائی مرزا جواں بخت کی طرح لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی ۔ ایک طویل عرصے تک لکھنؤ میں رہنے کے بعد کاس گنج اور پھر اکبرآباد چلے گئے ۔ ۱۸۳۸ء میں وفات پائی ۔

(۴) بل بے = کلمۂ تحسین، مرحبا، واہ واہ ــ سوندھے = سوندھا ایک خوشبودار مسالہ جس سے بال دھوتے ہیں ــ (۷) دُرِ گوش = کان کا بندہ ــ بنٹ = بہت ــ (۸) جٹی = ملی ہوئی ــ بے ظالم بے داد = غالباً بغیر ظالم کے ظلم کا مفہوم ہے ــ انکھڑیاں = آنکھیں ــ (۹) چوٹ = زخم، داغ ــ

(۱۰) پائے خم = مراد شراب کے مٹکے کے پاس ــ (۱۲) چتون = اندازِ نگاہ ــ اٹکھیل = اٹکھیلی کرنے والی، شوخ ــ (۱۳) تیور = اندازِ نگاہ (۱۴) رسن = رسی ــ (۱۵) مژگانِ رسا = لمبی پلکیں ــ

(۱۶) عقدۂ راس و ذنب = راہو اور کیتو کی گرہ، راس و ذنب آسمان پر

اژدہے کی صورت کی ایک شکل ہے جس کو تنینِ فلک بھی کہتے ہیں، یہ دو دائروں پر منقسم ہے، دائرۂ شمالی کو راس (راہو) اور دائرۂ جنوبی کو ذنب (کیتو) کہتے ہیں، دونوں ہمیشہ ایک سو اسّی درجات کے فاصلے پر رہتے ہیں اور کواکب کے برخلاف چلتے ہیں، ان کے سورج کے ساتھ ہو جانے سے سورج گرہن اور چاند کے ساتھ ہو جانے سے چاند گرہن ہوتا ہے۔ یہاں چاند گرہن کی کیفیت منظر ہے (۱۷) مرج البحرین = دو سمندروں کا ملنا۔ (۱۸) برزخ = موت سے قیامت تک کا زمانہ، درمیانی چیز۔ (۱۹) نامِ خدا = مراد چشم بد دور۔ خود بینی = غرور۔ (۲۰) کشش = حرف کا کھنچاؤ۔ سد کھوٹ = سیدھی تحریر۔ پلٹ = الٹی تحریر۔ (۲۳) غبغب = ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکا ہوا گوشت۔ ذقن = ٹھوڑی۔ (۲۴) دھڑی = ہونٹوں پر جمائی ہوئی مسی کی تہ۔ (۲۵) ساعد = کلائی۔ ڈنک = چمک۔ (۲۶) برو دوش = جسم اور مونڈھا۔ بالیدگی = اٹھان، ابھار۔ (۲۸) پیٹ پٹکنا۔ (۲۹) شہرِ سبز = سمرقند کے نواح میں ایک شہر جہاں سرسبز درختوں کی وجہ سے ہر طرف سبزی دکھائی دیتی ہے۔ وادیٔ نمل = چیونٹیوں کی وادی جہاں حضرت سلیمان نے چیونٹیوں کو خطاب کیا تھا۔ سیلی = پیٹ اور سینے پر بالوں کی لکیر۔

(۳۱) رنگترے = نارنگی کی ایک قسم۔ (۳۲) نیم شگفتہ = ادھ کھلا۔ (۳۳) بنت = ایک قسم کی توئی یا بیل جس میں نقرئی اور طلائی تاروں کا کام بنا ہوتا ہے، لیس۔ پھڑکتے کی = رنگ برنگ کی گوٹ کی یا رنگ برنگ کے کپڑے کی۔ (۳۶) تراقہ = آواز۔ (۳۹) پیلام = ایک

قسم کا کپڑا۔

(۴۱) خوش کفلی = کولھوں کی خوبصورتی۔ (۴۲) گات = خوشنمائی۔ پھبن (جسم، بدن)۔ (۴۴) دال فے غین = دفع دور ہو۔ سر (۴۵) عباسی = گل عباس، ایک سرخ رنگ کا پھول۔ (۴۶) گھنگچیاں = گھنگچی کی جمع، رتی، ایک قسم کا سرخ اور سیاہ دانہ۔ (۴۸) سرو، شمشاد، صنوبر = درختوں کے نام جن سے معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں۔ جُھرمٹ = حلقہ باندھ کر کھیلنا۔ (۴۹) ندھڑک = بے خوف، بے جھجک۔ ریش قاضی۔ قاضی کی داڑھی، روئی کی ڈاٹ یا شراب چھاننے کے اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو صراحی کے منہ پہ لگا رہتا ہے۔

(۵۱) کشتیاں = خوان۔ (۵۲) فائدہ = یعنی کیا فائدہ۔ فرق = سر۔ (۵۳) بادلہ پوشی = سونے چاندی کے تاروں کے کپڑے پہننا۔ گائن = گانے والی۔ (۵۴) سانگ = سوانگ، بھروپ۔ حضور = سامنے۔ مکٹ = تاج جیسا سری کرشن جی پہنا کرتے تھے (۵۵) گوپی = گوالے کی عورت، گوالن کرشن جی سے محبت کرنے والی گوالیوں کی لڑکیوں میں سے ہر ایک کا لقب۔ کدم = کدمب، ایک سایہ دار درخت کا نام جس پر کرشن جی گوپیوں کے کپڑے نہاتے میں لے کر چڑھ گئے تھے۔ بانسری دھن = بانسری کی دھن۔ جمنا تٹ = جمنا کا کنارہ۔ یعنی بانسری بجا کر وہی کیفیت پیدا کر دیں جو کرشن جی کے بانسری بجانے سے جمنا کے کنارے ہوتی تھی۔ (۵۶) گوکل = متھرا کے پاس ایک مقدس مقام جہاں کرشن جی کا بچپن گزرا تھا۔ بلینڈا = طور طریقہ، راستہ۔ بنسی بٹ = برگد کا پیڑ جس کے نیچے کرشن جی بانسری بجایا کرتے تھے۔ (۵۷) گاگر = تانبے یا پیتل کا گھڑا۔ دوسرا مصرع دیہاتی بولی میں ہے۔ (۵۹) رہٹ =

چمڑے کا بڑا ڈول جس سے کنویں سے پانی کھینچتے ہیں، چرس۔
(۶۰) سلسل = مقیش وغیرہ کی گوٹ — (۶۱) سنمکھ = روبرو، سامنے،
مقابل — دولت بیدار = مراد خوش قسمتی — (۶۳) نیرِ حشمت = بڑے
کا ستارہ — (۶۴) مجرا = سلامی — غٹ کے غٹ = غول کے غول۔
(۶۵) دہل و کوس = طبل اور نقارہ — گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے
جو زمین کی تہ میں ایک مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر زمین قائم ہے۔
(۶۶) چیری صاحب = جان چیری، بنارس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا
رزیڈنٹ جس کو وزیر علی خاں نے اودھ کی مسند ریاست سے اپنی معزولی
کے بعد قتل کر دیا تھا — روح بخشندہ = روح کو بخشنے والا — مارٹن،
برن، رولٹی، ایمل اور ارنٹ بھی انگریزوں کے نام ہیں — (۶۹) طرفہ گستر =
مراد انوکھے بچھے ہوئے — چھپر کھٹ = مسہری، چھتری دار پلنگ —
سر کھٹ = چھپر کھٹ کی طرح ایک قسم کی مسہری۔
(۷۰) ارغنوں = ارگن، ایک باجا — خفقان = ہول دل، دھڑکن۔
(۷۳) باریا = باریاب ہو کر — تلپٹ = تلف، تباہ — (۷۴) عازم =
ارادہ کرنے والا — گلگوں = سرخ رنگ کا گھوڑا، مراد گھوڑا — گاؤ سر = گرز
جس کا سر بیل کی صورت کا ہو، ایران کے قدیم بادشاہ فریدوں کا گرز جس کا
سر بیل کی صورت کا تھا — سام = رستم کے دادا کا نام جو خود بھی پہلوان تھا۔
گِل ولا = کیچڑ — (۷۶) جامۂ چرم پلنگ = چیتے کی کھال کا لباس۔ پہلوان
شیر اور چیتے کی کھال کا لباس پہنتے تھے — ریش دوشاخ = دوشاخہ داڑھی
(۷۷) وغا = لڑائی — لشکرِ شام = ملک شام کا لشکر، یزیدی لشکر،
مراد بڑی فوج — گھونگھٹ کھانا = فوج کا پسپا ہو کر پیچھے ہٹنا۔

(۸۱) نہ جھڑے = لوہے کے ریزے ٹوٹ کر نہ گریں ۔ اکٹ = نہ رکنے والی، جس کی کاٹ نہ ہو۔ (۸۲) صاعقہ = بجلی کی کڑک ۔ دم آب = دھار کی قوت یا چمک ۔ صولت = ہیبت ۔ (۸۳) قیصر روم = روم کا بادشاہ۔ خاقان = چین اور ترکستان کے بادشاہ کا لقب، بادشاہ ۔ (۸۴) ہوادار = امرا کی ایک قسم کی کھلی ہوئی سواری ۔ (۸۵) چتر = امرا کی سواری پر سایہ کرنے کے لیے ایک قسم کی چھتری، چھتر ۔ (۸۶) بادپا = مراد گھوڑا ۔ (۸۷) سرپٹ پھینکنا = بہت تیز دوڑانا ۔ (۸۸) پوئیوں جانا = گھوڑے کا میانہ رفتار سے بھاگے جانا ۔

(۹۰) چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے ۔ (۹۲) رعد = اس فرشتے کی آواز جو ابر کو ہانکتا ہے، بادل کی گرج ۔ (۹۴) ہفت اقلیم = ہفت کشور، سات ولایتیں، قدیم حکما نے آبادی کے سات حصے مقرر کیے تھے جن کے نام چین، ترکستان، ہندوستان، توران، ایران، روم اور شام ہیں، مراد کل کائنات ۔ اجلال = بزرگی، شکوہ ۔ (۹۵) خرطوم = سونڈ ۔ کشت آمال = امیدوں کی کھیتی ۔ آمال = امل بمعنی امید کی جمع ۔ (۹۶) پیل سحاب = بادل کا ہاتھی، مراد بادل ۔ (۹۷) لیلۃ القدر فرح بخش = فرحت بخشنے والی مبارک رات ۔ لیلۃ القدر = ماہ رمضان کی ایک مبارک رات جس میں عبادت کرنا افضل ترہے، شب قدر ۔ ہاتھی کو لیلۃ القدر اور اس کے دانتوں کو حضرت عیسیٰ کے دعا کرتے ہوئے ہاتھ قرار دیا ہے ۔

(۱۰۱) ٹکور = نقارے کی آواز ۔ (۱۰۲) نوبتی = نوبت بجانے والا ۔ الغوزہ = ایک قسم کا منہ سے بجنے والا باجا ۔ شہنا = شہنائی، سرنائی، ایک

قسم کا باجا ۔ دھرپت، قول، خیال، ترانہ، ترونٹ = مختلف راگ، راگنیوں کے نام ۔ دیس = ایک راگ ۔ لہرا = گانے کی چلتی ہوئی لَے ۔ لے گیوںے گیو سوار دجی مہاری انوٹ = گانے کا بول ۔ انوٹ = ایک گھنگرو دار زیور جو انگوٹھے میں پہنا جاتا ہے ۔ (۱۰۴) بھیرویں، گنکلی، توڑی، الھیا، کھٹ = راگنیوں کے نام ۔ (۱۰۵) کرنا = ترہی، ایک باجا ۔ بوق = کرنا یا قرنا کی طرح کا ایک باجا ۔ (۱۰۶) کلا رنگ = کشمیر کا ایک داؤں، کلا جنگ ۔ راگ مالا = راگ کی کتاب ۔ صورت نٹ ۔ نٹ راج کی تصویر جو راگ مالا میں ہوتی ہے، عموماً ایک پیر پر کھڑا ہوا دکھایا جاتا ہے ۔ (۱۰۷) گنبد مینا = مراد آسمان ۔

قصیدہ ۳

جارج ثالث ۱۷۶۰ء سے ۱۸۲۰ء تک انگلستان کا بادشاہ تھا ۔ سمن = چنبیلی کا پھول ۔ (۲) اطفالِ نباتات = مراد پھول پودے وغیرہ ۔ (۴) کیت = نازک پتلا بید ۔ (۵) نسترن ۔ ایک پھول سیوتی ۔ کورچ = گدّے دار بڑی کرسی ۔ (۶) گیلاس = گلاس ۔ شگوفہ = کلی ۔ (۷) نرگسِ شہلا = سیاہ یا سیاہی مائل نرگس ۔ ہوائی چتون = وہ آنکھ جو ایک جگہ نہ ٹھہرے، شوخ آنکھ ۔ (۸) بانات = ایک قسم کا اونی کپڑا ۔ سوسن = ایک نیلا پھول ۔ (۹) فرنگی طنبور = مغربی طرز کا ڈھول ۔ (۱۰) ارگن = آرگن، ایک مغربی باجا ۔ (۱۲) نے نوازی = بانسری بجانا ۔ (۱۳) سنگھ درسن = ایک پودا جو کرنا یا ترہی سے مشابہ ہوتا ہے ۔ (۱۴) پینس = پالکی ۔ (۱۶) صندوق فرنگی = غالباً مغربی طرز کا سنگھاردان مراد ہے، کلام انشا مرتبہ مرزا محمد عسکری کے مطابق " شاید آئینہ دار موزیکل باکس

مراد ہے"۔ (۱۹) بادلہ = سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا۔ آب رواں ایک کپڑے کا نام بھی ہے۔ اِزار = پاجامہ۔

(۲۰) لاہی = ایک باریک ریشمی کپڑا۔ پشواز = ایک قسم کا عورتوں کا انگرکھا، ناچنے کا لباس۔ گل مہتاب = ایک پھول، چاندنی۔ (۲۱) چاند تارا = پھول دار ململ۔ (۲۲) ختن = ایک شہر یا خطّہ جہاں کا مشک مشہور تھا۔ (۲۴) پروین دپرن = ثریا، سات ستاروں کا جھمکا۔ (۲۵) نک سک سے درست ہونا = سر سے پاؤں تک خوش نما ہونا۔ دھج = انداز۔ مٹکا پن = ادائیں دکھانا، مٹکنا۔ (۲۶) حبش = افریقہ کا ایک ملک۔

(۳۱) دُہرے صاد کرنا = بہت پسند کرنا۔ شاہدین = دو گواہ۔ چشم پُرفن = پُرفریب آنکھ۔ دونوں آنکھوں کو خدا کے بنائے ہوئے دہرے صاد قرار دیا ہے۔ (۳۴) خطِ نسخ = عربی رسم الخط۔ (۳۵) مثلث = تین کونوں والی شکل۔ (۳۶) پارہ ہائے صدفِ نور = نور کی سیپی کے ٹکڑے۔ (۳۹) فرنگی فانوس = بجلی کا قمقمہ۔ شمع کافوریٔ حسن = حسن کی سفید شمع۔

(۴۰) چشم خماری = آنکھ جس میں خمار کی کیفیت ہو۔ ڈورا = رگیں جو آنکھ کے ڈھیلے میں ہوتی ہیں اور نشہ میں سرخ ہو جاتی ہیں۔ (۴۱) بوجہ احسن = اچھی وجہ کے ساتھ، بخوبی۔ (۴۴) چاہِ نخشب = ترکستان کے ایک شہر نخشب کا کنواں جس میں سے حکیم ابنِ عطا یا ابنِ مقنع کا بنایا ہوا طلسمی چاند شام کو نکلتا تھا اور صبح کو اسی کنوئیں میں ڈوب جاتا تھا۔ چاہِ ذقن = ٹھوڑی کا گڑھا۔ (۴۵) بیاضِ گردن = گردن کی سفیدی۔ (۴۶) حضرت عیسیٰ سے سوزن کا تعلق یہ ہے کہ جب دشمنوں سے بچانے کے لیے خدائے تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھایا تو ایک سوئی بھی ان کے دامن سے اٹکی ہوئی ساتھ چلی گئی

تھی۔ چونکہ یہ دنیا کی چیز تھی اس لیے حضرت عیسیٰ جو چوتھے آسمان سے آگے نہ جا سکے۔ سورج جو چوتھے آسمان پر ہے۔ (۴۸) حلقوم = حلق۔ نغمۂ داؤد = لحن داؤدی، حضرت داؤد پیغمبر کی خوش الحانی جو اپنی بے مثال تاثیر کے لیے مشہور ہے (۴۹) لگ نہ سکے = مقابلہ نہ کر سکے۔

(۵۴) وار پار = دونوں طرف۔ چکوا چکوی = مشہور پرند سرخاب یا چکاوک کا جوڑا، دن بھر تو جوڑا ساتھ رہتا ہے، لیکن رات کو ایک دوسرے سے جدا ہو جاتا ہے۔ (۵۵) تونبی = تونڑی (۵۶) گھٹنی = سرپستان ریزۂ نیلم = نیلے رنگ کے قیمتی پتھر کا ٹکڑا۔ سیام برن = کالا رنگ، بادلوں کا رنگ جو کرشن جی (شیام) سے منسوب ہے۔ (۵۸) سودۂ اختر و دُر = ستاروں اور موتیوں کا سفوف۔ صافی = چھاننے کا کپڑا۔

(۵۹) بدرۂ سربستہ = بند تھیلی۔ بیلاگت = بے وقوفی۔
(۶۰) انگوٹھی کی گھڑی = انگوٹھی کی طرح انگلی میں پہننے کی گھڑی۔
(۶۲) آئینہ ساں = آئینہ کی مانند۔ عکس افگن = عکس ڈالنے والا۔
(۶۳) رومادل = پیٹ پر بالوں کی لکیر۔ (۶۴) فی المثل = مراد مثال کے طور پر۔ تہا امکن = جس قدر ممکن ہو۔ (۶۵) کدام = کدمب، ایک سایہ دار درخت کا نام جس پر کرشن جی گوپیوں کے کپڑے نہاتے میں لے کر چڑھ گئے تھے۔ (۶۶) بندرابن = متھرا کے پاس کا جنگل، کرشن جی کی لیلا بھومی۔ طوبیٰ = جنت کا ایک درخت جس کی ایک ایک شاخ جنتیوں کے مکانوں میں ہوگی اور اس ایک شاخ سے طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں حاصل ہوں گی۔ (۶۷) سقنقور = ریگ ماہی، مچھلی کی قسم کا ایک جانور جو ریگستانوں میں پایا جاتا ہے۔ (۶۹) چندن = صندل۔ (۷۰)

سقنقور کا گوشت کھانے سے قوت مردمی میں اضافہ ہوتا ہے۔
آشوبِ زمن = فتنۂ زمانہ۔ (۷۱) شاخ مرجاں = حجرالبحر یا مونگے کا کا ٹکڑا۔ (۷۴) کجلی بن = جنگل جس میں ہاتھی پائے جاتے ہیں۔ (۷۵) ساقِ سیمیں = چاندی جیسی سفید پنڈلی۔ بلورِ یمن = ملکِ یمن کا شیشہ یا شفاف پتھر جو مشہور تھا۔ (۷۷) فندق پا = دیکھئے سودا کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۳۸ کا حاشیہ۔ (۷۸) گھنگچی = رتّی، سرخ اور سیاہ دانہ۔ چنپا بن = چنپا کا جنگل۔ (۷۹) ابرن = زیور۔

(۸۱) نول بیاہی = نئی بیاہی ہوئی۔ (۸۳) ڈھلے = مائل ہو۔ راجہ نل = مہابھارت کے ایک ضمنی قصے کے مطابق نشادھ دیس کا راجہ جو ودھرب دیس کے راجہ بھیم کی بیٹی دمن یا دمینتی کا عاشق اور شوہر تھا۔ (۸۵) بارہ دری اور انار آتش بازیوں کے نام ہیں۔ (۸۶) توپ ہوائی = تقریب کے موقع پر ہوائیں جو توپ داغی جائے۔ جھاڑ = چھت سے لٹکنے والی شیشے کی سجاوٹ جس میں روشنی کی جاتی ہے۔ (۸۷) ایک ڈال مرصّع کے باسن = ایک ہی طرح کے جڑاؤ برتن۔ (۸۸) بُرج = غبارہ = جس میں چراغ جلاکر اڑاتے ہیں۔ جوگی جے پال = ایک روایتی ساحر۔ (۸۹) گھوڑ بہل = ایک قسم کی رتھ جس کو گھوڑے کھینچتے ہیں۔

(۹۱) طبلے کی برن = طبلہ بجانے کے اصول، مراد طبلے کی آواز (۹۲) مقدم = ورود، قدم رکھنا۔ (۹۳) یمین الدولہ = لفظی معنی قوتِ سلطنت، نواب سعادت علی خاں کا خطاب۔ حاتم = چھٹی صدی کے آخر میں عرب کے قبیلۂ طے کا مشہور سخی۔

جم = جمشید ایران کا ایک مشہور بادشاہ جس کے پاس جام جہاں نما تھا۔ فلاطوں = افلاطون، یونان کا ایک مشہور فلسفی، کنایۃً بڑا عقلمند آدمی۔ (۹۴) ناظم الملک = ملک کا انتظام کرنے والا نواب سعادت علی خاں کا خطاب۔ فتن = فتنہ کی جمع، گڑبڑ۔ (۹۵) نواب سعادت علی خاں نواب آصف الدولہ کے بعد ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء سے ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء تک اودھ کے نواب وزیر تھے۔ انشاء ان کے درباری شاعر تھے۔ اور اسی تعلق کی وجہ سے جارج ثالث بادشاہ انگلستان کی تعریف میں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا ہے اور ان اشعار میں نواب سعادت علی خاں کی تعریف کی ہے۔ (۹۶) مقر و امن = جائے قرار و جائے امن۔ (۹۷) صفدر معرکہ = لڑائی میں صفوں کو پھاڑنے والا۔ منصور = فتح مند۔ غازی = بہادر۔ پُردل = بہادر۔ (۹۸) عدن کا موتی مشہور ہے۔ کوکبِ تابانِ یمن = یمن کا چمکدار ستارہ، سہیل یمن، مشہور ہے کہ جب یہ ستارہ چمکتا ہے تو کیڑے مکوڑے اور ناجائز بچے مرجاتے ہیں۔

(۱۰۰) برہان = دلیل۔ مبارز = فوج میں سے بڑھ کر لڑنے والا۔ (۱۰۱) ہما = ایک خیالی پرندہ جس کی غذا ہڈی ہے اور جس کا سایہ پڑنے سے آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ بہمن = ایران کا ایک بادشاہ جس کا دوسرا نام اردشیر تھا اور جو اسفندیار کا بیٹا تھا۔ (۱۰۲) تگاور = گھوڑا۔ جولان گاہ = گھوڑ دوڑ کا میدان۔ سام = رستم کا دادا، جو خود بھی پہلوان تھا۔ گودرز = ایک ایرانی پہلوان کا نام۔ (۱۰۳) سناں = بھالے کا

تلوار کی نوک — پشن = مشہور ایرانی پہلوان کا نام — (۱۰۴) وغاء
لڑائی — روئیں تن = لغوی معنی پیتل کا جسم رکھنے والا، شاہنامۂ
فردوسی کے ایک پہلوان اسفندیار کا لقب جس کے جسم پر کوئی ہتھیار
اثر نہیں کرتا تھا — (۱۰۵) خاک تودہ = تودہ یا ڈھیر کی مٹی جس
پر تیر اندازی کی مشق کرتے ہیں — غربال = چھلنی — (۱۰۶) دُرِ ناب =
اصلی موتی — طرازِ دامن = دامن کے نقش و نگار یا آرائش —
(۱۰۹) اسرار حضور یعنی نواب سعادت علی خاں کے راز —

(۱۱۰) ہماسایہ = ہما کا مبارک سایہ رکھنے والا، مراد نواب سعادت
علی خاں — (۱۱۵) جھڑ = جھڑی، مسلسل بارش — (۱۱۸) سکندر = مقدونیہ
کا بادشاہ جس کی فتوحات مشہور ہیں — (۱۱۹) امریکہ کی دریافت کی
طرف اشارہ ہے —

(۱۲۰) سرگن برگن = متحیر، حیران — (۱۲۱) ٹیپو سلطان = حیدر علی
خاں کا بیٹا جو باپ کی وفات کے بعد ۱۷۸۲ء میں میسور کا سلطان ہوا۔
اور ۱۷۹۹ء میں انگریزوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارا گیا۔ رجمن = رجمنٹ،
فوج کا دستہ — (۱۲۲) عفاریت = عفریت (معنی دیو) کی جمع —
(۱۲۳) آہرمن = اہرمن، آتش پرستوں کا برائی کا خدا، مراد شیطان۔
(۱۲۴) بھبیکن = راون کے بھائی کا نام — راون = لنکا کا راجہ جس کو
رام چندر جی نے ہنومان جی کی مدد سے شکست دی تھی۔ (۱۲۵)
جدھسٹر = یدھشٹر، مہابھارت کے مطابق چندر بنسی راجہ دھرت راشٹر
کے بیٹے پانڈو کے پانچ بیٹوں (پانڈو) میں سے سب سے بڑے بیٹے کا
نام — جرجودھن = دریودھن، چندر بنسی راجہ دھرت راشٹر کے نابینا

بیٹے دھرت راشٹر کے سو بیٹوں (کورو) میں سے سب سے بڑے بیٹے کا نام ــــ لڑائی میں کورو مارے گئے تھے اور یدھشٹر ہستنا پور کے راجہ ہوئے تھے۔ (۱۲۷) سماک = مچھلی، دیکھیے سوؔدا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱ کا حاشیہ ـــ ڈگن = نبسی جس سے مچھلی پھنساتے ہیں ــــ (۱۲۹) مورچھل = مور کے پروں کا پنکھا ــــ راجہ کرن = ہندو دیو مالا میں ایک راجہ جو سخاوت کے لیے مشہور ہے ــــ

(۱۳۱) ملکِ ارمن = ارمنستان، آرمینیا جواب روس میں ہے۔ (۱۳۲) تختِ کئے = کیانی بادشاہوں کا تخت، کیکاؤس کیخسرو، کیقباد اور کے لہراسپ کا تخت ــــ اقلیم = کرۂ زمین کا ایک حصہ، ملک، سلطنت ــــ (۱۳۴) بدخشاں = ہندوستان اور خراسان کے درمیان ایک ملک کا نام جہاں کے لعل مشہور تھے۔ (۱۳۵) کسریٰ = نوشیرواں، ایران کے ساسانی خاندان کا آخری بادشاہ جس کا انصاف مشہور ہے ــــ (۱۳۶) قدغن = روک، بندش ــــ (۱۳۷) دزدِ حنا = مہندی کا چور، وہ جگہ جو مہندی نہ چڑھنے کی وجہ سے سفید رہ جائے۔ (۱۳۸) زخم میں چور رہ جانا = در پردہ زخم کا باقی رہ جانا، زخم کا پوری طرح اچھا نہ ہونا ــــ (۱۳۹) انجن = کاجل، سرمہ ــــ

(۱۴۳) شیراز وصفاہاں = ایران کے مشہور شہر ــــ (۱۴۴) کرچ = ایک قسم کی لمبی اور پتلی انگریزی تلوار ــــ (۱۴۵) گیو = ایرانی پہلوان گودرز کے بیٹے کا نام ــــ بیژن = گیو کا بیٹا اور رستم کا بھانجہ جسے منیژہ دختر افراسیاب سے عشق کی پاداش میں افراسیاب نے ایک اندھیرے کنوئیں میں قید کرا دیا تھا ــــ (۱۴۶) کورِ نمک = نمک حرام ــــ خداوند خداوندِ = مالک کا

مالک ۔ (۱۴۷) نئی ناگنی اڑتی ہے پھن = نیا دشمن بلا وجہ دشمنی کا سبب پیدا کرتا ہے (۱۴۸) ہفت کشور = دیکھئے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۹ کا حاشیہ ۔ (۱۴۹) جاں کنی = مراد مرجانا۔

(۱۵۰) مو پریشاں = جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں۔ خویش = داماد ۔ (۱۵۲) بوعلی = مشہور حکیم شیخ بوعلی سینا۔ گنگ = گونگا = الکن = توتلا، ہکلا ۔ (۱۵۳) ریاضی، حکمت کی تین قسموں (طبعی، ریاضی اور الٰہی) میں سے ایک قسم جس کے تحت علم ہندسہ، علم حساب، علم نجوم، موسیقی، مناظرہ، مرایا، جبر و مقابلہ اور جر اثقال آتے ہیں۔ نقارۂ الملک ولمن = دیکھئے سودا کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۸۶ کا حاشیہ ۔ (۱۵۴) کودن = کند ذہن ۔ (۱۵۵) تقویم کہن = پرانی جنتری مراد بیکار چیز ۔ (۱۵۶) تحریر مجسطی = مجسطی، علم ہیئت میں یونانی حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب کا نام، بعضوں نے اسے حکیم اقلیدس سے منسوب کیا ہے، خواجہ نصیر الدین طوسی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ جنس = سامان، اشیا ۔ بیٹھن = کپڑا جس میں نئے کپڑے لپیٹ کر رکھتے ہیں ۔ (۱۵۷) انشاءاللہ = اگر خدا نے چاہا، کلمۂ دعا۔ (۱۵۸) مزرع = کھیتی ۔

(۱۶۱) صاحب شرق = مراد سورج ۔ (۱۶۲) نت = ہمیشہ ۔ (۱۶۴) فیروزی = فتح ۔ ملالت = ملال ۔ پیرامن = پیراموں، گرداگرد، اطراف۔ (۱۶۵) کمپنی لنذر کی = مراد ایسٹ انڈیا کمپنی۔

غلام ہمدانی مصحفی

یہ قصیدہ قصائد مصحفی (قلمی)، مملوکۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ سے لیا گیا ہے۔

(۱) سرطاں = علم نجوم کے مطابق آسمان کے بارہ برجوں میں سے چوتھا برج

جو کیکڑے کی شکل کا ہے، برج عقرب اور برج حوت کے ساتھ اس کا شمار بروج آبی میں ہے ۔ نیر اعظم = سورج ۔ فارسی سال شمسی کے چوتھے مہینے تیر میں سورج برج سرطان میں ہوتا ہے، تیر کا مہینہ تقریباً ساون کے مطابق ہوتا ہے ۔ عمل = حکومت، دور دورہ، یعنی جب سے سورج برج سرطان میں داخل ہوا ہے ۔ بقدر خردل = رائی کے دانے کے برابر ۔ (۳) تخم خاک = مٹی کا ڈھیلا، مراد زمین ۔ مدخل = داخلہ، دخل کی جگہ ۔ (۴) جوں = مانند ۔ سرِ گل = چٹیل میدان، صاف میدان ۔ (۵) مینا کاری = مینا کا کام، ایک قسم کی گل کاری ۔ (۷) کوکلا = ایک چڑیا ۔ (۸) انبہ = آم = تو تو = کوئل کی آواز ۔ (۹) ضفدع = مینڈک ۔

(۱۰) چکوے چکوی = سرخاب یا چکاوک کا جوڑا، دو آبی پرندے جو اکثر دریا کے کنارے رہتے ہیں، دن بھر تو ساتھ پھرتے ہیں لیکن رات کو ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور دریا کے الگ الگ کناروں پر بسیرا کرتے ہیں ۔ مفہوم یہ ہے کہ پانی کی طغیانی کی وجہ سے دونوں کے دوبارہ ملنے میں دقت ہوتی ہے اور اس طرح ان کی شب ہجر اور لمبی ہو جاتی ہے طغیانی = زیادتی ۔ (۱۱) تال اور سم = گانے میں ایک انداز کی آوازیں ۔ طاؤسی = مور کے رنگ کی، نیلی ۔ بہر کوہ و کتل = ہر پہاڑ اور ٹیلے پر ۔ (۱۲) دو خوابہ مخمل = مخمل کی وہ قسم جس کے دونوں طرف روئیں ہوتے ہیں ۔ (۱۳) لکۂ ابر = بادل کا ٹکڑا ۔ چھاگل = ایک قسم کی صراحی جس میں مسافر پانی بھر لیتے ہیں ۔ (۱۴) ہم تصاعد = باہم اوپر چڑھنا، بلند ہونا ۔ ہم تقاطر = باہم بوند بوند ٹپکنا، لگا تار ٹپکنا ۔ مسامات = مسم کی جمع انجیچ، باریک سوراخ ۔ (۱۵) رعد = بادل کی گرج، بعض کے

نزدیک اس فرشتے کی آواز جو ابر کو ہانکتا ہے ۔ ہنوننت = ہنومنت، ہنومان
(۱۶) نشترِ تیر = تیر کا نشتر ۔ تیر فارسی سال کے چوتھے مہینے کا نام ہے جو
تقریباً ساون کے مطابق ہے اور برج سرطان کا محکوم ہے، عطارد ستارے
کو بھی تیر کہتے ہیں ۔ اکحل = ایک رگ ۔ اکحل کھولنا = فصد کھولنا،
رگ پر نشتر لگا کر خون نکالنا ۔ (۱۷) خانۂ زنبورِ عسل = شہد کی مکھی کا
چھتا ۔ (۱۸) آئینہ محل = شیش محل ۔

(۲۰) کبھو = کبھی ۔ جھیلا = جھالا، تیز بارش ۔ جھیل جانا = پانی میں
بری طرح بھیگ جانا ۔ (۲۲) کلہ بارانی = بارانی کی ٹوپی، بارانی
اس لبادے کو کہتے ہیں جو بارش سے بچنے کے لیے اوڑھتے ہیں ۔ (۲۴) موم جامہ
موم لگا ہوا کپڑا جس پر پانی کا اثر نہیں ہوتا ۔ پیکاں = تیر کی نوک، تیر ۔
(۲۵) فیل باراں = ہتھیا، برسات کے آخر میں زور و شور کی بارش ۔
(۲۶) سنبل = دریا کا نام، چنبل (؟)، دجلہ = عراق کا ایک دریا، مراد
دریا ۔ چاہِ سیماب = پارے کا ایک کنواں ۔ (۲۹) رَو = پانی کا بہاؤ
یا ریلا ۔ سردل = چوکھٹ کے اوپر کی لکڑی ۔

(۳۰) عارض = رخسار ۔ عارض ہوا = لاحق ہوا ۔ سبل = آنکھ کا
جالا، آنکھ کی ایک بیماری ۔ (۳۱) سیم = چاندی ۔ سیم پگھل = سیم کی پتری
(۳۲) بیمِ گرداب = بھنور کا خطرہ (۳۳) گھڑنا = گھڑنائی یا گھڑنئی، ایک قسم
کی ناؤ جو گھڑوں سے بناتے ہیں ۔ کدو = مراد تونبہ جو کدو کو اندر سے خالی
کر کے بناتے ہیں ۔ منہل = پانی کا چشمہ ۔ (۳۶) بختی = بڑا خراسانی
اونٹ جس کی نسل بادشاہ بخت (بخت نصر) سے منسوب ہے ۔ اس بادشاہ
نے عرب کی اونٹنی اور عجم کے اونٹ سے شتر بختی پیدا کرایا تھا، مراد اونٹ

آسمان کو اونٹ قرار دیا ہے۔ (۳۷) وحل = دلدل، کیچڑ —
(۴۰) تختۂ مشق الف = تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔
(۴۱) سیب نقشی = سیب جس پر شعر وغیرہ نقش کر دیے گیے ہوں۔ (۴۳)
سود = لفظی معنی گھسائی یا رگڑائی، بتوں کا ایک دوسرے سے مس کرنا
یا رگڑ کھانا مراد ہے۔ (۴۴) مصقل = صیقل کرنے کا آلہ۔ (۴۶)
خاک شوئی = چاندی سونا نکالنے کے لیے مٹی کو دھونا۔ معدن سیم =
چاندی کی کان۔ (۴۷) شستہ و رُفتہ = صاف ستھرا — (۴۸)
برسرتل = ٹیلے کے اوپر — (۴۹) بھوڈل = ابرک سے ترکیب دی ہوئی
ایک قسم کی افشاں —
(۵۰) روکش = مقابل، شرمندہ کرنے والا — (۵۱) ارباب طرب =
گانے بجانے والے۔ منگل گانا = خوشی منانا — (۵۲) منحنی خط =
جھکی ہوئی یا باریک لکیر — کنڈل = دائرہ — (۵۳) پکھراج = پیلے رنگ
کا ایک قیمتی پتھر، جس طرح لعل سرخ اور فیروزہ سبز رنگ کا ہوتا ہے۔
(۵۵) دود = دھواں — (۵۶) میل = سلائی — مطربہ = مغنیہ
گانے والی — مکحل = سرمہ دانی — (۵۷) چاشت = دن کا پہلا پہر،
نصف دوپہر — (۵۹) ڈل باڈل = شاہجہاں کے ایک خیمے کا نام، بڑا خیمہ۔
(۶۱) پشت ماہی = اس مچھلی کی پیٹھ جس کے اوپر خیال ہو کہ ایک گائے
کھڑی ہوئی ہے جو زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے — (۶۳)
حشمت = نوکر چاکر — کوتل = گھوڑا، خصوصاً وہ گھوڑا جو امیروں کی
سواری کے ساتھ صرف سجاوٹ کے لیے رہے — (۶۴) پھل جانا =
آبلے پڑ جانا — (۶۵) جنب = پہلو — خاتم = چھٹی صدی کے آخر میں

عرب کے قبیلۂ طے کا ایک شخص جس کی سخاوت مشہور ہے۔ ذٹل = گپ، بیہودہ گفتگو (۶۷) عَدلی = نہایت عادل (۶۸) ترازو ہو جانا = تیر کا نشانے کی پشت سے گزر کر آر پار نکل رہنا، یہاں مراد یہ ہے کہ تیر کمان ہی میں آر پار لٹک کر رہ جائے اور اس سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ (۶۹) خسوف = چاند گہن، چاند کے دھبے کی طرف اشارہ ہے۔ سیم دَغلی = کھوٹی چاندی۔

(۷۰) ہیزم = ایندھن، لکڑی۔ میانِ منقل = انگیٹھی میں۔ (۷۳) غزالہ = ہرن کا بچہ۔ موش = چوہا۔ (۷۴) شاہین = باز۔ صَعوہ = ممولا، ایک چھوٹی چڑیا جس کے پیٹ پر کالی دھاریاں ہوتی ہیں (۷۵) باگ = باگھ، چیتا۔ آنول = آنول نال، نال، ناف کا وہ حصہ جو بچے کی پیدائش ہوتے ہی کاٹ دیا جاتا ہے۔ (۷۸) دم = دھار (۷۹) برزاں = چڑھی ہوئی، لمبی، چڑھنے والی (؟) باڑھ = دھار۔ مثلِ دو خط جدول = جدول کی دو لکیروں کی طرح، جدول یا صفحے کے گرد کے حاشیے میں عموماً دو لکیریں برابر سے بنائی جاتی ہیں۔

(۸۰) سرِ خصم رجز خواں = رجز پڑھنے والے دشمن کا سر، رجز اس فخریہ تقریر کو کہتے تھے جو پہلوان میدانِ جنگ میں کرتے تھے۔ (۸۱) ظلج = قبضہ = دستہ۔ شیرِ ژیاں = غصیلا یا غضبناک شیر۔ (۸۲) کامِ نہنگ = گھڑیال کا تالو یعنی منہ۔ (۸۳) دستگی = وہ تسمہ جو تلوار کے قبضے سے لٹکتا رہتا ہے (۸۴) برش = کاٹ۔ قضا کار = اتفاقاً۔ (۸۶) فغفور = چین کے ایک بادشاہ کا نام، یہ لفظ دراصل بغپور تھا، بغ کے معنی بت اور پور کے معنی بیٹے کے ہیں۔ چونکہ اس بادشاہ کے والدین نے اس کو بت کی نذر کر دیا تھا اس لیے یہ نام پڑا۔ فغفور چین کے قدیم بادشاہوں کا خطاب بھی تھا۔

طغان = اولادِ افراسیاب میں ایک مشہور بادشاہ۔ طغرل = سلجوقی خاندان کا ایک مشہور بادشاہ۔ (۸۸) مطبخ = باورچی خانہ۔ مرجل = تانبے کی بڑی دیگ۔ (۸۹) خرجِ بصل = پیاز کا خرچ۔

(۹۰) نطع = چمڑے کا بچھونا یا فرش، مراد دسترخوان۔ خاصہ = کھانا۔ علل = علّت (بمعنی بیماری) کی جمع۔ (۹۲) بارھا = بارہ سنگھا (۹۳) کلاں گیر = بڑا شکار کرنے والا۔ تسقلی = کسی پرندے کا نام (؟) (۹۴) سیمرغ = ایک بڑا خیالی پرندہ جسے بعض لوگ عنقا بھی قرار دیتے ہیں۔ ہوا سیر، فلک فرسا = مراد تیز پرواز اور بلند پرواز۔ زرغل = نکمّی چیز۔ (۹۵) حلل = حلّہ (بمعنی جامہ) کی جمع۔ (۹۶) مخاطب = مراد ممدوح۔ (۹۷) دنگل = مراد مجمع، اسباب رونق۔ (۹۸) دوئی = دو ہونا، خصوصاً تصورِ خدا میں کسی کی شرکت۔ (۹۹) شرف گاہ = بزرگی کی جگہ، کسی سیارے کے اپنے اصلی برج میں آنے کو اس کا شرف کہتے ہیں، آفتاب کا برج حمل میں آنا اس کا شرف ہے۔ عماری = ہودج جس میں ہاتھی کے اوپر بیٹھتے ہیں۔

(۱۰۱) بت = ہمیشہ۔ (۱۰۲) پوست = کھال۔ شحنہ = کوتوال، دل کو کوتوال قرار دیا ہے۔ بصل = پیاز۔ (۱۰۳) تہمتن = رستم کا لقب۔ لعل خاں کے لکڑے سے جکڑا جانا = مجرم ہو کر کاٹھ میں پاؤں ٹھونکا جانا۔ لعل خاں کا لکڑا ایک قسم کا بھاری شہتیر ہوتا تھا جس کے دو ٹکڑوں میں مجرم کا پاؤں جکڑ کر قفل لگا دیتے تھے تاکہ وہ بھاگ نہ سکے کہتے ہیں کہ اسے لعل خاں نامی ایک شخص نے ایجاد کیا تھا۔ اینڈل = اینڈنے والا، اکڑ دکھانے والا۔ (۱۰۵) مکافات = بدی کا بدلہ، سزا۔

کونجل = کومل، سپندھ، نقب — (۱۰۶) امرائی = امیری — قیصر = بادشاہ روم کا لقب — تنکلا = مانند، مثل — نرسل = نرکل، سرکنڈا، درخت جس سے بانسری بنتی ہے — محل = جگہ — (۱۰۹) صنوبر = سرو ناز کا درخت جس میں پھل نہیں ہوتا۔

(۱۱۰) موشگافی = بال کی کھال نکالنا — عقدۂ لاینحل = نہ کھلنے والی گرہ، مراد نہ حل ہونے والی مشکل — (۱۱۱) دست و بغل = مراد برابر سے، ساتھ ساتھ — (۱۱۲) خصم = دشمن — چغل = چلم کا گٹک یا کنکر جس کے اوپر تمباکو رکھا جاتا ہے — (۱۱۳) کیش = مسلک، مشرب — (۱۱۴) علی الرغم = برخلاف، برعکس — طعم = ذائقہ، مزہ — حنظل = ایک کڑوا پھل، اندرائن — (۱۱۵) اطلس سبز = سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا — فراش = فرش بچھانے والا — (۱۱۶) اٹل = اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والا — عرصۂ یک گام = ایک قدم کا فاصلہ — دوسرا مصرع = ابتدا سے انتہا تک دنیا کی وسعت کا فاصلہ یا میدان۔

(۱۲۰) چھلاوا = ایک خیالی مخلوق جو آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ (۱۲۳) کاوا = گھوڑے کا دائروں میں ٹہلنا — (۱۲۴) سپہر اول = پہلا آسمان — (۱۲۵) یمن = برکت — چہرہ نویس = حلیہ لکھنے والا — رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا — ارجل = سفید پاؤں کا گھوڑا جو منحوس سمجھا جاتا ہے — (۱۲۶) اشہل = بھیڑ کی سی آنکھوں والا، بلیش چشم — (۱۲۷) سپند = کالا دانہ جو دفع بلا کے لیے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (۱۲۸) پرنالی = گھوڑے کے دونوں کفل یا سرین کے درمیان جو نالی سی پڑنے لگتی ہے — (۱۲۹) ڈل بادل = نواب آصف الدولہ کے ایک

ہاتھی کا نام تھا۔

(۱۳۰) ہیکل = گلے میں پہننے کا ایک زیور۔ (۱۳۱) رہوار = راہ چلنے والا۔ اچل = نہ چلنے والا۔ (۱۳۲) نخوردہ = نہ کھایا ہوا۔ (۱۳۳) جبال = جبل (یعنی پہاڑ) کی جمع۔ (۱۳۴) رقیق = پتلا، نرم۔ بیضۂ فولاد = لوہے کا انڈا۔ (۱۳۵) عظم = بزرگی۔ (۱۳۷) خیطِ اسود = کالا ڈورا مراد رات کا اندھیرا۔ خیطِ ابیض سفید ڈورا مراد صبح کا اجالا۔ مثل = مثال۔

(۱۳۸) استادے = چوب خیمہ، ستون۔

(۱۴۱) پُرگردۂ میزان = ترازو کے بھرے ہوئے پلڑے۔ میزان ترازو کی شکل کے ایک برج کا نام بھی ہے۔ (۱۴۲) تیشۂ کوہ کن = مشہور روایتی عاشق فرہاد کا تیشہ جس سے اس نے اپنی محبوبہ شیریں کو حاصل کرنے کے لیے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی تھی۔ (۱۴۳) مائل و دل = تھوڑی بات جس کا مطلب بہت ہو۔ (۱۴۶) پدید = ظاہر، نمودار۔ جدول = ہرا دنہر۔ (۱۴۷) زہرہ = ایک ستارہ جو تیسرے آسمان پر ہے، لولئ فلک، رقاصۂ فلک غنیاگری = گانا، بجانا۔ سندل = ڈھول، پکھاوج۔ (۱۵۰) نکو خواہ = بھلائی چاہنے والا۔

شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی

قصیدہ ۱

یہ قصیدہ منلیہ تاجدار اکبر شاہ ثانی کے بیٹے مرزا محمد ابوظفر کے غسل صحت کی تہنیت میں لکھا گیا ہے۔ مرزا محمد ابوظفر جو ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ کے خطاب سے دہلی کے تخت پر بیٹھے اس وقت ولی عہد تھے۔

موضوع کی مناسبت سے اس قصیدے میں طبّی اصطلاحات اور معلومات سے خصوصی طور پر کام لیا گیا ہے۔

(۱) معتدل = مزاج میں اعتدال یا برابری رکھنے والا یعنی جس میں نہ زیادتی ہو نہ کمی، اعتدال والا، موافق۔ صاحب صحت = تندرست آدمی۔ (۲) دم بھرنا = دعویٰ کرنا۔ مسیحائی = مسیحا کا وصف، زندگی عطا کرنا، مسیحا حضرت عیسیٰ کا لقب ہے جو مردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ دارالشفا = شفا خانہ۔ (۳) شاخِ شکستہ = ٹوٹی ہوئی شاخ۔ مومیا = ایک دوا جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ جاتی ہے۔ (۴) سودا = اخلاطِ اربعہ یعنی چار خلطوں میں سے ایک خلط جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے، دیگر خلط خون، صفرا اور بلغم ہیں جن کا ذکر آگے کے شعروں میں آیا ہے۔ انسان انھیں چار خلطوں سے بنا ہے اور ان میں کمی بیشی ہونے سے صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ احتراق = جلنا، مزاج میں حدت کی وجہ سے خلط کا جوش کھانا۔ سیاہ رنگ کے خلط سودا کی حدّت اس حد تک ختم ہو گئی ہے کہ لالے کا پھول بغیر سیاہ داغ کے بڑھنے لگا ہے۔ (۵) بیدِ مجنوں = بید کے درخت کی ایک قسم جس کی شاخیں نازک اور پتے باریک ہوتے ہیں اور دیکھنے میں دیوانوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ (۶) برگِ حنا = مہندی کی پتی۔ (۷) صفرا = ایک خلط جس کا رنگ زرد ہوتا ہے اور جس سے آدمی پیلا پڑ جاتا ہے۔ زرد چشم = جس کی آنکھیں پیلی ہوں، کہربا کے پیلے رنگ کی طرف اشارہ ہے۔ کہربا = ایک زرد مہرہ۔ (۸) مزاجِ بلغمی = مزاج جس میں بلغمی خلط زیادہ ہو۔ بلغم = ایک خلط

ہے جسکا رنگ سفید ہوتا ہے ۔ تولیدِ خوں = خون کا پیدا ہونا ۔ چاندنی
کا پھول سفید ہوتا ہے ۔ ارغوانی = سرخ ۔ (۹) نے = کلمہ نفی،
نہیں، نہ ۔ سمیت = زہریلا پن ۔ تریاک = زہرمہرہ، زہر کی دوا ۔
(۱۰) جدوار = نربسی، زہر کا اثر زائل کرنے والی ایک بوٹی ۔ زقوم =
تھوہڑ، ایک کانٹے دار زہریلا درخت ۔ حنظل = اندرائن، ایک بہت کڑوا
پھل ۔ (۱۱) نیش = ڈنک ۔ نوش = امرت، تریاق، شہد ۔ دنبالۂ زنبور =
بھڑ کی دم جس میں ڈنک ہوتا ہے ۔ کام = تالو ۔ افعی = سانپ ۔ مہرہ =
مراد زہرمہرہ، زہر کی دوا ۔ آبلہ = مراد زہر کی تھیلی ۔ (۱۲) دَور دُورہ =
دور دورہ، حکومت ۔ دورانِ سر = سر کا گھومنا، چکر ۔ آسیا = چکی ۔
(۱۳) موتیا بند = آنکھ کی ایک بیماری جس سے بینائی جاتی رہتی ہے ۔
صدف = سیپی ۔ اہلِ صفا = صاف باطن، پاک ضمیر ۔ (۱۴) زبانِ خامہ =
قلم کی زبان ۔ (۱۵) ہُوَالشّافی = وہ (اللہ) شفا دینے والا ہے، یہ عربی
فقرہ اطبا نسخے پر تبرکاً لکھتے ہیں ۔ (۱۶) شتاب = جلد ۔ بدرالدجا =
بدرالدجیٰ، مراد چودھویں کا چاند ۔ دُجیٰ کے لفظی معنی ہیں رات کا اندھیرا ۔
نیا چاند چودہ دن کے بجائے ایک ہی رات میں ماہِ کامل بن جائے ۔
(۱۸) صبحِ صادق = حقیقی صبح، نور کا تڑکا جس کے بعد آفتاب نکلتا ہے ۔
صادق = درست ۔ اشتہا = بھوک ۔ (۱۹) قرص = ٹکیا ۔
(۲۰) ٹونگنا = آہستہ آہستہ کھانا، ایک ایک دانہ کھانا ۔ اصلا =
ہرگز ۔ (۲۱) تفتیح = کھولنا، ہاضمے کی ایک علامت ۔ نوبت = حالت ۔
نوبت خانہ = نقارخانہ ۔ کرنا = ایک باجا جسے منہ سے پھونک کر بجاتے
ہیں، تُرہی ۔ (۲۲) کوس = نقارہ ۔ نفخ = پیٹ کا پھولنا ۔

امتلا = جی متلانا، بدہضمی کی ایک کیفیت ۔ (۲۳) جید الکیموس = وہ غذا جو جلد ہضم ہو کر جزوِ بدن بن جائے۔ (۲۴) ساتوں اقلیمیں = سات ولایتیں، دیکھئے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۹۴ کا حاشیہ۔ خطِ استوا = مشرق سے مغرب تک وہ فرضی خط جو زمین کو دو برابر حصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔ دنیا کے لوگوں کا مزاج اب اعتدال سے اس قدر قریب ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساتوں اقلیمیں خطِ استوا پر آگئی ہیں۔ (۲۶) [illegible] پہ نقش و نگار ہوتے ہیں اور نقش تعویذ کو بھی کہتے ہیں۔ قمری کی گردن میں گنڈا یعنی حلقہ ہوتا ہے۔ اور گنڈا اس ڈورے کو بھی کہتے ہیں جس میں کوئی منتر یا عمل پڑھ پڑھ کر گرہ دیتے جاتے ہیں اور دفعِ بیماری کے لیے بچوں کے گلے میں پہناتے ہیں۔ (۲۸) نوید = خوش خبری۔ (۲۹) اقویا = قوی کی جمع، طاقت ور۔

(۳۰) تقویت = قوت۔ مقوی = قوت دینے والا۔ اوراقِ طلا = سونے کے ورق۔ (۳۱) شادی = خوشی۔ تہنیت خوانی = مبارکباد پڑھنا۔ سرگرم = مشغول۔ مدحت سرا = مدح کرنے والا۔ (۳۲) بلبلِ تصویر = تصویر کا بلبل، مراد بلبل کی تصویر۔ (۳۳) سعادت انتما = نیکی یا نیک بختی کو بڑھانے والا۔ زاغ = کوّا۔ زغن = چیل۔ بیضہ = انڈا۔ ہما = ایک پرندہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ جس شخص پر اس کا سایہ پڑ جاتا ہے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ (۳۴) ماء الحیات = آبِ حیات۔ چوں = مانند۔ سیماب کشتہ = مرا ہوا پارہ، پھونکا ہوا یا خاکستر کیا ہوا پارہ جس کا اپنی اصلی بیقرار حالت میں واپس آنا یا زندہ ہونا ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ (۳۵) چشمۂ آبِ بقا = چشمۂ حیوان

آب حیات کا سوتہ — قطرہ افشانی = بوندوں کا بکھرنا یا گرنا — دُرِ خوش
آب = چمکدار موتی — قوت فزا = قوت کو بڑھانے والا — (۳۷) یاقوتی =
ایک نہایت مقوی معجون جس کا سب سے بڑا حصہ یاقوت ہوتا ہے — (۳۸)
گردِ کلفت = رنج کی دھول، رنج — (۳۹) عدو = دشمن — شقاوت =
بدبختی، سنگ دلی — برنگ سنگِ پا = جھانویں کی طرح —

(۴۰) خوردۂ گل = گلاب کا زیرہ جو سونے کی طرح ہوتا ہے —
دُرِ بے بہا = انمول موتی — (۴۱) عشرت سرا = خوشی کا گھر — (۴۲)
تارِ شمع = شمع کا دھاگا، مراد لو — تارِ سازِ مطرب = گویے کے باجے
کا تار — (۴۳) قلقل = صراحی یا بوتل سے شراب انڈیلنے کی آواز —
(۴۴) فانوسِ خیالی = وہ قندیل جس میں تصویریں ہوتی ہیں اور جو ہوا
سے گردش کرتی ہیں — حلقۂ رقاصگاں = ناچنے والوں کا حلقہ، مراد
ناچ یا ناچ کی محفل — (۴۵) آشیانہ = گھونسلا، یہاں قبلہ نما کی
ڈبیا مراد ہے — طائرِ قبلہ نما = قبلہ نما کی سوئی — قبلہ نما = آلہ جس سے
قبلے کی سمت معلوم ہوتی ہے — (۴۶) پتلیوں کا رقص ہے یعنی آنکھ کی
پتلیاں ناچ رہی ہیں، پتلیوں کے رقص میں کٹھ پتلی کے ناچ یا تماشے کی
بھی رعایت ہے — (۴۷) گل کاری = پھول بنانا — ثریا و سہا =
ستاروں کے نام، ثریا یا پروین سات باہم متصل ستاروں کا جھمکا ہے اور
سہا ایک بہت چھوٹا ستارہ ہے — (۴۸) صنع = کاریگری —
سنگِ پارس = پارس پتھر جس کے چھونے سے چیزیں سونا بن جاتی
ہیں — (۴۹) گلریز = پھلجھڑی — گل ہائے طلا = سونے کے پھول —
(۵۰) گنج = آتش بازی کا مجموعہ — ستاروں = ستارہ کی جمع،

ایک آتشبازی جس کے گنج چھڑائے جاتے ہیں۔ خندۂ دنداں نما = ایسی ہنسی جس میں دانت نظر آئیں۔ (۵۱) مہتاب = ایک آتشبازی۔ ہم تاب = مقابل۔ غازہ = ابٹن، پوڈر۔ مہ لقا = چاند سی صورت والا۔ (۵۲) برج = ایک آتشبازی، غبارہ۔ دوسرے مصرعے میں برج سے آسمان کے بارہ برج مراد ہیں، برج حمل، برج میزان، برج عقرب وغیرہ۔ (۵۳) جشن جمشیدی = ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا جشن، جشن نوروز جس کی ابتدا جمشید سے منسوب ہے۔ (۵۴) دوسرے ذوق کے معنی ہیں شوق یا خوشی۔ (۵۵) شافی مطلق = قطعی شفا دینے والا، مراد خدا۔

قصیدہ ۲

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر اکبر شاہ ثانی کے بیٹے اور دہلی کے آخری تاجدار تھے۔ ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۷ء میں بادشاہ ہوئے۔ بغاوت کے الزام میں ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے قید کر کے رنگون بھیج دیا اور وہیں ۱۸۶۲ء میں وفات پائی۔

(۲) تصور اور تصدیق علم منطق کی اصطلاحیں ہیں۔ علم منطق کے مطابق ذہن قوت مدرکہ ہے اور قوت مدرکہ جس چیز کو ادراک کرتی ہے اس کو علم کہتے ہیں۔ علم کی دو قسمیں ہیں، ایک تصور اور دوسری تصدیق، دو چیزوں کی باہمی نسبت "حکم" کہلاتی ہے۔ جب کسی چیز کی صورت حکم یعنی نسبت کے بغیر ذہن میں آتی ہے تو اس کو تصور کہتے ہیں اور جب حکم کے ساتھ ذہن میں آتی ہے تو اس کو تصدیق کہتے ہیں، مثلاً زید کہیں تو محض زید کی صورت ذہن میں آئے گی جو تصور ہوگا لیکن اگر زید نویسندہ ہے کہیں تو زید اور نویسندگی

میں نسبت پیدا ہو جائے گی اور یہ تصدیق یعنی تصور با حکم ہو گا۔ تصدیق صفت: تصدیق کا وصف رکھنے والا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم و عمل میں ایسی مطابقت تھی کہ جس چیز کا میں خیال و تصور کرتا تھا اس کی عملی مثال یا شکل میرے سامنے آکھڑی ہوتی تھی۔ (۳) علم حصولی = وہ علم جس کی صورت یا مفہوم ذہن میں ہو یا جو فقط ذہن میں ہو۔ علم حضوری = وہ علم جس کی صورت سامنے ہو۔ حصول = مراد حاصل کرنا۔ (۴) نظری۔ وہ مسئلہ جس کے ماننے میں فکر یا دلیل کی ضرورت ہو۔ بدیہی = جس کے ماننے میں فکر یا دلیل کی حاجت نہ ہو۔ (۵) شکل = اصطلاح منطق، وہ صورت جو دلائل و قیاسات کی یکجائی سے پیدا ہو۔ نتیجہ = حاصل شکل یا حاصل دلائل و قیاسات۔ شکل خطا = وہ شکل جس میں غلطی ہو، مغالطہ۔ عصمت = پاک دامانی، مراد پرہیز۔ (۶) صور = صورت کی جمع۔ (۷) درس و تدریس = سبق پڑھانا۔ (۸) صرف = قواعد زبان کی ایک شاخ جس کا تعلق الفاظ سے ہے، الفاظ کا علم۔ نحو = قواعد زبان کی ایک شاخ جس کا تعلق جملوں سے ہے، جملوں کا علم۔ ہر نحو = مراد ہر طرح سے۔ (۹) تفوق = بلندی۔ ناطقہ = قوت گویائی، مراد گفتگو۔ تحت حکمت ہو = یعنی علم حکمت علم منطق کے تحت ہو، حالانکہ فی الحقیقت علم منطق علم حکمت کے تحت ہے۔

(۱۰) معانی = علم معانی، وہ علم جس سے کلام کو مقتضائے حال و مقام کے مطابق کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ بیان = علم بیان، ان قواعد کا علم جن سے ایک معنی کو کئی طریقوں سے ادا کر سکیں۔ نجوم = جوتش، ستاروں سے پیشین گوئی کرنے کا علم۔ ہیئت = اجرام فلکی، زمین کی

گردش اور کشش وغیرہ کا علم جو علوم ریاضی میں سے ہے۔ (۱۱) فرائض = تقسیم میراث کے علم کا نام، فریضہ کی جمع، فرمودہ خدا یعنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اصول = فقہ کے چار مسائل کا علم جو کتاب (قرآن) سنت (حدیث) اجماع الامت اور قیاس ہیں۔ کتاب = مراد قرآن مجید۔ سنت = پیغمبر اسلام صلعم کے عمل۔ (۱۲) علم الٰہی = ثبوت ذات الٰہی کا علم، فلسفہ الٰہیات۔ رسا = پہنچنے والا۔ طبیعی = علم طبیعی یا طبیعات، علم حکمت کی ایک شاخ جو عناصر اور اجسام کی ماہیت و تغیر وغیرہ سے متعلق ہے۔ جودت = گھوڑے کی تیز رفتاری، مراد تیزی۔ (۱۳) متکلم = صاحب علم کلام، علم منقول کو دلائل عقلی سے ثابت کرنے کا عالم یا احکام شرع کو عقل سے ثابت کرنے والا۔ پاس ملت = مذہب کی پاسداری۔ قِدم = قدیم ہونا، کہنگی، ہمیشگی۔ بجہات = دلائل سے، جہات جمع ہے جہت کی جس کے معنی دلیل اور سمت کے ہیں۔ کبھی دلائل سے یہ ثابت کرتا تھا کہ آسمان ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ بسماء انشقت = قرآن مجید کے سورۂ انشقاق کے ابتدائی الفاظ "اذا السماء انشقت" کی طرف اشارہ ہے۔ لفظی معنی جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے"، کبھی اس ارشاد الٰہی کے مطابق یہ دلیل لاتا تھا کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اس لیے اس کا وجود باطل ہے۔ (۱۵) تناسخ = روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں آنا، دوبارہ جنم لینا۔ حجت = دلیل، بحث۔ (۱۶) حشر اجساد = جسموں کا اٹھنا یا زندہ ہونا جو قیامت سے متعلق ہے۔ عالم برزخ = موت سے قیامت تک کا درمیانی زمانہ۔ (۱۷) عرصۂ تدویر فلک۔ آسمان کی گردش کا میدان یا فاصلہ۔ (۱۸) مثبت = ثابت کیا ہوا۔ (۱۹) اعراض = عرض کی جمع، وہ چیز جو قائم بالذات نہ ہو۔ بخلاف جوہر جو قائم بالذات ہوتا

ہے۔ معلول = علت کیا ہوا، مسبب، علت یا سبب کا نتیجہ۔ فی الحقیقت جوہر ہی اعراض قائم ہوتے ہیں اور علت سے معلول ثابت کرتے ہیں لیکن شاعر اپنی قوت استدلال سے الٹا کر دکھاتا ہے۔

(۲۰) منقول = نقل کیا ہوا، مراد علم منقول۔ معقول = جس کو عقل قبول کرے، مراد علم معقول۔ نقد یا علم حدیث علم منقول ہے اور حکمت علم معقول۔ (۲۱) تفسیر = قرآن مجید کی تشریح کا علم۔ قرأت = حروف کو ان کے مخرج سے ادا کرنا، قرآن مجید کو لحن سے پڑھنے کا علم۔ (۲۲) مجسطی = علم ہیئت میں یونانی حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب جس میں دلائل اور اصول اشکال ہندسہ کے بیان کیے گئے ہیں۔ بعضوں نے اسے حکیم اقلیدس سے منسوب کیا ہے۔ حواشی = حاشیہ کی جمع، حاشیے پر لکھے ہوئے معنی یا شرح۔ اشارات = علم حکمت میں شیخ بو علی سینا کی ایک مشہور کتاب کا نام۔ شفا = علم معقول یعنی منطق و حکمت وغیرہ میں شیخ بو علی سینا کی مشہور ترین کتاب کا نام۔ (۲۳) قانون = علم طب میں شیخ بو علی سینا کی ایک مشہور کتاب کا نام۔ قاموس = مجد الدین بن یعقوب فیروز آبادی کا مرتب کیا ہوا عربی لغت۔ (۲۴) لون = رنگ۔ بینندہ = دیکھنے والا۔ صحیح = تندرست۔ دانندہ = جاننے والا۔ (۲۶) مشائی = حکما کا ایک گروہ جو اشیا کی حقیقتوں کی دریافت دلیلوں سے کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے پاس جا کر حالات معلوم کرتے تھے۔ اشراقی = حکما کا ایک گروہ جو حقائق کا علم روشنی باطن اور مکاشفہ و مراقبہ کے ذریعے سے حاصل کرتا تھا۔ بخلاف مشائین کے ان حکما کو ملاقات باہمی کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ (۲۷) نفی = مراد انکار۔ سوفسطائی =

حکما کا گروہ جس کے خیالات کی بنیاد وہم پر ہے۔ معتزلی = کنارہ کرنے والی جماعت، علما کا وہ فرقہ جو دیدارِ خدا کا قائل نہیں ہے۔ باعثِ تردید = خدا کے دیدار کے عقیدے کو رد کرنے کا سبب۔ (۲۸) جبری و مجبور = انسان کو مجبور ماننے والا ——— قدری و مختار = انسان کو اپنے کاموں میں مختار ماننے والا۔ (۲۹) ملاحدہ = ملحد یعنی کافر کی جمع۔ کلامِ الحاد = کفر کی گفتگو۔ وجودی = خدا کو مجسم ماننے والا فرقہ۔ بیانِ وحدت = خدا کے ایک ہونے کا ذکر، توحید کا بیان۔ شہودی = خدا کو ہر جگہ موجود جاننے والا۔

(۳۰) مہندس = علم ہندسہ کا عالم۔ علم ہندسہ = ریاضی علموں میں سے ایک علم، جیومیٹری۔ مالوف = لفظی معنی جس سے محبت کی جائے، عادی، مراد رغبت رکھنے والا۔ شکل = علم ہندسہ یا اقلیدس میں شکل وہ ہے جو ایک حد یا کئی حدوں میں محدود ہو، مثلث اور دائرہ وغیرہ۔ مقدار = جبر و مقابلہ کی اصطلاح میں تعداد یا رقم مثلاً مقدارِ مثبت، مقدارِ منفی۔ محاسب = علم حساب کا عالم۔ قسمت = تقسیم۔ (۳۱) جفّار = علم جفر کا عالم، علم جفر حروف پر مبنی علم غیب ہے، ابجد کے اٹھائیس حروف کی تکسیر یعنی ایک قسم کی تعویذ نویسی کی ایک پوری کتاب ہوتی ہے جس کو کتاب جامع جفر، تکسیر اعظم، اسم کبیر، جفر جامع، عقل فعال، لوح محفوظ یا مصحف قمری وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ کتاب اٹھائیس جز کی ہے، ہر جز اٹھائیس صفحے کا ہے، ہر صفحے میں اٹھائیس خانے ہیں اور ہر خانے میں چار حرف لکھے جاتے ہیں جن میں سے پہلا حرف خانہ کی، دوسرا حرف سطر کی، تیسرا حرف صفحے کی اور چوتھا حرف جز کی علامت ہوتا ہے، مخصوص قاعدوں

کے مطابق الفعیس حروف کے اشاروں سے احوالِ خیر و شر معلوم کرتے ہیں۔ رمّال = علمِ رمل کا جاننے والا' رمل لفظوں کے حساب پر منحصر علمِ غیب ہے' اس علم کی ترتیب چار نقطوں پر ہے جن کو ناری' ہوائی' مائی (آبی) اور خاکی کہتے ہیں' ان چار نقطوں میں چہار در چہار کی ضرب سے سولہ شکلیں حاصل ہوتی ہیں جن کی تغیرات اور خانوں کے منسوبات وغیرہ سے احوالِ غیب کا پتہ لگاتے ہیں۔ (۳۲) خانۂ کیسہ = رمل کے سولہ خانوں میں سے دوسرا خانہ جو مال و معاش وغیرہ سے منسوب ہے۔ خارج = الگ، باہر۔ شکل داخل = رمل کی سولہ شکلوں میں سے وہ شکل جس کی ابتدا میں زوج (دو نقطے) ہو اور آخر میں فرد (ایک نقطہ) ہو۔ شکل خارج = جس شکل کی ابتدا میں فرد ہو اور آخر میں زوج ہو۔ بیتِ غربت = زائچۂ رمل کا نواں خانہ جو علم اور سفر وغیرہ سے متعلق ہے ۔۔۔۔ خانۂ کیسہ سے شکل داخل کا خارج ہونا علامت ہے روپیہ یا روزگار نہ ملنے کی اور شکل خارج کے بیتِ غربت میں داخل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر درپیش ہوگا' یعنی آمدنی نہ ہوگی اور سفر کرنا پڑے گا۔ (۳۳) قِراں = دو ستاروں کی یکجائی جو علمِ نجوم کے مطابق بڑی سعد یا مبارک ہوتی ہے۔ چاند اور زہرہ کا ایک برج میں جمع ہونا قرانِ اصغر ہے۔ مریخ اور زحل منحوس ستارے ہیں۔ رجعت = ستارے کی الٹی چال۔ (۳۴) افسوں = منتر' جن وغیرہ کو قابو میں کرنے کا عمل۔ عزیمت = سحر' جادو' موکلوں کو طلب کرنے کا عمل۔ طلسم = تصویر وغیرہ کے ذریعے سے منتر' عمل کی تاثیر کے لیے کبھی زکوٰۃ یا خیرات اور کبھی دعوت تجویز کی جاتی ہے۔ (۳۵) علمِ قیافہ = چہرہ دیکھ کر کسی کی سیرت معلوم کرنے کا علم ۔۔۔۔ (۳۶)

سرودی = فقرا کی ایک مشق جس میں سانس بند کر لیتے ہیں ــــ
ضبطِ نفس = سانس روک لینا ــ (۳۷) سیمیا = اشیائے موہوم
کی شعبدہ بازی کا علم ــ کیمیا = معمولی دھاتوں کو سونا چاندی بنانے
کی ایک روایتی صنعت ــ زر کشِ گنجِ دولت = دولت کے خزانے سے
سونا چاندی حاصل کرنے والا، دولت کا خزانہ بنانے والا ــ (۳۸)
شیخ شیوخ = شیخوں کا شیخ، بڑا بزرگ ــ شیخ رئیس = بڑا شیخ، شیخ الرئیس
مشہور حکیم شیخ بو علی سینا کا لقب ہے ــ صافی طینت = پاک سرشت =
(۳۹) فرائض = فرض کی جمع، وہ عبادت جو فرض ہے ــ نوافل =
نفل کی جمع، وہ عبادت جو واجب نہیں ہے ــ والا رتبت = عالی رتبہ ــ
(۴۰) بارہ مقام = ایرانی فنِ موسیقی کے مطابق بارہ راگ جو آسمان
کے بارہ برجوں کی رعایت سے مقرر کیے گئے ہیں، ان کے نام رہاوی،
حسینی، راست، حجاز، بزرگ، کوچک، عراق، صفاہاں، نوا، عشاق،
زنگلہ اور بوسلیک ہیں ــ چاروں مت = ہندوستانی روایات کے
مطابق موسیقی کے چار اہم مذہب یا اسکول، شمیر مت، بھرت مت، ہنومان
مت، اور کلنا تھ مت ــ اہلِ ہند کے اعتقاد میں سنگیت یعنی موسیقی
برہما کے بیٹے نارد کا بنایا ہوا ہے، اس میں یکے بعد دیگرے سیسر یا مہادیو
شیو، بھرت، ہنومان اور کلناتھ نے تصرفات کیے ہیں، ان میں سے
ہر ایک کے تصرف کو ایک الگ مت کی حیثیت دی گئی ہے ــ (۴۱)
غرّا = شان والا ــ (۴۲) عروضی = علمِ عروض یعنی وزن، قافیہ اور
ردیف کے علم کا جاننے والا ــ (۴۳) زبور = آسمانی کتاب جو
حضرت داؤد پر نازل ہوئی ــ توریت = صحیفۂ آسمانی جو حضرت

موسیٰ پر نازل ہوا۔ مصحف = کتاب، مراد قرآن مجید۔ آیت = آسمانی کتاب کا جملہ۔ (۴۴) زردشتی = مذہب زردشت یا زرتشت کا ماننے والا، آتش پرست۔ موبد = آتش پرستوں کا پیشوا۔ ژند و پاژند = آتش پرستوں کی مذہبی کتابیں۔ تبعیت = پیروی، اتباع۔ (۴۵) شاستر، بید اور پران = ہندوؤں کی مقدس کتابیں۔ کھنڈت = گڑبڑ، خلل۔ (۴۶) معمّا = بات کو ایسے الفاظ میں کہنا کہ بظاہر وہ معنی نہ پیدا ہوتے ہوں۔ لغز = چیستاں، پہیلی۔ اخبار = خبر کی جمع، اصطلاحاً احادیث نبوی کا علم۔ صاحب خبرت = علم رکھنے والا ذی ہوش۔ (۴۷) اَلعلمُ حجابُ الاکبر = علم بڑا پردہ ہے، صوفیوں کا قول، علوم ظاہری حقائق باطنی کے سمجھنے میں حائل ہوتے ہیں یا جتنا علم زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی ادراکِ حقائق مشکل ہوتا ہے۔ بُلہ = ابلہ بمعنی نادان کی جمع، وہ لوگ جو دنیاوی امور میں کم عقل ہیں، اشارہ ہے اَہلُ الجنّۃِ بُلہٌ (حدیث) کی طرف یعنی جنت والے نادان ہیں۔ (۵۱) ہیکلِ روم = روم کے ایک بت خانے کا نام۔ بت خانہ چین = قدیم زمانے میں چین کا ایک بت خانہ۔ (۵۳) احسنت = کلمہ تعریف، مرحبا۔ (۵۴) صاحب جوہر = مراد صاحب کمال، صلاحیت رکھنے والا۔ جوہر فرد = جوہر لایتجزیٰ، وہ جوہر جو تقسیم نہ ہو سکے، مراد یکتائے کمال۔ بے قسمت = بے تقدیر، جو تقسیم نہ ہو سکے، دوسرے معنی کی مناسبت جوہر فرد کے اصطلاحی مفہوم سے ہے۔ (۵۵) مقولہ = قول، اصطلاح منطق۔ کیف = منطق کے مقولات عشر میں سے ایک مقولہ جو اعراض میں سے ہے، دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ا کے شعر نمبر ۱۳ کا حاشیہ

کیفیت = لطف، مزہ ۔ کیف اور کیفیت کی لفظی مناسبت ظاہر ہے ۔
(۵۶) قاضی چرخ = مشتری، برجیس، فلک کا ستارہ ہے ۔ دہقان فلک = ستارۂ زحل، کیوان ۔ نکبت = نحواری، نحوست ۔ (۵۷) خفیف = ہلکا، مراد شرمندہ ۔ جر اثقال = بھاری چیزوں کے کھینچنے اور اٹھانے کے قاعدوں کا علم ۔ (۵۸) برگشتگی بخت = بد قسمتی ۔ نظری و عملی = حکمت کی دو قسمیں، حکمت نظری کو حکمت علمی بھی کہتے ہیں، اس کا تعلق تصور حقائق موجودات سے ہے ۔ اس کے برخلاف حکمت عملی کا تعلق حرکات و صناعات کی مشق و مزاولت سے ہے ۔ (۵۹) سحبان = سحبان وائل، عرب کا ایک فصیح و بلیغ شخص جس کے باپ کا نام وائل تھا ۔ لکنت، ہکلا ہٹ ۔

(۶۰) ریاضی = حساب ۔ صناع = بڑا کاری گر، مراد ماہر ۔
(۶۱) بیر = کنواں ۔ منار = مینار ۔ مبادی بیر و منار = کنویں اور مینار کی تعمیر کا علم ۔ (۶۲) تقویم = جنتری ۔ اصطرلاب = اجرام فلکی کو ناپنے کا آلہ ۔ (۶۳) پور سینا = سینا کا بیٹا، ابن سینا، حکیم بو علی سینا جس کے باپ کا نام سینا تھا ۔ (۶۴) بالخاصہ = خاصے میں ۔ خاصہ = وہ صفت جو کسی دوا کے ساتھ خاص ہو ۔ کیفیت = وہ وصف جو کسی دوا میں خاص نہ ہو بلکہ وقتی طور پر حاصل ہو جائے ۔ مرض کی بدلتی ہوئی علامتوں میں بعض دوائیں نئی تاثیر حاصل کر لیتی ہیں ۔ (۶۵) نیرنج = جادو ۔ نخل نارنج = نارنگی کا درخت ۔ (۶۶) سبق آموز ملائک = فرشتوں کو سبق پڑھانے والا، معلم الملکوت، شیطان ۔ مستوجب = لائق، سزاوار ۔ رجم = سنگساری ۔
(۶۷) مسجود ملائک = جس کو فرشتے سجدہ کریں ۔ ظلوم و جہول =

تاریکی اور جہل والا، بڑا ظالم اور نادان، مراد انسان، قرآن کریم کے سورۂ احزاب میں بار امانت اٹھانے کے سلسلے میں انسان کے لیے انّہٗ کان ظلومًا جہولًا آیا ہے جس کا ترجمہ ہے "کچھ شک نہیں کہ بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی نادان تھا"۔ ضعیف الخلقت = کمزور پیدائش والا، ضعیف البنیان

(۶۸) سجادہ نشین = مسند فقر یا کسی بزرگ کی گدی پر بیٹھنے والا۔ خرقِ عادت = خلافِ عادت بات، کرامت — (۶۹) شیخ علیہ الرحمۃ نہ کہے = مرنے کے بعد کوئی تعظیم نہ کرے۔ علیہ الرحمۃ = اس پر اللہ کی رحمت ہو، کلمۂ تعظیم جو مرحوم بزرگوں کے نام کے ساتھ لگاتے ہیں۔

(۷۰) مقالات = مقالت اور مقالہ کی جمع، گفتگو، باتیں۔ قصص مصنوعہ = فرضی قصے۔ (۷۱) نوید بہجت = خوش خبری — (۷۳) دمِ تکبیر = نماز سے قبل تکبیر یا اللہ اکبر پڑھتے وقت — قد قامت = قد قامت الصّلوٰۃ = (کھڑی ہو چکی نماز) جو نماز شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں — (۷۴) چشم وحشی = وحشت زدہ آنکھ جس کو قرار نہ ہو — نشہ ہرن ہونا = نشہ اتر جانا۔ (۷۵) درپے = لاگو، پیچھے پڑنے والا۔ زلف واژوں = الٹی زلف، مراد بکھرے ہوئے بال۔ تبّت = (عربی) ہلاک ہو۔ بکھری ہوئی قاتل زلف کے لیے یہ مضمون پیدا کیا ہے کہ جیسے سرنگوں تبّت لکھا ہوا ہو یعنی زلف ہلاکت کی متقاضی تھی تبّت کو اگر سرنگوں لکھا جائے تو یہ لفظ بکھری ہوئی زلف سے مشابہ ہوگا —

(۷۶) بینی = ناک — موجۂ دود لطیف = پاکیزہ دھوئیں کی لہر — (۷۷) دستِ بیداد = ظلم کا ہاتھ — یکدست = بالکل — (۷۸) چاہ بابل = بابل کا کنواں جو آگ اور دھوئیں سے بھرا ہوا ہے اور جس میں عذاب خداوندی میں مبتلا دو فرشتے ہاروت اور ماروت الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک لٹکے رہیں گے

خدا نے ان فرشتوں کو شہر بابل میں امتحان کے لیے اتارا تھا۔ لیکن یہ طوائف زہرہ کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ زہرہ فرشتوں سے اسم اعظم سیکھ کر تیسرے آسمان پر چلی گئی اور ستارۂ زہرہ بن گئی۔ فرشتے اسم اعظم بھول گئے اور چاہ بابل کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ ذقن = ٹھوڑی۔ ٹھوڑی کے گڑھے کو چاہ بابل سے استعارہ کیا ہے۔ ہاروت صفت = ہاروت کی طرح (۷۹) لعل شیریں = مراد ہونٹ۔ عناب = سرخ اور میٹھا پھل جو اطبا نسخوں میں دیتے ہیں۔

(۸۰) خوگر = عادی۔ نہ شرم کے وقت وہ مسکراتی تھی اور نہ بے پروائی سے نگاہ ڈالتی تھی یعنی شرم و تغافل کا مکمل نمونہ تھی۔ (۸۱) معنیٔ معدوم = وہ معنی جن کا وجود نہ ہو، عدم یا نیستی کے معنی۔ عقدۂ موہوم = وہ گرہ جو وہم پر مبنی ہو، خیالی گرہ۔ شاعرانہ تصور کے مطابق معشوق کے کمر اور دہن نہیں ہوتا۔ یعنی اس کی کمر کی جنبش سے کمر معدوم اور لبوں کی حرکت سے دہن موہوم کا پتہ چلتا تھا۔ (۸۳) حمرت = سرخی۔ (۸۴) لب پان خوردہ = پان کھائے ہوئے ہونٹ، سرخ ہونٹ۔ اس کے سرخ ہونٹوں کی شوخی کے لیے حضرت عیسیٰ پر بھی خون کا الزام لگا دینا ایک معمولی بات تھی۔ (۸۵) نازک اندام = نازک بدن۔ سوا = زیادہ۔ ثم قست = یہ عربی فقرہ قرآن مجید کے سورۂ بقر کی ایک آیت سے ماخوذ ہے، آیت کی ابتدا ثم قست قلوبکم سے ہوئی ہے جس کا ترجمہ ہے "پھر سخت ہو گئے دل تمھارے" اس میں بنی اسرائیل کی انتہائی سنگدلی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۸۶) سیلی = بالوں کی لکیر۔ جبد پس پشت = پیٹھ پر پڑی ہوئی چوٹی۔ الف = حرف الف، الف کی طرح سیدھا خط جو فقرا ناک سے لے کر سر کے بالوں تک کھینچ لیتے

ہے — (۸۸) تبختر = غرور — بل بے = واہ واہ، شاباش — (۸۹)
طناز = شوخ، ناز کرنے والا، اٹھلا کر چلنے والا — سحر = جادو — چشمک =
آنکھ جھپکانا — ایما = اشارہ — کرشمہ = ناز —
(۹۱) بالیں = سرہانا — لا تنم قم = مت سو اٹھ کھڑا ہو — (۹۲) شور
بختی = مراد بدقسمتی — نمک افشاں = نمک چھڑکنے والا، شور بختی کی رعایت
سے استعمال کیا ہے — کیونکہ شور کے لفظی معنی کھاری کے ہیں اور نمک سے شراب
سرکہ بن جاتی تھی — (۹۳) شیشۂ ساعت = ریت گھڑی، دیکھئے سودا کے
قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۱۰۵ کا حاشیہ — (۹۵) شعلۂ جوالہ = چکر آتا یا ناچتا ہوا
شعلہ — کمند وحدت = کشتی رسی جیسے درویش و صوفی مراقبے کے وقت زانو پر
لپیٹ لیتے ہیں — (۹۶) حرکت سے برکت ہے = یعنی کچھ کرنے سے بہتری
ہوتی ہے — (۹۷) یخناک = سرد، افسردہ — (۹۸) بانو = خاتون، بیگم
(۹۹) ادہم لیلی = رات کا مشکی گھوڑا مراد رات — سر برصدہ = صبح کے اوپر — برگشتہ عناں =
لگام پھیرا ہوا یعنی میدان سے بھاگ رہا ہے — اشہب یوم = دن کا سفید
گھوڑا، مراد دن — سوئے ساحت = میدان کی طرف —
(۱۰۰) نوری = سفید طوطی — فلق = صبح کی سفیدی — بال کشا = بازو کھولنے
والا، مصروف پرواز — غراب = کوا — صبح کی سفیدی کو سفید طوطی سے اور رات
کی تاریکی کو کوے سے استعارہ کیا ہے — (۱۰۱) چرخ مینائی = مینا یا شیشہ
کی طرح کا آسمان، سبز آسمان — (۱۰۲) عطر فشاں = خوشبو بکھیرنے والی۔
نزہت = پاکیزگی — (۱۰۳) زہے = واہ واہ، کلمۂ تعریف — (۱۰۵) مشقی =
کاغذ یا تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں — سیہ نامہ = اعمال نامہ — (۱۰۶)
زہد فروش = پرہیزگاری کو بیچنے والا — آگ پھانکنا = بدگوئی کرنا، نقصان

دہ بات کرنا، بادۂ نو یعنی نئی شراب کی رعایت سے آگ بھانکنا کہا ہے۔ کیونکہ شراب کو آگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ (۱۰۷) قل ہوا = فاتحہ ہوا، مراد خاتمہ ہوا۔ قلیا تمام ہوئی = فاتحہ ہو گیا، مراد قصہ ختم ہوا۔ (۱۰۸) طرب ساز = خوشی سے موافقت کرنے والا، خوشی پیدا کرنے والا۔ کھرج = موسیقی کا پہلا سُر، ہلکا سُر۔ دھیوت = موسیقی کا چھٹا سُر، اونچا سُر۔ (۱۰۹) نغمہ برلب = گاتا ہوا۔ مطرب پسر = گوئیے کا بیٹا، مراد معشوق۔ مغبچہ = آتش پرست کا بیٹا، مراد ساقی یا معشوق۔ مہ طلعت = چاند سا چہرہ رکھنے والا۔

(۱۱۰) رام کلی، للت = صبح کی راگنیوں کے نام۔ (۱۱۱) مے گوں = شراب کے رنگ کا، سرخ۔ (۱۱۲) خلوت = تنہائی، مراد خلوت خانہ۔ (۱۱۳) خروس = مرغ، کہتے ہیں کہ عرش پر ایک مرغ ہے جس کے بانگ دینے سے زمین کے مرغ بھی بانگ دیتے ہیں۔ آوازۂ کوس رحلت = کوچ کے نقارے کی آواز۔ (۱۱۴) مرغان اولی اجنحہ = بڑے پروں یا بازوؤں والے مرغ، مراد فرشتے۔ نغمہ طراز = نغمہ گانے والا۔ (۱۱۶) ناقوس = سنکھ۔ (۱۱۷) صبوحی = صبح کی شراب۔ سبو = شراب رکھنے کا برتن۔ (۱۱۸) گھڑیال = گھنٹہ۔

(۱۲۰) طوبیٰ لک = تیرے لیے خوشی ہو۔ شاہد طوبیٰ قامت = جنت کے درخت طوبیٰ کی طرح قد رکھنے والا معشوق۔ (۱۲۲) تہنیت = مبارکباد۔ صبح دولت = دولت کی صبح یعنی دولت۔ (۱۲۳) کسریٰ انصاف = جس کا انصاف مشہور انصاف پسند بادشاہ کسریٰ کی طرح ہو، کسریٰ ایران کے ساسانی خاندان کا آخری بادشاہ تھا جس کو نوشیروان عادل بھی

کہتے ہیں۔ خسرو، جم اور دارا بھی ایران کے مشہور بادشاہوں کے نام ہیں۔
داور = انصاف کرنے والا، مراد حاکم۔ وہ بادشاہ جس کے خادم جمشید کی طرح
ہیں اور وہ حاکم جو دارا کا دبدبہ رکھتا ہے۔ (۱۲۴) قامع = توڑنے والا۔
ماحی = محو کرنے والا، مٹانے والا۔ (۱۲۵) کرے سلب = مٹا دے۔
گر ترک ہو ستر عورت = یعنی اگر مجذوب حالتِ جذب میں برہنہ ہو جائے۔
(۱۲۶) وصّاف = وصف کرنے والا، تعریف کرنے والا۔ صفاتِ نیکو =
اچھی صفتیں۔ (۱۲۸) سایۂ ربّ العزّت = اس خدا کا سایہ جو عزت والا ہے۔
اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَت = تمام کی اوپر تمھارے نعمت، یہ عربی نقرہ قرآنِ مجید کے
سورۂ مائدہ کی ایک آیت سے ماخوذ ہے، آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے:
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ
دِیْنًا = آج کے دن ہم نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت
پوری کر دی اور اسلام کو دین کی حیثیت سے ہم نے تمھارے لیے پسند کر لیا۔
(۱۲۹) دیوانِ عدالت = کچہری۔ محلِ عبرت = عبرت کا موقع، محل کے
معنی عمارت کے بھی ہیں جس کی مناسبت دیوانِ عدالت سے ہے۔
(۱۳۰) امنیّت = امن، عافیت۔ (۱۳۱) بار = رسائی، پہنچ۔
بغیر نشاط = سوا خوشی کے۔ (۱۳۲) برجیس = مشتری، ستارۂ علم۔
ہم زانو = ساتھ بیٹھنے والا۔ حجلہ = دلھن کا چھپرکھٹ۔ ناہید = زہرہ،
رقّاصِ فلک۔ (۱۳۳) نو بردہ = نیا غلام۔ قدیم الخدمت = پرانا
خدمت کرنے والا۔ (۱۳۴) کیسہ = تھیلی۔ صرف = خرچ۔ طاقہ =
تھان۔ اطلس = ایک ریشمی کپڑا۔ خلعت = وہ پوشاک جو انعام
واکرام کے طور پر دی جائے۔ (۱۳۶) سدرہ = جنت کا ایک درخت۔

ریاض = باغ ۔ (۱۳۷) افضال = فضل کرنا ۔ برہانِ کرم = کرم کی دلیل ۔ اکرام = کرم کرنا ۔ (۱۳۸) حضور و غیبت = مراد حاضر و غیر حاضر ۔ (۱۳۹) صافی = صاف ۔ پردہ در = پردہ چاک کرنے والا، راز فاش کرنے والا ۔ موشگافی = بال کی کھال نکالنا، مراد باریک بینی ۔ کوہ شگافِ دقت = مراد باریکی یا مشکل کو چیرنے والی یا حل کرنے والی ۔

(۱۴۰) حلم = بردباری ۔ (۱۴۱) فرہنگ = عقل، بزرگی ۔ (۱۴۲) دعوتِ صدق = سچائی کی ترغیب ۔ بیعت = مرید ہونا، کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا پیشوا بنانا ۔ (۱۴۴) عترت = اولاد ۔ (۱۴۵) چمنِ قدس = پاکی کا چمن، عالمِ بالا، جنت ۔ ذاتِ قدسی = پاک ذات ۔ قبائے عفت = پاک دامنی کی پوشاک یعنی تیری ذات پاک ہو جو پرہیزگاری کی قبا ہے اس کی خوشبو عالمِ بالا میں فرشتوں کی روح کی قوت ہو ۔ (۱۴۶) ولی نعمت = سرپرست ۔ نطق = قوتِ گویائی، مراد گفتگو ۔ حنظل = اندرائن، ایک کڑوا پھل ۔ (۱۴۸) عقربِ جرارہ = بچھو کی ایک قسم، یہ بچھو زمین پر دم گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اور جس کو ڈنک مارتا ہے اس کے ہر بن مو سے خون جاری ہو جاتا ہے ۔ بچھو کے چلنے میں ایک طرح کی شان ٹپکتی ہے ۔ خلش گر = کھٹکنے والا ۔ یعنی تیری شان شوکت کا رشک تیرے حاسد کے دل میں جرارہ بچھو کی شان کی طرح کھٹکتا رہے ۔ (۱۴۹) روشِ شیشہ = شیشے کی طرح ۔ البرز = ایران کے شمال میں ایک مشہور بلند پہاڑ کا نام ۔

(۱۵۰) کشف دار = کچھوے کی طرح ۔ (۱۵۱) کشتیٔ نوح = حضرت نوح کے زمانے میں عذابِ الٰہی کے طور پر جو طوفان آیا تھا اس میں حضرت

حضرت نوح کی کشتی اور اس پر سوار ہونے والے ہی محفوظ رہ سکے تھے۔
اعدا = عدو بمعنی دشمن کی جمع ۔ گرداب صفت = بھنور کی طرح ۔ (۱۵۲)
برش = کاٹ ۔ ہیولیٰ = کسی چیز کی ہیئت اصلی ۔ مفارق = جدا ۔
(۱۵۳) حرز = پناہ، حفاظت، تعویذ ۔ تعویذ = قبر کا نشان ۔ (۱۵۴)
آسیا دار = چکی کی طرح ۔ توسن = چنچل اور چلبلا گھوڑا ۔ کاوا =
گھوڑے کا دائرے میں ٹہلنا ۔ پھرت = پھرنا ۔ (۱۵۵) جبل پیکر =
پہاڑ کی طرح جسم رکھنے والا ۔ گردوں رفعت = آسمان کی طرح بلند ۔
(۱۵۶) خرطوم = سونڈ ۔ طرّہ = چوٹی ۔ دندان صفا = صاف یا سفید
دانت ۔ ساعد = کلائی ۔ سلمیٰ = عرب کی ایک مشہور حسین عورت کا نام ۔
(۱۵۷) تپ لرزہ = جوڑی بخار ۔ سرعت = تیزی ۔ (۱۵۸) شربت خضر =
مراد آب حیات ۔ سمیّت = زہریلا پن ۔ (۱۵۹) موقوف = بند ۔
عدل کے لفظ کو نقطہ نہ دینے کو رشوت کا بند ہونا متصور کیا ہے، گویا
نقطہ دینا رشوت ہوتی ہے ۔
(۱۶۰) سرِ داغِ دلِ شمع = شمع کے دل کے داغ کے اوپر یعنی
داغ سے مشابہ شمع کی بتی کے اوپر ۔ (۱۶۱) گنجشک = ایک چھوٹی چڑیا ۔
(۱۶۲) کشتہ = بھسم کیا ہوا، پھونکا ہوا ۔ مہوس = کیمیا گر ۔ دیت =
خون بہا، وہ رقم جو قاتل کی جان بخشی کے عوض میں مقتول کے وارثین
کو دی جائے ۔ (۱۶۳) صفا ذہن = صاف ذہن رکھنے والا ۔
سراپا صفوت = سر سے پاؤں تک پاکیزگی ۔ (۱۶۴) فرد = حساب
کا کاغذ، ورق ۔ حوائج = حاجت کی جمع، ضروریات ۔ (۱۶۵)
خلائق = خلیقہ (بمعنی مخلوق) کی جمع ۔ عارف = صاحب معرفت، خدا

پہچاننے والا — (۱۶۶) نافہ = ہرن کی ناف کی پوٹلی جس میں مشک ہوتا ہے — تبت کا مشک مشہور ہے — (۱۶۷) منتہی = انتہا کو پہنچنے والا، ختم —

قصیدہ نمبر ۳

(۱) زہے = واہ واہ، کلمۂ تعریف — تحریر نغمہ = مراد راگ کی آواز — صریر = وہ آواز جو قلم سے لکھتے وقت نکلتی ہے — (۲) نفس سانس — خوش تر از بم و زیر = نغمے کے اتار چڑھاؤ سے زیادہ اچھا — (۳) کلید = کنجی — خاطر دل گیر = مغموم دل — (۴) وا = کشادہ، کھلا ہوا — (۵) انبساط = خوشی — تصویر کے بلبل کی چونچ کا غنچہ کھل جائے یعنی بلبل تصویر بھی چہچہانے لگے، بلبل تصویر کی منقار (چونچ) کو غنچے سے استعارہ کیا ہے — (۶) قفس میں بیضے کے = انڈے کو پنجرہ قرار دیا ہے — نغمہ سنجی = چہچہانا — صفیر = پرندے کی آواز — نالہ کا استعمال قفس کی رعایت سے کیا ہے — مرغ چمن نالہ و فریاد سے صفیر بن جائے یعنی چہچہانے لگے — مفہوم شعر یہ ہے کہ نغمہ سنجی کا شوق اتنا بڑھا ہوا ہے کہ تعجب نہیں، کہ پرندہ پیدائش سے قبل انڈے ہی میں چہچہانے لگے — (۷) ہمسر سنبل = سنبل کی برابری کرنے والا — سنبل = ایک بیلدار گھاس، بال چھڑ — موج نقش حصیر = چٹائی کے نشان کی لہر یعنی وہ نشان جو چٹائی بچھانے سے زمین پر پڑ جاتے ہیں — (۸) شرارہ = چنگاری، پتھر کے اندر چنگاریاں ہوتی ہیں — تخم نشاں = بیج بکھیرنے والا — برنگ شعیر = جو کے پودے کی طرح — (۹) سبحۂ تزویر = مکر و فریب کی تسبیح —

(۱۱) خواب مخمل = مخمل کا رواں، مخمل کی نرمی اور نفاست کا خواب سے

استعارہ بھی کرتے ہیں مراد بہت نرم — حریر = ایک نرم ریشمی کپڑا — (۱۲) طراوت = تازگی — دودِ گلخن = بھٹی کا دھواں — مثل ابرِ مطیر = برستے ہوئے بادل کی طرح — (۱۳) سنگ یدہ = پارسیوں کے اعتقاد میں ایک پتھر جسے کو آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کرنے سے بارش ہونے لگتی ہے — (۱۵) گہرِ شب چراغ = رات میں چراغ کی طرح چمکنے والا موتی — (۱۶) شکر خندہ = شیریں مسکراہٹ، کنایۃً طلوعِ صبح — بہم آمیختہ = ایک دوسرے میں ملا ہوا — (۱۷) سوادِ مشکِ ختن = ختن کے مشک کی سیاہی — ختن = وسطی ایشیا کا ایک خطہ جہاں کا مشک مشہور ہے — آہو گیر ہونا = غیب نکالنا — (۱۸) گُل مشبّو = ایک پھول جو رات کو کھلتا ہے — گل گیر = شمع کا گل یا جلی ہوئی بتی کاٹنے کی قینچی — (۱۹) چراغ کی بتی سے چنگاریوں کے بکھرنے کو چراغ کا ہنسنا کہتے ہیں —

(۲۰) صبوحی کش = صبح کی شراب پینے والا — بایں درازیٔ ریش = داڑھی کی اس لمبائی کے ساتھ، اشارہ ہے کرنوں کی طرف — ساغر گیر = ساغر پکڑنے والا، مراد جس کے ہاتھ میں جام ہو — (۲۱) تاک = انگور کی بیل — چنار = ایک بڑا درخت جس کے پتّے انسان کے پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ معشوق کے مہندی لگے ہوئے ہاتھ کو اس کے پتّے سے تشبیہ دیتے ہیں — بید انجیر = ارنڈ کا درخت — تاک اور بید انجیر کے پتّے بھی پنجے سے مشابہ ہوتے ہیں — (۲۲) سبزال = سبز کی جمع، سانولی رنگت والے، مراد معشوقان — (۲۳) قدیر = قدرت والا — (۲۴) سمیع = سننے والا — بصیر = دیکھنے والا — سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفات بھی ہیں اور ان کا تعلق علی الترتیب گُل اور نرگس سے ہے — کیونکہ گلاب کا

پھول کان سے اور نرگس کا پھول آنکھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مظہر = صورت اظہار یا جائے اظہار ۔ لطیف و خبیر = پاکیزہ اور خبر دینے والا جو خدا کی صفات بھی ہیں، لطیف کی مناسبت نکہت گل سے اور خبیر کی نسیم سے ہے، نکہت گل لطیف ہوتی ہے اور نسیم دور تک پھیلتی ہے۔ (۲۵) عطر آگیں = عطر سے بھرا ہوا، معطّر ۔ قرص = ٹکیا - عنبر = ایک خوشبودار مادّہ ۔ عبیر = ایک خوشبودار مرکّب سفوف ۔ (۲۶) حمل = پہلا برج آسمانی جو مینڈھے کی شکل کا ہے - حوت = بارھواں برج آسمانی جو مچھلی کی شکل کا ہے۔ حمل سے حوت تلک = یعنی سارے آسمان پر ۔ (۲۷) جہاتِ ستّہ = چھ سمتیں، شش جہت، مشرق، مغرب، شمال، جنوب، تحت و فوق، مراد تمام کائنات ۔ وسعت خواہ = وسعت چاہنے والا ۔ جمّ غفیر = بڑی بھیڑ ۔ (۲۸) مہ صیام = رمضان کا چاند۔ ماہ رمضان میں عیش و عشرت ممنوع ہے اور رمضان کا چاند دیکھ کر تلوار کا دیکھنا مبارک سمجھا جاتا ہے۔ (۲۹) شمس بازغہ = شمس البازغہ علم حکمت میں ملّا محمود جونپوری کی ایک عربی کتاب ۔ بدر منیر = میر حسن کی مثنوی سحرالبیان یا بے نظیر و بدر منیر۔

(۳۰) صغریٰ = اصطلاح منطق یعنی شکل کا پہلا قضیہ ۔ کبریٰ = شکل کا دوسرا قضیہ مثلاً "سقراط ایک انسان ہے، تمام انسان فانی ہیں، پس سقراط فانی ہے" میں پہلا جملہ صغریٰ، دوسرا کبریٰ اور تیسرا نتیجہ ہے۔ پیالہ چھوٹا اور سبو بڑا ہوتا ہے جس کی مناسبت صغریٰ اور کبریٰ کے لفظی معنی سے بھی ہے۔ صغیر و کبیر = چھوٹے بڑے (۳۱) لائے مے = شراب کی تلچھٹ ۔ دیوار قہقہہ = ایک روایتی دیوار جس پر چڑھنے سے

ہنسی آتی تھی اور آدمی ہنستے ہنستے مرجاتا تھا۔ بعض اسے سکندر ذوالقرنین
کی بنوائی ہوئی دیوار "سدِّ سکندری" اور بعض دیوارِ چین قرار دیتے ہیں۔
(۳۳) نبضِ صحیح = تندرست آدمی کی نبض۔ موجِ چشمۂ تصویر = چشمۂ آب کی تصویر
کی لہر یعنی وہ لہر جو چشمۂ آب کی تصویر میں بنی ہو۔ (۳۴) یمن = برکت۔
علاج پذیر = علاج قبول کرنے والا، اچھا ہونے والا۔ (۳۵) چوبِ گل =
پھول کی چھڑی۔ بیدِ مجنوں = بید کے درخت کی ایک قسم جس کی شاخیں ناز
اور پتّے باریک ہوتے ہیں اور دیکھنے میں دیوانوں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔
(۳۷) میل کحلِ بصارت = بینائی کے سرمے کی سلائی۔ کلک = قلم۔
خطِ غبار = خط کی ایک قسم جس میں حروف غبار کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔
بصیر = بینا، دیکھنے والا۔ (۳۸) فواق = ہچکی۔ زحیر = پیچش۔ (۳۹)
رطوبت = نمی۔ تبخیر = حرارت۔
(۴۰) تلخیٔ دارو = دوا کی کڑواہٹ۔ (۴۲) مومیائی = ہڈی جوڑنے
کی دوا۔ (۴۳) موئے کاسۂ چینی = چینی کے پیالے کا بال، باریک خط جو
چینی کے پیالے کے چٹک جانے سے پڑجاتا ہے۔ موئے خمیر = خمیری آٹے
کا بال، خمیری آٹا بہت نرم ہوتا ہے اس لیے اس میں بال پڑجائے تو آسانی
سے نکل جاتا ہے۔ (۴۴) مفسداں = مفسد بمعنی فسادی کی جمع۔
ناخنِ شمشیر = تلوار کی دھار۔ (۴۵) نقش = ایک قسم کا تعویذ۔
صاحبِ تکسیر = مراد اثر کا مالک۔ تکسیر = تعویذ نویسوں کی اصطلاح
میں کسی اسم کے عدد کو تعویذ کے خانوں میں اس طرح لکھنا کہ جس طرف سے
گنا جائے شمار برابر آئے۔ اس قاعدے سے لکھا ہوا تعویذ یقینی تاثیر کا
مالک خیال کیا جاتا ہے۔ (۴۶) اسمِ عزیمت = کلمۂ جادو، منتر کا فقرہ۔

اسم اعظم = فقرہ جس سے مطلوبہ مقصد حاصل ہو، قرآن کریم میں پوشیدہ وہ کلمہ جس کی برکت سے ہر دعا قبول ہو سکتی ہے۔ نسخۂ اکسیر = کیمیا کا نسخہ، نسخہ جس کی تاثیر یقینی ہو۔ (۴۸) اعجاز عیسوی تاثیر = وہ معجزہ جس میں حضرت عیسیٰ کے معجزے کی تاثیر ہو۔ (۴۹) کرامتوں سے بھرپور نہ کہ غمرے۔ (۵۱) شہانِ سلف = گزشتہ بادشاہ۔ مسخر = تسخیر کیا ہوا۔ (۵۲) گنج خطیر = بڑا خزانہ۔ (۵۴) روزِ بہ = اچھا دن۔ (۵۶) سرِ ہر صدی = ہر صدی کی ابتدا میں۔ (۵۸) ہلالِ بست و نہم = انتیسویں تاریخ کا چاند جو بہت باریک ہوتا ہے۔

(۶۰) رائے منیر = رائے روشن۔ عقولِ عشرہ = حکما کی اصطلاح میں دس فرشتے جنھوں نے حکم خدا سے کائنات کو پیدا کیا، خیال ہے کہ خدا نے سب سے پہلے عقل اول (جبرئیل) کو پیدا کیا۔ اس فرشتے نے دوسرا فرشتہ اور پہلا آسمان خلق کیا، اسی طرح دس فرشتے اور نو آسمان وجود میں آئے اور آخری فرشتے نے یہ دنیا تخلیق کی۔ عشر عشیر = دسواں حصہ۔ (۶۱) تابع = اطاعت کرنے والا۔ امر = حکم۔ شاوِرْ فی الامر = مشورہ کرو کام میں، قرآن کریم کے سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں رسول خدا صلعم سے ارشاد الٰہی ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی ان کو شریک مشورہ کر لیا کرو۔ عقل کل = عقل اول، مراد جبرئیل۔ مشیر = مشورہ دینے والا۔ (۶۲) قلیل و کثیر = کم اور زیادہ، مراد سب کے سب۔ (۶۳) سہو = بھول۔ تقصیر = قصور۔ (۶۴) ضمیر = مراد دل؛ دوسرے ضمیر کے معنی قائم مقام اسم کے ہیں۔ صفائی کی ضمیر کا مرجع تیرا ضمیر ہے یعنی تو پاک ضمیر ہے۔ (۶۵) سیئہ = برائی۔ حسنات = حسنہ کی

جمع، نیکیاں۔ اصحاب کہف = صاحبانِ غار، اصحاب الرقیم، وہ سات دیندار آدمی جو خدائی کے دعویدار ایک بادشاہ دقیانوس کے خوف سے ایک غار میں مع ایک کتے کے جس کا نام قطمیر ہے چھپ کر سو گئے۔ کہتے ہیں کہ تین سو برس کے بعد یہ اصحاب بیدار ہوئے تھے لیکن پھر سو گئے اور قیامت تک سوتے رہیں گے۔ ممدوح کی نیکیوں کو اصحاب کہف اور برائی کو قطمیر سے استعارہ کیا گیا ہے۔ (۶۶) سلب کرنا = مٹانا۔ حادث = نئی پیدا کی ہوئی چیز، ہستی، مخلوق جس کے لیے تغیر لازمی ہے۔ اعتدال پذیر = اعتدال یا توازن قبول کرنے والا۔ (۶۸) آتش گیر = دست پناہ، چمٹا جس سے آگ پکڑتے ہیں۔ (۶۹) نسق = انتظام۔

(۷۱) تکفیر = کفر کا فتویٰ دینا۔ (۷۲) سیہ مست = بدمست۔ احتساب = نگرانی، ممنوع باتوں سے روکنا۔ تعزیر = سزا۔ (۷۳) رسن = رسّی۔ مدام = ہمیشہ۔ از پے تشہیر = مراد رسوائی کے لیے۔ (۷۴) آتش دم = آگ کی سی دھار رکھنے والی۔ نار سعیر = مراد دوزخ کی آگ۔ سعیر = دوزخ کا چوتھا طبقہ۔ (۷۵) خدنگ = مراد تیر، دراصل اس درخت کی لکڑی جس سے تیر بناتے ہیں۔ حسود = حاسد کی جمع تفنگ = بندوق۔ نخچیر = شکار۔ (۷۶) نہیب = خوف، ڈراونی آواز، مراد نعرہ۔ شکل فلس ماہی = مچھلی کے سفنے کی طرح۔ حلقۂ جوہر = وہ سبز حلقے جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں۔ (۷۸) خامۂ طغرا نگار = خط طغرا لکھنے والا قلم۔ خط طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ خط۔ روش خط منحنی = ٹیڑھی لکیر کی طرح۔ (۷۹) اشکال ہندسی = علم ہندسہ کی شکلیں۔ اقلیدس = علم ہندسہ اور ریاضی کا

ایک مشہور عالم جواسی نام کی ایک مشہور کتاب کا مصنف ہے۔ علم ہندسہ کو بھی اقلیدس کہتے ہیں۔

(۸۰) ابن مقلہ = ایک مشہور خوش نویس کا نام۔ (۸۲) عطارد = ایک ستارہ جس کو دبیر فلک یا منشیٔ فلک کہتے ہیں۔ ناک میں تیر دے = مراد ذلیل کرے۔ (۸۳) سمند = گھوڑا۔ زرقا = عرب کی ایک تیز نگاہ عورت جو ایک دن کے سفر کے فاصلے تک دیکھ سکتی تھی۔ (۸۴) عرصہ گاہ = میدان۔ مسیر = سیر کرنے کی جگہ۔ (۸۵) حکایت شیریں وکوہکن = شیریں و فرہاد کا قصہ جس کے مطابق فرہاد نے اپنی محبوبہ شیریں کو حاصل کرنے کے لیے تیشے سے پہاڑ کاٹا تھا اور دودھ کی نہر نکالی تھی۔ (۸۶) کجک = آنکس، لوہے کا نوکدار آلہ جس سے ہاتھی کو ہانکتے ہیں۔ جوئے شیر = دودھ کی نہر۔ (۸۷) خط شعاع = ایک قسم کا خط، کرنوں سے استعارہ ہے۔ (۸۸) والا گہر = اعلیٰ نسل یا خاندان والا۔ سراج = چراغ۔ (۸۹) خدیو مہر کلہ = سورج جیسی ٹوپی والا بادشاہ۔ سپہر سریر = آسمان جیسا بلند تخت والا۔

(۹۰) جہاں مسخّر = دنیا کو تسخیر کرنے والا۔ عالم مطیع = دنیا کو مطیع بنانے والا۔ خلق مطاع = دنیا کا اطاعت کیا ہوا۔ فلک مؤیّد = آسمان جس کی تائید کرے۔ اختر معین = ستارہ جس کی مدد کرے یعنی خوش قسمت۔ بخت نصیر = قسمت جس کی مددگار ہو۔ (۹۱) بوٹی = پودا۔ اکسیر = کیمیا جس سے سونا بننے کی روایت مشہور ہے۔ (۹۲) نیّر = سورج غدیر = تالاب۔ (۹۳) نگین دست سلیماں = خاتم سلیمانی، حضرت سلیمان کی انگوٹھی جس کی برکت سے وہ دنیا پر حکومت کرتے تھے۔ بدست ماہی گیر =

مچھلی پکڑنے والے کے ہاتھ میں ۔ (۹۶) رحم خدا دعائے فقیر = فقیر کی دعا خدا کا رحم ہے ۔ (۹۷) تدویر = گردش ۔ (۹۸) مسیح = حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو زندہ چوتھے آسمان پر ہیں، دیکھیئے انشا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۴ کا حاشیہ ۔ (۹۹) قیوم = بڑا قائم ہونے والا، خدا ۔

قصیدہ ۴

اکبر شاہ ثانی شاہ عالم کے بیٹے اور دہلی کے بادشاہ تھے ۔ ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوئے ۔ ۱۸۰۶ء میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوئے اور ۱۸۳۷ء میں وفات پائی ۔

(۱) گرسنہ = بھوکا ۔ نم تیغ = مراد تلوار کی دھار ۔ لب ناں = روٹی کا کنارہ ۔ (۲) طرف داماں = دامن کا کنارہ ۔ (۳) خناک دل = سرد دل، افسردہ دل ۔ نفس سرد = ٹھنڈی سانس، آہ سرد ۔ یخ لبستہ = برف کی طرح جما ہوا ۔ رخشاں = چمکتا ہوا ۔ (۴) شعلۂ جوالہ = ناچتا یا چکراتا ہوا شعلہ ۔ (۵) جگر تفتہ = جگر جلا ہوا ۔ دم فصد = رگ سے خون لیتے وقت، دیوانے کی رگ سے خون نکالا جاتا ہے جس کو فصد کھولنا کہتے ہیں ۔ بن مو = بال کی جڑ ۔ (۶) چشم سوزن = سوئی کا ناکا ۔ (۷) افتادہ = گرا ہوا ۔ دست گیر = ہاتھ پکڑنے والا، مدد کرنے والا ۔ مور چیگاں = مورچہ کی جمع، چھوٹی چیونٹیاں ۔ (۸) مو قلم = بالوں کا قلم یا برش جس سے تصویر میں رنگ بھرتے ہیں ۔ سناں = تلوار یا نیزے کی نوک ۔ پیکاں = تیر کی نوک ۔

(۱۰) بچشم مینش = دیدۂ بینا کے لیے ۔ سوہان = ریتی ۔ (۱۲) کشت = کھیتی ۔ آغشتۂ زہراب سناں = نیزے یا نیزے کے پھل کے زہریلے پانی میں بھرا ہوا

ہوا۔ (۱۳) تلوار کا کھیت میدان جنگ کو بھی کہتے ہیں۔ (۱۴) تلف کردہ = ضائع کی ہوئی، مراد گزری ہوئی۔ (۱۵) ماہ نخشب = حکیم ابن عطا یا ابن مقنع کا بنایا ہوا (مصنوعی) چاند جو ترکستان کے شہر نخشب کے ایک کنوئیں سے نکلتا تھا اور اسی میں غروب ہو جاتا تھا۔ (۱۶) سرگشتہ = مراد حیران۔ حلقۂ دور فلاخن = گوپھن کے چکر کا حلقہ یعنی وہ حلقہ جو گوپھن گھمانے میں پڑتا ہے، گوپھن اس رسی کو کہتے ہیں جس میں اینٹ یا مٹی وغیرہ کا ٹکڑا رکھ کر پھینکتے ہیں، حلقہ، فلاخن کی مناسبت ساغر سے ہے اور دہقان کی ساقی سے۔ (۱۷) گل بازی = وہ پھول جس کو گلبازی یعنی پھولوں کے ایک کھیل میں ایک دوسرے کی طرف اچھالتے ہیں۔ (۱۸) طلا = سونا، پیلے رنگ کی طرف اشارہ ہے۔ ترش روئی = منہ کا کھٹا پن، مراد بد مزاجی (۱۹) گردش زدۂ دہر = زمانے کی گردش کا مارا ہوا۔ سنگ تعویذ = قبر کا پتھر۔ فساں = پتھر کا چاک جس پر چاقو وغیرہ تیز کرتے ہیں۔

(۲۰) روش = مانند۔ (۲۱) سوزاں = جلتا ہوا، سرخی کی رعایت سے۔ (۲۲) پراں = اڑتا ہوا۔ (۲۵) دم عیسیٰ = حضرت عیسیٰ کی پھونک (قم باذن اللہ) جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے۔ کار نفوس ثعباں = اژدہے کی سانسوں کا کام۔ (۲۶) مزرع = کھیتی۔ گیتی = دنیا۔ دانۂ روئیدہ = اُگا ہوا دانہ = (۲۷) جاں سوز = جان کو جلانے والی۔ نے قلیاں = حقے کی نلکی۔ (۲۹) قلزم = سمندر، دریا۔

(۳۰) مہوش = چاند کے مانند، حسین۔ افشاں کرنا = افشاں چھڑکنا (۳۲) نظارگیاں = نظارگی کی جمع، نظارہ کرنے والے، تماشائی

نرگس داں = نرگس کا گل دان ۔ (۳۴) مہرِ اورنگ = تخت کے اوپر ۔
(۳۵) فرخندہ لقب = مبارک لقب والا ۔ (۳۷) خاقانِ زماں = زمانے
کا بادشاہ ۔ (۳۸) میزان (ترازو) کی طرف آ جائے یعنی مقابلہ کرے ۔
۔ (۳۹) تارِ رگِ جاں = شہ رگ کا تار، مراد شہ رگ ۔
(۴۰) لجۂ بحرِ عُمّاں = بحرِ عمّان کا بھنور ۔ بحرِ عُمّان = مشرقِ وسطیٰ کا دریائے
اعظم جس کے کنارے شہر عمان واقع ہے ۔ (۴۱) اربابِ ہمم = ہمت والے
لوگ ۔ اَلانسانُ عَبیدُالاحسان = انسان احسان کا بندہ ہے ۔ (۴۲)
مرجاں = مونگا، ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے ۔
دریا خود تیرے آگے سوال کے لیے ہونٹ کھولتا ہے وہ بھلا کس منہ سے کہہ
سکتا ہے کہ وہ بھی پنجۂ مرجاں رکھتا ہے ۔ (۴۳) سرخ روئی = منہ کا
سرخ ہونا، مراد کامیابی ۔ جگر خواری = جگر کھانا ۔ شیر کے بال بہت سخت
ہوتے ہیں اور ان کے کھانے سے کلیجہ کٹ جاتا ہے ۔ (۴۴) پلنگ = چیتا ۔
نہنگ = گھڑیال ۔ (۴۵) مچھلی کی کھال کو زرہ قرار دیا ہے، زرہ بھی
مچھلی کی کھال کی طرح حلقہ دار ہوتی ہے ۔ جوشن = ایک طرح کی زرہ،
ایک قسم کا جنگی لباس جس میں کڑیوں یا حلقوں کے ساتھ لوہے کی پٹریاں
بھی ہوتی ہیں ۔ بخلاف زرہ کے جس میں صرف کڑیاں یا حلقے ہوتے ہیں ۔
نیستاں = نرکل کا جنگل جس میں شیر رہتا ہے ۔ ژیاں = غصیلا، غضبناک،
شیر کی کھال کے سیاہ داغ جوشن کے حلقوں سے مشابہت رکھتے ہیں ۔
(۴۶) تیری ہندوستانی تلوار کا ایک ایک جوہر ایران کے شہر اصفہان کی
تلوار کے صفحات کو زیرِ نگیں رکھتا ہے یعنی کاٹ کی بہتری کی وجہ سے تیری تیغ
ہندی شمشیرِ اصفہانی کو بھی اپنی ماتحتی میں رکھتی ہے، اصفہان کی تلوار

مشہور ہے۔ (۴۷) بہ پشت ماہی = اس مچھلی کی پیٹھ پر جو زمین کی تہ میں ہے اور جس پر وہ گائے کھڑی ہے جو زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ (۴۸) زاغ = کوّا ۔ زغن = چیل ۔ (۴۹) تیر ناوک = ایک قسم کا چھوٹا تیر۔ طائر قبلہ نما = مراد قبلہ نما کی سوئی۔ قبلہ نما = مثل قطب نما ایک آلہ جس کی سوئی قبلے کی سمت بتاتی ہے۔ طیران = اڑنا۔ (۵۰) نار سعیر = دوزخ کے چوتھے طبقے کی آگ، مراد دوزخ کی آگ۔ انگشت بزیر دنداں = دانت کے نیچے انگلی دبانا حیرانی کی علامت ہے (۵۱) کلبۂ پُر دود = دھوئیں سے بھرا ہوا چھوٹا سا گھر یا کوٹھری۔ خفقان = اختلاج قلب ۔ (۵۲) فرمانبر دولت = سلطنت کا فرمانبردار — (۵۳) گل نافرماں = ایک پھول ۔ (۵۴) چاند کے اثر سے سمندر میں مد و جزر آتے ہیں۔ حضرت نوح کے زمانے میں جو طوفان آیا تھا وہ کوفے کی ایک بڑھیا (زال کوفہ) کے تنور سے نکلا تھا۔ یہ شعر انداز بیان کے اعتبار سے بظاہر نامکمل ہے اور اگلے شعر سے بھی اس کا کوئی خاص ربط نہیں ہے۔ ممکن ہے پہلا مصرع یوں ہو کہ "تیرا مہتاب کرم ہو جو سر قلزم قہر" تیرے کرم کے اثر انداز ہونے کی وجہ سے طوفان نوح کے تنور نے نور کے پردے میں جوش مارا ہے یعنی اس سے پانی کے طوفان کے بجائے نور کا طوفان نکلا ہے۔ (۵۵) آب آئینہ کی مناسبت پانی سے ہے اور رخ برق دشاں کی آگ سے۔ (۵۶) دل افگار = زخمی دل۔ سودۂ الماس = پسا ہوا ہیرا جو حقیقتاً زخم کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ سنگ جراحت = ایک نرم سفید پتھر جس کا سفوف زخم کے لیے مفید ہے۔ (۵۷) تریاک = تریاق، زہر مہرہ، زہر کی دوا۔ خط سبز خوباں = معشوقوں کا سبز خط۔

کتاں = ایک نازک ریشمی کپڑا جو چاند کی روشنی میں پھٹ جاتا ہے۔ (۵۹)
سرزنش = نوک خار چبھانا، تکلیف پہنچانا۔

(۶۰) بے علف = بغیر چارہ۔ ناقہ = اونٹنی۔ قیس = مجنوں۔ ضیافت = دعوت۔ سر خار مژگاں = پلک کے کانٹے کی نوک، اونٹ کانٹے کھاتا ہے۔ (۶۲) مور = چیونٹی۔ صد پیل دماں = سو مست ہاتھی۔ (۶۳) جرم کیواں = ستارۂ زحل کا جسم یعنی ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے اور سب سے بلند ستارہ ہے۔ (۶۶) ناصیہ سائی = پیشانی گھسنا، سجدہ کرنا۔ موکشاں = بال کھینچتے ہوئے، کرنوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۷) مہرگاں = خزاں کے ایک مہینے کا نام جس میں آفتاب برج میزان میں رہتا ہے، یہاں ہمت عالی کو مہرگان قرار دیا ہے۔ نیساں = بہار کا مہینہ، اس مہینے کی بارش جس کی بوند کے سیپی میں گرنے سے موتی بنتا ہے (۶۸) طرفۃ العین = آنکھ کی جھپک، پل، لمحہ۔ کاہ ربا = کہربا، ایک زرد مہرہ جو گھاس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یرقاں = ایک بیماری جس میں مریض زرد ہو جاتا ہے۔ (۶۹) عیاذاً باللہ = پناہ ہے اللہ کی، خدا بچائے۔

(۷۰) نخل = درخت، آتشبازی کا درخت بناتے ہیں۔ (۷۴) تپاں = تڑپنے والی۔ (۷۵) گوئے و چوگاں = گیند اور چوگان کھیلنے کا ڈنڈا، مراد بلا۔ (۷۶) بادیہ پیما = جنگل کو طے کرنے والا، صحرا نورد۔ تازیانہ = کوڑا۔ بکار = درکار۔ (۷۸) قاف سے تا قاف = دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، قاف ایک فرضی پہاڑ کا نام ہے جو ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ عناں = لگام۔ (۷۹) برسر دوش ہوا = ہوا کے کاندھے پر۔

شمیم ریحاں = گل ریحان کی خوشبو۔

(۸۰) کفل = پٹھا، جسم کا پچھلا حصہ۔ (۸۲) عیاں را چہ بیاں = ظاہر بات کو کیا بیان کرنا۔ (۸۴) بہ میاں = بیچ میں۔ (۸۵) مسک = پیشانی۔ نگار خرطوم = سونڈ کے نقش و نگار۔ (۸۷) کشور زنگ = ملک حبش، افریقہ (سیاہ رنگ کی رعایت سے)۔ فرنگی بچگاں = انگریز بچے (سفید رنگ کی رعایت سے)

- - - - - - - - -

(۹۱) طرب افزا = خوشی کو بڑھانے والا۔ (۹۳) برنگ شب دیجور = کالی رات کی طرح۔ ماتمیاں = ماتم کرنے والے۔

قصیدہ ۵

(۱) مہ شوال = عید کا چاند، شوال عید کے مہینے کا نام ہے۔ قدح کش = شرابی۔ (۲) کشتی = ایک قسم کا پیالۂ شراب۔ (۵) ممیز = تمیز کیا ہوا، فرق کیا ہوا۔ کرۂ ناری و مائی = آگ اور پانی کا کرہ۔ (۷) قلزم عماں = دیکھئے ذوق کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۴ کا حاشیہ۔ چشم نمائی = آنکھ دکھانا، دھمکانا۔ (۸) جوز = اخروٹ جس کی تاثیر گرم ہوتی ہے بخلاف کافور کے جس کی تاثیر سرد ہوتی ہے۔

(۱۰) ہوائی = ایک جگہ پر نہ ٹھہرنے والا، اڑا اڑا۔ (۱۱) کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم = خوشی اور عیش سے دنیا کیسی ہوا کے مصرف میں آئی ہوئی ہے یا ہوا میں مصروف ہے۔ صرف ہوائی = عربی صرف کے بیان میں ایک فارسی کتاب کا نام۔ (۱۲) روشن دانۂ انگور = انگور کے دانے کی طرح۔ تسبیح ریائی = ریاکاری کی تسبیح۔ (۱۳) کاہ ربائی = منسوب بہ کاہ ربا یا کہربا، کاہ ربا ایک زرد مہرہ ہوتا ہے جو

گھاس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، مراد اپنی طرف کھینچنے والی —
(۱۴) لخلخہ سائی = لخلخہ (ایک خوشبودار مرکب) رگڑنا یا سنگھانا —
(۱۵) سوزنی = توشک جس پر سوئی کا کام بنا ہو — (۱۶) تنگ قبائی = چست پوشاک پہننا، پوشاک کی چستی — (۱۷) نرگس شہلا = سیاہی مائل نرگس — سوسن = ایک نیلا پھول جس کی پنکھڑیاں زبان سے مشابہ ہوتی ہیں — دھڑی = مسی کی تہ — (۱۸) وسمہ = نیل وغیرہ کی پتی جس کو پیس کر داڑھی رنگتے ہیں، ایک قسم کا خضاب — (۱۹) ترکان خطائی = شہر خطا کے معشوق —

(۲۰) ہتھیلی پر سرسوں جمانا = نہایت پھرتی سے کوئی کام کرنا، ناممکن کام کر دکھانا — (۲۱) احمر = سرخ — (۲۲) اعجاز = معجزہ — نواسنجی = نغمہ سنجی، گانا — مطرب = گانے والا — نوک زباں ہونا = خوب یاد ہونا، زبان پر ہونا — نوائی = امیر علی شیر نوائی جو بادشاہ خراسان سلطان حسین مرزا کا وزیر اور اپنے زمانے کا مشہور شاعر، ادیب اور عالم تھا — (۲۶) ساغر جمشید = جام جم، پیالہ جو ایران کے مشہور بادشاہ جمشید کے پاس تھا اور جس سے ساری دنیا کا حال معلوم ہو جاتا تھا — (۲۷) گردی = گول — (۲۹) احسنت = کلمۂ آفریں، واہ واہ لفظی معنی بہت اچھا کیا تو نے — بہائی = بہاء الدین مشہور بہ شیخ بہائی صفوی دور کے مشہور عالم و شاعر — سنائی = سلجوقی دور کے مشہور صوفی شاعر حکیم سنائی جن کی مثنوی حدائق الحقیقہ بہت مشہور ہے

(۳۰) مصحف = مراد قرآن شریف — رحل = وہ تختہ جس پر قرآن شریف رکھ کر پڑھتے ہیں — (۳۱) از بہر گدائی = بھیک مانگنے کے لیے —

(۳۳) ناخنِ شمشیر = تلوار کی دھار - عقدہ کشائی = گرہ کھلنا، مشکل حل ہونا۔
(۳۴) ناصیہ سائی = پیشانی گھسنا، سجدہ کرنا - (۳۵) یدِ بیضا = روشن یا سفید ہاتھ، حضرت موسیٰ کی چلی ہوئی ہتھیلی جو بغل میں چھپا کر نکال لینے سے آفتاب کی طرح چمکتی تھی - کفِ آئینہ = آئینے کا وہ رخ جس میں چہرہ دکھائی دیتا ہے - اعجاز نمائی = معجزہ دکھانا - (۳۶) نقدِ سعادت = نیک بختی کی دولت - مشتری = ایک ستارہ، قاضیِ فلک، گاہک، خریدار
(۳۷) مرغِ ہوا = پرندہ - سیمرغ = ایک بڑا پرندہ جو کوہ قاف میں رہتا ہے بعض کے نزدیک عنقا جس کا وجود نہیں ہے - سر بہ ہوا ہونا = ہوائیں چلنا۔ تیر ہوائی = وہ تیر جو بغیر نشانے کے ہوا میں چلایا جائے - (۳۸) کوہِ صفا مکے کا ایک پہاڑ جس پر حاجی دوڑتے ہیں -
(۴۰) شفائی = فارسی شاعر شرف الدین حسن شفائی (حکیم شفائی) جس کی مثنوی نمکدانِ حقیقت مشہور ہے - (۴۱) مانع = روکنے والا۔
(۴۲) جوہر = وہ حلقے جو اچھی تلوار کی دھار پر دکھائی دیتے ہیں -

مومن خاں مومنؔ دہلوی

راجہ اجیت سنگھ، راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ کے بھائی تھے۔
(۱) تیرہ اختری = سیہ بختی، بدنصیبی - کثرتِ دود = دھوئیں کی زیادتی شمعِ خاوری = مشرق کی شمع، سورج - (۲) ستارۂ سحر = زہرہ، جو صبح ہوتے طلوع ہوتا ہے - نجوم کے مطابق یہ ستارہ سعد اوسط ہے - لون = رنگ - زحل = کیواں، سیاہ ستارہ جو نحسِ اکبر ہے - سرمہ سا = سرمہ کے مانند سیاہ - دشنہ = خنجر - ترکِ چرخ = ستارۂ مریخ

بوکس اصغر ہے ۔ مشتری = ستارہ جو سعد اکبر ہے ۔(۳) خطِ
بیاضِ صبح = صبح کی سفیدی کی لکیر مراد سپیدۂ سحری ۔ شعلہ دم = جس کی
سانس سے شعلے نکلیں ۔ اژدر = اژدہا ۔ آئینۂ سکندری = آئینے کی ایجاد
سکندر بادشاہ مقدونیہ سے منسوب ہے، اسی کے حکم سے رسام لوہار نے لوہے
کو جلا دے کر آئینہ بنایا تھا ۔ (۴) خانہ خراب = گھر کو تباہ کرنے والا ۔
جاں گداز = جان کو پگھلانے والا ۔ خفیہ = پوشیدہ ۔ شمال = مراد
بادِ شمال، شمالی ہوا ۔ سموم = گرم زہریلی ہوا ۔ صرصری = صرصر یا آندھی
کی کیفیت ۔ (۵) سامعہ سوز = سننے کی قوت کو جلانے والا ۔ گریہ فروز =
رلانے والا ۔ زخم ریز = زخم ڈالنے والا ۔ نوکِ عندلیب = مراد بلبل
کی منقار ۔ قہقہۂ گل طری = تر و تازہ پھول کی ہنسی یعنی شگفتگی ۔
(۶) ذکر = مراد ذکرِ الٰہی، یادِ الٰہی ۔ بید خواں = وید پڑھنے والا ۔
بید = وید، ہندوؤں کی مقدس کتابیں رگ وید، سام وید، یجر وید،
اور اتھر وید ۔ نواگری = گانا ۔ (۷) غلغلہ = شور ۔ حیّ علی الفلاح =
بھلائی کی طرف آؤ، عربی فقرہ جو اذان کا جزو ہے ۔ بد ظنی = بدگمانی ۔
عذر لنگ = کمزور یا غلط عذر ۔ (۸) فزوں = زیادہ ۔ زریرگوں =
زردی مائل رنگ کا ۔ زریر = ایک زردی مائل گھاس ۔ معصفری =
کسم کے رنگ کا، سرخ ۔ (۹) رشک افزا = رشک کو بڑھانے والا ۔
اکنافِ قرب = پڑوسی، ہمسائے ۔ بلند منظری = مراد بلند ہونا ۔
(۱۰) زور گداز = قوت کو زائل کرنے والا ۔ بیم = خوف ۔ سختیٔ روز
... کی تکلیف ۔ محشری = قیامت کی (۱۱) محدبی = منسوب بہ محدب، محدب
کرہ کی بالائی سطح کو کہتے ہیں، ابھرا ہوا ہونا ۔ معقری = منسوب بہ مقعر بمعنی قعر دار
کرہ کی اندرونی سطح کی طرح، گڑھا ہونا، پچکا ہوا ہونا ۔ (۱۲)

عذار = رخسار ۔ شکریں = شیریں ۔ (۱۳) محرک = حرکت دینے والا ۔
مُہیّج = بھڑکانے والا ۔ قاہ قاہ = قہقہہ ۔ مطرب طرز زلیوری = نغمۂ زیور
پہننے والی مغنیہ، مینا گویا مطرب ہے اور قلقل مینا اس کے زیوروں کی جھنکار
(۱۴) سرخوشی = سرور ۔ جرم = جسم، جثہ ۔ جرم دماغ = مراد دماغ ۔
(۱۵) رطل گراں = بڑا پیالہ ۔ دم صبوح = صبح یا صبوحی کے وقت ۔
مئے شبینہ = رات کی بچی ہوئی شراب ۔ امتیاز طبع = پروفیسر ضیا احمد
بدایونی نے شرح قصائد مومن میں "امتیاز" کو سہو کاتب قرار دے کر
"اہتزاز" سے بدل دیا ہے ۔ امتیاز کے لغوی معنی فرق کرنا یا تمیز کرنا
ہیں ۔ مومن نے انفرادی یا امتیازی خصوصیت کے مفہوم میں استعمال کیا ہے یعنی
بلکہ خمار کی تکلیف طبیعت کو ایک امتیازی خصوصیت عطا کر رہی ہو ۔
بلکہ خمار کی تکلیف بھی ایک لطف رکھتی ہے ۔ (۱۶) مشام = مشم
کی جمع، سونگھنے کی جگہ، مراد دماغ ۔ حور عیں = خوبصورت آنکھوں
والی حور ۔ نُہ فلک نو آفریں = نئے بنے ہوئے نو آسمان ۔
ادخنہ = دخان بمعنی دھواں کی جمع ۔ بخور = دھونی ۔ عنبر وبان =
خوشبوؤں کے نام ۔ مجمری = انگیٹھی کا، انگیٹھی میں جو عنبر و بان
سلگائے جائیں وہ اپنے دھوئیں سے نئے نو آسمان بن جائیں اور
ان کی خوشبو حور عیں کے دماغ کے لیے عطر کا کام دینے لگے ۔
(۱۷) شراب ناب = خالص شراب ۔ گزک = وہ چیز جو شراب
پینے کے ساتھ ذائقے کے لیے کھائی جائے ۔ (۱۸) قصر زبرجد =
زبرجد کا محل، زبرجد زمرد کی قسم کا ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے ۔ لعلی نقاشی
کا ایک سرخ رنگ، مراد سرخ ۔

(۲۰) طولِ امل = امید کا طول یا سلسلہ۔ (۲۱) صاحب افسری = تاجداری، بادشاہت ۔ (۲۲) پدری = باپ کی، اس لحاظ سے کہ آسمانوں کو آبائے علوی کہتے ہیں۔ مہر مادری = ماں کی محبت، زمین کا شمار امہاتِ سفلی میں ہے۔ (۲۳) صنوبر = سرو کی طرح کا ایک درخت۔ عشق خیاں کی رعایت سے زبان کو نالہ کرنے والی قمری اور حسنِ ہنر کے نہاں رہنے کی رعایت سے دل کو صنوبر قرار دیا ہے، قمری صنوبر کی عاشق ہوتی ہے اور دل کو صنوبر سے تشبیہ دیتے ہیں، مفہوم یہ ہے کہ عشق کی تباہ کاری کو تو میری زبان نے قمری نالہ کش کی طرح سب پر آشکار کر دیا۔ لیکن چونکہ میرے حسن ہنر کی قدر نہ ہوئی اس لیے وہ دل ہی میں نہاں رہا اور اس نے میرے دل کو صنوبر کا مصداق بنا دیا۔ (۲۴) بروں شدن = باہر ہونا یعنی باہر نکلنا۔ قید سے مراد قید دنیا ہے۔ بند گراں = سخت قید۔ بے دری = دروازہ نہ ہونا۔ (۲۵) جائے بجائے = جگہ جگہ۔ چنبری = مدوّر، گول۔ (۲۶) حذر = پرہیز، مراد گریز۔ ناکسی = ناطاقتی۔ میری بے طاقتی میری دل جمعی کے لیے آفت ہے نہ کہ معشوق کی ستم کرنے کی ہوس۔ کیونکہ وہ دراصل میری بے طاقتی کی وجہ سے میری خواہش وصل سے گریز کرتا ہے۔ پروفیسر ضیا احمد بدایونی نے "پُر حذر" کو "پَر حذر" قرار دیا ہے اور وصل سے وصل رقیب مراد لے کر یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے، اب نہ اسے قرار کا یارا ہے اور نہ ظلم کی خواہش۔ لیکن یہ معنی بہت بعید ہیں۔ (۲۷) مباد = کہیں ایسا نہ ہو۔ (۲۸) جزو ضعیف = کمزور حصّہ۔ طالع دوں = قسمت کا خراب ستارہ۔ (۲۹) علم نجوم کے مطابق زہرہ و ماہ کا مزاج سرد مانا جاتا ہے۔

بروجِ آذری = بروجِ آتشیں، آسمان کے وہ برج جن کی تاثیر گرم مانی جاتی ہے، حمل، قوس اور اسد۔

(۳۱) گونہ گونہ = طرح طرح کے۔ فوج فوج = مراد کثیر، بہت زیادہ۔ خصم = دشمن۔ نیش = ڈنک۔ گراں سری = پریشانی۔ (۳۳) درک = ادراک، سمجھ۔ منعمی، تونگری = دولت مندی۔ (۳۴) امرائے عصر = مراد اس زمانے کے امرا۔ بہیمی = حیوانیت۔ خری = گدھا پن۔ (۳۵) بزعم آسماں = آسمان کی ضد یا گھمنڈ سے۔ کمالِ داوری = مراد خدا کی قدرت۔ (۳۶) کام روا = ضرورتوں کو پورا کرنے والا۔ بے نظام کارِ جہاں کی ابتری = یعنی ہر طرف حسن انتظام ہے۔ (۳۷) فیل نشیں = ہاتھی پر بیٹھنے والا، ممدوح نے مومن کو ہتھنی عطا کی تھی۔ لاف دگزاف = شیخی، گھمنڈ۔ (۳۹) گہر فشاں = موتی بکھیرنے والا۔ ہُما = ایک روایتی بلند اقبال پرندہ جس کا سایہ پڑنے سے خیال ہے کہ آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ کبوتر کا مرتبہ پانے کی حسرت ہما کے لیے جال بن جائے، یعنی ہما کی یہ خواہش ہو کہ وہ کبوتر بن جائے تاکہ ممدوح کی نامہ بری کی عزت حاصل کر سکے، پرانے زمانے میں نامہ بر کبوتر ہوتے تھے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ خط لے جاتے تھے۔

(۴۰) بارِ عطا = بخشش کا بوجھ یعنی کثرت۔ کلبۂ خاکروب۔ جھاڑو دینے والے کا چھوٹا سا گھر۔ (۴۱) حاتم و معن = عرب کے دو شخص جن کی سخاوت مشہور ہے۔ صفِ نعال = وہ جگہ جہاں اہلِ محفل جوتیاں اتارتے ہیں۔ کام بخشی = حاجت روائی۔ فیض گستری = فائدہ پہنچانا (۴۲) گہر نثار = موتی لٹانے والا۔ جائزہ = انعام، صلہ۔ آفریں =

مراد زیادہ - یعنی جس طرح وقت گفتار ہونٹ موتی بکھیرتے ہیں اسی طرح وقت سخاوت ہاتھ گہر نثار کرتے ہیں، چنانچہ گفتگو اور سخاوت دونوں سے جو صلہ لوگوں کو ملتا ہے وہ برابر رہتا ہے - (۴۳) ایک شبہ = ایک رات کا - نیمہ = آدھا - نیمروز = قدیم زمانے میں مشرق وسطیٰ کے ایک ملک کا نام، ولایت سیستان - بخشش ہفتہ = ایک ہفتے کی سخاوت ہفت کشوری = ہفت کشور کا، دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۹۲ کا حاشیہ - ایک ہفتہ کی بخشش ہفت اقلیم کے محصول اور نفع کے برابر ہے - (۴۴) معتقد = اعتقاد کیا ہوا، مرجع عقیدت - شیخ وقت = اپنے زمانے کا درویش، بڑا درویش - قیصری = بادشاہت - (۴۵) دریتیم = بڑا اور آبدار موتی جو پوری سیپی میں ایک ہوتا ہے اور بہت قیمتی ہوتا ہے - تری = مراد آنسو - (۴۶) مقرری = مال گذاری - ملک اور مال گذاری کی کمی کو بھی بخشش و عطا پر محمول کیا ہے - (۴۷) لولیان = لولی کی جمع - رقاصہ کی جمع - تیرہ نگاہ = جس کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو یا کوئی چیز اچھی نہ معلوم ہو، حاسد - لولی چرخ چنبری = مراد ستارۂ زہرہ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۸۷ کا حاشیہ - (۴۸) گرم دعائے بازگشت = دنیا میں واپسی کی دعائیں مصروف - دونوں شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ ممدوح کی سخاوت کی وجہ سے اس کی محفل کی طوائفوں کی زیب و زینت دیکھ کر زہرہ کو کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی - چنانچہ وہ خدا سے دعا کر رہی ہے کہ انسان کی شکل میں پھر زمین پر واپس آجائے تاکہ ممدوح کی محفل میں زیورات حاصل کر سکے اور زیورات کے اس رشک کا علاج کر سکے جو اس

کی لولیاں بزم کو دیکھ کر ہوا ہے — (۴۹) ادیم = چمڑا، مراد دسترخوان۔ مائدہ = دسترخوان — ذباب = مکھی — طنین = بھنبھناہٹ — طنطنہ = رعب و دبدبہ —

(۵۰) طراوت = تازگی — عطاس = چھینک — مشک بیز = مشک چھاننے والی، مراد خوشبودار — شمیم عنبری = عنبر کی خوشبو — ممدوح کا لطف مشک کی خوشبو رکھنے والی ہوا ہے جس سے دماغ میں جوشِ تازگی پیدا ہوتا ہے اور خلق عنبر کی خوشبو ہے جس سے عزّ و جاہ کو چھینک آتی ہے، خوشبودار ہوا سے دماغ کو تازگی ملتی ہے، اسی طرح تیز خوشبو سے چھینک آتی ہے اور دماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے، دوسرے الفاظ میں ممدوح کا لطف دماغ کو تازگی بخشتا ہے اور اس کا خلق اتنا عظیم اور روح افزا ہے کہ عزّ و جاہ کے لیے بھی باعث فرحت ہے — (۵۱) پتھر کو بوسہ دینا ہر مذہب میں جائز ہے کیونکہ کعبے میں حجر اسود کو اہل اسلام بھی چومتے ہیں، ہاں سجدہ کرنے میں مختلف مذاہب میں اختلاف ہے۔ ممدوح کے آستانے کا پتھر ایک ایسا صنم ہے کہ آزر کے تراشے ہوئے بتوں کو بھی اس پر رشک آتا ہے، مذہبی اختلاف کی بنا پر چاہے اس کو سجدہ کرنا مناسب نہ ہو لیکن وہ بوسہ دینے کے لائق ہے — آزر حضرت ابراہیم کے چچا اور بت تراش تھے — (۵۲) مُل = شراب — احمری = سرخی — (۵۴) امتزاج = ملانا، مجازاً ترکیب یا ساخت۔ گریۂ مستی = وہ آنسو جو نشہ یا انتہائی خوشی میں آنکھ میں آ جاتے ہیں — روحِ گلاب = آنکھوں کی سرخی کی مناسبت سے — عبہری = منسوب بہ عبہر بمعنی نرگس زرد — یعنی گریۂ مستی میں تیری آنکھیں سرخ گلاب،

اور نرگس زرد کا مجموعہ معلوم ہوتی ہیں۔ (۵۵) لبدیاس = کنایۃً
خزاں کے بعد۔ خزاں کے بعد غنچہ دوبارہ شگفتہ ہوکر سراپا بہار کیوں بن
گیا۔ (۵۶) تیری ذات میں انصاف اور حسن کی یکجائی نے بربادی
کے اسباب کو برباد کر دیا ہے، شراب اور پری جو انسان کی تباہی کے
موجب ہوتے ہیں اب اس طرح بے ضرر ہو گئے ہیں کہ شراب تو تیری
شراب لب کے نشہ میں چور ہے اور پری تیرے خوبصورت چہرے پر
فریفتہ ہے۔ (۵۷) اطلس = ایک سادہ ریشمی کپڑا، چرخ کے ساتھ اضافت
تشبیہی ہے یعنی آسمان جو مثل اطلس کے ہے۔ پروفیسر ضیا احمد
بدایونی نے اطلس چرخ کو فلک اطلس کا مترادف قیاس کر کے معنی
عرش اعلیٰ لکھے ہیں یعنی نواں آسمان جو ستاروں سے خالی اور سادہ
ہے۔ لیکن اس معنی میں چرخ اطلس کہنے کی ضرورت تھی۔ خجلت =
شرمندگی۔ آب پیکری = منسوب بہ آب پیکر، آب پیکر ایک ستارہ ہی
یہاں ممدوح کے جسم یا سراپا کی خوبصورتی مراد ہے اور خجلت آب
پیکری کے معنی اس شرمندگی کے ہیں جو ستاروں کو ممدوح کی
آب پیکری سے ہوتی ہے، مفہوم یہ ہے کہ ممدوح کی آب پیکری
کے رشک سے اطلس چرخ گرد آلود ہے اور اس کے شرمندہ ہونے
کی وجہ سے ستاروں کے بھی دل جل رہے ہیں۔ پروفیسر ضیا احمد
بدایونی نے کلیات مومن کے برخلاف کتابت کی غلطی قرار دے کر
اس شعر کو دو شعروں کے بعد رکھا ہے اور گھوڑے کی تعریف میں شمار
کیا ہے۔ (۵۸) یکہ تاز = تنہا دوڑنے والا، مراد بے مثل۔ عرصۂ
رزم گاہ = میدانِ جنگ۔ جامہ دریدہ = جس کے کپڑے پھٹے ہوئے

ہوں، مراد عاجز۔ قطرہ زنی = تیز رفتاری۔ صفدری = صف کو پھاڑنا، بہادری۔ (۵۹) توسن بادپا = تیز رفتار گھوڑا۔ وغا = لڑائی۔ صرصر عاد = دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۵ کا شعر نمبر ۳۵ کا حاشیہ۔ صرصری = منسوب بہ صرصر، مراد آندھی کی سی تیزی۔

(۶۰) ریاض = باغ، سبزہ زار۔ عرصہ = فاصلہ، مراد وسعت۔ بے شناوری = بغیر تیرے ہوئے۔ (۶۱) نبرد = لڑائی۔ خصم جاں = بزدل دشمن۔ توسن برترین فلک = سب سے اونچے آسمان کا گھوڑا، بہت بلند گھوڑا۔ جانبری = جان بچنا۔ (۶۲) تگ و دو = دوڑ دھوپ، مراد تیز رفتاری۔ طائری = پرندے کا اڑنا۔ تگاوری = گھوڑے کی تیز رفتاری۔ (۶۳) سبک عنانیاں = لگام کا ہلکا ہونا، مراد سبک رفتاری۔ گراں رکابیاں = لفظی معنی رکاب کا بھاری ہونا، لڑائی میں ثابت قدم رہنا اور دشمن کے حملے سے پیچھے نہ ہٹنا، رکابوں پر دباؤ ڈالنے کی صورت میں گھوڑے کا تیزی سے دوڑنا۔ غزال چیں = چین کا ہرن، سبک عنانیاں کی رعایت سے۔ بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کا پلنگ یا چیتا مشہور ہے، پلنگ بربری کی مناسبت گراں رکابیاں سے ہے۔ (۶۴) مدیح سنج = مدح خواں۔ پیک = قاصد۔ (۶۵) نیک محضری = مراد نیک خصلتی۔ (۶۶) کعبتین = چوسر کے پانسوں کی جوڑی۔ نیل مرام = حصول مراد۔ شش جہت = شمال، جنوب، مشرق، مغرب، اوپر اور نیچے ملا کر چھ سمتیں، مراد دنیا۔ قید ششدری = قید جس سے نکلنا محال ہو، چوسر یا شطرنج میں جب

مہرہ ہر طرف سے پھنس جاتا ہے تو اس کو ششدر کہتے ہیں۔ ممدوح کا دشمن چوسر کے پانسوں کی طرح تباہ حال ہے اور دنیا میں اس کے حصول مقصد کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ قید ششدر میں ہو یعنی دشمن کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ (۶۷) بے جگری = خوف و دہشت، بزدلی۔ (۶۸) خود = لوہے کی ٹوپی جو سر کی حفاظت کے لیے لڑائی میں پہنی جاتی تھی۔ ضرب = وار۔ حربہ = ہتھیار، مراد ہتھیار کا وار۔ یہ مغفری = آسمان کے برابر کا خود ہونا جس کا ذکر پہلے مصرعے میں کیا ہے۔ یعنی خود کے بوجھ ہی سے دشمن کا سر ٹوٹ جائے گا۔ (۶۹) رام ہونا = مطیع ہونا۔ نہنگی = منسوب بہ نہنگ، گھڑیال کی خونخواری۔ غضنفری = منسوب بہ غضنفر، شیر کی بہادری۔

(۷۰) افعیٔ رمح = نیزے کا سانپ یعنی نیزہ۔ مار سیاہ = کالا سانپ۔ دلبری = دل لینا۔ (۷۱) پر خدنگ = پر جو تیر میں لگے ہوتے ہیں۔ سری = نوک۔ (۷۲) تیر = موسم گرما کے فارسی مہینے کا نام۔ سحاب آذری = رومی مہینے آذر کا بادل، مراد بارش۔ (۷۳) ہفت پدر = سات باپ، مراد سات آسمان جو آبائے علوی کہلاتے ہیں۔

(۷۴) غایت = انتہا۔ (۷۵) فرق سروراں = بادشاہوں کا سر۔ (۷۶) خدم = خادم کی جمع۔ سنجر = سلجوقیوں کا ایک بادشاہ جس کو ترکوں نے شکست دے کر قید کر دیا تھا۔ مدح میں اس شعر کا مضمون عجیب ہے۔ (۷۷) شرف = عزت۔ اصطلاح نجوم میں ستارے کا اپنے اصلی برج میں آنا۔ بیت = گھر، مراد برج۔ ماہ کے ساتھ زہرہ اور زہرہ کے ساتھ مشتری کا ایک برج میں جمع ہونا سعد ہے لیکن تیرے در پر حاضری

کے آگے اب ان کا یہ شرف بھی باعث شرم ہے۔ (۷۸) پاک گوہری = خالی نسبی۔ ممدوح کی لاولدی کی طرف اشارہ ہے۔

(۸۰) دبیر = منشی۔ دم = سانس، مراد نطق۔ سحر حلال = جائز جادو، مراد شاعری، اسلام کی رو سے جادو ناجائز ہے لیکن چونکہ شاعری بھی جادو کا اثر رکھتی ہے اس لیے اس کو سحرِ حلال کہتے ہیں۔ سامری۔ حضرت موسیٰ کے زمانے کا ایک جادوگر جس نے سونے چاندی کا گوسالہ بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا۔ طورِ کلیم = کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ کو خدائے تعالیٰ نے جلوہ دکھایا تھا۔ (۸۲) لاف زنی = تعلّی، اپنی بڑائی ہانکنا۔ پس مدیح = مدح کے بعد۔ رسم قدیم = چونکہ دوسرے قصیدہ نگاروں نے بھی یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ لیکن میں اس نئے غم سے بچ نہیں سکتا یعنی مدح کے بعد اپنی تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔ (۸۳) متنبی و بحتری = عربی کے دو مشہور شاعر۔ (۸۵) حیرتی عقوبتِ تازہ = نئے عذاب دیکھ کر حیران ہونے والا۔ موکلانِ قہر = عذاب کے فرشتے۔ تیرہ = تاریک۔ روان انوری = انوری کی روح، اوحدالدین محمد انوری فارسی کا مشہور قصیدہ نگار ہے جس نے ۵۸۳ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ میرے حسد کی وجہ سے انوری کی روح تاریک ہے اور ہر لمحہ ایک عذاب تازہ میں مبتلا ہے جس کو دیکھ کر قہر نازل کرنے والے فرشتے بھی حیران ہیں۔ (۸۶) گُل زمین = اچھی زمین کا قطعہ، یہاں شعر کی زمین (وزن، قافیہ اور ردیف) مراد ہے اور اس قصیدے کی زمین کی طرف اشارہ ہے۔ مزرعِ غیر = دوسروں کی کھیتی، چونکہ اس زمین میں دوسرے فارسی شعرا کے بھی قصیدے ہیں۔ سر کدیوری = کاشت کا خیال۔ (۸۷) نان گدا = فقیر کی روٹی، ان

قصیدے کی زمین کی طرف اشارہ ہے۔

شاہ جہاں = اپنی طرف اشارہ کیا ہے۔ باہمہ برتری = اس بڑائی کے ساتھ جو مجھ میں ہے یا جس کا مجھے دعویٰ ہے۔ دروغ = جھوٹ یعنی جھوٹ ہے۔ آرزوئے فروتری = اپنے آپ کو گرانے کی خواہش جس پر دوسرے شعرا کی زمین میں شعر کہنا دلالت کرتا ہے۔ (۸۸) بوسہ زن ہونا = چومنا۔ تازی = عربی۔ دری = فارسی کی ایک شاخ' مراد فارسی۔ (۸۹) چنار' سرو بید = درختوں کے نام جن میں پھل نہیں ہوتے یاوہ فروش = خوشامد کرنے والا' تعریف کرنے والا' بھاٹ۔ نوبری = نئے نئے پھل لانا۔

(۹۰) تاب کاہ = طاقت کو گھٹانے والا۔ ناب = خالص۔ صبر = ایلوا' ایک تلخ گوند۔ سقوطر = ایک جزیرہ جہاں کا ایلوا مشہور ہے۔ (۹۱) طلاقت لسانی = تر زبانی۔ چارہ صد رہ آزما = سو طرح آزمایا ہوا علاج از پے گنگی وکری = گونگے پن اور بہرے پن کے لیے۔ (۹۲) معاند = دشمن۔ ہرزہ ستائے رفتگاں = گزرے ہوئے لوگوں کی بیہودہ تعریف کرنے والا۔ ہاجئ خویش = خود اپنی ہجو کرنے والا۔ بلب کف آوری = منہ میں جھاگ بھر لانا۔ (۹۳) سگان جیفہ خوار = مردار کھانے والے کتے۔ استخواں پرست = ہڈیوں کی پرستش کرنے والا۔ شعرائے گزشتہ کی تعریف کے اعتبار سے۔ سریر = تخت۔ خطیب = خطبہ پڑھنے والا۔ حضیض = پستی۔ منبر = جس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے ہیں۔ (۹۵) بکر فکر = تخیل کی دوشیزہ۔ زہرہ معجری = ستارۂ زہرہ کی طرح معجر یا اوڑھنی استعمال کرنا۔ (۹۶) رونما = منہ دکھائی کی نذر یا رقم۔ بیع = خرید —

پایہ فزائے مشتری = خریدار کا رتبہ بڑھانے والا ۔ (۹۷) مقال = بات، گفتگو، کلام ۔ (۹۹) بیت، شرفیں = ساتواں برج یعنی میزان جس میں تولیٔ فلک یا ستارۂ زہرہ کا ہونا باعث سعادت ہوتا ہے ۔ نہم = نواں برج یعنی قوس جس میں سورج کا ہونا سعد (مبارک) ہے ۔ فرح = خوشی ۔ عروس خاوری = مراد سورج ۔ (۱۰۱) غارتیاں = غارتی (بمعنی غارت کرنے والا) کی جمع، مراد معشوق ۔ لب شکران عسکری = عسکر کے معشوق ۔ عسکر = ایک مقام جو بصرہ اور فارس کے درمیان واقع ہے اور جہاں کے لوگ خوبصورت ہوتے ہیں ۔ (۱۰۳) تلخی بادہ شکری = یعنی شراب کی تلخی شیریں ہو جائے ۔ (۱۰۴) تیری محفل میں شعلہ ہو تو معشوقوں کے عارض روشن کا اور دھواں ہو تو زلف عنبری کا ۔ (۱۰۵) سوئے ہزار = بلبل کی طرف ۔ گل طری = تر و تازہ پھول ۔

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ دہلوی

قصیدہ نمبر ۱

(۱) خود بیں = اپنے آپ کو دیکھنے والا ۔ دنیا معشوق حقیقی کی یکتائی کے جلوے کے سوا کچھ نہیں ہے، ہر چیز میں اس کا جلوہ نمودار ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو خود اپنا جلوہ دیکھنا منظور ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی چیز وجود میں نہ آتی ۔ (۲) تماشا = نظارہ، مشاہدہ ۔ نظارے سے یا تو شوق پیدا ہونا چاہیئے یا عبرت، اسی طرح تمنا کا مقصد یا تو حصول دنیا ہو یا حصول دین ہو، لیکن نظارہ کی بے دلی اور تمنا کی بے کسی کا یہ حال ہے کہ دونوں کا کوئی مقصد نہیں رہا ۔ (۳) ہرزہ = بیہودہ ۔

وجود و عدم یا زندگی اور موت کے بارے میں گفتگو اور دیوانگی و ہوش مندی میں امتیاز کرنا سب فضول ہے کیونکہ معشوق حقیقی کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے یا تمام چیزیں فانی ہیں۔ (۴) ہمہ = تمام تر۔ خمیازہ عرض صورت = اظہار صورت (بخلاف معنی) کا نتیجہ۔ پیمانہ = ناپنے کا آلہ مراد معیار۔ ذوق تحسین = تعریف سننے کا شوق۔ معنی شناسی اور حق گوئی دنیا سے اٹھ گئی ہے، جو لوگ بظاہر معنی کے جویا ہیں وہ بھی دراصل اظہار صورت کے دلدادہ یا صورت پرست ہیں۔ اسی طرح سچ بھی لوگ اس لیے نہیں بولتے کہ سچ بولنا چاہئے بلکہ اس لیے کہ لوگ تعریف کریں کہ کتنا سچا آدمی ہے۔

(۵) لاف دانش = عقلمندی کا دعویٰ۔ معلوم = مراد معدوم، نہ ہونا۔ دُرد = تلچھٹ۔ چہ = کیا۔ دانش کی مناسبت دنیا سے اور عبادت کی دین سے ہے۔ (۶) باد بہ دست تسلیم = رضا جوئی کی مٹھی میں ہوا ہے یعنی کچھ نہیں ہے۔ خاک بہ فرق تمکیں = تمکین کے سر پر خاک ہے یعنی خواری ہے۔ تمکین = قدر، عزت، رتبۂ دنیاوی، غرور۔ جس طرح مضمون وفا بے معنی ہے یعنی دنیا میں وفا سے کچھ حاصل نہیں اسی طرح تسلیم و رضا سے کچھ نہیں ملتا اور دنیاوی قدر و منزلت بھی اسی طرح ذلیل و خوار ہے جس طرح پاؤں کا نشان خاک میں اٹا ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ چاہے کوئی تسلیم و رضا کا مسلک اختیار کرے چاہے اس کے برعکس دنیاوی عزت و وقار پر گھمنڈ کرے جب دین و دنیا سب بے حقیقت ہیں تو کسی چیز سے کوئی فائدہ نہیں۔ (۷) زنگار = زنگ، کدورت۔ عشق جس کو لوگ بڑی اہمیت دیتے ہیں محض اختلال حواس ہے اور خواہش وصل علامت ہے اس بات کی کہ حسن یقین کا آئینہ زنگ آلود ہے یعنی عشق کامل نہیں ہے۔

کیونکہ اگر عشق کامل ہوتا تو وصل ظاہری کی خواہش نہ ہوتی - (۸)
کوہکن = فرہاد، خسرو پرویز بادشاہ ایران کی بیوی شیریں کا نامی کام عاشق جس نے شیریں کو حاصل کرنے کے لیے کوہ بے ستوں کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی تھی۔ لیکن آخر میں شیریں کی موت کی جھوٹی خبر سن کر اپنے تیشے سے خود کشی کر لی تھی - گرسنہ = بھوکا - رقیب = مراد خسرو پرویز - فرہاد جس کی کوہ کنی کی بڑی دھوم ہے ایک بھوکا مزدور تھا جس نے اپنے رقیب خسرو پرویز کے لیے عشرت گاہ تراشنے کی حماقت کی اور کوہ بے ستوں جسے اس نے کاٹا تھا اس کی محبوبہ شیریں کی تغافل شعاری کا نمونہ تھا کیونکہ شیریں اگر تغافل نہ کرتی تو اسے یہ مصیبت نہ اٹھانا پڑتی - (۹) آتش خیز = جس سے آگ نکل رہی ہو - یعنی اہل وفا کی شعلہ بار آہوں کی آج تک کس نے پروا کی ہے اور غمگین دلوں کے نالوں میں کب تاثیر پیدا ہوئی ہے -

(۱۰) سامع = سننے والا - زمزمہ = نغمہ - سروبرگ = مراد خیال، پروا - ستائش = تعریف - نفرین = ملامت - (۱۱) ہرزہ سرا = بیہودہ گو، یاوہ گو - عیاذاً باللہ = پناہ ہے اللہ کی - یک قلم = بالکل - (۱۲) نقش = مراد تعویذ - لاحول = کلمہ نفرت و بیزاری - خامۂ ہذیاں تحریر = مہمل باتیں لکھنے والا قلم = وسواس قریں = شک و شبہہ سے قریب - (۱۳) ختم رسل = مراد پیغمبر اسلام - یقین = مراد ایمان - (۱۴) سرمایۂ ایجاد = آفرینش عالم کا سرمایہ - کف خاک = مشت خاک، گردۂ تصویر زمیں = مراد کرۂ زمین - (۱۵) ناموس = عزت - امین = امانت دار - (۱۶) نسبت نام = اشارہ ہے حضرت علی کی کنیت "ابوتراب" کی طرف جس میں لفظ تراب کے معنی خاک کے ہیں - روایت ہے کہ ایک موقع

پر حضرت علی کو گرد و غبار میں آلودہ دیکھ کر پیغمبر اسلام نے ان کو ابوتراب فرمایا تھا۔
(۱۷) نفس باد صبا = ہوا کی سانس یعنی ہوا۔ (۱۸) برش = کاٹ۔ سررشتۂ
ایجاد = مراد دنیا کی تخلیق کا سلسلہ۔ (۱۹) رنگ ٹوٹنا اور رونق ٹوٹنا ترتیب وار
رنگ شکستن اور رونق شکستن کا ترجمہ ہیں، مراد رنگ اور رونق کا زائل ہونا۔
بت خانۂ چین = قدیم زمانے میں چین کا مشہور بت خانہ۔
(۲۰) جاں پناہا = اے جان کو پناہ دینے والے۔ دل و جان فیض رسانا =
اے دل و جان کو فیض پہنچانے والے۔ وصی = وصیت کیا ہوا، (۲۱) اطہر = مبارک،
پاک۔ اشارہ ہے فتح مکہ کے بعد کے اس واقعے کی طرف کہ حضرت علی نے پیغمبر اسلام کے شانۂ مبارک پر
چڑھ کر خانۂ کعبہ میں آویزاں قبیلہ بنی خزاعہ کے بت "ہبل" کو بلندی سے گرایا تھا۔ ناصیہ =
پیشانی۔ ناصیۂ عرش نگیں یعنی تیرا اسم گرامی عرش پر اس طرح کندہ ہے جس
طرح انگوٹھی کے نگ پر نام کندہ ہوتا ہے۔ (۲۲) بغیر از واجب = سوائے
ذات واجب یعنی خدائے تعالی کے۔ شعلۂ شمع مگر = شمع کی آئین بندی یا آرائش
اس کا شعلہ ہی کر سکتا ہے۔ (۲۳) جوہر آئینۂ سنگ = سنگ آستانۂ ممدوح کے
آئینے کا جوہر یا وہ قوت جس سے آئینے میں عکس دکھائی دیتا ہے۔ رقم بندگی =
حضرت جبرئیل کی جبیں سائی کے نشان۔ ممدوح کے سنگ آستاں کو آئینہ اور
اس پر حضرت جبرئیل کی جبیں سائی کے نشانوں کو جوہر قرار دیا ہے۔ (۲۴)
اسباب نثار آمادہ = وہ چیزیں جو نثار ہونے کے لیے آمادہ ہیں۔ (۲۵)
کام = تالو۔ تسلیم = اطاعت۔ لوح و قلم = وہ تختی اور قلم
جو عرش پر ہیں۔ (۲۷) معاصی = گناہگاری۔ (۲۹) اجابت =
قبولیت۔ (۳۰) شبیر = حضرت امام حسین کا ایک نام۔ (۳۱) دلدل =
حضرت علی کے ایک گھوڑے کا نام۔ اس سے قدم اور مجھ سے جبیں =

اس کا قدم ہو اور میری جبیں ۔ (۳۲) الفت نسب = الفت سے نسبت رکھنے والا۔ توحید فضا = جس کی فضا توحید ہو یعنی جو توحید سے معمور ہو۔ جلوہ پرست = خدا یا ممدوح کے جلوے کی پرستار۔ نفس صدق گزیں = صداقت سے معمور سانس، مراد حق گوئی ۔ (۳۳) صرفِ اعدا = دشمنوں کے مصرف میں ۔

قصیدہ ۲

(۱) مہ نو کی خمیدگی کو جھک کر سلام کرنے سے تعبیر کیا ہے ۔ (۲) ہر مہینے کے آخر میں چاند دو دن نہیں نظر آتا اور دوبارہ تیسرے دن دکھائی دیتا ہے ۔ اندام = جسم ۔ (۳) بندہ ... = یہاں سے اگلے شعر تک چاند کا جواب ہے ۔ (۵) حَبّذا = مرحبا کی طرح کلمۂ تحسین؛ واہ وا ۔ (۹) تَمّام = جنگل خور ۔

(۱۰) انام = مخلوقات ۔ (۱۱) حلقہ بگوش = فرمانبردار غلام ۔ (۱۲) بطرزِ استفہام = سوالیہ انداز میں؛ کیا غالب اس کا غلام نہیں ہے۔ یعنی غالب بھی اس کا غلام ہے ۔ (۱۳) قرب ہر روزہ بر سبیلِ دوام = روزانہ حضوری ہمیشہ کے لیے (۱۴) روشناسی = جان پہچان، باریابی ۔ صیام = صوم یعنی روزہ کی جمع ۔ (۱۹) فرِ فروغ = روشنی کی شان ۔

(۲۰) منازلِ فلکی = آسمان کی منزلیں ۔ تیز یِ گام = تیز رفتاری ۔ یعنی چودہ دن گردش کرنے کے بعد جب ماہ کامل بن جائے ۔ (۲۱) پرتو = روشنی ۔ فروغ پذیر = روشن ۔ مشکو = محل سرا ۔ بام = بالاخانہ ۔ (۲۴) یعنی تو نے مجھ کو قتل کر کے بلا وجہ اپنے سر الزام لیا ۔ (۲۶) لذتِ دشنام = وہ لطف جو گالی کھانے یا برا بھلا سننے میں حاصل ہو۔

(۲۷) ناقوس = سنکھ۔ احرام = حج کا لباس۔ (۲۸) قدح = شراب کا بڑا پیالہ۔ نقد = مراد نقد رقم۔ وام = قرض۔ (۲۹) ابرام = اصرار۔

(۳۱) پیکِ تیز خرام = تیز رفتار قاصد۔ (۳۲) ناصیہ سا = جبیں سائی کرنے والا۔ بہرام = مریخ ستارہ۔ (۳۴) مظہرِ ذوالجلالِ والاکرام = خدائے تعالیٰ کا مظہر جو جلال اور اکرام والا ہے۔

(۳۵) حدیقہ = چمن۔ (۳۷) قیصر = بادشاہ روم کا لقب۔ جم = قدیم ایران کا ایک مشہور بادشاہ جمشید۔ سام = مشہور ایرانی پہلوان اور رستم کا دادا۔ (۳۸) زندگی افزا = زندگی کو بڑھانے والا۔ فرخی فرجام = مبارک انجام۔ (۳۹) چشم بد دور = خدا نظر بد سے بچائے۔ لوحش اللہ = لفظی معنی اللہ اس کو وحشت نہ دے۔ کلمہ تعجب و تعظیم، ماشاء اللہ۔

(۴۰) جرعہ خوار = گھونٹ پینے والا۔ مرشد جام = مراد جمشید بادشاہ جس کا جام مشہور ہے۔ (۴۱) ایرج = فریدون بادشاہ کے بیٹے کا نام۔ تور = فریدون بادشاہ کے بڑے بیٹے کا نام جس سے توران منسوب ہے۔ خسرو = سیاوش بن کیکاؤس کا بیٹا، پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں بھی جو شیریں کا عاشق تھا۔ بہرام = عراق کے ایک بادشاہ کا نام جس کو بہرام گور بھی کہتے ہیں۔ چاروں نام زمانۂ قدیم کے مشہور بادشاہوں کے ہیں۔ (۴۲) گیو = مشہور ایرانی پہلوان جو گودرز پہلوان کا بیٹا تھا۔ بیژن = ایک مشہور ایرانی پہلوان جو گیو کا بیٹا، رستم کا بھانجا اور افراسیاب کی بیٹی منیزہ کا عاشق تھا۔

رہام = گودرز پہلوان کا بیٹا اور مشہور ایرانی پہلوان۔ (۴۳) مُو شگافی = بال میں شگاف کرنا۔ ناوک = تیر۔ صمصام = تلوار۔ (۴۴) تیرا تیر دشمن کے تیر کو نشانہ بناتا ہے اور تیری تلوار دشمن کی تلوار میں نیام کی طرح گھس جاتی ہے۔ (۴۵) رعد = فرشتہ جس کی آواز بادل کی گرج ہے۔ اس شعر کے پہلے مصرعے کا تعلق اگلے شعر کے پہلے مصرعے اور دوسرے مصرعے کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرعے سے ہے۔ (۴۶) گراں جسد = بھاری جسم والا۔ رخش = رستم کے گھوڑے کا نام، مراد گھوڑا۔ سبک عناں = مراد تیز رفتار۔ (۴۷) صورت گری = تصویر کشی۔ دستگاہِ تمام = قدرت کاملہ، مہارت تامہ۔ (۴۸) مضروب = ضرب لگایا ہوا، جس پر وار کیا جائے۔ ادغام = دو حرفوں کو ایک کر دینا؛ باہم پیوست ہونا۔ (۴۹) رقم پذیر ہوئے = لکھے گئے۔ لیالی = لیل بمعنی رات کی جمع۔

(۵۰) بہ کلکِ قضا = حکم خدا یا مرضی الٰہی کے قلم سے۔ مجملاً = مختصراً۔ (۵۱) شاہد = عاشق۔ دشمن کام = وہ شخص جو دشمنوں کی مراد کے موافق تباہ حال ہو۔ (۵۲) تیز گرد = تیزی سے گردش کرنے والا۔ نیلی فام = نیلے رنگ کا۔ (۵۳) حکم ناطق = زبانی حکم۔ خال = تل۔ (۵۴) رم = بھاگنا، مراد چلنا۔ (۵۵) رخشاں = چمکدار۔ خسرو = بادشاہ۔ شحنہ = کوتوال۔ (۵۶) توقیع = فرمان۔ ارقام = لکھنا۔ (۵۷) طرازِ دوام = نقشِ ہمیشگی۔ (۵۸) روائی = رواج، چلن۔ رسائی = پہنچ۔ تیری سلطنت ازل سے جاری ہے اس کے انجام کی ابد تک رسائی ہو یعنی ابد تک جاری رہے۔

کرامت علی شہیدی بریلوی

(۱) رقم = لکھنا، لکھائی۔ مد = عنوان، پیشانی، مد کی شکل کا مخفف بسم اللہ
(۲) حجت = دلیل۔ (۳) دبستان = مکتب۔ عقل کل مراد جبریل۔
لوح زبرجد = زبرجد کی تختی، مراد آسمان۔ زبرجد = زمرد کی قسم کا ایک
قیمتی ہیرا پتھر۔ (۴) چمن پیرائے کن = کن کا چمن آراستہ کرنے والا یعنی
کائنات کو پیدا کرنے والا، مراد عقل اول یعنی وہ فرشتہ جس کو کائنات
کی تخلیق کے لیے خدا نے سب سے پہلے پیدا کیا تھا۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ
نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ۔ فراش = فرش بچھانے والا۔ آفرینش =
پیدائش عالم۔ بوٹا = پھول، گل کاری۔ عجم = غیر عربی ممالک، ایران و
توران۔ نوشیرواں = کسریٰ، ایران کا ایک مشہور قدیم بادشاہ۔ روایت
ہے کہ پیغمبر اسلام صلعم کی ولادت کے وقت قصر کسریٰ کے چودہ کنگرے
گر گئے تھے۔ (۷) گہوارہ جنباں = پالنا ہلانے والا۔ روح الامین =
مراد جبریل۔ روایت ہے کہ حضرت جبریل حکم الٰہی سے حضرت حسن اور
حضرت حسین کو اپنے پروں سے جھولا جھلایا کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے
حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنا فرزند قرار دیا تھا۔ (۸) طوبیٰ = جنت
کے ایک درخت کا نام۔ سہی قد = موزوں قد رکھنے والا۔ پیغمبر اسلام
کے جسم مبارک کا سایہ نہیں تھا۔
(۱۰) تسنیم و کوثر = جنت کی نہروں کے نام۔ دُرِّ یتیم = بڑا اور آبدار موتی
جو پوری سیپی میں ایک ہوتا ہے۔ بحر سرمد = ہمیشگی کا سمندر۔ (۱۱) قفل
ابجد کا = قفل ابجد، ایک قسم کا تالا جس کے حلقوں پر حروف بنے ہوتے

ہیں، حلقوں کو گھمانے سے جب ایک مقررہ لفظ بن جاتا ہے تو تالا کھل جاتا ہے ورنہ بند رہتا ہے — (۱۲) محسود = حسد کیا ہوا — مجرّد = تنہا، غیر مادّی، غیر جسمانی — (۱۳) شیرازہ = کتاب کی جز بندی یا پشت کی سلائی، مراد ترتیب، انتظام — ارکان = مراد چار عناصر، آگ، پانی، ہوا اور مٹی جن کے باہمی ربط پر زندگی منحصر سمجھی جاتی ہے — افزوں = زیادہ — محرّر = لکھا ہوا، غیر مجلد — مجلد = جلد بندھا ہوا — (۱۴) افعی = سانپ — قصرِ خضر = سبز محل — خدا کے حکم کے خلاف ابلیس نے جب آدم کو سجدہ نہیں کیا اور وہ جنّت سے نکال دیا گیا تو اس نے سانپ کی صورت میں جنّت میں داخل ہو کر حضرت آدم کو بہکایا تھا — کہتے ہیں کہ زمرّد کے عکس سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے — (۱۵) برزخِ کبریٰ = مراد بڑی، بزرگ درمیانی ہستی، برزخ موت سے قیامت تک کے زمانے اور ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو — مشدّد = تشدید دیا ہوا — (۱۶) ذاتِ مطلق = خدا — احد = ایک، مراد خدا — (۱۷) ذوالقرنین = سکندر بادشاہ کا لقب، قرن کے معنی گیسو، زمانہ، پہاڑ وغیرہ کے ہیں، ذوالقرنین کے معنی ہیں دو قرن والا، سکندر کا یہ لقب اس لیے پڑا کہ وہ دو گیسو رکھتا تھا، دنیا کی دو سمتوں تک پہنچا تھا یا نور و ظلمت دونوں میں داخل ہوا تھا، قرآنِ کریم میں ذوالقرنین کے ذکر کے پیشِ نظر اسے سکندرِ اعظم سے مختلف اور زیادہ قدیم بادشاہ بھی قرار دیتے ہیں — سد = دیوار، روک، لوہے اور تانبے کی وہ روایتی

دیوار جو سکندر ذوالقرنین نے حد مشرق میں یاجوج اور ماجوج کی اولاد کے فتنوں سے بچنے کے لیے دو پہاڑوں کے بیچ میں تعمیر کرائی تھی (۱۸) پابوس = پاؤں چومنا ۔ کیواں = ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پر ہے ۔ فرق = سر ۔ فرقد = قطب شمالی کے گرد گھومنے والے دو ستاروں میں سے ایک ستارے کا نام ۔

(۲۲) سنگ اسود = کالا پتھر، کعبے کا وہ سیاہ پتھر جس کو بوسہ دینا مسلمان گناہوں کے دور ہونے کا باعث سمجھتے ہیں ۔

(۲۳) قادر انداز = صحیح تیر چلانے والا ۔ قضا و قدر کے عموماً ایک ہی معنی لیے جاتے ہیں ۔ لیکن یہاں دونوں میں یہ فرق پیش نظر ہے کہ قضا تو وہ حکم الٰہی ہے جو مجموعی اور مختصر طور پر ازل کے دن تمام کائنات کی نسبت ہو چکا ہے اور قدر وہ حکم الٰہی ہے جو بہ تدریج اس علم ازلی کے مطابق ہر فرد کی نسبت الگ الگ اور تفصیل کے ساتھ ہوتا رہتا ہے ۔ (۲۴) محل = موقع ۔ موکد = تاکید کیا ہوا ۔ اشارہ ہے قرآن کریم میں اس ارشاد الٰہی کی طرف کہ منکرین رسالت ہرگز اپنے انکار سے باز نہ آئیں گے ۔ (۲۵) زندیق = بے دین، ملحد ۔ مرتد = اسلام سے پھرا ہوا ۔ (۲۶) صفاہاں = اصفہان، ایران کا شہر جہاں کی تلوار مشہور ہے ۔ مہند = ہندوستانی کیا ہوا، ہندی، اپنی اردو شاعری کو تیغ مہند کہا ہے ۔ (۲۷) نوکردہ = نیا کیا ہوا، نیا ۔ تقویم کہن = پرانی جنتری ۔

(۳۰) مخلّد = ہمیشہ، دائمی ۔ (۳۱) طعمہ = لقمہ، خوراک ۔ دام اور دد = چوپائے، درندے ۔

شیخ امان علی سحر لکھنوی

(۱) جانِ عالم = واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ (۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۶ء) کا لقب، ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے واجد علی شاہ کو معزول کرکے اودھ کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ اسی زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) بوتراب = دیکھئے غالب کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ (۳) ابوالفضل = دربار اکبری کا مشہور وزیر اور مصنف شیخ ابوالفضل علامی، باپ کا نام شیخ مبارک تھا۔ ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا۔ شہزادہ سلیم (جہانگیر) کی سازش سے ۱۶۰۲ء میں قتل کیا گیا، اکبر نامہ، عیار دانش اور مکتوبات علامی تصنیفات ہیں، اکبر نامہ یعنی ہندوستان میں آل تیمور کی مفصل تاریخ کی ایک جلد آئین اکبری بہت مشہور ہے۔ فیضی = شیخ ابوالفیض فیضی، ابوالفضل کا بڑا بھائی، دربار اکبری کا ملک الشعرا اور فارسی کا بلند پایہ مصنف و شاعر ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۹۵ء میں وفات پائی، متعدد تصنیفوں میں مثنوی نل دمن اور انشائے فیضی زیادہ مشہور ہیں۔ عرفی = دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۲۲ کا حاشیہ۔ اکبر اول = شہنشاہ اکبر ۱۵۴۲ء میں امرکوٹ میں پیدا ہوا زمانۂ حکومت ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک ہے۔ نورتن = اکبر کے باکمال نو درباری جن میں ابوالفضل، فیضی، خانخاناں، کوکلتاش، حکیم ہمام، حکیم ابوالفتح، بیربل، راجہ ٹوڈرمل اور بیرام خاں یا راجہ مان سنگھ شامل ہیں۔ (۸) چوتھی = شادی کی ایک رسم۔ تیجا = مرنے سے تیسرے دن کا فاتحہ۔ (۹) دردیاں = دردی کی جمع، شاہی دروازے پر صبح و شام طنبور اور

نقارہ وغیرہ بجتا تھا۔ گجر = چار، آٹھ اور بارہ بجے دو چند گھنٹوں کا بجنا۔

(۱۰) اصفہانیاں = اصفہانی کی جمع، مراد تلواریں ہیں۔ (۱۶) پشتہ = چھوٹی دیوار یا مٹی کا ڈھلوان ڈھیر جس کو استحکام کے لیے بڑی دیوار کی جڑ میں لگاتے ہیں۔ (۱۸) برق انداز = توڑے دار بندوق رکھنے والا سپاہی۔

(۲۰) قیصر باغ = واجد علی شاہ کا بنوایا ہوا لکھنؤ کا ایک مشہور باغ، جس میں زیادہ تر انھیں کی تعمیر کرائی ہوئی عمارتیں تھیں، انھیں میں کوٹھی خاص مقام میں واجد علی شاہ رہتے تھے۔ اور سال میں ایک بار عظیم الشان میلہ ہوتا تھا جس میں عوام الناس کو گیروے لباس میں شریک ہونے کی اجازت تھی۔ طوبا = جنت کے ایک میوہ دار درخت کا نام۔ (۲۵) کھیت کرنا = نکلنا، طلوع ہونا۔ (۲۶) موتیا = ایک پھول کا نام۔ (۲۷) بنفشہ = ایک مشہور گھاس، خط رخسار کو بنفشہ سے استعارہ کیا ہے۔ خال = تل۔ (۲۹) سوئیاں = سوئی کی جمع، انکر، انکھوا۔ مطلب یہ عالم تھا کہ بندوق کے چھرّوں سے انکھوے پھوٹ نکلے تھے۔

(۳۰) سہی قد = سرو قد، سہی کے معنی ہیں سیدھا یا سرو کا سیدھا درخت (۳۲) عقیق = ایک سرخ قیمتی پتھر۔ شجری = نگینہ جس میں پیڑ سے دکھائی دیتے ہیں۔ (۳۸) محل = بادشاہ اودھ کی بیوی کا لقب۔ بیگمات = شاہی خاندان کے افراد کی بیویاں۔ واجد علی شاہ کی بیاہتا بیوی یعنی خاص محل کے علاوہ جو دوسری عورتیں ان کی زوجیت میں داخل ہوتی تھیں وہ بھی پہلے بیگمات کہلاتی تھیں اور پھر عموماً صاحب اولاد ہونے کے بعد

ان کو محل کا رتبہ دیا جاتا تھا۔ رہس = راس لیلا، کرشن لیلا کرشن جی اور ان کی گوپیوں کا ایک قسم کا ناچ جس کی ترتیب سے واجد علی شاہ کو خاص دلچسپی تھی۔ رہس میں حصہ لینے والی عورتیں پریاں کہلاتی تھیں۔ (۳۹) ساقیا برخیز = اے ساقی اٹھ۔ بگیر = پکڑ ۔

(۴۴) تختہ = کاغذ کا تاؤ۔ (۴۵) میزان = ایک برج آسمانی جو ترازو کی شکل کا ہے۔ ادھر چونکہ شراب کو آفتاب سے استعارہ کرتے ہیں اس لیے آفتاب کے برج میزان میں جانے اور شراب کے تل کر بکنے کی مناسبت ظاہر ہے۔ (۴۶) بطِ مے = شراب کی صراحی جو بطخ کی شکل کی بنائی جاتی ہے۔ سحاب = بادل۔ بادل کو خیمے سے استعارہ کیا ہے۔ سلاطین و امرا جب شکار کھیلنے کے لیے جاتے تھے تو شکار گاہ میں قیام کے لیے خیمہ اور دیگر ساز و سامان آگے آگے لے جایا جاتا تھا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ آسمان پر بادل گھر رہے ہیں دریا پر چل کر شراب پیو۔ (۴۷) عبا = ایک لباس۔ حضرت خضر سبز پوش ہیں۔ (۴۸) جھاڑ = سلسلہ، تواتر۔ (۴۹) کٹورا بجنا = بہت رونق ہونا۔

(۵۶) راجہ اندر = پریوں کا بادشاہ۔ (۵۷) بے سلیمان = اشارہ ہے لکھنؤ میں واجد علی شاہ کے نہ ہونے کی طرف۔ (۵۸) روئے ہمایوں = مبارک چہرہ۔

(۶۹) منورالدولہ = منورالدولہ احمد علی خاں، اودھ کے بادشاہ محمد علی شاہ کے عہد میں پہلے جرنیلی کے عہدے پر مامور ہوئے پھر وزارت کا منصب ملا، کچھ عرصے کے بعد استعفا دے کر زیارت عتبات عالیات کو چلے گئے۔ واپسی کے بعد محمد علی شاہ کے جانشین امجد علی شاہ

نے کانپور سے بلوا کر دوبارہ عہدۂ وزارت دیا لیکن کچھ دنوں کے بعد
معزول کر دیا، واجد علی شاہ کی معزولی کے وقت انتظامِ ملکی میں اصلاح
کے خواہاں تھے، معزولی کے بعد واجد علی شاہ کلکتہ گئے تو منور الدولہ
بھی ساتھ تھے، فورٹ ولیم میں واجد علی شاہ کی نظر بندی کے بعد
لکھنؤ واپس آ گئے تھے۔ (۷۳) مریخ = منگل یا بہرام ستارہ، ترکِ
فلک، جلادِ فلک۔ (۷۵) ملک خصال = فرشتے کی خصلتیں رکھنے
والا۔ فلک بارگاہ = مراد بلند رتبہ۔ کیواں فر = مراد بلند مرتبہ۔
نامِ خدا = چشم بد دور، کلمہ جو کسی چیز کی تعریف کے موقع پر بولتے ہیں۔
(۷۷) بخیری = کارِ خیر کرنا، سخاوت۔ (۷۹) نہیب = خوف، رعب۔
(۸۲) گٹا = سجدوں کا نشان جو پیشانی پر پڑ جاتا ہے۔ (۸۳) قرۃ
ابرو = ابرو کو کعبہ اور پلکوں کو نمازی قرار دیا ہے۔ (۸۴) سُمرنا =
مالا، تسبیح۔ (۸۵) پابوس = پاؤں چومنے والا۔ (۸۶) جعفر و یحییٰ =
جعفر برمکی اور اس کا باپ یحییٰ برمکی جو خاندانِ عباسیہ کے پانچویں خلیفہ
ہارون الرشید کے وزیر تھے، یحییٰ کے دادا کا نام برمک تھا۔ اسی نسبت
سے یہ لوگ برمکی اور بصورت جمع برامکہ یا البرامکہ کہلاتے ہیں۔ (۸۷)
حاتم طائی = چھٹی صدی ہجری کے آخر میں عرب کے قبیلہ طے کا مشہور سخی۔
(۹۰) شاہِ اودھ = مراد محمد علی شاہ جن کے عہد میں منور الدولہ
نے وزارت سے استعفا دیا تھا۔ (۹۶) حضرت = مراد واجد علی شاہ
جو معزولی کے بعد انگریزوں کی حراست میں بظاہر دادخواہی کے
لیے انگلستان جانے کے ارادے سے کلکتے گئے تھے اور وہاں
فورٹ ولیم میں نظر بند کر دیے گئے تھے، بعد میں ان کی مستقل

سکونت کلکتے کے ایک محلے مٹیا برج میں رہی، شعر میں واجد علی شاہ کے ساتھ منورالدولہ کے کلکتے جانے کا ذکر ہے۔ (۹۹) شیرِ خدا = مراد حضرت علی۔

(۱۰۰) رفل = رائفل۔ شہابِ ثاقب = ٹوٹا ہوا چمکدار ستارہ۔ ہاتھی کو شبِ تاریک اور گولیوں کو شہابِ ثاقب کہا ہے، واقعہ اشعار سے ظاہر ہے۔ (۱۰۳) گل = چراغ کا گل۔ (۱۰۵) ہوادار = امرا کی ایک قسم کی کھلی ہوئی سواری۔ دمِ گل گشت = باغ کی سیر کے وقت، یعنی جس وقت ممدوح کا ہوادار باغ کی سیر کر رہا تھا۔ (۱۰۷) ٹراقہ = بندوق کا گھوڑا، گھوڑے دار بندوق۔ توڑے دار کا طوطا = مراد بندوق کا فتیلہ، توڑے دار ایک قسم کی بندوق ہوتی تھی جو فتیلے سے چھڑائی جاتی تھی، طوطا اس کے اس آلے کو کہتے تھے جس میں بارود تک پہنچنے والی بتّی یا فتیلہ رکھتے تھے۔ (۱۰۹) آہوئے کعبہ = آہوئے حرم، کعبے کے گرد و نواح میں رہنے والا ہرن جس کا شکار کرنا حرام ہے۔

(۱۱۰) ہُن برسنا = بہت آمدنی ہونا، دولت کی افراط ہونا۔ جُل = جھول، ہاتھی کے اوپر ڈالنے کا کپڑا۔ زرّیں = سونے کا کام کیا ہوا، سنہری۔ ہودج سیمی = چاندی کی عماری۔ (۱۱۵) سلمہ = چاندی سونے کے تاروں کا کام۔ (۱۱۶) حوضہ = ہودج۔ (۱۱۸) بےستوں = پہاڑ جس کو فرہاد نے شیریں کو حاصل کرنے کے لیے تراشا تھا اور دودھ کی نہر نکالی تھی۔

(۱۲۰) جلو = ہمراہی، سواری کے آگے چلنا۔ کتل خاصا = گھوڑا

جو امیروں کی سواری کے ہمراہ صرف سجاوٹ یا دکھاوٹ کے لیے رہتے۔
(۱۲۱) رم = بھاگنا۔ (۱۲۲) بے نظیر کی طرح = اشارہ ہے کل کے اس گھوڑے کی طرف جو مثنوی سحر البیان کے ہیرو بے نظیر کو پری نے سیر کرنے کے لیے دیا تھا۔ عمل طے ارض = زمین طے کرنے کا عمل یا منتر اور جادو وغیرہ۔ (۱۲۵) اصیل = خالص نسل والا۔ شائستہ = لائق۔
(۱۲۶) ساز = موافقت، ربط۔ قمچی = ہاتھ کا جھٹکا یا اشارہ، پتلی سی چھڑی۔ (۱۲۷) عناں = لگام۔ کمیت = گھوڑا۔ سمند = گھوڑا۔
منہ زور = بد لگام۔ (۱۳۰) رعد = بادل کی گرج، بعض کے نزدیک اس فرشتے کی آواز جو ابر کو ہانکتا ہے۔ (۱۳۱) نیزہ دار فلک = مریخ، ترک فلک۔ ابلق ایام = مراد دن رات، ابلق سفید پاؤں کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ (۱۳۲) سوار دلدل = مراد حضرت علی۔

مظفر علی اسیر لکھنوی

(۱) صفت سلک گہر = موتی کی لڑی کی طرح۔ (۱۸) پنبئی = روئی کا۔ رخت = لباس۔
(۲۰) تنومند = موٹا، بھاری بھرکم۔ (۲۱) تبختر = اترانا، اکڑنا۔
(۲۴) مستسقی = استسقا یا جلندر کے مرض کا بیمار، جس کا پیٹ بڑھ جائے یا جسم پھول جائے۔ (۲۸) مسطر = سطریں درست کرنے کا آلہ، کاغذ جس پر سطروں کے مطابق ڈورے کھنچے ہوتے تھے اور جس کو کتابت میں استعمال کرتے تھے۔
(۳۰) مہ چاردہم = چودھویں کا چاند، ماہ کامل۔ (۳۲) گندہ =

موٹا، دبیز۔ نحافت = دُبلاپن، کمزوری ۔ (۳۳) اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے ایک چیونٹی نے حضرت سلیمان کے لشکر کثیر کی دعوت کی تھی، اگرچہ سارے لشکر نے جی بھر کر کھایا تھا لیکن پھر بھی کھانا بچ رہا تھا ۔ (۳۴) بینی = ناک ۔ (۳۷) داور = انصاف والا، حاکم، مراد حضرت سجاد زین العابدین، حضرت امام حسین کے صاحبزادے اور چوتھے امام ۔ (۳۸) داور عرش تمکیں = عرش پر رہنے والا حاکم شفیع محشر = قیامت کے دن خدا سے گناہوں کی معافی کی سفارش کرنے والا۔ (۳۹) کاشف رازِ خفی = پوشیدہ راز کو کھولنے والا۔ محرم اسرار جلی = ظاہری بھیدوں کا جاننے والا۔ نقل کالاصل علی = حضرت علی کی ہو بہو نقل۔ ترجمۂ پیغمبر = پیغمبر اسلام کا ترجمان یا ہم شکل وہم خصائل۔

(۴۰) زیب دہ کون ومکاں = دنیا کو سجاوٹ بخشنے والا ۔ نزہت = پاکیزگی ۔ ریاض = روضہ (بمعنی باغ) کی جمع، باغ ۔ حیدر = حضرت علی کا لقب ۔ (۴۲) قبضۂ قدر = دیکھیے شہیدی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲۳ کا حاشیہ ۔ (۴۳) عمدۂ صُنع ازل = مراد مخلوقات میں برگزیدہ ۔ ناسخ = مٹانے والا ۔ ادیان = دین کی جمع ۔ ملل = ملت کی جمع ۔ خبر = حدیث ۔

(۴۴) قصرِ نُہ در = نو دروازوں کا محل، مراد عالم بالا، نو آسمانوں کی رعایت سے (۴۵) جام جہاں بیں = جام جہاں نما، پیالہ جو کیانی خاندان کے بادشاہ کیخسرو کے پاس تھا اور جس سے ساری دنیا کا حال معلوم ہوتا تھا، ایران کے بادشاہ جمشید کا پیالہ بھی اسی خصوصیت کے لیے مشہور ہے، شعرا عموماً جام جہاں بیں سے جام جمشید ہی مراد لیتے ہیں ۔ بود و نابود = ہونا اور نہ ہونا، ہستی و عدم ۔ (۴۷) مصقل = صیقل کرنے کا آلہ، چمکانے

کا آلہ۔

(۵۰) شانہ کش = کنگھا کرنے والا، آراستہ کرنے والا۔ دودِ مجمر = انگیٹھی کا دھواں۔ (۵۳) ہفت افلاک = سات آسمان۔ (۵۴) عفو = معافی۔ (۵۵) کف = جھاگ، پھین۔ عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادّہ۔ (۵۶) مروحہ = پنکھا۔

(۶۶) گیرا = پکڑنے والا۔ (۶۹) وا = کھلا ہوا۔

(۷۰) شاہ شہیداں = حضرت امام حسین۔ (۷۱) گلِ فاطمہ = مراد حضرت امام حسین۔ نیلوفر = ایک پھول جس کی دو قسمیں کنول اور کوکا بیلی کہلاتی ہیں۔ (۷۲) کربلا میں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد اہلِ حرم اور بیمار فرزند حضرت سجاد زین العابدین کو زندان شام میں قید کر دیا گیا تھا، ایک سال کے بعد ان حضرات کو رہائی ملی تھی۔ بدرۂ ظلمت = مراد ظلمات، وہ تاریکی جہاں چشمۂ حیواں یا آبِ حیات کا سوتہ ہے، حضرت خضر کا اس دشوار گزار مقام پر پہنچ کر آبِ حیات پینا اور حیات جاوداں پانا مشہور ہے۔ (۷۳) گنج = خزانہ۔ (۷۴) برج آبی = برج آسمانی کی ایک قسم، برج سرطان، برج عقرب اور برج حوت، دیگر قسمیں برج آتشی (حمل، قوس اور اسد) برج بادی (جوزا، میزان اور دلو) اور برج خاکی (ثور، سنبلہ اور جدی) ہیں۔ (۷۶) اس رعایت سے کہ ممدوح معرکۂ کربلا کے وقت بیمار تھے اور بیمار کربلا اور عابد بیمار کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (۷۷) سرمہ کھانے سے آواز بیٹھ جاتی ہے۔ (۷۸) علی = حضرت زین العابدین کا اصلی نام ہے۔

(۸۲) شومیٔ بخت = قسمت کی نحوست، بدقسمتی۔ خجالت = شرمندگی۔ (۸۳) تعزیر = سزا

سید اسمٰعیل حسین منیرؔ شکوہ آبادی

قصیدہ ۱

منیرؔ نے یہ قصیدہ جزیرہ انڈیمان میں قید کے دوران لکھا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد ایک ٹوالٹ کے قتل کی سازش کے الزام میں ان کو کالے پانی کی سزا ہوگئی تھی۔ ان کی ایک تحریر کے مطابق اصل قاتل مصطفیٰ بیگ نے ان کو پھنسا دیا تھا (دیکھیے آبِ بقا از خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی ص ۹۵) دربارِ حسین مؤلفہ سید افضل حسین ثابت لکھنوی کے مطابق منیرؔ کی گرفتاری اور سزا کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ نواب باندہ اور اکثر رئیسانِ فرخ آباد کے استاد تھے جن میں سے بعض کے بارے میں انگریزوں کو بغاوت کا شبہ تھا۔ منیرؔ کے دشمنوں نے ان کے خلاف بھی اسی قسم کی شکایت کی۔ اس قصیدے کی تشبیب میں منیرؔ نے بھی اپنی سزا یابی کو ۱۸۵۷ء کے حالات سے منسوب کیا ہے۔

(۱) کاذب = جھوٹا ۔ (۲) الف آزاد کا = الف کی طرح سیدھا خط جو فقرا ناک سے لے کر سر کے بالوں تک کھینچ لیتے ہیں۔ پیشانی = مراد عنوان ۔ (۳) وداع = رخصت ۔ (۴) سبکباری = بوجھ کا ہلکا ہونا۔ خشت = اینٹ ۔ (۶) مگر = شاید ۔ تختۂ مشق = تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔ (۷) مضرت = ضرر، نقصان ۔ تشنہ کاماں = تشنہ کام کی جمع، پیاسے ۔ پانی کی خارجی رطوبت جلانے کے لیے لوہے کو لال کرکے پانی میں ڈالتے ہیں تاکہ اس کی تاثیر مریض کے لیے مضرت نہ ہو، اس کو پانی بجھانا کہتے ہیں۔ تلوار کا پانی بھی بجھایا جاتا ہے۔ (۸) زنارِ سلیمانی = سلیمانی کے سیاہ پتھر کی سفید لکیر، دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱ کا حاشیہ۔

(۱۱) حسیر = چٹائی۔ پا در ہوا = بے بنیاد، بے ثبات۔ (۱۳) آبِ صبح دم = صبح کا پانی (۱۴) استخواں = ہڈی۔ (۱۵) افسر = تاج۔ مرغِ عیسیٰ = چمگادڑ جس کی تخلیق بطور معجزہ حضرت عیسیٰ سے منسوب ہے۔ مرغِ سلیمانی = ہُدہُد پرندہ جس کو حضرت سلیمان کے دربار میں قاصد کا خاص مقام حاصل تھا۔ (۱۶) قمر در عقرب = چاند کا برجِ عقرب میں ہونا جو منحوس ہے۔ (۱۷) جاگیر ویرانی = بنجر یا افتادہ زمین جو ادنیٰ درجے کے لوگوں کو بطور انعام یا معافی اس لیے دی جاتی تھی کہ وہ اسے آباد کریں یا قابلِ کاشت بنائیں۔

(۲۱) ماخوذ = پکڑا ہوا، گرفتار۔ فرماں بر = حکم ماننے والا۔ (۲۲) انسی و جانی = انسان اور جنات۔ (۲۳) ثالث = پنچ، جھگڑا چکانے والا۔ (۲۴) استغاثہ = داد خواہی، اپیل۔ قاصی و دانی = مراد خاص و عام۔ حاذق = ہوشیار، ماہر۔ (۲۸) چشم ما روشن = پورا فارسی فقرہ ہے چشمِ ما روشن دلِ ما شاد یعنی ہماری آنکھ روشن ہمارا دل شاد، یہ فقرہ عموماً کسی بات پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں (۲۹) نیش زن = ڈنک مارنے والا۔ خانۂ زنبور = بھڑ کا چھتا۔ (۳۰) مشتری علم کا ستارہ ہے۔ مجبوس = قیدی۔

(۳۱) بانات = مشہور اونی کپڑا۔ (۳۵) الیمانی = الیمان شہر کا رہنے والا جہاں کی تلوار مشہور ہے۔ (۳۸) گیو، رستم اور نریمان مشہور ایرانی پہلوانوں کے نام ہیں جن کا ذکر شاہنامۂ فردوسی میں آیا ہے، گیو، گودرز کا بیٹا اور نریمان رستم کا دادا تھا۔ (۴۱) چترِ ہما = مراد ہما کا سایہ۔ ظلِ سبحانی = خدا کا سایہ، مراد بادشاہ۔ (۴۲) چتر منزل = چھتر منزل، نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی بنوائی ہوئی لکھنؤ میں ایک مشہور عمارت جس کے اوپر طلائی چتر بنے ہوئے تھے۔ صرف بال افشانی = سرگرمِ پرواز۔

(۴۵) بئس البدل = بُرا بدل۔ (۴۸) قیصر باغ = دیکھیے سحر لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲۰ کا حاشیہ۔

(۵۰) اجارہ = ٹھیکہ۔ (۵۱) خانخانانی = خانخاناں یعنی امیرالامرا کا منصب۔ (۵۲) کیانی = منسوب بہ کیان، کیانی بادشاہوں کی اولاد۔ رختِ آہن گر = لوہار کا لباس۔ ساسانی = بہمن کے بیٹے ساسان کی اولاد، مراد ساسانی بادشاہوں کی اولاد۔ (۵۳) نوح طوفانی = پیغمبر حضرت نوح جن کے زمانے میں عذاب الٰہی کے طور پر طوفانِ عظیم آیا تھا۔ نوح سامانی = سامانی خاندان کا بادشاہ جس کی خراسان اور بخارا پر حکومت تھی۔ (۵۶) اولی الابصار = نگاہ والے، اہل بینش۔ (۵۷) سعد ذابح = علم نجوم کے مطابق آسمان پر بارہ برجوں کے اٹھائیس حصے ہیں جن کو منازل قمر کہتے ہیں، سعد ذابح بائیسویں منزل قمر کا نام ہے، یہ دو ستاروں پر مشتمل ہے جو ایک ہاتھ کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرف ایک چھوٹا ستارہ ہے جس کو گویا وہ ذبح کرنا چاہتا ہے۔ ذابح کے معنی ہیں ذبح کرنے والا اور اسی رعایت سے یہاں سعد ذابح کا ذکر کیا ہے۔ معلّق = لٹکی ہوئی۔ (۵۸) مبرم = نہ ٹلنے والی، شدنی۔ (۵۹) لعل پیکانی = لعل کی ایک قسم، تیر کی بھال کی طرح نوکدار لعل۔

(۶۰) سرخی = کٹی ہوئی اینٹیں۔ افشانی = افشاں کیا ہوا، مراد رنگین۔ (۶۳) بارانی = لبادہ جو بارش سے بچنے کے لیے اوڑھتے ہیں، برساتی۔ (۶۴) غراب البین = لفظی معنی جدائی کا کوا، ایک قسم کا جنگلی کوا جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے، اہل عرب اس کوے کو منحوس سمجھتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ اس کو دیکھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا اور اگر دوستوں کے سامنے آکر بیٹھ جاتا ہے تو آپس میں جدائی ہو جاتی ہے۔ (۶۶) ملتانی مٹی = پیلی

مٹی۔ (۶۷) غیر ثعبانی = سوا اژدہے پن کے۔ (۶۸) ظلمانی = تاریک

(۷۱) غول = دیو اور جن کی ایک قسم جو جنگل میں رہتی ہے اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ (۷۲) سواد شام غربت = غریب الوطنی کی شام کی سیاہی۔ کحل سلیمانی = سرمۂ سلیمانی، وہ سرمہ جس کو آنکھوں میں لگانے سے دنیا کی پوشیدہ چیزیں مثلاً دیو، جن، پریاں اور دفینے دکھائی دینے لگتے ہیں۔

(۷۳) محبس = قید خانہ۔ علم کیمیا = معمولی دھاتوں کو سونا چاندی بنانے کا ایک روایتی علم۔ قارون = حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی جو بہت بڑے خزانے کا مالک تھا لیکن اپنے بخل کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی بددعا سے اپنے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنس گیا، ایک روایت کے مطابق علم کیمیا کا ایک تہائی حصّہ اس نے حضرت موسیٰ سے حاصل کیا تھا اور باقی دو حصّے بھی کسی طرح سیکھ لیے تھے۔ (۷۴) شاہدانِ زور = مراد جھوٹے گواہ۔ براءت = بری ہونا، چھٹکارا۔ گرگِ یوسف = مراد وہ فرضی بھیڑیا جس پر حضرت یوسف کے بھائیوں نے ان کے ہلاک کرنے کا الزام رکھا تھا۔ پیر کنعانی = کنعان کا بوڑھا، مراد حضرت یعقوب۔ (۷۵) ہامانی = منسوب بہ ہامان وزیر فرعون۔ (۷۶) تحت و فوق = پستی و بلندی۔

(۷۷) دار = سولی۔ گراں جانی = سخت جانی۔

(۸۱) لحم = گوشت۔ (۸۲) ثور فلک = برج ثور جو بیل کی شکل کا ہے۔ (۸۳) آرد گندم = گیہوں کا آٹا۔ (۸۵) سوا = زیادہ۔

(۹۰) ثقالت = بھاری پن، گرانی۔ (۹۱) دریا بار = دریا برسانے والا۔ مزرع = کھیتی۔ (۹۲) اس شعر کا پہلا مصرع اور اگلے شعر کا پہلا مصرع خواجہ حافظ کا مشہور شعر ہے جس کا ترجمہ ہے اندھیری رات، طوفان کا خوف،

ایسا ہولناک بھنور، کیا جانیں ہمارا حال ساحلوں پر اطمینان سے رہنے والے۔
(۹۵) نخل فلک فرسا = آسمان کو گھسنے والے درخت، مراد بہت بلند درخت۔
(۹۶) قوم ہود کے عذاب سے ہوا کا وہ طوفان مراد ہے جس کو صرصر عاد کہتے ہیں۔ دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۵ کے شعر نمبر ۲۵ کا حاشیہ۔ توأم = جڑواں، مراد ملا ہوا۔ (۹۷) مار = سانپ۔ کژدم = بچھو۔ (۹۸) اکل میت و خنزیرہ مردہ اور سور کھانا۔ ازبس = بہت۔ برہما = برما کا باشندہ۔ نصرانی = عیسائی۔ (۹۹) خوک مخنوق = گلا گھونٹا ہوا سور۔ نعیق زاغ = کوے کی آواز۔ ٹوڑی اور ملتانی راگنیوں کے نام ہیں۔ (۱۰۰) خرچنگ = کیکڑا۔ ضفادع = ضفدع (بمعنی مینڈک) کی جمع۔ محال ممتنع = مراد انتہائی ناممکن۔ مردم = آدمی۔ (۱۰۲) فصل زمستانی = جاڑے کا موسم۔ (۱۰۳) مشکی = سیاہ گھوڑا۔ نقرہ = سفید گھوڑا۔ (۱۰۴) بھیرویں = صبح کی ایک راگنی کا نام۔ شام کلیان = شام کا راگ۔ گدارا = دیپک راگ کی ایک راگنی۔ (۱۰۵) بیاض تخم مرغاں = پرندوں کے انڈے کی سفیدی۔ مداد = روشنائی۔ محبرہ = دوات۔ خبث الحدید = لوہے کا میل۔ مروارید عمانی = بحر عمان کا موتی، عمان کے لیے دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۱۴ کا حاشیہ۔

(۱۱۴) روح الامین = حضرت جبرئیل۔ (۱۱۵) خزاعہ = عرب کا ایک قبیلہ جو صلح حدیبیہ کے بعد پیغمبر اسلام کا حلیف ہو گیا تھا۔ بنو بکر نے قریش کی مدد سے اس قبیلہ پر حملہ کیا تھا، خزاعہ نے کعبہ میں پناہ لی۔ لیکن بنو بکر نے وہاں بھی ان کا خون بہایا، خزاعہ نے رسول خدا سے فریاد کی، آخر کار مدینے (یثرب) سے اسلامی لشکر روانہ ہوا اور فتح مکہ (۸ھ) عمل میں آئی۔ رحمۃ للعالمین = عالموں کے لیے رحمت، مراد پیغمبر اسلام۔ (۱۱۷) نور یزدانی = خدا کا نور، مراد پیغمبر اسلام۔

(۱۱۸) خازنِ جنت = جنت کا خزانچی، مراد رضوان ۔ (۱۱۹) پیک = قاصد ۔

(۱۲۰) راکبِ دوشِ پیمبر = پیغمبر اسلام کے دوشِ مبارک پر سوار ہونے والا، مراد حضرت امام حسین ۔ جنابِ خامسِ آلِ عبا = آلِ عبا میں پانچواں بزرگ، مراد امام حسین ۔ روایت ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو پیغمبر اسلام نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو اپنی عبا میں لے کر فرمایا کہ اے خدا یہ میرے اہلِ بیت ہیں ان کو پاک کر اور ان پر اپنی رحمت نازل کر، آلِ عبا سے عموماً یہی چاروں حضرات مراد ہوتے ہیں، یہاں رسول خدا کو شامل کر کے پانچ بزرگ مراد ہیں ۔ (۱۲۳) بندۂ جانی = گنہگار بندہ ۔ (۱۲۴) مہرِ سلیمانی = خاتمِ سلیمانی جس کی برکت سے حضرت سلیمان ساری دنیا پر حکومت کرتے تھے ۔ سورۂ صاد = قرآن کریم کا سورہ ص، صاد کی مناسبت چشمِ قربانی سے ہے کیونکہ آنکھ کو صاد سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ (۱۲۶) دیوانے پاس سنگِ سلیمان رکھتے ہیں، اگر شیطان یا دیو کفر سے تعلق رکھے تو سنگِ سلیمان کی لکیر اس کے لیے پھانسی کی رسی بن جائے ۔ (۱۲۷) خشتِ پیشانی = پیشانی کی اینٹ، مراد پیشانی ۔ (۱۲۸) جوئندۂ اخبارِ غیبی = غیب کی باتوں کا ڈھونڈھنے والا ۔

(۱۳۰) روحانی = مراد عالمِ ارواح کا رہنے والا، فرشتہ ۔ (۱۳۱) بھرے پانی = شرمندہ ہو ۔ (۱۳۳) طفلِ طبعی = فطری بچہ، سلطنت کے فطری مظاہر کی طرف اشارہ ہے، یعنی اگر اس کا فقر سلطنت کے طفلِ طبعی دکھائے ۔ (۱۳۴) سبحہ گردانی = تسبیح پڑھنا ۔ (۱۳۶) گوسفند = بھیڑ، بکری ۔ شبان = چرواہا ۔ شبانِ وادیٔ ایمن حضرت موسیٰ کو بھی کہتے ہیں ۔ (۱۳۷) پیغمبر اسلام کے جسمِ مبارک کا سایہ نہیں تھا ۔ (۱۳۸) اس مرتبہ = اس درجہ ۔ اقلیمِ روحانی = عالمِ ارواح، عالمِ بالا ۔

(۱۴۰) والليل = قسم ہے رات کی، قرآن مجید کے ایک سورہ کا نام جو والليل سے شروع ہوتا ہے۔ (۱۴۲) طوبیٰ = جنت کا ایک درخت۔ (۱۴۳) لباس کعبہ = کعبے کا غلاف جو سیاہ رنگ کا ہے۔ (۱۴۵) مہمانی کے معنی ہیں کھانا کھلانا، فقیروں کو عموماً کھانا کھلایا جاتا ہے، چونکہ زرنجشی کے لیے نام لکھے جائیں گے اس لیے مہمانی زرنجشی میں بدل جائے گی اور اس اعتبار سے لفظ مہمانی کے میم کا دہن سونے کا نوالہ کھائے گا۔ (۱۴۷) مصحف اکبر = مراد قرآن۔ تابوتِ سکینہ = وہ مقدس صندوق جس میں توریت کا اصل نسخہ، عصائے موسیٰ کے ٹکڑے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے کپڑے وغیرہ محفوظ تھے اور جس کو حضرت موسیٰ نے اپنے بعد فلاح و برکت کے لیے بنی اسرائیل کو سونپا تھا، بنی اسرائیل پر جب کوئی مصیبت آتی تھی تو وہ اس صندوق کو نکالتے تھے۔ عبرانی = اہل کنعان کی قدیم زبان، توریت کی زبان، یہاں توریت ہی کی طرف اشارہ ہے، عبرانی یہودی کو بھی کہتے ہیں۔ (۱۴۸) موحد = خدا کو ایک جاننے والا۔ امہات = ام کی جمع، مائیں۔ آبا = اب کی جمع، باپ۔ عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے آبا و اجداد خدا کو ایک ماننے والے تھے۔

(۱۵۲) شانہ کش = کنگھا کرنے والا۔ (۱۵۳) سیاست = تنبیہ کرنا، سزا دینا۔ ارباب ضلالت = گمراہ لوگ۔ (۱۵۴) میان عفت و زانی = پارسائی اور زنا کرنے والے کے درمیان۔ (۱۵۵) جلیو کا ہاتھ = تلوار کا آڑا وار، اشارہ ہے معجزۂ شق القمر کی طرف، دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ (۱۵۷) آشفتہ = پریشان۔ (۱۵۹) اشارہ ہے جنگ احد (۳ھ) میں پیغمبر اسلام صلعم کے زخمی ہونے کی طرف اشارہ۔

(۱۶۲) اجناس = جنس کی جمع، چیزیں۔ (۱۶۵) آل = مراد رسول خدا کی اولاد۔ سنان و شمر = سنان ابنِ انس اور شمر ذی الجوشن، یزیدی فوج کے دو سردار جنھوں نے کربلا میں حضرت امام حسین کو زخمی اور شہید کیا تھا، سنان نے پیچھے سے پشتِ مبارک پر نیزے کا وار کر کے آپ کو گرا دیا تھا اور شمر نے اپنے خنجر سے سر مبارک کاٹا تھا۔ (۱۶۶) مناقب = منقبت کی جمع، اوصاف حمیدہ (اصطلاحاً اہل بیت نبی صلعم اور اصحاب کبار کے اوصاف یا تعریف)۔ آلِ یٰسین = مراد آل محمد، قرآن مجید کے سورۂ صافات کی ایک آیت ہے سلامٌ علیٰ آل یاسین۔ (سلام ہو آل یاسین پر)۔ اصطفائے آل عمرانی = آل عمران کا انتخاب یا برگزیدگی، حضرت علی کے والد حضرت ابوطالب کا ایک نام عمران تھا اس لیے آل عمران سے حضرت ابوطالب کی اولاد مراد لی جاتی ہے، قرآن مجید کے سورۂ آل عمران میں آدم، نوح اور آل ابراہیم کے ساتھ آل عمران کی برگزیدگی (اصطفیٰ) کا ذکر آیا ہے۔ (۱۶۸) مہِ مہنا = مہنا کا چاند، مراد فارسی کا مشہور قصیدہ نگار انوری جو خراسان کے موضع مہنہ میں پیدا ہوا تھا۔ مہرِ شروانی = شروان کا سورج، مراد فارسی کا مشہور قصیدہ نگار خاقانی شروانی۔

(۱۷۱) اسم اعظم = خدا کا سب سے بڑا نام جو بعض کے نزدیک اللّٰہ ہے، وہ نام جس کی برکت سے جو دعا مانگی جائے قبول ہو۔ (۱۷۳) سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت میں اَنفُسَنا وَ اَنفُسَکُم کے متعلق روایت ہے کہ خدا نے حضرت علی کو نفس رسول فرمایا ہے۔ (۱۷۴) اشارہ ہے رجعتِ خورشید کی روایت کی طرف، دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر

نمبر ۱۴ کا حاشیہ — (۱۷۵) بضعۂ حضرت = مراد حضرت فاطمہ، حضرت فاطمہ کے متعلق حدیث ہے کہ الفاطمۃ بضعۃ منّی یعنی فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ خاتونِ جنت = حضرت فاطمہ کا لقب — (۱۷۶) سبطِ اکبر = بڑا نواسا، مراد حضرت امام حسن۔ مجتبیٰ = حضرت امام حسن کا لقب، لغوی معنی برگزیدہ، پسندیدہ — (۱۷۸) سیدِ مظلوم = مراد حضرت امام حسین — (۱۷۹) شدائد = شدیدہ کی جمع، سختیاں۔

(۱۸۰) شہیدانِ رہِ خالق = شہدائے کربلا — (۱۸۱) آدمِ آلِ عبا = مراد امام چہارم حضرت سجاد زین العابدین، چونکہ اہل بیت کے مردوں میں صرف حضرت عابد بچ رہے تھے اور پھر انھیں سے نسل چلی۔ آلِ عبا کے لیے دیکھیے شعر نمبر ۱۲۰ کا حاشیہ۔ کربلا میں حضرت حسین اور ان کے رفقا کی شہادت کے بعد جب اہلِ حرم کو قید کرکے شام کی طرف لے جایا گیا تو اونٹوں کی مہار حضرت سجاد کے ہاتھ میں تھی — (۱۸۷) ثامن = آٹھواں۔ اشارہ ہے آٹھویں امام حضرت امام ضامن علی رضا کی طرف (۱۸۸) تاسع = نواں، اشارہ ہے نویں امام حضرت محمد تقی کی طرف — (۱۸۹) علیٔ چارم = چوتھا علی، مراد حضرت علی نقی جو دسویں امام ہیں، اس مناسبت سے کہ آپ سے پہلے جن تین اماموں کا نام علی تھا وہ حضرت علی، حضرت زین العابدین اور حضرت علی رضا تھے۔

(۱۹۰) سمیِّ سبطِ اکبر = حضرت امام حسن کا ہم نام، مراد گیارھویں امام حضرت حسن عسکری — (۱۹۱) مہدیٔ ہادی = حضرت امام عسکری کے صاحبزادے اور بارھویں امام حضرت مہدی جو نو سال کی عمر سے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور قیامت کے قریب نمودار ہوں گے اور راہ نیک کی ہدایت کریں گے — (۱۹۲) خیال = خیل کی جمع،

بیوی بچے وغیرہ۔

قصیدہ نمبر ۲

منیر نے یہ قصیدہ جزیرۂ انڈمان میں قید کے دوران مولوی فضل حق خیرآبادی سے ایک بحث کے بعد لکھا تھا جس کی تفصیل اسی قصیدے میں شعر نمبر ۱۱۴ سے بیان کی گئی ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب غروب آفتاب، رات کی کیفیات اور علم نجوم کے مطابق ستاروں کی حرکات و سکنات وغیرہ سے متعلق ہے۔

(۱) اشک زلیخا = مراد ستارے۔ یوسف گل پیرہن = مراد آفتاب۔ زلیخا، چاہ اور یوسف کی مناسبت ظاہر ہے۔ (۲) آبلۂ روز = مراد آفتاب۔ تازہ حنا بندھ گئی = شفق پھولنے کی طرف اشارہ ہے، آبلے پر ٹھنڈک اور علاج کے لیے مہندی لگائی جاتی ہے۔ زالِ زری = سنہرے بالوں والی بڑھیا۔ کمیت = گہرا سرخ گھوڑا۔ کمیت کہن = مراد شفق آلود آسمان۔ نئے چاند کو زالِ زری کی ابرو اور کمیت کہن کی نعل قرار دیا ہے۔ (۳) چاہ سیہ = کالا یا تاریک کنواں، مراد رات کی تاریکی۔ یوسف رنگیں قبا = مراد آفتاب۔ دیو سیہ = مراد رات۔ شاہد پروین پرن = عقد ثریا کا معشوق، مراد عقد ثریا، سات ستاروں کا جھمکا۔ (۴) شہ نیم روز = دوپہر کا بادشاہ، مراد سورج۔ کم بہا = کم قیمت۔ زنگی = حبشی جو سیاہ فام ہوتا ہے۔ (۵) خیمۂ زرباف = سنہرا خیمہ، مراد آسمان۔ لیلیٰ مشکیں لباس = سیاہ پوشاک والی معشوقہ، مراد رات۔ فانوس سبز = مراد آسمان۔ شمع مرصع لگن = جڑاؤ لگن میں جلتی ہوئی شمع، مراد چاند۔ (۶) کف الخضیب = قطب شمالی کی طرف آسمان پر ایک

سرخ ستارے کا نام۔ مشک غزال ختن = ختن کے ہرن کا مشک، ختن وسطی ایشیا یا حدود چین کے ایک خطے کا نام تھا جہاں کا مشک مشہور تھا۔ مشک چونکہ سیاہ ہوتا ہے اس لیے تاریکی کو مشک غزال ختن سے استعارہ کیا ہے اور اس کو ستاروں کی آنکھوں کا سرمہ قرار دیا ہے۔

(۷)، گنبد فیروزہ = مراد آسمان۔ تابوت = مردے کا صندوق، جنازہ۔ دختر کان یتیم = مراد بنات النعش، سات ستارے جن میں چار کو نعش اور تین کو بنات کہتے ہیں، بنات بنت بمعنی بیٹی کی جمع ہے۔ (۸) پلنگ = چیتا جس کی کھال پر داغ ہوتے ہیں اور جو چاند کا عاشق مانا جاتا ہے۔ داغ پلنگ کو پہلے لالہ اور پھر شفق آسمان قرار دیا ہے۔ رقیب = مراد چیتا۔ کبک = چکور، ایک پرندہ جس کا عشق چاند سے مشہور ہے۔ پلنگ بھی چاند کا عاشق ہے اور چکور بھی، چنانچہ پلنگ کا داغ جب شفق کی صورت میں بلندی پر پہنچ گیا تو رقیب کا یہ اوج دیکھ کر چکور کو صدمہ ہوا اور وہ اپنا سینہ پیٹنے لگا۔ خسرو اقلیم چین = مراد مشتری جس کو سنسکرت میں گرو اور ہندی میں برہسپت کہتے ہیں، علم نجوم کے مطابق جس طرح ساتوں ستاروں سے ہفتے کا ایک ایک دن منسوب ہے اسی طرح ہر ستارے کا ایک مخصوص علاقہ یا ملک بھی ہے، مشتری اقلیم چین کا مالک ہے، ہندوستان زحل اور خراسان شمس کے محکوم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قصر ششم = چھٹا محل، مراد چھٹا آسمان جس پر مشتری ستارہ ہے۔ ہندوئے بالا نشیں = مراد ستارۂ زحل کیوان یا شنیچر جو ساتویں آسمان پر ہے اور ہندوئے فلک کہلاتا ہے۔ حرف بت و برہمن = مراد بت و برہمن میں مصروف۔ لفظی مناسبتیں ظاہر ہیں۔

(۱۰)، ترک کماندار = مریخ ستارہ جس کو جلاد فلک اور ترک چرخ کہتے

ہیں۔ تیر کیا زیب قوس = کمان میں تیر لگایا۔ سماک = دو ستارے جو نیزے کے مانند ہیں۔ اسلئے نیزے سے مشابہ کو سماک اعزل اور سیدھے نیزے سے مشابہ کو سماک رامح کہتے ہیں۔ نیزۂ خاراشکن = سخت پتھر کو توڑنے والا بھالا۔ (۱۱) دیر زمرد نگار = مراد آسمان۔ منظر اختر شمار = مراد ستاروں کا منظر۔ وثن = مورت، بت۔ (۱۲) صوفی ازرق لباس = نیلی پوشاک والا صوفی، مراد آسمان۔ لولی الماس پوش = ہیرے پہننے والا معشوق، مراد ستارۂ زہرہ جو پہلے شہر بابل کی طوائف تھی دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۷۰ کا حاشیہ۔ (۱۳) نظامی = عہد سلجوقی میں آذربائجان کے مشہور فارسی شاعر نظامی گنجوی جو ۵۲۵ھ میں بہ مقام گنجہ پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب خمسہ یا پنج گنج پانچ مثنویوں یعنی مخزن الاسرار، خسرو شیریں، لیلیٰ و مجنوں، ہفت پیکر، اور سکندر نامہ کا مجموعہ ہے اور تقریباً ۲۸ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ خمسۂ حیرت زدہ = مراد خمسۂ متحیرہ یعنی پانچ ستارے عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری اور زحل۔ ان کو متحیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی اپنی معمولی چال چھوڑ کر الٹے یا پیچھے چلنے لگتے ہیں۔ خمسۂ متحیرہ اس وقت نظم نظامی کی طرح منضبط اور مربوط تھے۔ ہلالی = فارسی شاعر ہلالی استرآبادی جس کی مثنوی شاہ و درویش یا شاہ و گدا بہت مشہور ہے۔ ۹۳۵ھ مطابق ۲۹-۱۵۲۸ء میں قتل کیا گیا۔ اختر برج سخن = مراد اشعار۔ (۱۴) تیر شہاب = ٹوٹے ہوئے ستارے کا تیر۔ ارجن = مہابھارت کی داستان کے مطابق پانڈو کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام جو تیر اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ کرن کے کان کے مرکز کو ارجن کے تیر سے تشبیہ دی ہے۔ (۱۵) خوشۂ =

مراد برج سنبلہ جو خوشے سے مشابہ ہے۔ نخل طور = شجر طور جس پر موسیٰ علیہ السلام کو روشنی دکھائی دی تھی، مراد درخت۔ چنار = ایک بڑا درخت، جب پرانا ہو جاتا ہے تو جل کر ختم ہو جاتا ہے۔ (۱۶) شیر سرخ = مراد آفتاب۔ فیل = رات۔ آفتاب کے شیر اور رات کے ہاتھی کی لڑائی میں رات کے ہاتھی کے دانتوں کے تیر آفتاب کے شیر کے جگر میں پیوست ہو گئے یعنی رات نے آفتاب کو ختم کر دیا۔ سرحدِ دشتِ بیاض = سفیدی کے جنگل کی سرحد۔ مراد سفیدی، دشت بیاض ایران کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ جگلی بن = جنگل جس میں ہاتھی رہتے ہیں، مراد سیاہی۔ سفیدی کی سرحد سیاہی تک پہنچ گئی یعنی رات ہو گئی (۱۷) آئینۂ خاوری = مراد سورج۔ حلقۂ سیمیں = مراد چاند۔ (۱۸) بام سبز = مراد آسمان۔ طائر سیماب گوں = پارے کے رنگ کا پرندہ مراد چاند۔ زاغ سیہ = کالا کوا، مراد رات۔ مرغ ملمع بدن = مراد آفتاب۔ ملمع = وہ چیز جس پر چاندی یا سونا چڑھا ہوا ہو۔ (۱۹) خضر زمرد لباس = مراد آسمان۔ صاحب دست کلیم = ید بیضا رکھنے والا، دست کلیم سے چاند کو استعارہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کو خدا نے یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ بغل میں چھپا کر نکالتے تھے تو ان کی جلی ہوئی ہتھیلی آفتاب کی طرح چمکنے لگتی تھی، فرعون نے حضرت موسیٰ کے سامنے بچپن میں کھجوریں اور انگارے رکھوائے تھے، حضرت موسیٰ نے انگارے اٹھا کر منہ میں رکھ لیے تھے جس سے ان کی ہتھیلی جل گئی تھی اور زبان میں لکنت آ گئی تھی۔ مصلائے سبز = سبز جانماز، مراد آسمان۔ لولیٔ بابل وطن = مراد زہرہ (۲۰) ترک سناں دار = مریخ یا ترک چرخ جس کا خانۂ اصلی برج عقرب

ہے۔ خانہ نشینی = گھر میں بیٹھنا، ستارے کا اپنے اصلی برج میں قیام کرنا۔
نشتر کژدم = عقرب یا بچھو کا ڈنک، مراد برج عقرب جو بچھو کی شکل کا ہے۔
یعنی مریخ برج عقرب میں داخل ہو گیا۔ (۲۱) مبارک نہاد = نیک بنیاد،
نیک اصل۔ خواجہ = آقا، مالک۔ صاحب قدسی نفس = فرشتہ صفت۔
دادر دیر کہن = دنیا کا حاکم۔ چاروں ترکیبیں مشتری کے لیے آئی ہیں
گرم افادت ہوا = فائدہ پہنچانے لگا۔ قسطاس = میزان، ترازو، میزان
عربی کی مشہور درسی کتاب کا نام بھی ہے۔ نسخۂ قسطاس کا درس دینے لگا
یعنی مشتری برج میزان میں آگیا۔ (۲۳) دوسرے محل کا اشارہ دوسرے
آسمان کی طرف ہے کیونکہ عطارد دوسرے آسمان پر ہے۔ صاحب دفتر =
مراد عطارد جس کو منشئ فلک اور دبیر فلک کہتے ہیں۔ حرف زن = بات
کرنے والا۔ ہندوئے بیدار بخت = خوش قسمت زحل، چونکہ زحل اپنے
خانۂ اصلی جدی میں تھا۔ دلو آب = پانی کا ڈول، دلو ایک برج کا نام
ہے جو جدی کے ساتھ زحل کا خانۂ اصلی ہے۔ ساتھ لیے دلو آب اس
لیے کہ برج دلو جدی کے قریب ہی تھا۔ ابر صفت = بادل کی طرح۔
قطرہ زن = دوڑنے والا، سعی و کوشش کرنے والا۔
(۲۵) شکم شیر = شیر کا پیٹ، اشارہ ہے برج اسد کی طرف جو شیر کی
شکل کا ہے۔ مرتع = چراگاہ۔ آہوئے روز = مراد آفتاب۔ یعنی آفتاب
برج اسد میں تھا۔ کرگس افتادہ = تھکا ہوا گدھ، مراد نسر واقع، وہ ستارہ
جس کی شکل بیٹھے ہوئے گدھ کی طرح ہے۔ دوسرا نسر یعنی نسر طائر اڑتے
ہوئے گدھ سے مشابہ ہے۔ نسر واقع اور نسر طائر کو کرگسان فلک کہتے
ہیں۔ ترک فلک = مراد مریخ ستارہ۔ یعنی مریخ کی نظر نسر واقع پر

پڑرہی تھی۔ (۲۶) آبلۂ پنج پا = مراد برج سرطان، پنج پا سرطان یا کیکڑے کو کہتے ہیں جس سے برج سرطان مشابہ ہے۔ شاخ سرگاؤ پر = بیل کے سینگ کے اوپر، مراد برج ثور کے اوپر، برج ثور بیل کی شکل کا ہے۔ گل نسترن = سیوتی کا پھول۔ برج سرطان کو گل نسترن قرار دیا ہے۔ (۲۷) اس گل تازہ پر = برج سرطان پر جس کو اس سے پہلے گل نسترن کہا ہے۔ گل سوسن = اودے رنگ کا ایک پھول، یہاں برج جدی مراد ہے جو اودے رنگ کا ہے۔ نقش سواد زمن = زمانے کی سیاہی کا نقش، مراد ستارۂ زحل جو سیاہ رنگ کا ہے۔ دونوں شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ برج ثور کے اوپر برج سرطان اور اس کے اوپر برج جدی تھا اور برج جدی میں ستارۂ زحل کی نشست تھی۔ (۲۸) حوت و برہ = مچھلی اور مینڈھا، مراد برج حوت اور برج حمل کیونکہ برج حوت مچھلی اور برج حمل مینڈھے کی شکل کا ہے۔ (۲۹) باغ = مراد آسمان۔ منطقۂ گوہریں = موتیوں کا کمربند یا پٹکا، اشارہ ہے کہکشاں کی طرف۔ گہر = کنایۃً ستارہ۔

(۳۰) منبع = نکاس کی جگہ، سوتہ۔ شیر صباح = مراد سپیدۂ سحری، سفیدی۔ نہر لبن = دودھ کی نہر، مراد کہکشاں کی چمک جس کو پہلے مصرعے میں جوئے شیر کہا ہے۔ (۳۱) چشم شبان برہ = برج حمل کے چرواہے کی آنکھ، مراد برج حمل جس کا رنگ سرخ ہے۔ صفت طاس خوں = خون کے طشت کی طرح۔ گل ناردن = انار کی ایک قسم کا نہایت سرخ پھول۔ برج حمل کو سرخی کے اعتبار سے گل ناردن کہا ہے اور ستاروں کو گل نسترن۔ (۳۲) برج حمل میں آفتاب کے آنے سے بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ (۳۳) کرگس

پرّاں = لفظی معنی اڑتا ہوا گدھ، مراد ستارہ نسر طائر جو اڑتے ہوئے گدھ کی طرح ہے۔ بال کشائے ہوا = ہوا میں اڑنے والا ۔ خفّاش = چمگاڈر یعنی چمگادڑ اڑنے لگے اور چیل کوّے چھپ گئے ۔ (۳۶) بال مرصّع = جڑاؤ پر، سنہرے پر۔ زاغ سیہ = مراد رات ۔ طائر پرسوختہ = پر جلا ہوا پرندہ، اشارہ ہے سورج کی طرف ۔ یوسف زرّیں قبا = مراد سورج ۔ طالب دلو و رسن = ڈول اور رسّی کا ڈھونڈھنے والا ۔ (۳۷) عاج = ہاتھی دانت ۔ کف ناہید = ستارۂ زہرہ کی ہتھیلی ۔ (۳۸) لوح زمرّد = زمرّد کی تختی، مراد آسمان صرف نقاطِ گہر ہوئی = موتی کے نقطوں سے بھر گئی۔ یعنی سارے آسمان پر ستارے بکھرے تھے۔ تختۂ سوسن = سوسن کے پھولوں کی کیاری، مراد آسمان، سوسن گہرے نیلے یا اودے رنگ کا پھول ہوتا ہے ۔ (۳۹) یعنی نیند آنے لگی ۔ دزدِ خیالات و خواب = خیالات و خواب کے چور، مراد وہ چیزیں جن سے خیالات اور نیند میں خلل ہو۔

(۴۰) عامل = عمل یا سحر کرنے والا ۔ فسوں = جادو، منتر۔ پری زاد = پری کی اولاد، دیو اور پری ۔ پری زاد خواب شیشہ میں آئے = خوابوں کے حسین مناظر دکھائی دینے لگے ۔ دفعتن = دفعتہً، فوراً، قافیہ کے لحاظ سے دفعتن لکھا ہے (۴۳) سرمہ کنایہ ہے تاریکی سے ۔ (۴۴) شحنگاں = شحنہ (یعنی کوتوال یا پاسبان) کی جمع ۔ بانگِ جرس = گھنٹے کی آواز۔ (۴۵) چنگ ۔ رباب = باجوں کے نام ہیں ۔ ہم نفس = ہمدم، ساتھی۔ (۴۶) پری = استعارہ ہے شراب سے ۔ (۴۷) رکوع = نماز میں گھٹنوں پر جھکنا ۔ سجود = سجدہ کرنا ۔ صومعہ = عبادت خانہ ۔ اہل ذکر = عبادت کرنے والے ۔ خشتِ دُن = شراب کے مٹکے کی اینٹ ۔ دُن = لمبا مٹکا۔

(۴۸) کاؤس = کیکاؤس، قدیم ایران کا ایک عظیم الشان بادشاہ۔ کئے = عظیم الشان بادشاہ، کیانی خاندان کے بادشاہوں کا لقب، کیکاؤس بھی اسی خاندان سے تھا۔ نے = بانسری۔

(۵۰) آتشِ تر = مراد شراب۔ بغداد = کنایۃً شراب کا پیالہ۔ خطِ بغداد = لکیر جو شراب کے پیالے میں ہوتی ہے، شراب کے پیالے کا لبالب بھرا ہونا۔ بطے = شراب کی صراحی جو بطخ کی شکل کی بناتے ہیں۔ خونِ بطِ مے = مراد شراب۔ دجلہ = ایک ندی جو بغداد کے پاس بہتی ہے۔ دجلہ کی لفظی مناسبت بغداد سے ہے کیونکہ بغداد عراق کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ (۵۱) مہ لو = مراد ہونٹ۔ مہ کامل = مراد پیالہ۔ آبلۂ سبز = مراد مینا۔ آبِ عقیقِ یمن = مراد شراب۔ عقیق ایک سرخ پتھر ہے، یمن کا عقیق مشہور ہے۔ (۵۴) حاجب = دربان۔ دواب = پہرہ دینے والے سوار۔ محیط = گھیرنے والا۔ (۵۵) بالش = تکیہ۔ (۵۶) اہلِ عزا = ماتم کرنے والے۔ (۵۷) ہم کنار = ہم آغوش۔ قوی البدن = مراد تندرست۔ (۵۹) تریاک = اصطلاحاً افیون۔ تردماغ = سرخوش، نیم مست یعنی نشہ بھی ہو اور ہوش بھی۔

(۶۰) سر بگریبانِ فکر = سوچ میں ڈوبا ہوا۔ (۶۱) کام = تالو۔ روزۂ مریم = مراد خاموشی، روزۂ مریم یا صوم مریم خاموشی کے روزے کو کہتے ہیں، جس میں تمام دن روزہ رکھنے والا بولتا نہیں ہے، حضرت عیسیٰ کی ولادت کے بعد خدا کے حکم سے حضرت مریم نے خاموشی کا روزہ رکھ لیا تھا اور حضرت عیسیٰ نے خود اپنی زبان سے اپنی ولادت کے اسباب سے بنی اسرائیل کو آگاہ کر کے ان کے شبہات کا ازالہ کیا تھا، اسی بنا پر عیسائیوں میں خاموشی کا روزہ رکھا

جاتا ہے ۔ زادۂ طبع رواں = مراد مضمون شاعرانہ یا شعر ۔ حرف زن = بولنے
والا ۔ (۶۴) خوردۂ کافور = کافور کا ریزہ، استعارہ ہے ستاروں کے لیے ۔
ریزۂ الماس = ہیرے کا ٹکڑا ۔ (۶۵) پنجۂ بیچارہ = مراد چاند ۔ آتش خشم سپہر =
آسمان کے غصے کی آگ ۔ (۶۶) متفحص = متلاشی، جستجو کرنے والا ۔ ناصیۂ چرخ =
آسمان کی پیشانی ۔ (۶۷) خادم پیر = مراد عقل ۔ حرف سخن ہو = مراد کلام
کرے، شاعری کرے ۔ (۶۸) اشبہ = مثل، مانند ۔ (۶۹) علوی = آسمانی ۔
(۷۰) تخت نشینانِ خاک = زمین کے بادشاہ ۔ فرط بلاہت = نادانی
کی زیادتی ۔ (۷۱) مبغوض تر = جس پر بہت عتاب ہو ۔ (۷۲) آئینۂ نور سے
اشارہ حضرت امام حسن کی طرف ہے جن کو پینے کے پانی میں پسا ہوا ہیرا دے
کر شہید کیا گیا تھا ۔ (۷۳) شیر خدا = حضرت علی کا لقب ۔ پاش پاش =
ٹکڑے ٹکڑے ۔ نیش زن = ڈنک مارنے والا، تکلیف پہنچانے والا ۔ (۷۴)
شربتِ الماس = پانی جو خنجر کی دھار پر چڑھایا جاتا ہے ' الماس فولاد جوہر دار
اور تیغ و خنجر کو بھی کہتے ہیں (عام معنی ہیرے کے ہیں) ۔ امام حسین کی شہادت
کی طرف اشارہ ہے، ۱۰ محرم ۶۱ھ کو یزیدی فوج کے ایک سردار شمر نے
اپنے خنجر سے آپ کا گلا کاٹا تھا ۔ سودۂ الماس = پسا ہوا ہیرا، ۵۰ھ
میں امام حسن کی شہادت کی طرف اشارہ ہے ۔ (۷۵) عرق انفعال = شرمندگی
کا پسینہ ۔ (۷۶) خامۂ فکرت = فکر کا قلم، مراد فکر یا تخیل ۔ شکر شکن = مراد
شیریں زباں ۔ (۷۷) آخر ابجد کا حرف = حرف آخر ابجد مراد ہزار یعنی بلبل،
ابجد کا آخری حرف غین ہے جس کا عدد ایک ہزار ہے ۔ (۷۸) گنج حکیم =
مراد خدا کا خزانہ ۔ سر و علن = مراد پوشیدہ اور آشکار ۔ (۷۹) عقل
نخستین = عقل اوّل ۔ دیکھیے ولی کے قصیدے کے شعر نمبر ۴۲ اور ذوق

کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶ کے حاشیے۔ نور یٰسین = پچھلا نور، مراد رسول خدا جو خاتم المرسلین ہیں۔ طفل چہل روزہ = چالیس دن کا بچہ، مراد حضرت آدم کیونکہ چالیس دن میں ان کی مٹی کا خمیر تیار ہوا تھا۔

(۸۰) مصر زلیخا پناہ = زلیخا کو پناہ دینے والا شہر، مراد جائے سکون، سینہ یا دل۔ بیت الحزن = اس حجرے کا نام جس میں حضرت یعقوب اپنے بیٹے حضرت یوسف کی جدائی میں رویا کرتے تھے، مراد رنج کی جگہ۔ (۸۱) ارض بقیع = مراد جنت البقیع، واقع مدینہ منورہ، جہاں امام حسن کا مزار شریف ہے۔ یوسف زیبق نقاب = آفتاب زیر ابر، آفتاب، زیبق کے معنی پارے کے ہیں۔ یوسف اور پیرہن میں مناسبت ہے کیونکہ پیرہن یوسف مشہور ہے، یوسف کو کنوئیں میں پھینک دینے کے ایک عرصے کے بعد ان کے سوتیلے بھائی غلہ لینے کے لیے جب مصر پہنچے تو حضرت یوسف وہاں کے وزیر اعظم تھے۔ انھوں نے ان بھائیوں کو دل ہی دل میں پہچان لیا تھا اور غلہ وغیرہ دینے کے ساتھ اپنا ایک پیرہن بھی دیا تھا اس پیرہن کی خوشبو حضرت یعقوب کو دور سے آنے لگی تھی اور جب یہ حضرت یوسف کی ہدایت کے مطابق حضرت یعقوب کی آنکھوں پر ڈالا گیا تھا تو ان کی آنکھوں کی روشنی جو حضرت یوسف کے غم میں روتے روتے زائل ہو گئی تھی، واپس آ گئی تھی۔ (۸۲) مانع لہو الحدیث = مراد گانے کو روکنے یا منع کرنے والا، لہو الحدیث کے معنی ہیں عشق کے قصے گانے اور سرود وغیرہ کی حکایتیں۔ زخمہ = مضراب، نقارے کی چوب۔ رگ تار = ستار وغیرہ کا تار۔ (۸۳) پنجۂ کبک دری = ساز بجانے کی کمانی (جس سے سارنگی وغیرہ بجاتے ہیں)۔ (۸۴) کف لسان = زبان رکنا۔ برج ثریا = مراد عقد ثریا۔ در عدن = مراد ستارے

(۸۵) کرسی و لوح و قلم = عرش، تختی اور قلم، عقیدہ ہے کہ عرش پر ایک تختی ہے جس پر قلم قدرت نے تمام آئندہ حالات و واقعات درج کر دیے ہیں۔ یعنی امام حسن کی ابتدائی تعلیم عرش پر ہوئی اور وہاں کی تختی اور قلم انھوں نے استعمال کیا۔ دوسرے مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ ابتدائی تحریر بھی عرش یا تعلیمات الہٰی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ (۸۶) آل معصفر = مچھلی۔ کشتہ = مقتول، مارا ہوا۔ (۸۷) معجز زراں = حضرت ابراہیم کا آگ کو سرد کر دینے کا معجزہ۔ اہرمن = آتش پرستوں کے اعتقاد میں خدائے ظلمت یا روح شر، مراد شیطان۔ (۸۸) سنبلۂ زر = مراد انگیٹھی۔ زنبور سرخ = چنگاری۔ زمزم آتش فشاں = آتش فشاں کنواں۔ (۸۹) زورق زریں = سنہری کشتی، مراد سورج۔ نوح = مراد ناخدا، ملاّح۔ زورق سیمیں = روپہلی کشتی، مراد چاند۔ خضر = مراد رہنما۔

(۹۰) عنبر لرزاں = مراد ممدوح کے گیسو۔ مشک جناں کی ختن = مراد جنّت کے مشک کا سرچشمہ۔ (۹۱) مردم آبی = پانی کے جانور وغیرہ، مردم یعنی مخلوق۔ (۹۲) سبز پری = نیا اُگا ہوا پودا، بیج سے پھوٹا ہوا انکھوا۔ حلۂ آدم = سبز پوشاک۔ قالب خشت کہن = مراد قبر۔ جب پودے سرسبز و شاداب نہ ہوں گے تو زمین مردہ نظر آئے گی۔ (۹۴) راغ = مرزغان، قبرستان۔ بچۂ خورشید = لعل و یاقوت وغیرہ جو آفتاب کی گرمی سے بنتے ہیں۔ (۹۵) مجمرۂ نقرہ پوش = مراد چاند، مجمرہ کے لفظی معنی انگیٹھی اور نقرہ کے چاندی کے ہیں۔ (۹۶) لعاب گوزن = بارہ سنگھے کا لعاب دہن جس سے شیر کا بخار اتر جاتا ہے۔ (۹۷) ہندوئے طفل = طفل ہندو، کنایۃً آنکھ کی پتلی (۹۸) شکر ریز = وہ چیز جو برات کی رات

دولھا دلھن پر سے نچھاور کرتے ہیں، شادی کی ایک رسم۔ (۹۹) پایۂ حوض = مے خانے کا حوض۔

(۱۰۰) ہمزۂ سمار = زبان کا قد الف کے بجائے ہمزہ کی طرح ہو جائے۔ قاف و دال = مراد قد۔ (۱۰۱) رسول خدا کی باتیں آپ کے دل میں رہتی تھیں گویا آپ کا دل حدیثوں کا وطن تھا۔ (۱۰۲) شاہ مربع نشیں = پالتھی مار کر بیٹھنے والا بادشاہ، مراد کعبہ یا آفتاب جو چوتھے آسمان پر ہے۔ (۱۰۳) خسرو ہشتم بہشت = آٹھویں بہشت یعنی فردوس کا بادشاہ، مراد امام حسن۔ شحنۂ پنجم حصار = پانچویں قلعے کا کوتوال، مریخ جو پانچویں آسمان پہ ہے۔ (۱۰۴) خسرو زریں غطا = مراد سورج۔ ۔ رنج جشن = نصف النہار پہ پہنچنے کی گرمی۔ (۱۰۵) مجمع ضدین = دو ضدوں کا جمع ہونا۔ (۱۰۶) جبہۂ درویشاں = فقیر کی پیشانی، مراد افق یا آسمان۔ دندان حوت = مراد ستارے۔ قبلۂ جمشید = کنایۃً آتش، آفتاب یا جام جہاں نما، یہاں آفتاب مراد ہے۔ (۱۰۷) زادۂ شش روزہ = چھ دن کا بچہ، نومولود بچہ، تمام عالم بھی مراد لیتے ہیں کیونکہ خدا کے حکم سے عرش سے تحت الثریٰ تک ساری دنیا چھ دن میں پیدا ہوئی تھی۔ (۱۰۹) تر زباں = خوش کلام، رطب اللسان۔ خاتم گویا = لفظی معنی بولتی ہوئی انگوٹھی، مراد منہ۔

(۱۱۰) سواران آب = مراد پانی کے بلبلے۔ کمیت = گہرے سرخ رنگ کا گھوڑا۔ گرگ = بھورے رنگ کا گھوڑا۔ بادیہ غول = ایسا جنگل جس کی ویرانی کا یہ عالم ہو کہ وہاں غول (آگیا بیتال) ہوں، کنایۃً دنیا۔ (۱۱۲) عمر خضر = حیات جاوداں، خضر کے لفظی معنی بھی سبزہ اور سبز کے ہیں، حضرت خضر کا سایہ جہاں پڑتا ہے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی ہے ۔۔۔

بادِ مسیحا = بادِ عیسیٰ، دم عیسیٰ، حضرت عیسیٰ کا قم باذن اللہ کہنا، جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے۔ (۱۱۳) صومعہ = عبادت خانہ۔ (۱۱۴) دختِ رز = مراد انگور کی شراب، شراب، دخت دختر کا مخفف ہے اور رز کے معنی ہیں انگور کی بیل یا انگور۔ شیشۂ زنار بند = چٹکی ہوئی یا ٹوٹی ہوئی صراحی۔ چونکہ آپ حلال اور حرام چیزوں کے یکجا ہونے سے مانع ہیں اس لیے شراب اور کباب کا ساتھ نہ ہو اور شیشۂ زنار بند برہمن کے پیٹ کی طرح ہو جائے۔ (۱۱۶) رسالتمآب = مراد پیغمبر اسلام۔ (۱۱۷) لبستہ = بندھا ہوا۔ (۱۱۸) گرسنہ چشمانِ دہر = دنیا کے حریص یا لالچی لوگ۔ گرگ بند = بھیڑیوں کا گھیرا، مراد قیدِ زندان جس سے جانبر ہونا محال ہو، گرگ بند کے لغوی معنی ہیں وہ شخص جو بھیڑیوں میں پھنس جائے لیکن یہاں گرگ بندی کا مفہوم ہے جس کے لغوی معنی ہیں آدمی کا سات بھیڑیوں کے درمیان پھنس جانا۔ یوسفِ زرّیں رسن = مراد آفتاب، خود اپنی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۱۲۰) ترش رو = مراد بد مزاج۔ تلخ کام = مراد ناکام، نامراد۔ سرکۂ دہ سالہ = دس سال کا سرکہ، مراد بہت پرانا سرکہ جس کی تاثیر ختم ہو چکی ہو۔ صفرا شکن = صفرا یا پت کو توڑنے والا، سرکہ یا لیمو وغیرہ کا استعمال صفرا میں مفید ہوتا ہے۔ (۱۲۳) مطہّر = پاک۔ (۱۲۶) فاخری = ایک فارسی شاعر۔ مادحِ سلجوقیاں = ایران کے سلجوقی خاندان کے بادشاہوں کی مدح کرنے والا۔ (۱۲۷) سرانِ سخن = ممتاز شعرا۔

(۱۳۰) ناقدِ تازی زباں = عربی زبان کا نقاد۔ نبض شناس

سخن = مراد سخن شناس — (۱۳۱) فضل حق = مولوی فضل حق خیرآبادی اپنے زمانے کے ایک زبردست عالم، ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۶ء میں پیدا ہوئے، غدر کے سلسلے میں انگریزوں نے انڈمان میں قید کر دیا اور قید ہی میں ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں وفات پائی — شتہر = اشتہار دیا ہوا مراد مشہور — موتمن = امانت دار، مراد قابل اعتماد، ثقہ — (۱۳۲) غرقہ بحر محن = غموں کے سمندر میں ڈوبا ہوا، اشارہ ہے قید کی طرف — (۱۳۴) مصطلحات = مصطلح کی جمع، اصطلاحات — عجم = ایران — فرس = ایرانی، اہل ایران۔ (۱۳۵) متحمّل = برداشت کرنے والا — بے ریب و ظن = بے شک و بے گمان — بوجہ حسَن = اچھی طرح سے — (۱۳۸) طوطی شکر شکن = خوش نوا طوطی، مراد شیریں کلام شاعر۔

(۱۴۰) غریب = نادر، عجیب — (۱۴۱) متعارف = پہچانا ہوا، مشہور — (۱۴۲) بے سواد = جاہل، نالائق، — (۱۴۳) قہر و خشم = غصہ — (۱۴۴) عفو کریں = معاف کریں — (۱۵۰) "بزبِ دل و جاں ہوئی شرح حدیث حسن" سے ۱۲۷۹ نکلتے ہیں جو اس قصیدے کی تصنیف کا ہجری سال ہے۔

امیر احمد امیر مینائی

قصیدہ نمبر ۱

نواب کلب علی خاں ۱۸۶۵ء سے ۱۸۸۷ء تک رام پور کے نواب تھے۔

(۱) ہنگام نظر = دیکھنے کا وقت یا موقع۔۔ (۲) حرف = مراد مصروف ۔۔ (۳) بدھیاں = پھولوں کا ہار ۔۔ زیب فزائے بردوش = کاندھے اور جسم کی سجاوٹ کو بڑھانے والا ۔ (۹) ششدر = حیران، چوسر اور شطرنج میں مہرے کا ہر طرف سے پھنس جانا۔

(۱۰) خانہ بردوش = خانہ بدوش ۔۔ (۱۳) یُمن = برکت، مبارک ہونا ۔ ماہ صفر = صفر کے مہینے کا چاند، صفر ہجری سال کا دوسرا مہینہ ہے جس کا چاند دیکھ کر آئینہ دیکھنا مبارک خیال کیا جاتا ہے۔

(۱۴) صافیٔ قلب = دل کی صفائی ۔۔ (۱۶) لگی نہ رکھنا = ذرا بھی لحاظ نہ رکھنا، صاف صاف کہہ دینا ۔ (۱۸) آئینہ کی ایجاد سکندر اعظم سے منسوب ہے، اسی کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق رستام لوہار نے لوہے کو اس طرح جلا دی تھی کہ اس میں ہر چیز کا عکس دکھائی دینے لگا تھا ۔ (۱۹) نبی = مراد پیغمبر اسلام۔

(۲۰) ہر دل ہوں عزیز = ہر دل کو پیارا ہوں ۔ اصحاب = مراد پیغمبر اسلام کے صحابی یا دوست، صحابہ ۔۔ (۲۲) اہلِ نجم = نجومی ۔۔

(۲۳) طوطی بولنا = شہرت حاصل ہونا، عروج ہونا ۔ سرخاب = ایک آبی پرندہ جس کا پر بہت خوبصورت اور قیمتی ہوتا ہے اور ٹوپی میں لگایا جاتا ہے ۔۔ سرخاب کا پر = نہایت قیمتی اور نایاب چیز ۔ آئینے کے سامنے رکھ کر طوطی کو بولنا سکھاتے ہیں ۔ غازہ = پوڈر ۔۔ (۲۵) زحل آسا = زحل کی طرح، زحل یا کیوان ایک سیاہ اور منحوس ستارہ ہے ۔۔ (۲۶) پارۂ چوب = لکڑی کا ٹکڑا۔ جگر چاک = اشارہ ہے کنگھے کے دندانوں کی طرف ۔ (۲۷) بال بیکا

ہونا = نقصان یا تکلیف پہنچنا ۔ (۲۸) پیش جائے نہ تری ایک = تیری ایک نہ چلے ۔ (۲۹) شل = اپاہج، سُن، تھکا ہوا ۔

(۳۰) ضحاک = ایران کا ایک ظالم بادشاہ جو شدّاد کا بھانجہ تھا ۔ اس کے شانوں پر شیطان کے بوسہ دینے سے دو سانپ پیدا ہو گئے تھے ۔ انسان کے سر کا بھیجا ان سانپوں کی خوراک تھی ۔ ان کی غذا کے لیے روز دو آدمی ہلاک کیے جاتے تھے ۔ آخر کار رعایا میں بےچینی پھیل گئی اور فریدوں کے ہاتھوں قید ہو کر ضحاک ہلاک ہوا ۔ (۳۴) سمن اندام = گورا جسم رکھنے والا، مراد معشوق ۔ (۳۷) کھُب گیا = مراد شرمندہ ہوا، جھینپ گیا ۔ موئے تن = جسم کے بال، کنایۃً کنگھے کے دندانے ۔ راست ہوئے = کھڑے ہو گئے ۔ (۳۹) صفت عقدہ کشائی = گرہ کھولنے کی خوبی، اشارہ ہے بالوں کے سلجھانے کی طرف ۔

(۴۲) مرجاں = مونگا، ایک سرخ سمندری پیداوار جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے ۔ (۴۴) شانۂ زنبور عسل = شہد کی مکھی کا چھتا ۔ عذوبت = مٹھاس ۔ (۴۶) شانۂ عاج = ہاتھی دانت کا کنگھا ۔ شانۂ شمشاد = شمشاد کی لکڑی کا کنگھا، شمشاد کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے، ایران میں اکثر اس کی کنگھیاں بنائی جاتی ہیں ۔ شانے میں فال دیکھنا = اشارہ ہے فال شانہ یا شانہ بینی کی طرف، فال دیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پلاؤ میں شانے کی ہڈیاں ڈالتے ہیں، دسترخوان پر اگر یہ ہڈی نکل آتی ہے تو اس کو دیکھ کر کسی معاملۂ خاص کے بارے میں نتیجہ نکالتے ہیں، شانے کے لفظ میں چونکہ ایہام ہے اس لیے یہ مضمون باندھا ہے ۔ (۴۷) صاحب ریش = داڑھی والا ۔ شانہ کش = کنگھا

کرنا — (۴۸) جل شانہ = اس کی شان بڑی ہے، اللہ کے نام کے ساتھ یہ فقرہ استعمال کرتے ہیں۔

(۵۰) دریدہ دہن = منہ پھٹ — بدگوہر = بدذات — (۵۱) کورہ دل = دل کا اندھا پن — تیرہ دروں = جس کا باطن تاریک ہو، بدباطن — (۵۲) غیبت = پیٹھ پیچھا — (۵۳) سراب = پانی کی مانند چمکتی ہوئی ریت — (۵۵) ابین ہے من الامس = دن سے زیادہ بین ہے، عربی کی مثل ہے أَظْهَرُ عَنِ الشَّمْسِ وَ أَبْيَنُ مِنَ الأَمْسِ یعنی آفتاب سے زیادہ ظاہر اور دن سے زیادہ ہویدا — شب کور = جس کو رات میں نظر نہ آئے —

(۵۹) پُرشکن = پُرشکن — سپر = ڈھال، مراد محافظ —

(۶۱) شبّو = ایک پھول جس کی خوشبو رات کو پھیلتی ہے —

(۶۴) آدلی = بہتر — عدالت گستر = مراد انصاف کرنے والا — (۶۵) زیب دہ = زیب دینے والا، آراستہ کرنے والا — (۶۶) تاج شرف = بزرگی کا تاج — (۶۷) معلّٰی = بلند — (۶۸) عود = اگر کی لکڑی — (۶۹) آرہ = آرا — تبر = کلہاڑی —

(۷۱) کرسی = مکان کی سطح — (۷۲) پرِکاہ = گھاس کا تنکا — (۷۴) وَغَا = لڑائی — (۷۶) مشتق = وہ لفظ جو دوسرے لفظ سے بنایا گیا ہو، نکلا ہوا — مصدر = نکلنے کی جگہ، لفظ کی اصل — (۷۷) طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ حرفوں کا خط جس میں بادشاہوں کا نام یا لقب فرمان پر لکھا جاتا تھا — پیشتر و ظفر = فتح کے فرمان کے لیے — (۷۸) ربعِ مسکون = زمین کا چوتھائی آباد حصہ — اخضر = سبز — (۷۹) افسر = تاج — مور کے سر کی کلغی کا بالائی تاج نما حصہ اونچائی پر ہوتا ہے جس سے تاج کے سر سے جدا ہونے کی مثال دی ہے

(۸۰) آزر = حضرت ابراہیم کے چچا جن کی بت تراشی مشہور ہے۔
(۸۴) جرمِ خورشید = سورج کا جسم، مراد سورج۔ جہاں تاب = دنیا کو روشن کرنے والا۔ (۸۸) سامعت = سننے کی قوت۔ نرگس شہلا = سیاہی مائل نرگس۔ یارائے نظر = دیکھنے کی قوت۔ (۸۹) مصحفِ رب = خدا کی کتاب، قرآن، مراد ممدوح کا چہرہ۔
(۹۰) احمر = سرخ۔ (۹۳) شست = تیر کی گرفت۔ نسرین = کرگس یا گدھ کی صورت کے دو ستارے جن کو نسر طائر اور نسر واقع کہتے ہیں نسر طائر اڑتے ہوئے گدھ کی شکل کا ہے اور منطقۃ البروج کے شمال میں واقع ہے نسر واقع بیٹھے ہوئے گدھ کی طرح ہے اور قطب جنوبی کی طرف ہے۔ مریخ = بہرام ستارہ، ترک فلک، جلادِ فلک۔ (۹۴) عرض = جو صفت خود قائم نہ ہو۔ جوہر = ہر چیز کی اصل جو خود قائم ہو۔ (۹۵) یاجوج = یاجوج اور ماجوج دو بھائی تھے جو یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے یہ اور ان کی قوم جو یاجوج ماجوج کہلاتی ہے بڑی مفسد تھی۔ سکندر بادشاہ نے ان کے فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے حد مشرق میں طلوع آفتاب کے مقام پر دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے کی دیوار "سدِ سکندری" تعمیر کرائی تھی۔ یہاں جہالت کو یاجوج قرار دیا ہے۔ (۹۶) ایماء = اشارہ، مراد مرضی، حکم۔ تیر کے پر = پر، جو تیر کے پچھلے حصے میں لگے ہوتے ہیں۔
(۹۷) پنبہ = روئی۔ معاتب = عتاب کیا ہوا۔ (۹۸) اجرام = جرم بمعنی جسم کی جمع، مراد اجرامِ فلکی = سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔
(۱۰۱) اشارہ ہے پیغمبر اسلام صلعم کے معجزۂ شق القمر کی طرف جس کے مطابق آنحضرتؐ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر

کے دکھا دیے تھے۔ (۱۰۲) شیرِ فلک = آفتاب، برج اسد۔ چورنگ = شمشیر بازی کی ایک چوٹ جس سے جسم کے چار ٹکڑے ہو جائیں، مراد ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ (۱۰۴) ساتوں کشور = ہفت اقلیم، دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۹۴ کا حاشیہ۔ (۱۰۵) باختر = خیالی طور پر باختر کا محل وقوع قاف وغیرہ کے اطراف میں ہے، مراد مغرب۔ خاور = چین یا مشرق بعید، مراد مشرق۔ طریق = راستہ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک دو قدم کا راستہ ہے (۱۰۷) دم سیر = مراد دوڑتے وقت۔ (۱۰۹) گردشِ دیدۂ راکب = سوار کی آنکھ کا پھرنا۔ عناں = لگام۔ تازیانہ = کوڑا۔ تارِ نظر = نظر کا تار، مراد نگاہ۔

(۱۱۰) تقصیر = کمی کرنا، کوتاہی کرنا۔ (۱۱۱) قاصر = کوتاہی کرنے والا۔ نگوں = اوندھا، جھکا ہوا۔ (۱۱۲) وا کیے = کھول دیے۔ ابوابِ اثر = اثر کے دروازے، ابواب باب کی جمع ہے۔ فروزندہ = چمکنے والا۔

قصیدہ ۲

اس قصیدے کا متن قصیدۂ امیر مخطوطہ ۱۲۰۶ مملوکۂ رضا لائبریری رام پور کے مطابق ہے۔ نواب سید حامد علی خاں ۱۸۸۹ء سے ۱۹۳۰ء تک رام پور کے نواب تھے۔

(۱) سلطانِ شرق = مشرق کا بادشاہ، مراد سورج۔ سورج کے برج حمل میں آنے سے موسم بہار کا آغاز ہوتا ہے۔ زرنگار = لفظی معنی سونے سے لکھا ہوا، مراد سنہری۔ (۲) خطِ شعاع = ایک قسم کا خط، کنایہ ہے سورج کی کرنوں سے۔ قوائے نامیہ = نمو یا بڑھوار کی قوتیں، قوا جمع ہے قوت کی۔ (۳) ہرکارہ = خبر رساں۔ (۴) دیار = ملک، علاقہ۔

میمنہ = فوج کا دایاں حصہ ۔ میسرہ = فوج کا بایاں حصہ ۔ سموم = گرم ہوا ۔ (۸) نوبتی = نوبت بجانے والے ۔ (۹) بوم = اُلّو ۔

(۱۰) صرصر = تیز ہوا، جھکڑ ۔ رسن = رسی، طناب ۔ ستون = کھمبا ۔ (۱۱) خسروِ خاور = مشرق کا بادشاہ، مراد سورج ۔ (۱۲) تگرگ = اولا، ژالہ ۔ سحاب = بادل ۔ رعد = بادل کی گرج ۔ (۱۴) شاخسار = ڈالیوں یا درختوں کا جھرمٹ، باغ ۔ (۱۵) یکہ تاز = تنہا دوڑنے والا، اکیلا دوڑنے والا، مراد سوار ۔ تیغ گزارانِ جوئبار = جوئبار کے تلوار چلانے والے، جوئبار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت سی نہریں ہوں ۔ تیغ گزاراں سے نہروں کو استعارہ کیا ہے ۔ (۱۶) خود = لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں سر اور گردن کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی تھی ۔ (۱۹) خیری = ایک پھول جس کو گل خیرو بھی کہتے ہیں، خیرات بیگ اور خیری میں لفظی مناسبت ہے ۔ جعفری = گیندے کے پھول کی ایک قسم ۔ بُراغ = ٹہنی، تلوار، آقا براغ نام کے طور پر آیا ہے لیکن اس میں لفظ داغ کی مناسبت لالہ سے ہے ۔ خشن خاں میں خشن کے معنی سخت اور کھردرے کے ہیں جس کی مناسبت گوکنار سے ہے کیونکہ گوکنار یا پوست کا ڈوڈہ کھردرا ہوتا ہے ۔

(۲۰) نسترن = سیوتی کا پھول جو سفید ہوتا ہے ۔ زنبق = چنبیلی کا پھول ۔ نار = انار ۔ (۲۱) سلاح = ہتھیار ۔ (۲۲) صد برگ = گیندے کا پھول ۔ سنبل = ایک خوشبودار گھاس، سنبل الطیب، بال چھڑ ۔ (۲۴) چار آئینہ = ایک قسم کی زرہ جس میں چار لوہے کے تختے بانات اور مخمل میں منڈھ کر سینے اور پشت کی حفاظت کے لیے پہنتے تھے ۔ سہ برگہ = سہ برگہ ۔ ایک پھول ۔ (۲۵) کمک =

مدد — (۲۶) بحرہ = ایک شکاری پرندہ جس کی مادہ باز ہے۔ کلنگ =
ایک پرندہ جو سارس سے مشابہ ہے۔ خروس = مرغ — کبک = چکور۔
تذرو = تذرو، ایک خوبصورت اور خوش رفتار جنگلی مرغ جو استرآباد اور مازندران
کے جنگل میں اکثر پایا جاتا ہے — ہزار = بلبل — (۲۷) کنجشک = چڑیا۔
(۲۸) عقاب = ایک شکاری پرندہ — (۲۹) شاہ شرق = مراد سورج۔
(۳۰) لکوں کے فیل مست = استعارہ ہے ابر کے ٹکڑوں سے — (۳۱)
پرے = پرا کی جمع، صفیں — (۳۳) نابکار = بے کار، ناکارہ — (۳۴)
گردباد = بگولہ — (۳۶) تردستی = چستی و چالاکی، تیز دستی۔ کف = جھاگ
(۳۷) احدی = مغلیہ دور میں ایک قسم کے منصب دار جن کا اصل کام
نادہندوں سے لگان وصول کرنا تھا، یہ لوگ جہاں بیٹھ جاتے تھے وہاں
سے رقم وصول کیے بغیر نہ ہٹتے تھے، اسی لیے احدی سے عموماً سست اور
کاہل آدمی مراد لیتے ہیں۔ ترک تاز = دھاوا، دوڑ دھوپ۔
(۴۰) گرم جست و خیز = اچھل کود میں مصروف — (۴۱) تیرہ روزگار =
مراد بد قسمت، منحوس — (۴۳) غربال = چھلنی — ناکس = نالائق —
گل چلا = ٹھیک نشانے پر گولی لگانے والا، قادر انداز — (۴۴) جھاڑ =
بلور یا شیشے کے فانوسوں کا مجموعہ — اوراق = ورق بمعنی پتا کی جمع۔
(۴۵) کمکی = مدد کرنے والی — (۴۶) مار = سانپ — (۴۷)
ہم نبرد = لڑائی میں مقابلہ کرنے والا۔
(۵۰) شادیانہ = خوشی کا باجا گاجا — (۵۲) ریحاں = نازبو کا
پودا — (۵۳) رخت = لباس — (۵۴) ٹھاٹھر = بانس کی ٹھٹھری۔
مسرو چراغاں = سرو کی شکل کا ڈھانچہ جس میں بہت سے چراغ روشن کرتے ہیں۔

(۵۸) مہتابی = ایک آتش بازی — (۵۹) گوہر غلطاں = ڈھلکتا ہوا موتی (۶۰) شقائق = لالہ — چار باغ = ایک خاص قسم کا رومال جس کے چاروں طرف گُل بوٹے ہوتے ہیں — (۶۱) درمنہ = ایک چھوٹا سا پھول۔ اشرفی = ایک پھول — درم = چاندی کا ایک سکہ — (۶۳) لوا = علم، جھنڈا — (۶۵) اے وہ کہ تیری پیشانی سے شان حیدری آشکار ہے اور تیرا نام لڑائی میں ذوالفقار کا کام کرتا ہے — یہ مطلع ذوالفقار خاں کی تعریف میں ناصر علی سرہندی کا ہے، مشہور ہے کہ ذوالفقار خاں نے صرف مطلع سن کر ناصر علی کو روک دیا تھا اور کہا تھا کہ مجھ میں مزید اشعار کا صلہ دینے کی قدرت نہیں ہے۔ ذوالفقار خاں امرائے عالمگیری میں سے تھا۔ (۶۷) دو پلکا = ایک قسم کا تیر — (۶۸) جوشن۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴ کے شعر نمبر ۵۱ کا حاشیہ — ایک دعا کا نام بھی ہے — اعتبار کرتے ہیچ مانتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ ظل کردگار = خدا کا سایہ — (۶۹) منہ پر چڑھنا = سامنا کرنا، مقابل ہونا — معاند = دشمن — مرحب سرشت = مرحب کی خصلت رکھنے والا، مرحب ایک پہلوان کا نام جس کو فتح خیبر میں حضرت علی نے قتل کیا تھا۔

(۷۰) لباسِ مہر = سورج کی طرح — (۷۱) ندیم = مصاحب، دوست — (۷۶) گل گشت = باغ کی سیر، چہل قدمی — سیم = چاندی — زرگل = گلاب کا زیرہ، پھول کا زیرہ — (۷۷) دُرِ شاہوار = بادشاہوں کے لائق موتی — (۷۹) وار = نثار کر۔

(۸۱) ہالہ وار = ہالے کی طرح — (۸۵) فرق = سر — (۸۶) ظلمت عذار = رخسار کی سیاہی، ستارۂ زحل سیاہ اور منحوس ہے

(۹۰) دریک = جاننا سمجھنا۔ مدرکہ = سمجھ، ذہن ۔ (۹۱) خارِ خسک = گوکھرو، ایک قسم کا کانٹا۔ بید اور صنوبر بے پھل درختوں کے نام ہیں۔ (۹۶) سپہر = آسمان ۔ (۹۸) ماہیٔ زمیں = وہ مچھلی جو زمین کی تہہ میں ہے۔ نسرین = دیکھیے امیر مینائی کے قصیدہ نمبر ا کے شعر نمبر ۹۳ کا حاشیہ ۔ (۹۹) بحار = بحر بمعنی سمندر کی جمع ۔

(۱۰۴) صعب = سخت، تکلیف دہ ۔ (۱۰۵) علائق = علاقہ (بمعنی لگاؤ اور ذریعۂ معاش) کی جمع ۔

میرزا خاں داغؔ دہلوی

نظام الملک آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں ۱۸۶۹ء سے ۱۹۱۱ء تک دکن کے نظام تھے۔

(۱) بادیہ پیما = جنگل میں پھرنے والا۔ غزالاں = غزال بمعنی ہرن کی جمع ۔ گردِ دامن = مراد دامن پر بیٹھی ہوئی گردِ سفر ۔ (۴) قاقم = ایک جانور جس کی کھال بہت سفید اور نرم ہوتی ہے اور جس کا پوستین بہت قیمتی ہوتا ہے، مراد بیش قیمت کھال یا پوستین۔ سنجاب = ایک جانور جس کی کھال اور پوستین بہت قیمتی ہوتی ہے، مراد کھال یا پوستین ۔ کمخواب = زریں تاروں سے بنا ہوا ایک مشہور قیمتی کپڑا (۵) شاخِ آہو = ہرن کا سینگ ۔ سبزۂ نوخط = سبزہ آغاز معشوق کا خطِ رخسار ۔ (۶) فروغِ انجم = ستاروں کی روشنی۔ (۷) شامِ غریباں = مسافرت کی شام ۔ (۸) عبیر = ایک خوشبودار مرکب جو مشک، صندل، گلاب اور زعفران ملا کر بناتے ہیں اور کپڑوں پر

چھٹر کہتے ہیں۔ مٹی ہے = مراد نہایت بے قدر یا حقیر ہے۔
(۱۲) غولِ بیاباں = ایک خیالی جناتی مخلوق جو بیابانوں میں رہتی ہے اور جس شکل میں چاہتی ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ نسریں تن = سفید یا گورا جسم رکھنے والا۔ نسریں = ایک خوشبودار سفید پھول، نسترن، سیوتی۔
(۱۳) مرتاض = ریاضت کرنے والا۔ (۱۵) سبز قدم = منحوس، نامبارک۔ سبز اختر = سبز بخت، خوش نصیب۔ ظل افگن = سایہ ڈالنے والا۔ دامن = دامنِ کوہ۔ (۱۶) رشک دہ جوئے شیر = دودھ کی نہر کے لیے باعث رشک۔ نہرِ لبن = دودھ کی نہر۔ (۱۸) پانی بھریں = غلامی کریں۔ (۱۹) ثریا تمثال = پروین کی صورت کا، پروین کی طرح۔ پروین، پرون = چند ستاروں کا نام، ثریا، جھمکا۔
(۲۰) اشہب = گھوڑا۔ (۲۱) قوت باصرہ و شامہ = دیکھنے اور سونگھنے کی طاقت۔ (۲۲) چاہِ ذقن = ٹھوڑی کا کنواں، مراد ٹھوڑی کا گڑھا۔ (۲۳) برگ برگ = پتا پتا۔ (۲۵) شکن = توڑ دے، توڑ ڈال۔
(۳۱) فلس ماہی = مچھلی کے سفنے، مچھلی سے مراد وہ مچھلی ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ زمین کی تہہ میں پانی میں ہے اور جس کے اوپر ایک گائے زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے۔ (۳۲) طوبیٰ = ایک بہشتی درخت کا نام۔ نسترون = نسترن، سیوتی، ایک سفید خوشبودار پھول۔ (۳۳) چنار = دیکھئے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۱۲ کا حاشیہ۔ (۳۴) بلد = شہر، بستی۔ (۳۵) ارم = شداد کی اس دنیا میں بنائی ہوئی بہشت۔ تزئین = آرائش، سجاوٹ۔ روکش = مقابل، شرمندہ کرنے والا۔
(۳۶) سقف = چھت۔ (۳۸) مامن = جائے امن۔ امین =

بے خوف، نڈر۔ (۳۹) شحنہ = کوتوال۔

(۴۰) دست دراز = زیادتی کرنے والا، ظالم۔ بیہودہ سرا = بیہودہ گو۔ (۴۱) ما = ہم۔ من = میں۔ واحد متکلم میں بولنا فخرو ادّعا کی علامت ہے۔ (۴۳) باون باون نوبتیں بجنا = بڑی دھوم دھام ہونا۔ (۴۴) کودن = کند ذہن۔ (۴۵) ایک مشہور فارسی رباعی کا پہلا مصرع ہے "حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر" یعنی وطن کی محبت حضرت سلیمان کی سلطنت سے بہتر ہے۔ (۴۹) تیر فگن = تیر چلانے والا۔ شیر فگن = شیر کو مارنے والا۔ مَلِک = بادشاہ۔

(۵۰) دادگر = انصاف کرنے والا۔ داد دہ = انصاف دینے والا، بخشش کرنے والا۔ دادرس = انصاف کو پہنچنے والا، منصف۔ دادرساں = انصاف پہنچانے والا، مراد منصف۔ نگیں = انگوٹھی کا نگ جس پر بادشاہ کا نام کندہ ہوتا تھا اور جو بطور مہر شاہی فرمان پر لگایا جاتا تھا، مراد حکومت۔ (۵۱) نہاد = اصل، طینت۔ سیر = سیرت کی جمع۔ (۵۲) قدر کُن = قدر کرنے والا۔ قدر فزا = قدر بڑھانے والا۔ فطن = ہوشیاری۔ (۵۳) عُلا = قدر و منزلت میں بلندی۔ (۵۴) قاطع = کاٹنے والا۔ قامع = توڑنے والا۔ ماحی = محو کرنے والا، مٹانے والا۔ حَزَن = رنج، غم۔ (۵۵) مصدر = نکلنے کی جگہ۔ معدن = کان۔ دیہیم = تاج۔ سریر = تخت۔ ظلِ قدیہ ذوالمنن = مراد خدا کا سایہ، ذوالمنن کے لفظی معنی ہیں احسان والا۔ (۵۸) محالات = محال کی جمع، ناممکن باتیں۔ تہما امکن = جہاں تک ممکن ہو۔ (۵۹) بھرن = زور شور کی بارش۔

(۶۰) ہُن برسنا = بہت آمدنی ہونا، دولت کی افراط ہونا، عام طور پر مذکر ہے لیکن داغ نے مؤنث باندھا ہے۔ (۶۱) ہنگام نثار = مراد بخشش کے وقت۔ (۶۴) زخم کا دامن پھیلانا = زخم کا گہرا ہونا یا بڑھنا تردامن = گنہگار۔ (۶۶) حکمت آموز = حکمت سکھانے والا۔ تحسین = نیک شمار کیا ہوا، مراد نیک، اچھا۔ (۶۷) ریشۂ بیخ زقوم = تھوہڑ کی جڑ کا ریشہ جو سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ (۶۸) زہرہ آب ہونا = پِتّا پانی ہونا، مراد بہت گھبرا جانا، ڈر جانا۔ روئیں تن = لفظی معنی پیتل کا جسم رکھنے والا، مراد ایران کے کیانی بادشاہ گشتاسپ کا بیٹا اور مشہور پہلوان اسفندیار جس کے جسم پر کوئی حربہ اثر نہ کرتا تھا۔

(۷۰) گُل صد برگ = گیندے کا پھول۔ ہزار = بلبل۔ (۷۳) عصمتی = پاک دامن، پرہیزگار۔ (۷۴) البرز شکن = کوہ البرز کو توڑنے والی، البرز مازندران کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (۷۵) مغفر = خود، لوہے کی ٹوپی جو لڑائی میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی تھی۔ بکتر = زرہ بکتر۔ چار آئینہ = ایک قسم کی زرہ جس میں چار لوہے کے تختے بانات اور مخمل میں منڈھ کر سینے اور پشت کی حفاظت کے لیے پہنتے تھے۔ خفتاں = ایک قسم کی زرہ یا جلتہ۔ جوشن = دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۵۴ کا حاشیہ۔ (۷۷) اسپ پری وش = پری کی طرح خوبصورت گھوڑا۔ (۷۹) یال = گھوڑے کی گردن کے لمبے بال۔ کنوتی = گھوڑے کے کان۔

(۸۰) سبک رو = تیز رفتار۔ (۸۲) الکن = ہکلا۔ (۸۳) تار برقی = تار جس کے ذریعے سے خبر بھیجی جاتی ہے۔ آمیزش =

سلاد ٹے ۔ توسن = گھوڑا ۔ (۸۴) فلک آسا = آسمان کی طرح ۔ خزف = ٹھیکرا ۔ سبک = ہلکا، حقیر ۔ (۸۵) جوڑے = بڑی چوڑیاں، جو ہاتھی دانت کے سروں پر سجاوٹ کے لیے چڑھا دیتے ہیں ۔ (۸۶) عماری = ہودج ۔ (۸۷) برج اسد = آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج جو شیر کی شکل کا ہے ۔ فیل شکاری = شکار کرنے والا ہاتھی ۔ (۸۸) طمطراق = ٹھاٹھ، شان ۔ زرق و برق = مراد چمک دمک ۔ لیس = تیار، مستعد ۔ (۸۹) بیژن = ایک مشہور ایرانی پہلوان جو گیو کا بیٹا اور رستم کا بھانجہ تھا ۔

(۹۳) آویزۂ گوش = کان کا بندہ ۔ باغاز حسن = خوبصورتی کے ساتھ، اچھی طرح ۔ (۹۵) دار کہن = پرانا گھر، مراد دنیا ۔ (۱۰۰) پرتو مہر = سورج کا عکس ۔ یمن کے لعل مشہور ہیں ۔ لعل اور دوسرے جواہرات سورج کے اثر سے بنتے ہیں ۔

سید ضامن علی جلال لکھنوی

امام زماں، صاحب الامر = بارہ اماموں میں سے آخری امام حضرت محمد مہدی کے القاب ۔

(۳) فوق = اوپر ۔ (۵) مشائخ = شیخ کی جمع ۔ (۶) راہب = عیسائی درویش، تارک دنیا عیسائی ۔ اعتکاف گزیں = گوشہ نشین ۔ (۷) زنگ = چھوٹا گھنٹہ ۔ (۸) ذوق جبش = مزا چکھنے والا ۔ تلخ کامی = مراد ناکامی، نامرادی ۔ ناز کش = ناز اٹھانے والا ۔ (۱۱) خنیاگر = گویا، مطرب ۔ چمانی = ساقی ۔ (۱۲) گلبن =

گلاب کا درخت ۔ (۱۵) خود بیں = اپنے آپ کو دیکھنے والا ۔ (۱۶) مہ تمکیں = چاند کا رتبہ رکھنے والی ۔

(۲۰) خجل = شرمندہ ۔ (۲۱) طالع = قسمت (۲۲) سواد = سیاہی ۔ شب قدر = مسلمانوں کے نزدیک ایک نہایت متبرک رات جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر سمجھی جاتی ہے، اس میں بہت اختلاف ہے کہ شب قدر کون سی رات ہے ۔ لیکن اکثر اقوال کے بموجب شیعہ رمضان کی تیئیسویں اور سنی ستائیسویں کو شب قدر مانتے ہیں ۔

(۲۴) حلقہ بگوش = مراد غلام، غلام کے کان میں سونے چاندی کی بالی پہنانے کا دستور تھا ۔ (۲۷) بینی = ناک ۔

(۳۰) چاہ زنخ = مراد ٹھوڑی کا گڑھا ۔ (۳۱) ناب = خالص، صاف ۔ (۳۳) پستاں = سر پستان ۔ اُنیاں = انی کی جمع، نوکیں ۔ کھپ کے = سما کے (۳۴) قلمیں، کٹے ہوئے ٹکڑے ۔ (۳۵) رعناں = مونگا ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے ۔ (۳۷) زیب = زینت، سجاوٹ ۔ ساق = پنڈلی ۔ بنا = بنیاد، عمارت ۔

(۳۸) پشت پا = پاؤں کے پنجے کے اوپر کا حصہ ۔

(۴۰) سرہانے = سرہانے ۔ (۴۳) جلیس = ہم نشیں ۔ خرمی = خوشی ۔ (۴۴) ببیں = دیکھ ۔ بکشا = کھول ۔ (۴۵) بوقلمونی = رنگا رنگی ۔ (۴۶) عالم پائیں = مراد دنیا ۔ (۴۷) کن فیکون = لفظی معنی ہو جا، پس ہو گئی، مراد عالم موجودات، عقیدہ ہے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو کُن فرمایا اور تمام چیزیں وجود میں آ گئیں ۔ نیرنگ = جادو ۔

سپہر = آسمان۔ (۴۸) قدسی = فرشتہ۔ علّیین = بہشت کے بلند مکان یا اونچی کھڑکیاں، آٹھ بہشتوں میں سے ایک بہشت۔ (۴۹) میکائیل = روزی پہنچانے والا فرشتہ۔

(۵۰) نوید رساں = خوش خبری پہنچانے والا۔ حورِ عیں = بڑی آنکھوں والی حور۔ (۵۱) برجیس = ستارہ مشتری۔ (۵۲) ورود = وارد ہونا، نزول۔ چودھویں معصوم = مراد امام مہدی۔ پیغمبر اسلام، آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا اور بارہ اماموں کو ملا کر چودہ معصومین یا چہاردہ معصومین کہلاتے ہیں۔ شعبان = آٹھواں اسلامی قمری مہینہ۔ (۵۴) خدیو دوسرا = دونوں جہان کا بادشاہ۔ ملائکہ = ملک کی جمع، فرشتے۔ (۵۵) مطاع روح قدس = جبرئیل کا اطاعت کیا ہوا، جبرئیل کا مخدوم۔ مقتدا = جس کی پیروی کی جائے۔ فروغ ملت بیضا = ملت اسلامی کی روشنی۔ سراج راہ یقین = ایمان کے راستے کا چراغ۔ (۵۶) اولوالامر = صاحب حکم، بادشاہ۔ حجت قائم = مراد خدا کی دلیل یا ثبوت۔ رکن رکیں = مضبوط ستون۔ (۵۷) شہ انام رسالت پناہ = مراد پیغمبر اسلام۔ (۵۸) شرع مبیں = روشن راہ، مراد شریعت اسلامی۔ (۵۹) قسیم = بانٹنے والا۔ شفیع یوم الدین = قیامت کے دن شفاعت یا گناہوں کی معافی کے لیے سفارش کرنے والا۔

(۶۰) محمد = امام محمد مہدی۔ (۶۱) نوال و بذل = سخاوت۔ (۶۲) آیۂ رحمت = مراد رحمت کی نشانی، دلیل رحمت۔ ممد و معیں = مددگار۔ (۶۴) کوکب دری = بڑا روشن ستارہ۔ (۶۶) کرسی = مراد آٹھواں

آسمان، ساتویں آسمان کے اوپر آٹھویں کرسی اور نواں عرش ہے۔ (۶۸) خلفِ مظہر العجائب = حضرت علی کی اولاد، مظہر العجائب حضرت علی کا لقب ہے۔ (۶۹) سرکہ جبیں = ترش رو، ناخوش۔

(۷۰) کھڑاگ = بکھیڑا، جنجال، ایک راگ کا نام بھی ہے۔ (۷۳) نَے = بانسری۔ گلوگیر = گلے کو پکڑنے والا، مراد آواز کو بند کرنے والا۔ صوتِ حزیں = غمگین آواز۔ (۷۴) رعبِ داد = انصاف کا خوف۔ (۷۵) شاکی = شکایت کرنے والا۔ (۷۶) خوبوں = معشوقوں۔ فتّاں = فتنہ انگیز۔ (۷۸) دست بہ قبضہ ہوں = تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھیں۔ برسرِ کیں = مراد عداوت پر آمادہ۔ (۷۹) بہرام = ستارۂ مریخ، ترکِ فلک، جلادِ فلک۔ خشم آگیں = غصے سے بھرا ہوا۔

(۸۰) رزم گہہ = میدانِ جنگ۔ چیں بہ جبیں = پیشانی پر شکن، مراد ناراض۔ (۸۱) دیکھئے منیر کے قصیدہ نمبر ا کے شعر نمبر ۱۹۱ کا حاشیہ۔ (۸۴) طلعتِ زیبا = اچھا جلوہ، خوبصورت چہرہ۔

محمد محسن کاکوروی

مدیحِ خیر المرسلین = پیغمبرِ اسلام کی تعریف۔ یہ عنوان تاریخی ہے یعنی ابجد کے حساب سے اس سے قصیدے کا سال تصنیف ۱۲۹۳ھ نکلتا ہے۔

(۲) سرو قدانِ گوکل = گوکل کی محبوبائیں۔ گوکل = متھرا کے پاس وہ مشہور اور مقدس گاؤں جہاں کرشن جی کا بچپن گزرا تھا۔ (۳) مہابن = گوکل کے نزدیک ہندوؤں کی مشہور زیارت گاہ۔ تیرتھ =

زیارت — (۴) کالے کوسوں = بہت دور تک — (۵) لات و ہبل =
دیکھئے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۱۲ کا حاشیہ ۔ دُھرکا = انتہا درجے
کا ۔ ترسا بچہ = آتش پرست کا بیٹا، آتش پرست ۔ چوٹی کا = اعلیٰ درجے
کا ۔ بجلی ایسا انتہا درجے کی آتش پرست ہے کہ پانی میں آگ لیے ہوئے ہے اور بادل
ایسا اعلیٰ درجے کا برہمن ہے کہ آگ میں پانی لیے ہوئے ہے (۷) تلاطم کو پنجاب
اور ظلمت کو بنگال سے استعارہ کیا ہے ۔ تلاطم میں پانچ حرف ہیں، بنگالہ کی مناسبت
ظلمت سے ہے کیونکہ زلف بنگالی مشہور ہے، پنجاب میں انگریزوں کا ناظم
اعلیٰ اور بنگال میں گورنر جنرل رہتا تھا (۸) منگل منگل = منگل سے تیسرے منگل تک
(۹) گوپی = لفظی معنی گوالن، خوبصورت عورت، کرشن سے محبت کرنے والی گوالوں کی لڑکیوں کا لقب
(۱۰) سلونوں = رکشا بندھن، ساون کا ایک تہوار جس میں برہمن
راکھیاں باندھنے کے لیے نکلتے ہیں ۔ (۱۱) ہنڈولے کا میلا = برسات
کا میلا جس میں چکر کھانے والے بڑے جھولے نصب کیے جاتے ہیں۔ ہنڈولے
کے معنی جھولے کے ہیں ۔ محافہ = پینس، ڈولی ۔ بہل = ایک قسم کا
بیلوں کا یکہ ۔ (۱۲) سنیچر = مراد نحوست ۔ بڑھوا منگل = میلے کا نام جو
سال میں ایک بار برسات کے موسم میں کسی منگل کو ہوتا ہے ۔ (۱۳)
بیڑے بھادوں کے = ایک قسم کی منت جس میں بانس کی تیلیوں اور
پھوس سے ناؤ کی صورت بناتے ہیں اور اس میں چراغ روشن کرکے
بھادوں کے مہینے میں جمعرات یا جمعہ کو دریا میں ڈالتے ہیں ۔ (۱۴)
بحر اخضر = سبز سمندر، مراد آسمان ۔ (۱۵) طوبیٰ = جنت کا ایک میوہ دار
درخت ۔ ہندوئے فلک = ستارہ زحل یا کیوان جو ساتویں آسمان
پر ہے ۔ کھیم کسل = خیر و عافیت، خیریت، ہندی میں مزاج پرسی

کے وقت بولتے ہیں۔ (۱۶) شبِ دیجور = کالی رات۔ (۱۸) بھبھوت = راکھ جو سادھو منہ اور جسم پر ملتے ہیں۔ بیراگی = جوگی، سادھو۔ (۱۹) تاثیرِ زحل = ستارۂ زحل کا اثر، اس رعایت سے کہ زحل کا رنگ سیاہ ہے۔

(۲۱) سنبل = آنکھ کا جالا، موتیا بند۔ (۲۳) رعد = فرشتہ جو ابر کو ہانکتا ہے۔ (۲۵) ترطیب = نمی، تری۔ زرِ محلول = حل کیا ہوا سونا۔ اخگر = چنگاری۔ منقل = انگیٹھی۔ ہوا کی رطوبت کا یہ اثر ہے کہ انگیٹھی میں آگ یوں معلوم ہوتی ہے جیسے کھرل میں سونا حل کیا ہوا ہے (۲۶) تموج = موجوں کا اٹھنا۔ (۲۸) نرگسِ شہلا = سیاہ یا سیاہی مائل نرگس۔ احول = بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئیں (۲۹) امل = امید۔

(۳۰) شبیہ = شکل، تصویر۔ نخلِ داؤدیِ مومی = موم کا بنا ہوا گلِ داؤدی کا پودا۔ عسل = شہد۔ (۳۱) بادلا = بادلہ، سونے چاندی کے تاروں کا کپڑا۔ (۳۲) گلبن = گلاب کا درخت۔ مصحف = کتاب۔ حواشی = حاشیہ کی جمع۔ جدول = صفحے کے گرد کی لکیریں۔ (۳۳) تضمین = مصرعوں یا شعروں پر مصرع یا شعر لگانا۔ (۳۴) تختِ طاؤسیِ گلشن = یعنی باغ جو تختِ طاؤس کی طرح ہے۔ تختِ طاؤسی = شاہجہاں کا مشہور مرصع تخت جس کے پایوں پر، پر پھیلائے ہوئے مور بنے ہوئے تھے۔ چتر = ایک قسم کی چھتری جو سواری میں بادشاہوں کے سر پر سایہ کیا جاتا تھا۔ فرق = سر۔ سیمبل = ایک بڑا کانٹے دار درخت جس سے ایک قسم کی نرم روئی نکلتی ہے۔

(۳۵) کونسل = کانفرنس، میٹنگ، صلاح و مشورہ ۔ (۳۷) نسیم =
یعنی اے نسیم ۔ گلگوں = سرخ ۔ کوتل = گھوڑا، خصوصاً وہ گھوڑا جو
امیروں کی سواری کے ہمراہ سجاوٹ یا دکھاوٹ کے واسطے رہے ۔
(۴۰) پیر مغاں = میخانے کا مالک، شراب بیچنے والا ۔ شاخیں نکلنا =
مراد عیب نکلنا، قابل اعتراض ہونا ۔ حرمت = عزت، حرام ہونا ۔
دختر رز = بنت العنب، انگور کی بیٹی، مراد شراب ۔ (۴۱) سبزۂ خط =
خط رخسار ۔ ہوا ہونے لگی = غائب ہونے لگی ۔ لال = ایک لال پرندہ ۔
ہریل = ایک ہرا پرندہ ۔ (۴۲) شاماں = ایک سیاہی مائل چڑیا ۔
(۴۳) نشور = قیامت ۔ خواب مخمل = مراد آرام کی نیند ۔ (۴۵)
شمشاد = ایک نہایت سیدھا اور خوبصورت درخت ۔ ملار = ملہار،
ایک راگ ۔ (۴۷) برج = متھرا کا علاقہ ۔ کرشن جی کا رنگ بادل
کے رنگ سے مشابہ تھا، اس لیے کالے اور سانولے رنگ کو ان سے
منسوب کرتے ہیں ۔ (۴۸) سر = اوپر ۔ (۴۹) شاہد = معشوق ۔
(۵۰) گنگا جمنی = وہ چیز جس میں سنہرا اور روپہلا دونوں کام ہوں
(۵۱) سبزہ = گھوڑا، (سفیدی مائل سبز)۔ سبزہ چمکانا = گھوڑے کو
تیز دوڑانا ۔ (۵۴) بجرا = دریا میں سیر کرنے کی کشتی، دریا زرگل کے
عکس سے چشمۂ مہر ہو رہا ہے تو بجلی کے پرتو سے بادل سونے کا بجرا ۔
(۵۸) صدقا = صدقہ، کسی پر اتاری ہوئی یا خیرات کی ہوئی چیز ۔
(۵۹) جوشش گریہ = رونے کا وفور ۔
(۶۱) راجہ اندر = پریوں کا بادشاہ اور بارش کا دیوتا ۔ پانی کو پری
خانہ سے کا راجہ اندر اور بادل کو نغمہ نے (بانسری کی آواز) کا کرشن کنھیا

قرار دیا ہے۔ کرشن جی کا بانسری بجانا مشہور ہے۔ (۶۳) چشمک = آنکھ کی جھپک۔ چشمک برق سے بجلی کا چمکنا مراد ہے۔ (۶۴) مختل = خلل پایا ہوا۔ (۶۵) موسم بہار میں آفتاب کی تحویل برج حمل میں ہوتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ بادل ایسا چھایا ہے کہ سورج اور برج حمل دونوں غائب ہو گئے ہیں۔ (۶۶) گلابی = ایک قسم کا چھوٹا اور گول مینا، شیشے کی رنگین پیالی جس میں شراب رکھتے ہیں۔ (۶۹) لجالو = چھوئی موئی، لجونتی۔

(۷۱) سودے کا خلل = جنون کی بیماری، دیوانگی۔ (۷۲) فکر = مراد فکر شعر۔ پھول کے دوسرے معنی شراب کے بھی ہیں۔ فکر شعر کی رات میں شمع کا پھول کیا مے گل رنگ ہے کہ نشے میں قلم ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے۔ (۷۳) صریر نے کلک = قلم کی نالی کی آواز۔ سیاہی اور سودے کے خلل میں یہ مناسبت ہے کہ سودا چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۴ کا حاشیہ (۷۴) انشاد خبر = مراد الفاظ و معانی۔ (۷۵) بے اٹکل = مراد بے معنی۔ (۷۶) استل = فقرا کے رہنے کی جگہ۔ (۷۸) قلزم و نیل = مراد سمندر اور دریا۔ (۷۹) دو چنداں = دونا، دگنا۔ صیقل = جلا، چمک۔ (۸۰) ثریا = پروین، ستاروں کا جھمکا۔ (۸۳) نور کے میدان سے جنت یا عالم بالا مراد ہے۔ (۸۴) باراں = بارش۔ ورود = نازل ہونا۔ پئے تسبیح = تسبیح پڑھنے کے لیے۔ عز و جل = غالب ہوا اور بزرگ ہوا، مراد خدائے تعالیٰ۔ (۸۵) فردوس بریں = جنت کا آٹھواں طبقہ۔ نہر لبن = دودھ کی نہر۔ (۸۶) ساقی کوثر = حضرت علی۔ (۸۷)

(۸۸) گنز مخفی = چھپا ہوا خزانہ، ذات خداوندی کی طرف اشارہ ہے۔
کہیں چشم قبول ایک طالب دیدار عاشق بنی ہوئی تھی اور کہیں ناز معشوق
کے پردے میں حسن عمل اپنی جھلک دکھا رہا تھا یعنی طالب دیدار جلوۂ
معشوق سے کامیاب تھے اور حسن عمل رکھنے والے ناز معشوقانہ سے لطف
اندوز ہو رہے تھے۔ (۸۹) گل بے رنگی مطلق = مراد حسن باری تعالیٰ،
جمال خداوندی۔ ریاحین = ریحان کی جمع، مراد خوشبوئیں۔
(۹۰) تنزیہہ = پاکیزگی، مراد ذات واجب الوجود۔ تشبیہ = مثال، مراد
عالم امکان یا صفات حق کا ظہور۔ اشارہ ہے پیغمبر اسلام صلعم کی طرف۔
عرفا = عارف کی جمع، خدا کو پہچاننے والے۔ (۹۲) مماثل = ہم شکل۔
(۹۳) کنول = ایک پھول۔ (۹۴) ضو = روشنی۔ شمع ایجاد = مراد شمع
ایجاد عالم۔ کنول = شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع روشن کرتے ہیں۔
(۹۵) مرجع = جائے رجوع، جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ روح
امین = حضرت جبریل جو پیغمبر اسلام صلعم کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔
متین = محکم، استوار۔ ناسخ = مٹانے والا۔ ادیان = دین کی جمع،
مذاہب۔ (۹۶) ہفت اقلیم = دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر
نمبر ۹ کا حاشیہ۔ ولایت = ولی ہونا، تقرب الٰہی۔ ہفت اقلیم ولایت =
تقرب الٰہی کی پوری دنیا۔ جہات اطراف ہدایت = راہ حق دکھلانے کی
کل سمتیں۔ مرسل = بھیجا ہوا۔ (۹۸) احد = ایک، نام اللہ تعالیٰ۔
(۱۰۰) شب اسریٰ = سفر کی رات، مراد شب معراج۔ رفرف =
مرکب کا نام جس پر پیغمبر اسلام شب معراج سوار ہوئے تھے۔ ہیکل = گلے
میں پہننے کا ایک زیور۔ (۱۰۱) ناصیہ = پیشانی۔ (۱۰۲) اولویت =

اَولیٰ ہونا = سب سے اچھا ہونا۔ (۱۰۴) مبحث = جائے بحث و وقت بحث، مراد بحث۔ مصرف = جائے صرف، مراد صرف، خرچ۔ مرادف = ہم معنی۔ اقل = بہت قلیل۔ ممدوح کے رتبے کے آگے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ بھی ادنیٰ ہے اور سخاوت اتنی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سخاوت بھی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ (۱۰۵) واللیل = قسم ہے رات کی، قرآن کریم کا ایک سورہ۔ صاد مازاغ البصر = حرف "ص" جو "مازاغ البصر" میں ہے، اشارہ ہے قرآن مجید کے سورۂ نجم کی آیت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی طرف یعنی آنحضرت صلعم نے مقامِ قربِ الٰہی میں نہ پھیری اپنی آنکھ طرف دوسری چیزوں کے اور نہ بے فرمانی کی حکم خدا سے۔ اکحل = سرگیں آنکھ والا۔ شانہ واللیل کی تشدید سے اور سرمۂ چشم کو صاد مازاغ البصر سے تشبیہ دی ہے، آنکھ میں سرمہ لگانے سے صاد کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ (۱۰۶) تشبیہ = مراد شباہت، صورت۔ تنزیہ = مراد خدا کی ہستی منزہ۔ بے رنگی مطلق = مراد وجود حق تعالیٰ۔ رنگ محل = سجا ہوا مکان۔ خدا کی ہستی منزہ تیری صورت کے لیے آئینہ خانہ ہے اور اس کی شان بے رنگی تیرے لیے رنگ محل ہے۔ یعنی تیری ہستی اور ہستیٔ الٰہی مماثل ہیں۔ (۱۰۸) مجاز = مراد وجود مجازی۔ بے نیازی = مراد خدا کی ذات بے نیاز۔ نیازی کنایہ ممدوح کی ذات جس کو پہلے مصرع میں مجاز کہا ہے۔ آپ کے وجود مجازی پر وجود حقیقی متحیر ہے اور اس کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہے۔ (۱۱۰) خلاف = ناموافقت، مخالفت۔ (۱۱۲) بحر = وزن شعر۔ (۱۱۳) یثرب = مدینۂ منورہ کا پرانا نام۔ بطحا = مکۂ معظمہ۔ برج =

متھرا، بندرابن۔ (۱۱۵) سبزہ = سبز رنگ کا گھوڑا جس سے آسمان کو استعارہ کیا ہے۔ اندھیاری = چمڑے کے ٹکڑے جو گھوڑے کی آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ (۱۱۶) بحر امکاں = مراد دنیا۔ دریتیم = بڑا اور آبدار موتی جو پوری سیپی میں ایک ہوتا ہے، اس دنیا میں پیغمبر اسلام دریتیم ہیں اور خدا کی رحمت خاص وہ بادل ہے جس سے یہ دریتیم پیدا ہوا ہے۔ (۱۱۹) حضرت عیسیٰ جو تھے آسمان پر ہیں۔

(۱۲۲) براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پر شب معراج پیغمبر اسلام صلعم سوار ہوئے تھے۔ مرغزار = سبزہ زار، چراگاہ۔ (۱۲۴) تیغ دودم = دو دھاری تلوار۔ (۱۲۹) ایمان مفصل = اللہ، کتابیں، انبیا اور حشر ونشر وغیرہ۔ مجمل = مختصر کیا ہوا، مراد خلاصہ۔ (۱۳۴) سر بلا میم = مراد احمد بلا میم کا راز یعنی احد کی حقیقت۔ صدر = سینہ۔ صل علیٰ = درود شریف۔ (۱۳۵) عزرائیل = فرشتۂ موت۔ (۱۳۶) شفاعت = سفارش، مراد بخشش۔ (۱۳۸) نکیرتنا = منکر نکیر، دو فرشتے جو قبر میں مردے سے سوال و جواب کرتے ہیں۔

(۱۴۰) حذف ہوں = علیحدہ ہوں، چھوڑ دیے جائیں۔ ثقیل = بھاری، مراد بڑا، کبیرہ۔ خفیف = ہلکا، مراد چھوٹا، صغیرہ۔ میزاں = ترازو، جوڑ۔ صحیح = تندرست، مراد اچھا۔ معتل = بیمار، مراد خراب۔ افعال صحیح و معتل میں یہ رعایت ہے کہ قواعد کی رو سے فعل صحیح اور فعل معتل ہوتے ہیں۔ (۱۴۱) شآمت = لفظی معنی بدفالی، بدشگونی، کم بختی۔

محمد اسمٰعیل میرٹھی

یہ قصیدہ اس اعتبار سے بڑا معنی خیز ہے کہ ۱۸۸۵ء یا اس سے کچھ پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

(۱) اولی الابصار = آنکھ والو، نگاہ والو۔ (۲) قضارا = اتفاقاً (۳) گزری = بازار جو شام کو کسی راستے کے کنارے لگتا ہے۔ (۴) پھری = سوت اور بانس کی بنی ہوئی ڈھال جو پٹا کھیلنے والے حفاظت کے لیے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ گتکا = پٹا کھیلنے کی لکڑی، گدکا۔ بھکیتی = پٹے بازی، پٹے کا فن۔ (۷) بنیٹی = وہ لکڑی جس کو اس طرح گھماتے ہیں کہ ایک چکر سا بندھ جاتا ہے۔ گوہار = پٹے بازی میں ایک شخص کا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرنا۔ (۸) خدائی خوار = مراد تباہ حال، آوارہ۔

(۱۰) پیکار = لڑائی۔ (۱۳) بکیت = بانک کا فن جاننے والا۔ راوت = بہادر، سورما۔ بانک = فنون سپہ گری میں ایک قسم کی مشق جس کو خم دار چھریوں سے بیٹھ کر یا لیٹ کر کھیلتے ہیں، یہاں بانک کھیلنے کی خم دار چھری کے معنی ہیں۔

(۲۰) موضوعہ = بنایا ہوا۔ (۲۱) پس خوردہ = جھوٹن۔ (۲۵) ناخدا = ملاح۔ لجۂ ذخار = وسیع منجدھار، مراد دریا، سمندر۔ (۲۹) بور کے لڈو = ایک قسم کے لڈو جو سستے اور دیکھنے میں اچھے معلوم ہوتے ہیں، لیکن کھانے میں خراب ہوتے ہیں، وہ چیز جس کو کھانا اور نہ کھانا دونوں حسرت و پشیمانی کا باعث ہو۔

(۳۰) غَرّا = شان والا۔ (۳۲) ہذیان = بیماری میں بیہوشی کی بڑ۔ (۳۶) ٹون ہال = میونسپلٹی کا دفتر اور عام جلسہ گاہ۔ (۳۷) زنخ = ٹھوڑی۔ (۳۹) لنڈوری = دم کٹی چڑیا۔ ٹھنٹھ = درخت کا ٹھنا جس کے پتے اور ڈالیاں گر گئی ہوں۔ (۴۲) بیتِ صنم = بت کدہ۔ خانۂ خمّار = شراب خانہ۔ (۴۶) سعدی، حافظ، سنائی اور عطار فارسی کے مشہور شعرا ہیں۔ (۴۷) ہفتاد = ستّر۔ (۴۹) طبیعِ دنی = کمینہ طبیعت۔ عنکبوت = مکڑی۔

(۵۰) محیطِ کون و مکاں = مراد ساری دنیا کی وسعت۔ (۵۱) گاوِ زمیں = وہ روایتی گائے جو زمین کی تہ میں ایک مچھلی پر کھڑی ہے اور جس کے سینگ پر دنیا قائم ہے۔ گنبدِ دوّار = گردش کرنے والا گنبد، مراد آسمان۔ (۵۲) بدوں = سوائے، اس کے بغیر۔ بہنگی = وہ بانس جس کے دونوں طرف رسی باندھ کر بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (۵۵) اونٹ کٹیلی = وہ جگہ جہاں اونٹ کٹیلا پیدا ہو، اونٹ کٹیلا ایک خاردار گھاس یا چھوٹا درخت جس کو اونٹ بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ (۵۷) چرکٹا = ہاتھی کا چارہ لانے والا، فیل بانوں کا نوکر، مراد حقیر آدمی۔ باج گزار = خراج دینے والے، مطیع۔ (۵۸) فی المثل = مثال کے طور پر، بالفرض۔ کوردہ = چھوٹا اور کم آباد گاؤں۔ نمبردار = زمیندار۔ (۵۹) جشنِ جمشیدی = جشنِ جم، جشنِ نوروز جس کی ابتدا ایران کے قدیم بادشاہ جمشید سے منسوب ہے۔ دیکھئے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۸ کا حاشیہ۔

(۶۰) پھاڈلہ = پھاوڑا۔ (۶۱) کلجگ = وہ زمانہ جس میں پاپ کی کثرت ہو، بڑا برا زمانہ۔ اوتار = لفظی معنی بھگوان یا اس کے کسی روپ کا دنیا میں انسان کی شکل میں آنا۔ (۶۹) صورت حرام = بظاہر اچھا لیکن بہ باطن خراب۔ سلاح بر در وکس نیست درمیان حصار = ہتھیار دروازے پر اور قلعے میں کوئی نہیں معنوی کھوکھلے پن کی طرف اشارہ ہے۔

(۷۶) تحلیل = حل کرنا، گھول دینا۔ (۷۷) چرخ چارمیں = چوتھا آسمان، آفتاب جو چوتھے آسمان پر ہے۔ (۷۸) ہیئت = اجرام فلکی کا علم۔ (۷۹) مسئلۂ خرق والتیام = آسمان کے پھٹنے اور مل جانے کا مسئلہ، جو لوگ پیغمبر اسلام صلعم کی جسمانی معراج کے قائل نہیں ہیں ان کا خیال ہے کہ آسمان پھٹ کر پھر نہیں مل سکتا یا آسمان میں راستہ نہیں ہو سکتا۔

(۸۰) خلاصہ = شیخ بہائی کی مشہور فارسی کتاب خلاصۃ الحساب۔ روز شمار = قیامت کا دن۔ (۸۱) فلاطوں = افلاطون، یونان کا مشہور حکیم جو ارسطو کا استاد تھا۔ بطلیموس = یونان کا حکیم جس کی کتاب مجسطی مشہور ہے۔ (۸۲) شرح چغمنی = علم ہیئت میں صلاح الدین موسیٰ کی عربی کتاب شرح الملخص معروف بہ شرح الچغمنی، صلاح الدین موسیٰ فاضل الرومی اور قاضی زادہ کے ناموں سے مشہور ہے، اصل کتاب الملخص فی الھیئۃ محمود بن محمد بن عمر الجغمینی کی تصنیف ہے۔ میبذی = علم حکمت میں قاضی سید حسین بن معین الدین کی عربی کتاب جو اثیر الدین بن عمر الابہری کی کتاب ہدایۃ الحکمت کی شرح ہے۔

ی
زرد روئے کشف = کشف کی رو سے، کشف کے لفظی معنی ہیں پردہ اٹھانا یا افشا کرنا۔ اصطلاحاً ادراک حقائق کی ایک وجدانی یا قلبی کیفیت۔ اخلاق و تصوف میں پانچویں صدی ہجری کے وسط کی ایک مشہور فارسی کتاب کا نام بھی کشف المحجوب ہے جو ابوالحسن غزنوی کی لکھی ہوئی ہے۔
(۸۳) شمس بازغہ = دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۲۹ کا حاشیہ
(۹۱) جمازہ = تیز رفتار اونٹ، مراد اونٹ۔ مہار = اونٹ کی نکیل
(۱۰۲) ساحت = میدان ۔ (۱۰۴) جزر و مد = جوار بھاٹا ۔ زلزلۃ الارض = زمین کا ہلنا، زلزلہ۔ جبال النار = آتش فشاں پہاڑ۔
(۱۰۵) فلزات = فلز کی جمع، معدنی دھاتیں ۔ رموز = رمز کی جمع ۔ استفسار = دریافت، پوچھ گچھ۔
(۱۱۰) صنائع = صنعت یعنی کاریگری کی جمع ۔ (۱۱۳) نفور = نفرت کرنے والا، بھاگنے والا۔ (۱۱۶) توڑے دار = بندوق جو فتیلے سے چلائی جاتی ہے۔ (۱۱۷) زنگار = زنگ ۔ (۱۱۸) گیتی = دنیا۔ حصار = قلعے کی فصیل، قلعہ ۔ (۱۱۹) دقیانوس = روم کے ایک قدیم ظالم بادشاہ کا نام جس کے خوف سے اصحاب کہف غار میں چھپ گئے تھے۔ روح دقیانوس = مراد بہت پرانے خیالات رکھنے والا۔ دخمہ = وہ تہ خانہ جس میں غیر مسلم ایرانی مردوں کو رکھتے تھے، گور خانہ ۔ فارس = ایران ۔ استخواں بردار = ہڈیاں اٹھانے والا، مراد قدامت پرست۔
(۱۲۶) انشائے دل کشا = سید نثار علی بخاری بریلوی کی لکھی ہوئی فارسی انشا کی مشہور کتاب ۔ (۱۲۷) ریاضت = محنت۔ نزار و نزار =

دُبلا، کمزور — (۱۲۵) نزلۂ حار = نزلہ جو گرمی کے سبب سے ہو —
(۱۳۰) مزمن = دیرینہ، پرانا — (۱۳۱) سدیدی = علم طب میں سدید الدین انگازرونی کی عربی کتاب المغنی الطب جو سدیدی کے نام سے معروف ہے — قانون = علم طب میں شیخ بوعلی سینا کی ایک مشہور کتاب کا نام — تحفہ = تحفۃ المومنین، میر محمد مومن کی لکھی ہوئی طب کی کتاب جو ادویہ کے بیان میں ہے — مخزن = مخزن الادویہ، طب کی ایک فارسی کتاب مولفہ حکیم سید محمد حسین العلوی شیرازی — مہر استمرار = ہمیشگی کی مہر — (۱۳۲) مجرّبات = مجرّب کی جمع، تجربہ کی ہوئی دوائیں، مؤثر دوائیں — (۱۳۳) فصد = رگ سے خون نکالنا — منضج = زخم غلط اور مادہ وغیرہ کو پکانے والی دوائیں — مسہل = جلاب = سنا، گل سرخ اور شربت دینار طبی دواؤں کے نام ہیں — (۱۳۴) معالجہ = علاج — مداوا = چارہ سازی، دوا کرنا — تشخیص = مراد مرض کی جانچ یا پہچان — تیمار = مریض کی نگہداشت — (۱۳۶) بحران = مریض میں حالت بیماری اور تندرستی کی کشمکش، حالت بخار میں مزاج میں سخت تغیر کا واقع ہونا — اشتداد = شدت — (۱۳۸) فن جراحت = جراحی — (۱۳۹) کیمیا = اکسیر، مراد نہایت زود اثر دوا — حل و عقد = بست و کشاد، کھولنا اور باندھنا، مراد ترکیب دینا، بنانا — مفردات = مفرد کی جمع، کسی ایک چیز سے بنائی ہوئی دوائیں بخلاف مرکبات جو کئی چیزیں ملا کر بنائے جاتے ہیں — پہلے مصرعے میں کیمیا کا استعمال مرکبات کے لیے کیا ہے —

(۱۴۰) فن قابلہ = دائی کا فن — (۱۴۱) منجم = علم نجوم کا جاننے والا

جفّار = علم جفر کا جاننے والا — (۱۴۳) ٹپکی = مصیبت — (۱۴۷)
اپھرتے ہیں = گھمنڈ کرتے ہیں، اتراتے ہیں — (۱۴۸) تبار = خاندان
(۱۴۹) یمین و یسار = داہنے بائیں۔ عقیدہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے
ہر انسان کے کاندھوں پر دو فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے اعمال
لکھتے رہتے ہیں —

(۱۵۱) ابرار = بارّ بمعنی نیکوکار کی جمع، نیک لوگ — (۱۵۲) اداء =
پا جانا — (۱۵۴) قرأت = پڑھنا، حرف کو اس کے صحیح مخرج سے نکالنا
جہر = کسی چیز کا باواز بلند پڑھنا — (۱۵۶) گراب = گراب، وہ توپ کا
گولہ جس میں بہت سی گولیاں اور چھرے وغیرہ بھرے ہوتے ہیں —
استحقار = ذلیل کرنا، حقارت کرنا —

(۱۶۰) قشقہ = ٹیکا جو ماتھے پر لگاتے ہیں — (۱۶۳) نقد علیہ السلام =
روپیہ — (۱۶۶) علت غائی = فائدہ اس شے کا یعنی جس کام کے لیے
وہ بنائی گئی ہو، اصل مقصد — (۱۶۷) لاسہ = درخت کے دودھ
وغیرہ سے بنایا ہوا ایک چیپ دار مادہ جس سے پرندے پھنساتے
ہیں — ہتھکنڈا = داؤں، چالاکی — (۱۶۸) زوّار = زائر (زیارت
کرنے والا) کی جمع — (۱۶۹) پیش دستی = پہلے ہاتھ بڑھانا، پہل کرنا۔
مشائخ = شیخ کی جمع —

(۱۷۰) شاہ ملار = ایک درویش کا نام — (۱۷۲) کبار = بزرگ۔
(۱۷۴) جزیہ۔ اسلامی حکومت میں حقوقِ شہریت کے بدلے میں غیر مسلم پر
سالانہ محصول — فتوح غیب = بالائی یافت، غیبی آمدنی جو اتفاقاً
ہو جائے — ادرار = روزینہ، روز کی آمدنی —

(۱۷۸) ابوالوقت = لفظی معنی وقت کا باپ، اپنے وقت کا بڑا بزرگ
قطب زماں = زمانے کا قطب، بڑا ولی ۔ شیخ شیوخ = شیخوں کا شیخ، بڑا بزرگ ۔ زُبدہ = خلاصہ ۔ احرار = حر کی جمع، آزاد یا برگزیدہ لوگ ۔ زبدۂ احرار = مراد درویشوں میں انتخاب ۔ (۱۷۹) گانٹھ کا پورا = روپے پیسے والا، دولت مند ۔ نقدِ وقت = سکۂ وقت، چلتا ہوا سکہ ۔ شغل = تصور، غذا وغیرہ ۔ اذکار = ذکر (مراد ذکرِ الٰہی، عبادت) کی جمع (۱۸۰)

جعفر طیار پیغمبر اسلام کے چچا زاد اور حضرت علی کے حقیقی بھائی جنگ موتہ (۸ ھ) میں حضرت زید کے بعد فوج رسول کی علمبرداری میں آپ کے دونوں بازو کٹ گئے اور آپ شہید ہو گئے، (۴۲) عقیدہ ہے کہ خدا نے جو اس کے پر عطا کیے جن سے آپ جنت میں اڑتے ہیں اسی لیے جعفر طیار کہلاتے ہیں
(۱۸۱) عالم رؤیا = خواب کی کیفیت ۔ مقام سدرہ = سات آسمانوں سے اوپر ایک حد جس کے آگے کوئی نہیں جا سکتا، سدرۃ المنتہیٰ یعنی وہ مقام جو آخری حد ہے اور جہاں بیری کا ایک درخت ہے، سدرہ کے لفظی معنی ہیں بیری کا درخت ۔ (۱۸۲) لوکا = آگ کا شعلہ ۔ لوکا لگانا = آگ لگانا ۔ فی النار = لفظی معنی آگ میں مراد جہنم میں ۔
(۱۸۳) جنیدِ زماں = اپنے زمانے کا بڑا ولی ۔ جنید = حضرت شیخ جنید بغدادی جو ایک بڑے ولی گزرے ہیں ۔ بنگ نوش = بھنگ پینے والا ۔ قلندر وار = قلندر کی طرح ۔ قلندر = بے پروا درویش جو شرع کا پابند نہ ہو ۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے میں شیخ بوعلی قلندر ایک بزرگ کامل گزرے ہیں ۔ (۱۸۴) گوشہ گزیں = گوشہ نشین، دنیا سے کنارہ کرنے والا ۔ بوتیمار = بگلا ۔ (۱۸۵) رقصِ جمیل = ماونٹ کا ناچ ۔ حضّار = حاضر (موجود) کی جمع، حاضرین ۔

(۱۸۸) لہو و لعب = کھیل کود — سانگ = سوانگ، نقل، بہروپ۔
(۱۹۰) پریس مین = مطبع کا مستری — (۱۹۳) دریدہ کوٹ = کھلے گلے کا کوٹ — رہوار = گھوڑا — (۱۹۶) خدا ترسی = خدا سے ڈرنا — (۱۹۷) لبرل = آزاد خیال، غیر متشدد — رڈیکل = انتہا پسند — (۱۹۸) آنزے غرت — بار = باریابی، رسائی — (۱۹۹) مکالے — انگریزی کا مشہور مورخ اور انشا پرداز (اس بینگٹن مکالے (۱۸۰۰ء تا ۱۸۵۹ء)۔
(۲۰۰) دو سار ہونا = تیر کا کسی چیز کے آر پار ہونا — (۲۰۱) گلنار = سرخ، انار کی قسم کا ایک درخت جس میں گلاب کے برابر سرخ پھول ہوتے ہیں — (۲۰۲) پنڈا = جسم — (۲۰۳) شکر گفتار = شیریں کلام — (۲۰۵) رخشاں = چمکدار — زرتار = سونے چاندی کے تاروں کا، چمکیلا — (۲۰۶) ڈانڈ = ناؤ کھینے کا بانس — (۲۰۹) دارالجلال = بزرگی (شان و شوکت) کا گھر۔
(۲۱۲) ٹرک = ٹیڑھ، کجی، اکڑ — اٹک = رکاوٹ، جھجک، ناز نخرا — (۲۱۴) خیل = گروہ — (۲۱۵) دودمان = خاندان۔ چشم و چراغ = مراد اولاد — (۲۱۸) ذریت = اولاد —
(۲۲۰) قمار = جوا — (۲۲۵) روم = اٹلی — بلغار = بلغاریہ، یورپ کا ایک ملک — (۲۲۶) ادبار = بدبختی، بداقبالی — (۲۲۹) یراق = (لڑائی کا) سامان —
(۲۳۰) مہمیز = ایڑ — سمند جہد = کوشش کا گھوڑا، مراد کوشش۔
(۲۳۸) درایت = دانائی — مگرچہ کار کند شیر شرزہ روبہ غار = لیکن

غار کی جڑ میں غضبناک شیر کیا کام کرے یعنی تنگ نظری کی وجہ سے تم کچھ نہیں کر پاتے — بدونِ شکار = بغیر شکار کے —

(۲۴۱) زاویہ = کونا — محور = فرضی خط جس پر زمین گردش کرتی ہے — مدار = گردش کرنے کی جگہ — (۲۴۲) امتداد = درازی، لمبائی — (۲۴۴) اَثمار = ثمر کی جمع — (۲۴۷) رہِ مستقیم = سیدھا راستہ —

خواجہ الطاف حسین حالؔی پانی پتی

حالؔی نے یہ قصیدہ نظام الملک آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں، نظام دکن (از ۱۸۶۹ء تا ۱۹۱۱ء) کی چالیسویں سالگرہ کے جشن کے موقع پر ۱۳۲۳ھ میں لکھا تھا —

(۲) ارغوانی = سرخ، ارغوان سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا ہے (۳) دَے = فارسی کا دسواں شمسی مہینہ جو موسم سرما کا مہینہ ہے — خورداد = فارسی کا تیسرا شمسی مہینہ جو بہار کا مہینہ ہے — (۷) عبیر = ایک خشک خوشبو جو مشک، صندل، گلاب اور زعفران ملا کر بنائی جاتی ہے — عنبر فشانی = خوشبو بکھیرنا، عنبر کی خوشبو بکھیرنا عنبر ایک خوشبودار مادّہ ہے — (۹) کینچلی بدلنا = لباس بدلنا، کینچلی اس سفید جھلی کو کہتے ہیں جو سانپ کے اوپر ہوتی ہے — زالِ فانی = فنا ہونے والی بڑھیا، مراد دنیا —

(۱۰) چل سالہ = چہل سالہ، چالیس سالہ — ملجا = پناہ کی جگہ — اقاصی = اقصیٰ (بمعنی بہت دور) کی جمع — ادانی = ادنیٰ کی جمع —

اقاصی وادانی = مراد خاص و عام، اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے لوگ
(۱۳) نظام الملک = والیان حیدرآباد کا خطاب، مراد ممدوح
(۱۴) جہاں بانی = بادشاہت۔ گلہ بانی = گلّے کی نگہبانی کرنا۔
(۱۶) نانِ شبینہ = رات کی روٹی، باسی روٹی ۔۔ (۱۷) قلبہ رانی =
ہل کی جتائی، مراد کاشت کاری ۔۔ (۱۹) مزاحم = مزاحمت کرنے
یا رکاوٹ ڈالنے والا۔

(۲۰) روزینہ خوار = یومیہ یا روزانہ تنخواہ پانے والا۔ (۲۱)
خوان = دسترخوان ۔۔ (۲۳) بلدہ = شہر، مراد حیدرآباد۔ دارالشفاء
شفاخانہ = عہدِ فرخ = مبارک زمانہ ۔۔ (۲۴) دریغ = مراد پہلوتہی۔
(۲۵) جوکھوں = خطرہ، نقصان ۔۔ (۲۸) سوادِ شہر = اطرافِ شہر،
نواحی شہر۔

(۳۰) ابوابِ خیر = مراد فلاح عامہ کی مدیں یا صیغے۔ (۳۲)
دارالیتامیٰ = یتیم خانہ ۔۔ (۳۴) وہ کالج = مراد علی گڑھ کالج جو
سرسید نے قائم کیا تھا اور بعد کو ترقی کرتے کرتے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
بنا۔ منبع = سرچشمہ ۔ (۳۵) توڑا = قحط، کمی ۔ تڑاقا =
تڑاخا۔ قحط، نایابی، شدت کی پیاس ۔ (۳۶) دارالعلم، مراد
یونیورسٹی ۔ بذل = سخاوت، بخشش ۔۔ (۳۸) رفاہ = رفہ کی جمع،
آرام، چین، مراد فلاح، بھلائی ۔ جاں ستانی = جان لینا ۔۔
(۳۹) نیستانی = منسوب بہ نیستان بمعنی نرکل کا جنگل جس میں شیر
رہتا ہے۔
(۴۱) قادر اندازی = ایسی نشانہ بازی جس میں نشانہ خطا نہ

نہ کرے، علمی تیر چلانے کا فن ۔ (۱۴) مرجع = لفظی معنی واپسی کی جگہ، جس کی طرف رجوع کیا جائے، مراد امید گاہ ۔ آمال = امل (بمعنی امید) کی جمع ۔ امانی = اُمنیّت (بمعنی آرزو) کی جمع ۔ (۱۵) مفتوح = فتح کیا ہوا، کھولا ہوا ۔ فتوح = فتح کی جمع، کامیابی۔ (۱۷) سادس = چھٹا، میر محبوب علی خاں دکن کے آصف جاہی خاندان کے چھٹے فرماں روا تھے ۔ آصف ثانی = دوسرا آصف، آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام تھا ۔ دیہیم = تاج ۔

سید علی حیدر نظم طباطبائی

یہ قصیدہ فتح خیبر کے بیان میں ہے ۔ خیبر مدینۂ منوّرہ سے شمال مغرب میں آٹھ منزل اور بعض روایتوں کے مطابق دو سو میل کے فاصلے پر مخالفین اسلام کا ایک بڑا مرکز تھا جسے پیغمبر اسلام صلعم نے ؁ ۷ھ میں فتح کیا تھا ۔ خیبر کی فتح دراصل قلعۂ قموص کی فتح تھی جو حضرت علی کی شجاعت و بہادری سے عمل میں آئی ۔

(۱) شورش محشر = قیامت کا ہنگامہ، گرمیِ ہنگامۂ معانی یا کلام کی ہنگامہ خیزی مراد ہے ۔ (۲) خطیب = خطبہ پڑھنے والا ۔ (۳) عقاب = ایک بلند پرواز شکاری پرند ۔ یعنی یہ نہ جانتا تھا کہ مضمون کی بلندی اور کلام کی برجستگی سے شہرت حاصل کی جا سکتی ہے ۔ (۴) پس کہسار = پہاڑ کے پیچھے، وقار علم کو کہسار، زور طبیعت کو آندھی اور زور کلام کو لشکر سے استعارہ کیا ہے ۔ (۵) خلیل بت شکن = حضرت ابراہیم خلیل اللہ جو اپنے چچا آزر مشہور

بت تراشی آزر کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑ دیتے تھے، استعارہ ہے علم سے۔ علم، شاعری اور تخئیل آرائی سے اسی طرح مانع تھا جس طرح حضرت ابراہیم آزر کو بت تراشی سے روکتے تھے۔ (۶) سدِ اسکندر = مراد وقارِ علم، دیکھئے کرامت علی شہیدی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱۱ کا حاشیہ۔ (۸) عود = اگر کی لکڑی۔ سوزندہ = جلانے والا۔ عود سے مضامین شاعرانہ اور آتش سے زورِ طبع مراد ہے۔ (۹) ہم دوش = ساتھ۔ مئے سرجوش = صاف اور عمدہ شراب۔

(۱۰) ضبطِ نفس = سانس کو روک لینا، مراد خاموشی۔ کنجِ عزلت = گوشۂ تنہائی۔ نفحہ = خوشبو۔ عنبر = ایک خوشبودار نباتی مادّہ۔ ضبطِ نفس کو غنچے سے اور نفس کو صبا سے مراد شاعری ہے نفحہ و عنبر سے استعارہ کیا ہے۔ ضبطِ نفس کا موجب عزلت پسندی تھی اور شاعری نہ کرنے کا سبب ضبطِ نفس۔ (۱۱) حفظِ سخن = ضبطِ سخن، خاموشی۔ لنگر = آہنی بوجھ جس سے جہاز یا کشتی کو ٹھہراتے ہیں۔

(۱۲) ہرزہ گردی = فضول مارے مارے پھرنا۔ (۱۴) جامِ جم = جمشید بادشاہ کا پیالہ جس سے دنیا کا حال معلوم ہو جاتا تھا، جامِ جہاں نما۔ مرآۃِ اسکندر = سکندر بادشاہ کا آئینہ، سکندر کی ہدایت کے مطابق ارسطو نے بادِ رنگ(؟) لوہے کو جلا دے کر آئینہ بنایا تھا بعد کو سکندر نے حملہ آوروں کی نقل و حرکت کا پتا لگانے کے لیے آئینے کو دوربین کے طور پر اسکندریہ کے مینار پر لگوا دیا تھا جس سے کافی دور کی کیفیت معلوم ہو جاتی تھی۔ جامِ جم کے ساتھ مرآۃِ اسکندر کا استعمال اسی خصوصیت کے پیشِ نظر کیا گیا ہے۔ (۱۵) کشمر = کشمیر۔ تستر = تشتر،

ایران کے ایک قصبے کا نام ۔ (۱۷) گلزار ابراہیم = وہ آگ جس میں خدائی کے دعویدار بادشاہ نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ڈلوایا تھا اور جو خدا کے حکم سے گلزار بن گئی تھی ۔ (۱۹) قلم کی طرح اژدر (اژدہا) بھی دو زبان ہوتا ہے

(۲۱) فرش پا انداز = دہلیز کا فرش، پائدان ۔ چرخ اطلس = فلکِ اطلس، عرش یعنی نواں آسمان جو ستاروں سے خالی ہے اطلس کے لفظی معنی درم بے سکہ کے ہیں، عرش کا یہ نام اس لیے پڑا کہ وہ بھی درم بے سکہ کی طرح سادہ ہے ۔ کارگاہ صنع = آفرینش کا کارخانہ، کارگاہِ صنع سے باہر آیا یعنی پیدا ہوا ۔ (۲۲) مواطن = مَوطِن (یعنی میدانِ جنگ) کی جمع ۔ غزوہ = وہ جہاد جس میں پیغمبر اسلام صلعم بنفسِ نفیس شریک فرماتے تھے ۔ (۲۳) مبعوث = اٹھایا گیا، بعثت یا ظہور کیا ہوا، مبعوث ہوئے، مراد جب پیغمبر اسلام صلعم کو خدا نے نبوت عطا فرمائی ۔ بطحا = مکہ معظمہ ۔ (۲۴) اذنِ جنگ = لڑائی کی اجازت ۔ (۲۵) یثرب = مدینہ ۔ (۲۶) جنگ بدر ۲ھ میں اور جنگ احد ۳ھ میں ہوئی تھی ۔ (۲۸) فدک = خیبر کے پاس عرب کی ایک بستی کا نام ۔ والی خیبر = خیبر کا حاکم، اسیر بن زرام جس کو اسی زمانے میں سلام بن ابی الحقیق کے بعد اہلِ خیبر نے اپنا سردار بنایا تھا ۔ (۲۹) شاہ خیبر گیر = مراد حضرت علی ۔

(۳۱) نکو محضر = مراد نیک خصلت ۔ (۳۷) حوالی = اطراف، آس پاس ۔ (۳۸) سپیدہ = سفیدہ، مراد روشنی ۔ غول بیابانی = اگیا بیتال، جنگلوں میں رات کے وقت درختوں کے پتوں سے جو

آگ بھڑکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، مراد بھبوت۔
(۴۲) سناں = نیزہ۔ (۴۴) شاہِ اژدر در = اژدہے کو پھاڑنے والا بادشاہ، مراد حضرت علی۔ (۴۷) استیصال = جڑ سے اکھاڑنا، بیخ کنی، مراد مٹانا۔ حاصل = محصول، مال گزاری۔
(۴۹) ناصر و یاور = مددگار۔
(۵۱) بنی غطفان = عرب کا ایک بااثر قبیلہ جو خیبر کے قریب ہی آباد تھا۔ (۵۲) محضر = شہادتی تحریر، اقرار نامہ۔ (۵۳) قموص، سلالم، وطیح، صعب اور ناعم = اہلِ خیبر کے پانچ قلعوں کے نام
(۵۴) تجہیز = سامان کرنا، تیاری۔ (۵۶) دیدبان = قلعے یا عمارت کی دیوار کے وہ سوراخ جن میں سے نشانہ لگاتے تھے، وہ شخص جو کسی بلند مقام پر بیٹھ کر دشمن کی فوج کی نقل و حرکت کی اہلِ قلعہ کو خبر دیتا تھا۔ عسکر = فوج، لشکر۔ (۵۷) گرم مصاف = لڑائی میں مصروف۔
(۶۴) برگزیدہ = پسندیدہ، چھانٹا ہوا۔ تارک = سر کی مانگ۔
افسر = تاج، اشارہ ہے فوج کی علمبرداری کی طرف۔ (۶۵)
بشارت = خوش خبری۔ پائے نام = نامزد، ماتحت۔ (۶۷)
خاصہ خداوند = مراد خدا کا خاص بندہ۔ (۶۸) سران = سر (بمعنی سردار) کی جمع۔
(۷۰) ضیا گستر = روشنی بچھانے والا، مراد روشنی پھیلانے والا۔
(۷۲) تکبیرۃ الاحرام = نماز میں نیت کے بعد پہلی بار ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہنا۔ سلطان دو عالم = دو جہان کا بادشاہ، مراد پیغمبر اسلام صلعم۔
اذنِ حریمِ خالقِ اکبر = مراد خدا کی اجازت، حکم خداوندی۔

(۷۳) قرائت = پڑھنا، خصوصاً قرآن مجید کا ایک خاص انداز سے۔ (۷۴) قیام = نماز میں کھڑا ہونا۔ راست بازی = صحیح راستے پر چلنا، سچائی۔ رکوع = نماز میں جھکنا۔ تواضع = انکساری، عاجزی (۷۶) دو در = دو دروازے، دو ہاتھوں کی رعایت سے۔

(۸۰) ہما = ایک بلند اقبال پرندہ، استعارہ ہے قلم سے۔ دوسرا ہے ہاتھ آنکھوں پہ = آشوب چشم کی وجہ سے۔ (۸۲) آب دہن = لعاب دہن = روایت ہے کہ اس وقت حضرت علی کو آشوب چشم کی شکایت تھی پیغمبر اسلام صلعم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی جس سے وہ اچھے ہو گئے۔ (۸۳) اہل ضلالت = گمراہ لوگ۔ (۸۵) بیرق = علم کا پھریرا، دوسرے معنی چھوٹے نیزے کے ہیں جس کی مناسبت دوسرے مصرعے کے مضمون سے ہے۔ رایت = علم۔ (۸۶) اکتساب نور = روشنی حاصل کرنا۔ گنبد اخضر = سبز گنبد، مراد آسمان۔ (۸۸) عید قرباں عید الاضحیٰ بقر عید۔ کروبی = فرشتۂ مقرب۔

(۹۰) بہرام فلک = مریخ ستارہ جس کو ترک فلک اور جلاد فلک بھی کہتے ہیں۔ (۹۳) حصن قموص = قموص کا قلعہ۔ پردل = بہادر۔ خیرہ کش = بے باک، ظالم، بے گناہوں کو مارنے والا۔ سفاک = خونی، خوں ریز۔ (۹۴) کھلم = زرہ کی مانند ایک نقاب جو چہرے پر ڈالتے تھے۔ چار آئینہ = سینہ اور پیٹھ کی حفاظت کے لیے ایک قسم کی زرہ جس میں بانات اور مخمل میں لوہے کے چار تختے جڑھے ہوتے تھے۔ جوشن = ایک قسم کی زرہ۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۴

کے شعر نمبر ۴۵ کا حاشیہ۔ (۹۵) بخترو = اترانا، اکڑنا۔
تیرہ رو = سیاہ چہرہ۔ خیرہ چشم خیرہ سر = مراد شریر و سرکش۔
(۹۶) مَظلمہ = ستم۔ (۹۷) قسادت = بے رحمی۔ مجمر = انگیٹھی۔
(۹۹) برد دوش = جسم اور کاندھا، مراد جسم۔ تن و توش = جسم
اور سینہ، مراد جسم۔
(۱۰۰) چیں بر جبیں = ماتھے پر شکن ہونا، مراد غصّے میں ہونا۔
کف در دہاں = منہ میں جھاگ ہونا، بہت غصّے میں ہونا۔ (۱۰۱)
مرحب = قلعۂ قموص کے محافظ اور پہلوان کا نام۔ (۱۰۲) جگرداری =
بہادری۔ شمشیر دو پیکر = دو دھاری تلوار۔ (۱۰۵) کاہن =
فال گو، جادوگر، جانوروں کی باتوں سے غیب کی باتوں کا بتانے والا
(۱۰۸) پیر زن = بڑھیا۔ (۱۰۹) بے مر = بے شمار، بے حد۔
(۱۱۰) ہم چشم = برابر والا۔ (۱۱۶) خود سنگیں = پتھر کا
خود جس کا ذکر شعر نمبر ۹۸ میں آچکا ہے۔ (۱۱۸) برش = کاٹ۔
استخواں = ہڈی۔
(۱۲۰) لاف و گزاف = شیخی، گھمنڈ۔ (۱۲۱) تتق = پردہ۔
(۱۲۲) شقی، سنگدل، بدبخت۔ (۱۲۵) اخگر = چنگاری۔ (۱۲۶)
حمرا = احمر، سرخ۔ (۱۲۷) آبِ آہن = فولاد کی چمک۔ تُو بر تُو =
تہ بہ تہ، ایک کے اوپر ایک۔ نیلوفر = ایک پھول جو پانی میں ہوتا
ہے، کنول اور کوکا بیلی اسی کی قسمیں ہیں۔ (۱۲۸) چکا چاک =
تلوار اور گرز وغیرہ کی ضرب کی آواز۔
(۱۳۰) کو چپائے زخم = زخم کے شگاف یا منہ۔ ناوک =

ایک قسم کا چھوٹا تیر۔ (۱۳۲) اشارہ ہے اس واقعے کی طرف کہ خیبر کی لڑائی میں جب حضرت علی کے ہاتھ سے اتفاقاً ڈھال گر پڑی تھی تو دشمنوں سے لڑتے لڑتے آپ نے قلعے کا نہایت وزنی پھاٹک اکھاڑ کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا تھا۔ (۱۳۶) اَلا = کلمہ خطاب، آگاہ ہو۔ از خود رفتہ = کھویا ہوا جو اپنے آپ میں نہ ہو۔ (۱۳۸) اطہر = پاک۔

(۱۴۲) باذل = سخی، بہت بخشنے والا۔ (۱۴۳) فارس = سوار۔ (۱۴۴) کرم گستر = کرم کرنے والا (۱۴۵-۱۴۸) بیت حیون، بیرحا، دومہ، جری، فید، فرع، بحرین، وادی نخلی اور وادی القریٰ عرب کے مقامات کے نام ہیں۔ (۱۴۹) فتح مکہ ۸ھ میں ہوئی تھی۔ کعب = کعب بن زہیر جلیل عربی شاعر جن کے مشہور نعتیہ قصیدے بانت سعاد پر پیغمبر اسلام نے خوش ہو کر چادر عطا فرمائی تھی۔

(۱۵۰) لوائے حمد = خدا کی تعریف کا جھنڈا، خدا کی عظمت و بزرگی کا وہ جھنڈا جو قیامت کے دن حضرت علی کے ہاتھ میں ہوگا اور جس کے نیچے تمام مومنین جمع ہوں گے۔ (۱۵۱) حاشیہ بوس = فرش کا کنارہ چومنے والا، مراد کنارے پر بیٹھنے والا۔ استبرق = دبیز ریشمی کپڑا۔ غاشیہ دار = گھوڑے کا زین پوش اٹھانے والا، مراد خدمت گار۔

سیّد علی نقی صفی لکھنوی

(۱) شیرازہ = لفظی معنی کتاب کی جزدبندی یا سلائی، مراد سلسلۂ ربط باہمی پیدا کرنے والی چیز۔ علل = علّت بمعنی سبب کی جمع، اسباب

عقدۂ لاینحل = حل نہ ہونے والی گتھی ۔ (۲) ناقابلِ ادراکِ عقول = عقل کی سمجھ میں نہ آنے والی ۔ (۳) تناسخ = آواگون، مرنے کے بعد روح کے دوسرے قالب میں منتقل ہونے کا عقیدہ ۔ (۴) محل = جس پر حال قائم ہو ۔ (۶) ساحتِ افلاک = آسمانوں کا میدان، مراد آسمانوں کی وسعت ۔ بَصَل = پیاز ۔ (۷) سمک = مچھلی، وہ مچھلی جس کے متعلق خیال ہے کہ زمین کی تہ میں پانی میں ہے اور جس کے اوپر ایک گائے زمین کو اپنے سینگ پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ سماکِ اعزل = ایک ستارہ جو الٹے نیزے سے مشابہ ہے ۔ ز سمک تا بہ سماکِ اعزل = مراد زمین کی تہ سے آسمان کی بلندی تک ۔ (۸) عالمِ اسباب = مراد دنیا ۔ (۹) ماقلّ و دلّ = تھوڑی بات مگر اس کا مطلب بہت بڑا (۱۰) کُن = لفظی معنی ہو جا، مراد ہے اس عقیدے سے کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے خدا نے "کن" فرمایا اور تمام چیزیں وجود میں آگئیں، پورا فقرہ کُن فیکون یا کن فکان (ہو جا پس ہو گئی) ہے جس کا ماخذ قرآنِ شریف کے سورۂ آلِ عمران کی ایک آیت ہے ۔ کونین = دونوں جہان، دنیا اور آخرت ۔ (۱۱) دارِ عمل = عمل کا گھر مراد دنیا ۔ (۱۲) کام نہنگ = مراد گھڑیال کا منہ، کام کے لفظی معنی تالو کے ہیں ۔ فکِ اعلیٰ = اوپر کا جبڑا ۔ فکِ اسفل = نیچے کا جبڑا ۔ (۱۳) خشک و تر = مراد دنیا کی ہر چیز ۔ لقمۂ تر = مراد عمدہ کھانا ۔ (۱۴) نشّہ = مراد زندگی کا نشہ ۔ رنگ محل = خوبصورت مکان کی بنی ہوئی عمارت، مراد دنیا ۔ (۱۵) گلشنِ نیرنگ = طلسمی باغ، مراد دنیا ۔ (۱۷) شوریدہ سری = سرکشی ۔ (۱۸) ہمہ تن = مراد سر سے

پاؤں تک، پوری طرح — انا البحر = لفظی معنی: میں سمندر ہوں — پندار = غرور، گھمنڈ — انا الطور = لفظی معنی: میں طور ہوں — حل = مراد ڈوبا ہوا انا البحر اور انا الطور کا اشارہ ہمہ اوست کے صوفیانہ عقیدے کی طرف ہے جس کے مطابق ہر چیز خدا ہے کیونکہ سوا خدا کے کوئی چیز موجود نہیں ہے — (۱۹) نوش = امرت، شہد — نیش = ڈنک، مراد موجب آزار چیز — خانۂ زنبور عسل = شہد کی مکھیوں کا چھتّہ۔

(۲۰) دست دبغل = مراد ساتھ ساتھ — (۲۲) ہستیٔ موہوم = دنیاوی زندگی جو محض وہم ہے — بین العدمین = دو عدم یا نیستی کے درمیان کی چیز، عدمین یا دو عدم سے مراد دنیاوی زندگی سے پہلے اور بعد کی کیفیت ہے — اٹکل = قیاس — (۲۵) سراب = ریگستان کی جھلکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی معلوم ہوتی ہے، مراد دھوکا — (۲۷) پانی کے ڈل = چھوٹی چھوٹی جھیلیں یا تالاب — (۲۹) فائدۂ جذب سموم = زہریلی ہوا کو جذب کر لینے کا فائدہ اس اعتبار سے کہ درخت خراب ہوا اپنے اندر لیتے ہیں اور اچھی ہوا باہر نکالتے ہیں۔

(۳۱) صنعت صناع ازل = مراد خدا کی کاریگری — (۳۲) سر بہ گریباں = مراد متحیر، حیران = منطقی = علم منطق کا جاننے والا — بیامت = خاموش — بہ حواس مختل = خلل پائے ہوئے حواس کے ساتھ — (۳۳) ابر گذراں = گزرتا ہوا بادل — (۳۶) پانچ حواس یا حواس خمسہ جو سامعہ، باصرہ، شامہ، لامسہ اور ذائقہ ہیں — کسل = سستی، کاہلی — (۳۷) اتباع جہت جھوٹا — (۳۹) طلعت = جلوہ، چہرہ —

(۴۰) متقاضی = تقاضا کرنے والا — (۴۱) چشم احول = مراد دوئی

پرست آنکھ — صیقل = جلا، پالش — (۴۴) مردمک = آنکھ کی پتلی —
(۴۵) بزم شہود = مراد دنیا — وحل = دلدل، کیچڑ — (۴۶) نیم رخ =
آدھے چہرے کی تصویر — مستقبل = پورے چہرے کی تصویر جس میں دونوں
رخسار سامنے ہوں — (۴۷) شجر طور = کوہ طور کا وہ درخت جس پر خدا نے
حضرت موسیٰ کو اپنا جلوہ دکھایا تھا اور جو تجلیٔ الٰہی سے جل کر خاک ہوگیا تھا
(۴۸) رہبر وادیٔ ایمن = مراد حضرت موسیٰ — (۴۹) شب اسریٰ = سفر کی
رات، مراد شب معراج —

(۵۰) دیکھئے سودا کے قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۲ کا حاشیہ — (۵۲)
خازن جنت = جنت کا خزانچی، مراد رضوان — (۵۴) لخلخہ = چند خوشبودار
چیزوں کا مرکب جو بیماروں کو سنگھاتے ہیں — (۵۵) زمزم = کعبے کا ایک مشہور
کنواں جس کا پانی مسلمان متبرک سمجھتے ہیں — (۵۶) فاطمہ بنت اسد = حضرت
علی کی والدہ کا نام — (۵۸) تسنیم = جنت کی ایک نہر کا نام — (۵۹)
اذن طلب = اجازت چاہنے والا — عقل اول = مراد حضرت جبرئیل،
دیکھیے ولی کے قصیدے کے شعر نمبر ۲ کا حاشیہ —

(۶۰) نصیری = ایک فرقہ منسوب بہ نصیر جو حضرت علی کو خدا مانتا تھا —
کہتے ہیں کہ نصیر نام کا ایک شخص حضرت علی کو خدا کہتا تھا، حضرت علی اس
کو قتل کرکے اس کے حق میں دعا فرماتے تھے اور وہ زندہ ہوجاتا تھا —
لیکن وہ خدا کہنے سے باز نہ آیا — نصیری کا خدا = مراد حضرت علی —
(۶۲) شبیر = دیکھیے نظم طباطبائی کے قصیدے کے حواشی کا ابتدائی
نوٹ — (۶۳) جایا = بیٹا — (۶۴) شجر کی نگینہ = نگینہ جس میں شجر دکھائی
دیتے ہیں، ہشت پہل = آٹھ پہلو رکھنے والا — ہشت پہل کی مناسبت جنت

کے آٹھ طبقات سے ہے جن کو ہشت بہشت کہتے ہیں، ان کے نام خلد، دارالسلام دارالقرار، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت النعیم، علّیین اور فردوس ہیں۔ (۶۵) شرف اندوز حضوری = باریابی کی عزت حاصل کرنے والا۔ (۶۶) دوسرے مصرع کی تلمیح کے لیے دیکھیے غالب کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۳ کا حاشیہ۔ (۶۷) کاسر اصنام حرم = کعبے کے بتوں کو توڑنے والا۔ ابد = ہمیشگی، وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ عقیدہ ہے کہ یہ دائمی زمانہ موجودہ دنیا کے خاتمے کے بعد آئے گا۔ اسرار ازلی = اس دنیا کی پیدائش سے پہلے کے راز۔ ازل کے لفظی معنی ہیں جس کا شروع نہ ہو، مراد اس دنیا کی پیدائش سے پہلے کا دائمی زمانہ جس کی ابتدا نہ تھی (۶۹) مبیّن = ظاہر ہونے والا، مراد روشن۔ کاتب وحی منزّل = کلام الٰہی کا لکھنے والا، مراد حضرت علی۔ منزّل = نازل کیا ہوا، اترا ہوا۔

(۷۱) یداللّٰہی = یداللّٰہ ہونا، یداللّٰہ حضرت علی کا لقب ہے، لفظی معنی خدا کا ہاتھ۔ مرحب = ایک پہلوان کا نام جس کو حضرت علی نے جنگ خیبر میں قتل کیا تھا۔ یل = پہلوان۔ (۷۲) خورش = خوراک۔ نانِ جَویں = جَو کی روٹی۔ جوش ارادی = ارادے کا جوش، مراد قوت ارادہ، قوت روحانی۔ (۷۳) ضربت = وار۔ اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک لڑائی میں حضرت علی کی تلوار سے اتفاقاً حضرت جبرئیل کے پر کٹ گئے تھے۔ ضربت = چوٹ یا ضرب۔ ہیکل = گلے میں پہننے کا ایک زیور، یہاں زخموں کے نشان مراد ہیں۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ ایک کنوئیں میں جس کا نام بیرالعلم تھا کافر جنات آباد تھے، حضرت علی نے اس کنوئیں میں کود کر جنوں سے جہاد کیا تھا جس کے بعد انھوں نے

اسلام قبول کر لیا تھا۔ (۷۴) صَیحہ = نعرہ، سخت آواز، گھوڑے کا ہنہنانا۔ رہوار = گھوڑا۔ صورِ محشر = قرنا یا سنکھ جو اسرافیل فرشتہ قیامت کے دن پھونکے گا۔ تلوار کا فقرہ = مراد تلوار کی کاٹ۔ (۷۵) تاثیرِ زحل = ستارہ زحل کی تاثیر جو منحوس ہے۔ (۷۸) خطِ مجموعہ = ایک قسم کا خط جو کئی خطوں کا مرکب ہوتا ہے۔ (۷۹) مہد = پالنا، گہوارہ، مراد بچپن۔ مسقط الراس = پیدائش کی جگہ۔ حضرت علی کعبے میں پیدا ہوئے تھے۔ مقتل = قتل کی جگہ۔ اشارہ ہے حضرت علی کے مسجد کوفہ میں شہید کیے جانے کی طرف۔

(۸۰) جنسِ دَغَل = کھوٹی چیز۔ (۸۲) بوترابی = حضرت علی سے محبت رکھنے والا، بوتراب کے لیے دیکھیے غالب کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۶ کا حاشیہ۔ نجف = عراق کا ایک شہر جہاں حضرت علی کا مزار ہے۔ (۸۴) تولّا = محبت۔ مواسا = غم خواری کرنا۔ (۸۸) شعلہ ور = شعلہ رکھنے والا، مراد لَو دینے والا۔ منقل = انگیٹھی۔

(۹۲) اَرِنی گویوں = ارنی گو کی جمع، ارنی کہنے والے، مراد جلوۂ خداوندی کے طالب۔ اَرِنی کے لفظی معنی ہیں دکھا مجھے، حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر خدا سے جلوہ دکھانے کی التجا کرتے ہوئے ربّ اَرِنی انظر الیکَ (اے خدا تو مجھے اپنا جلوہ دکھا) کہا تھا۔ (۹۳) پھول = شراب۔ (۹۷) سر جوشِ دِلا = مراد محبت کی شراب۔ سرجوش = وہ شراب اور گلاب وغیرہ جو پہلے جوش میں دیگ سے نکال لیں۔ ——
مے نہ گنجد بہ صراحی و صراحی بہ بغل = شراب صراحی میں نہ سمائے اور صراحی بغل میں، میر ابوالفتح کی مدح میں عرفی کے مشہور لامیہ قصیدے

کے ایک شعر کا دوسرا مصرع ہے، پہلا مصرع ہے "وقت آنست کنوں کز اثر عیش و نشاط"۔ یعنی وقت وہ ہے اب کہ عیش و نشاط کے اثر سے۔
(۹۸) زہد ریائی = جھوٹا تقویٰ، دکھاوے کی پرہیزگاری۔ (۹۹) ڈنڈیروں = ڈنڈیرا کی جمع، پانی کا تیز بہاؤ۔
(۱۰۰) روح امیں = امانت دار فرشتہ، مراد جبرئیل جو خدائی راز کے امین ہیں۔ (۱۰۲) جرعہ کشاں = جرعہ کش کی جمع، گھونٹ پینے والے (۱۰۴) بانگی = نمونہ، چاشنی۔ (۱۰۵) رزق موعود = وعدہ کیا ہوا رزق، رزق جس کے دینے کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی

دُرّۃ البیضا = لفظی معنی سفید یا روشن موتی۔
(۱) برشکال = برشگال، برسات۔ جادو جگانا = جادو کو عمل میں لانا، جادو کرنا۔ چلتا ہوا جادو = کارگر جادو۔ (۲) معاذاللہ = خدا کی پناہ۔ (۷) سر ور ہوا = مراد آکارہ۔ (۸) ساز و برگ = سامان۔ بادہ پیمائی = شراب پینا۔
(۱۰) جدول گلشن = مراد نہر۔ بہر شست و شو = دھونے کے لیے (۱۱) معفو = معاف کیا ہوا۔ شیراز = ایران کا ایک شہر۔ تیہو = تیہوج تو، ایک پرندہ۔ (۱۴) جہندہ = کودنے والا، اچھلنے والا۔ (۱۵) رخت = جامہ، لباس۔ آتی ہے نقش و نگار، اتو کیا کرتی ہے یعنی نقش و نگار بنایا کرتی ہے، منقش کیا کرتی ہے۔ (۱۷) مشاطگی = آراستہ کرنا، سنوارنا۔ (۱۸) ادب سنجاں = ادب سنج کی جمع، مراد

ادب کو سمجھنے والے — ادب سنجانِ مے خانہ = آدابِ مے خانہ سے واقف
(۱۹) — بادہ آشام = شراب پینے والا — کنارِ جو = نہر کے کنارے —
دُرد کش = شراب کی تلچھٹ پینے والا، شراب پینے والا —
(۲۰) ساتگیں = شراب کا پیالہ — (۲۱) نگار = معشوق — رم
خوردہ = بھاگا ہوا — (۲۳) مینو = بہشت — ہلاہل = ایک زہریلے
درخت کا نام — افعی = سانپ — عقربِ جرارہ = دیکھیے ذوق کے
قصیدہ نمبر ۲ کے شعر نمبر ۱۴۸ کا حاشیہ — (۲۵) خال = تل —
مشک دانہ = کالا دانہ — بینی = ناک — گلِ شب بو = ایک پھول
جس کی خوشبو رات کو پھیلتی ہے — (۲۶) بنفشہ زار = بنفشہ کا
کھیت یا باغ — مخطط = خط کھنچا ہوا، خطِ رخسار کی طرح اشارہ
ہے — خرما = چھوارا — زنخ دان = ٹھوڑی — شفتالو = ایک
چھوٹا پھل — (۲۷) افسوں ساز = جادوگر — (۲۸) مرجاں = مونگا
ایک سرخ سمندری لکڑی جس کو پنجے سے نسبت دی جاتی ہے —
ساعد = کلائی — غبغب = ٹھوڑی کے نیچے کا لٹکتا ہوا گوشت
بہی = ایک پھل جو سیب سے مشابہ ہوتا ہے — دلجو = دل ڈھونڈھنے والا، مراد معشوق
(۳۰) نار = انار ——— ژالہ = اولا — (۳۱)
صفرِ عدم = نیستی کا صفر، دہن کے نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے —
مو = بال — (۳۲) جوہرِ فرد = جوہرِ لایتجزیٰ، وہ جوہر جو تقسیم نہ
ہو سکے — (۳۴) مدغم = پیوست کیا ہوا، ملایا ہوا — دارو = شراب
مسیحا = حضرت عیسیٰ کا لقب، مراد بیمار کو اچھا کرنے والا — دارو =
دوا — (۳۵) مشبہ = مشابہ کیا ہوا، جس کو تشبیہ دی جائے۔

مشبہ بہ = جس سے مشابہ کیا جائے یا تشبیہ دی جائے۔ وجہ شبہ = تشبیہ دینے کا سبب۔ (۳۷) جادہ = راستہ۔ اغراق و غلو = مراد شدید مبالغہ، اصطلاحاً اغراق مبالغہ کا دوسرا درجہ ہے اور غلو تیسرا، اغراق اس مبالغے کو کہتے ہیں جو عادتاً محال ہو لیکن عقلاً ممکن ہو اور غلو اس مبالغے کو کہتے ہیں جو عقل و عادت دونوں کے لحاظ سے محال۔ صنع = صنعت۔ خوارق = خارق کی جمع، کرامتیں یا خلاف عادت باتیں۔ خو بو = عادت، خصلت۔

(۴۳) شہودی = خدا کو ہر جگہ موجود جاننے والا، مراد صوفی۔ ضرب نعرۂ یاہو = یاہو کے نعرے کی آواز جو صوفی فقراء لگاتے ہیں، اللہ ہو یاہو بھی کہتے ہیں، یہ تینوں نعرے "ہو اللہ" کا مخفف ہیں جس کے معنی "وہ اللہ" ہیں۔ (۴۴) خار خار = تردد، فکر، اندیشہ۔ جگر گستر = مراد جگر کو چھلنی کرنے والا۔ (۴۵) دردسر میں صندل کی لکڑی گھس کر پیشانی پر لگاتے ہیں، یہاں معرفت کا صندل لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کاہو = ایک طبی دوا۔ (۴۶) قم = قم باذن اللہ، اٹھ کھڑا ہو اللہ کے حکم سے، حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا کہ وہ قم باذن اللہ کہہ کر مردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ (۴۷) نجد = عرب کا ایک خطہ، اس پہاڑ کا شرقی حصہ جو یمن سے عراق تک ہے۔ (۴۹) چھائیاں = سیاہ نشان جو چہرے پر پڑ جاتے ہیں، یہاں شیشہ یا آئینہ کے دھبوں کے لیے استعمال کیا ہے، شیشے سے مراد دل ہے۔ انفاس = نفس (بمعنی سانس) کی جمع۔

(۵۰) ولایت = ولی ہونا، قرب الٰہی۔ مشکو = محل۔ (۵۱) قوس =

کان — عفیفہ = پارسا اور پرہیزگار عورت — (۵۲) ذکیہ = عقل مند خاتون — طاہرہ = پاک خاتون — امّ الفضائل = لفظی معنی فضیلتوں کی ماں، مراد فضیلتوں کا سرچشمہ — سررشتہ = دھاگے کا سرا، مجازاً مدّعا، مقصود، وجہِ آغاز — (۵۳) یک شبہ = ایک رات کا — فیضان = لفظی معنی پانی کا چھلکنا، مراد بڑی بخشش یا فائدہ کثیر ذوالفقار — حضرت علی کی دو دھاری تلوار کا لقب — پرتو = عکس — (۵۴) رخصتِ آفرینش = پیدائش عالم کا جامہ، مراد پیدائش عالم — (۵۵) یداللہ = خدا کا ہاتھ، مراد حضرت علی — شبّر = حضرت امام حسن کا ایک نام — شبیر = حضرت امام حسین کا ایک نام — قوت بازو = مراد بیٹا۔ (۵۶) جذبِ امامت = امامت کی کشش، روایت ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام صلعم کو ایک عرب نے ہرن کا بچہ پیش کیا تھا۔ آنحضرت نے اس بچے کو حضرت حسن کو دے دیا تو حضرت حسین نے ویسے ہی بچے کے لیے ضد کی۔ آنحضرت نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ حکم الٰہی سے ہرنی خود دوسرا بچہ لے کر حاضر ہوئی جسے آپ نے حضرت حسین کو عطا کیا — (۵۷) بضعۃ مِنّی = دیکھیے غیر کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۵، ۱۷ کا حاشیہ — (۵۹) انسیہ = عورت، انسی (آدمی) کا مونث — احادیث = حدیث کی جمع، پیغمبر اسلام کے اقوال — سِیَر = سیرت کی جمع، مراد سیرت کی کتابیں —

(۶۰) روایت شعر سے ظاہر ہے — (۶۱) فرزندانِ ہاشم = بنی ہاشم۔ قریش اور ہاشم عرب کے قبیلوں کے نام تھے — بنت خویلد = خویلد کی بیٹی، مراد حضرت خدیجہ، رسول اکرم کی زوجہ مطہرہ، حضرت فاطمہ

والدہ ۔ (۶۴) شقاوت = سنگدلی ۔ کینہ جو = مراد عداوت رکھنے والا۔
(۶۵) سارا = حضرت ابراہیم کی زوجہ کا نام ۔ مریم = حضرت عیسیٰ کی والدہ
کا نام ۔ خواہر موسیٰ = حضرت موسیٰ کی بہن، کلثوم یا مریم نام تھا (۶۶) کتم عدم =
نیستی کا پردہ ۔ بزم صورت = مراد دنیا ۔ (۶۷) آوازۂ صلوا = درود
بھیجو کا نعرہ یا شور۔

(۷۰) زخمی کر دیا پہلو = روایت ہے کہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد ایک
مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت علی کے گھر پر چڑھائی کر دی تھی اور دروازہ گرا
دیا تھا جس سے حضرت فاطمہ کے پہلو میں چوٹ آگئی تھی ۔ (۷۱) مرتضیٰ =
برگزیدہ، پسندیدہ ۔ زانو تہ کرنا = کسی کے پاس نہایت ادب سے (۷۲)
تعلیم حاصل کرنا ۔ چوب آسیا = چکی کی لکڑی جس کو پکڑ کر چکی چلاتے
ہیں ۔ (۷۳) موکب جلال = بزرگی یا شکوہ کا لشکر ۔ غضّوا =
تم آنکھیں بند کر لو ۔ (۷۵) احد = مدینہ کے پاس ایک پہاڑ کا
نام جس کے قریب ۳ھ میں مسلمانوں اور مخالفین اسلام میں سخت
جنگ ہوئی تھی، ستر اسلامی مجاہد مع حضرت حمزہ اس لڑائی میں شہید
ہوئے تھے۔ اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جنگ احد کے بعد
سے ہر دوسرے تیسرے روز حضرت فاطمہ شہدائے احد کے مقبرے
پر تشریف لاتی تھیں اور وہاں نماز پڑھتی تھیں، شہدا کے لیے دعا
فرماتی تھیں اور روتی تھیں ۔ (۷۸) کفو = ہم سر، ہم نسب ۔ امیر المومنین =
مومنوں کا سردار، مراد حضرت علی ۔ ام الائمہ = اماموں کی ماں ۔
(۸۰) دلو = ڈول ۔ روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد
حضرت ام ایمن کا دل مدینے سے اچاٹ ہو گیا اور وہ مکے کی طرف روانہ

ہوئیں تو مقام جحفہ میں پیاس کی اتنی شدت بڑھی کہ زندگی خطرے میں پڑ گئی ۔ ام ایمن نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے معبود میں تیرے نبی کی بیٹی کی خادمہ ہوں، اُس وقت جنت سے پانی کا ایک ڈول اُترا اور ام ایمن نے اپنی پیاس بجھائی ۔ (۸۳) سریر = تخت ۔ (۸۴) بجیرہ دست = سرکش ۔ (۸۷) مرجو = امید کیا ہوا، مراد جس کی امید کی جائے ۔

سیّد کاظم حسین محشر لکھنوی

(۶) جولاں گہہ انوار = مراد انوار الٰہی کی جلوہ گاہ ۔ موسیٰ عمراں = حضرت موسیٰ جن کے باپ کا نام عمران تھا ۔ (۷) خفقاں یا خلاج (۱۰) تنرد در زنداں = قید خانے کے دروازے کے قریب ۔ زلیخا کے عشق کے الزام میں عزیز مصر نے حضرت یوسف کو قید خانے میں ڈلوا دیا تھا ۔ (۱۱) چاندنی سونپنے = چاندنی سونپنے کی رسم کی طرف اشارہ ہے، زخم کے لیے چاندنی مضر ہوتی ہے ۔ جب کسی کے زخم ہوتا ہے یا عورت کے بچہ ہوتا ہے اور اسے کسی ایسی جگہ سے اٹھانا نہیں چاہتے جہاں چاندنی آتی ہے تو ٹوٹکے کے طور پر ایک آدمی کو گواہ کر کے اُسے چاندنی کے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ چاندنی کا بُرا اثر نہ پڑے ۔ (۱۴) سواد = سیاہی، تاریکی ۔ (۱۵) تراوش = ٹپکنا ۔ (۱۹) سوزن عیسیٰ = دیکھیے انشا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۴۶ کا حاشیہ ۔

(۲۳) شام غریباں = مسافروں یا بے وطنوں کی شام ۔

(۲۴) عنواں = طرح، طریقہ، ڈھنگ ـــ (۲۵) کرمکِ شب تاب = جگنو ـــ (۲۶) مہِ کنعاں = حضرت یوسف جو نہایت حسین و جمیل تھے اور کنعان کے رہنے والے تھے۔ عزیزِ مصر یعنی مصر کے وزیرِ اعظم کی بیوی زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہو گئی تھی، لیکن آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، ایک دن اس کی زبردستی سے آپ کا پیچھے کا دامن پھٹ گیا تھا۔ پہلے مصرع میں داغ سے یہی پھٹا ہوا دامنِ یوسف مراد ہے، جس سے حضرت یوسف پر بظاہر الزام آتا تھا (لیکن مزید تفصیل کے مطابق) ایک شیر خوار بچے کی گواہی پر حضرت یوسف اس لیے بے گناہ قرار پائے تھے کہ ان کا آگے کے بجائے پیچھے کا دامن پھٹا تھا) ـــ خلوت کدہ = مراد سات مکانوں کے اندر کا وہ کمرہ جہاں زلیخا حضرت یوسف کو لے گئی تھی اور جہاں سے وہ زلیخا کی زبردستی سے بھاگ کر باہر نکل آئے تھے۔ (۲۷) شجرِ وادیِ ایمن = شجرِ طور جس پر موسیٰ علیہ السلام نے پہلے آگ یا روشنی دیکھی تھی اور پھر خدا سے ہم کلام ہو کر جلوہ دکھانے کی التجا کی تھی ـــ (۲۸) جوانانِ گلستاں = مراد پودے ـــ (۲۹) شبستاں = خواب گاہ، رات کو رہنے کا مکان (۳۰) خوبانِ جہاں = دنیا کے معشوق ـــ (۳۱) یہاں سے خوبانِ جہاں اور مہِ تاباں کا موازنہ نظم کیا ہے اور شعر نمبر ۶۱ میں گریز کر کے منقبت کا آغاز کیا ہے۔ پہلے مصرعے میں "واں" کا اشارہ چاند کی طرف ہے اور دوسرے مصرعے میں "یاں" کا

کا حسینوں کی طرف —
(۴۰) دُنبالہ دوی = پیچھے پیچھے دوڑنا — سرگشتہ = حیران
پریشان — گبر = آتش پرست، مراد غیر مسلم — (۴۴) جزر و مد بحر =
سمندر کا جوار بھاٹا، جزر پانی کے گھٹاؤ یا بھاٹا کو کہتے ہیں اور مد
پانی کے چڑھاؤ یا جوار کو کہتے ہیں چاند کے اثر سے سمندر میں
مدوجزر آتے ہیں — (۴۵) کسب ضیا = روشنی حاصل کرنا،
چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے — چراغ تہ داماں =
دامن کے نیچے کا چراغ، چراغ جس کی روشنی چھپی ہوئی ہو —
(۴۶) فرقان مبین = قرآن شریف جس میں چاند کا ذکر آیا ہے —
سورۂ رحمان = قرآن کا ایک سورہ جس میں حقیقت کے سلسلے
میں خوب صورت عورتوں کا ذکر آیا ہے، دوسرے مصرع
میں اسی طرف اشارہ ہے — (۴۸) تولید = پیدائش، خیال
ہے کہ چاند کی کرنوں سے جسم میں خون پیدا ہوتا ہے — نشتر زن
شریاں = رگوں میں نشتر لگانے والی، شریاں اچھلنے والی رگ
کو کہتے ہیں جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے —
(۵۰) مساوات = برابری، اس رعایت سے کہ ہر چھوٹا بڑا چاند
کو دیکھتا ہے — (۵۵) تنک = ہلکا، باریک، مراد حقیر —
(۵۸) نمک ریز جراحت = زخم پر نمک چھڑکنے والا، چاندنی کے
اثر سے زخم کی تکلیف بڑھ جاتی ہے — خنجر براں = کاٹنے والا
خنجر — (۵۹) حلقہ بگوشی = غلامی، فرماں برداری —
(۶۱) کندہ = کھدا ہوا — مولد = پیدا ہونے کی جگہ،

حضرت علی کعبے میں پیدا ہوئے تھے ۔ (۶۲) اسدِ خالقِ اکبر = شیرِ خدا، مراد حضرت علی ۔ نبتِ اسد = فاطمہ بنت اسد، حضرت علی کی والدہ کا نام = ہادیٔ دوراں = زمانے کا ہدایت کرنے والا، بڑا ہدایت کرنے والا ۔ (۶۳) رجب = ساتواں اسلامی قمری مہینہ ۔ مولودِ حرم = کعبے میں پیدا ہونے والا ۔ (۶۴) نورِ صمدی = خدا کا نور ۔ (۶۵) روایت ہے کہ حضرت علی کی ولادت کے وقت خانۂ کعبہ کی دیوار شق ہو گئی تھی، آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد جب رخنے کے اندر داخل ہو گئیں تو دیوار مل گئی، اس طرح تین دن خانۂ کعبہ کے اندر رہنے کے بعد چوتھے دن پھر دیوار شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد حضرت علی کو لیے ہوئے باہر آئیں ۔ (۶۷) ضیا خانۂ محبوب خدا = مراد پیغمبر اسلام کا گھر ۔ (۶۹) دُرِ غلطاں = لڑھکتا ہوا موتی، عمدہ اور قیمتی موتی ۔

(۷۰) حبیب دوسرا = دونوں جہان کا محبوب، مراد پیغمبر اسلام ۔ سلیمان = حضرت سلیمان پیغمبر اور بادشاہ جن کا تخت ہوا میں اڑتا تھا ۔ (۷۲) چرخ چہارم = چوتھا آسمان، حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں ۔ (۷۳) رحل = مخصوص قسم کا دو تختہ جس پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کرتے ہیں ۔

(۸۰) صلوات = درود ۔ (۸۱) قرب زر سجاں = خدا کے گھر کی قربت، مراد قربت خداوندی ۔ دفتر کن = آفرینش، کن کے لیے دیکھئے صفی لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱۰ کا حاشیہ ۔ سابق الایمان = ایمان کا پیش خیمہ یا وسیلہ، سب سے پہلے ایمان لانے

والا، مراد حضرت علی ——— (۸۲) صبحِ ازل = مراد آفرینش سے
قبل کی ہمیشگی، دنیا کی پیدائش سے پہلے کا دائمی زمانہ — عالمِ امکان =
مراد دنیا — (۸۳) سرمہ کش = سرمہ کھینچنے والا، سرمہ لگانے والا —
(۸۵) جذبات = جذبہ (کشش) کی جمع — صفدر = صف کو پھاڑنے
والا، بہادر — (۸۶) نصیری = حضرت علی کو خدا ماننے والا، دیکھیے
مصحفی لکھنوی کے قصیدے کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ — (۸۷) بعض
عقائد کے مطابق پیغمبرِ اسلام صلعم کو جب معراج حاصل ہوئی تو
حضرت علی بھی ہمراہ تھے — دیکھیے سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کا شعر نمبر ۴۴
(۸۸) درِ خیبر = دیکھیے نظم طباطبائی کے قصیدے کے شعر نمبر ۱۲
کا حاشیہ — احسنت = کلمۂ آفریں، واہ وا، لفظی معنی بہت اچھا کیا
تو نے — (۸۹) محور = دھرا، مرکز —
(۹۰) اہلِ سموات = آسمانوں والے — سموات = سما (یعنی آسمان) کی جمع — دوسرے مصرع
کی تلمیح کے لیے دیکھیے منیر کے قصیدہ نمبر ۱ کے شعر نمبر ۱۷، ۱۸ کا حاشیہ (۹۵) تلمیح کے لیے دیکھیے
سودا کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۹۶ کا حاشیہ (۹۶) مستتر = چھپا ہوا —— (۹۸)
اشارہ ہے اس واقعے کی طرف کہ اہلِ مکہ کے قاتلانہ منصوبے کے پیشِ نظر
جب پیغمبرِ اسلام صلعم نے مکے سے مدینے کو ہجرت کی تھی تو حضرت علی کو
ہدایت فرمائی تھی کہ وہ رات کو آنحضرت کے بستر پر ان کی چادر
اوڑھ کر سو رہیں اور صبح کو سب لوگوں کی امانتیں دے کر خود بھی
مدینے چلے آئیں — حضرت علی نے اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے
اس پر عمل کیا — صبح کو اہلِ مکہ نے پیغمبرِ اسلام کے بستر مبارک پر حضرت
علی کو پایا تو انھیں پکڑ کر خانۂ کعبہ میں لے گئے اور تھوڑی دیر قید رکھ کر چھوڑ دیا

(۱۰۰) کشاد = فتح، قلعۂ خیبر کی فتح اور اس کا پھاٹک اکھاڑ پھینکنے کی طرف اشارہ ہے دیکھیے نظم طباطبائی کے قصیدے کے حواشی کا ابتدائی نوٹ اور شعر نمبر ۱۲ کا حاشیہ۔ کف ثعبان = سانپ کا منہ۔ اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ بچپن میں ایک دن جب حضرت علی گہوارے میں تنہا لیٹے ہوئے تھے گھر میں ایک خوفناک اژدہا آیا اور آپ کے گھر میں داخل ہو کر گہوارے کے پاس پہنچ گیا، آپ نے اس کا گلا پکڑا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالا (۱۰۲) عہدۂ پالنا۔ روایت ہے کہ حضرت علی کی والدہ نے بچپن میں جب آپ پالنے میں سو رہے تھے آپ کے ہاتھ پاؤں دبلے تھے لیکن آپ نے اس زور سے انگڑائی لی کہ ہاتھ کھل گئے۔ (۱۱۶) میرزا ناصر الایمان = مراد ناصر الملت مولوی ناصر حسین مجتہد جن کے گھر پر لکھنؤ میں قصیدہ خوانی کی محفلیں ہوتی تھیں۔ (۱۱۷) حسان لقب = حسان کا لقب رکھنے والا، حسان بن ثابت انصاری مشہور عربی شاعر اور مداح رسول گزرے ہیں۔ سحبان = عرب کا ایک مشہور فصیح و بلیغ شخص جو وائل خیالی کا بیٹا تھا۔ (۱۱۹) مدیح = تعریف۔

اقبال احمد خاں سہیل اعظمی

(۱) تار شعاعی = کرن کا دھاگا، مراد کرن۔ (۲) جاں گسل = لفظی معنی جان کو توڑنے والا، مراد روح فرسا۔ (۳) وادیٔ ایمن = ایمن کا جنگل، مراد وادیٔ ایمن، وہ جنگل جس میں حضرت موسیٰ

نے نورِ الٰہی درخت کے اوپر دیکھا تھا، اس کو ایمن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ کوہ طور کے داہنی طرف تھا، ایمن کے لفظی معنی ہیں داہنی طرف
دوسرے مصرعے میں کوہ طور پر خدا کے جلوہ دکھانے اور حضرت موسیٰ کے تاب نہ لا سکنے کی طرف اشارہ ہے ۔ (۴) شمع شبستانی = خواب گاہ میں جلنے والی شمع ۔ (۵) عالم تاب = دنیا کو روشن کرنے والا ۔ رخشانی = چمک ۔ (۶) خور = سورج ۔ (۷) عنادل عندلیب (یعنی بلبل) کی جمع ۔ حدی خوانی = حدی پڑھنا، حدی کے معنی شتربانوں کا نغمہ یا نغمۂ ساربان کے ہیں، مراد نغمہ سرائی ۔
(۸) ورد = بار بار پڑھنا، وظیفہ ۔ فتاح ۔ لفظی معنی کھولنے والا نام اللہ تعالیٰ، لفظی معنی کی مناسبت غنچوں سے ہے ۔ اقامت کھڑا ہونا، نماز شروع کرنے سے پہلے تکبیر یا اللہ اکبر پڑھنا، اقامت کی مناسبت قطار سرو بستانی سے ہے ۔ (۹) خواب نوشیں = میٹھی نیند ۔
(۱۰) مشق خمیازہ = انگڑائی پر انگڑائی لینا ۔ نوافل = نفل کی جمع عبادت جو واجب نہیں ۔ سبحہ گردانی = تسبیح پڑھنا ۔ (۱۲) فنا فی النور ہو جانا = نور میں مٹ جانا، مراد سورج کی روشنی میں زائل ہو جانا ۔ ادعا = دعویٰ کرنا ۔ (۱۳) خمار آگیں = خمار سے بھرا ہوا ۔
(۱۴) سعیٔ پر افشانی = اڑنے کی کوشش ۔ (۱۵) چشم عبرت بیں = عبرت کو دیکھنے والی آنکھ، مراد عبرت حاصل کرنے والی آنکھ ۔ بزم امکانی = مراد دنیا ۔ (۱۶) چمن پیرائے کن = کن کا چمن آراستہ کرنے والا ۔ مراد خدا ۔ کن کے لیے دیکھیے صفی لکھنوی کے

قصیدے کے شعر نمبر ۱۰ کا حاشیہ ۔ نیرنگ سازی ۔ جادوگری ۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْن = ہر روز وہ نئے ایک شان کے ہے یعنی خدا کی روز ایک نئی شان ہے، قرآن کریم کے سورۂ رحمٰن میں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْن آیا ہے ۔ (۱۷) تابستان = گرمی کا موسم ۔ تردستی = مشاقی، لفظی معنی کی مناسبت ابر سیہ سے ہے ۔ فصل زمستانی = جاڑے کا موسم ۔ (۱۸) خندۂ دنداں نما = ایسی ہنسی جس میں دانت دکھائی دینے لگیں ۔ گل برگ = پھول کی پنکھڑی ۔ (۱۹) باغ رضوانی، جنت، اس اعتبار سے کہ رضوان جنت کے داروغہ کا نام ہے ۔

(۲۰) شوریدہ سامانی = دیوانگی ۔ (۲۲) آفریں خوانی = آفریں کہنا ۔ (۲۳) قشقہ = ماتھے کا ٹیکہ، تلک ۔ خط شعاعی = کرن کی لکیر، مراد کرن ۔ ایاغ = پیالہ ۔ صہبائے ریحانی = سبز رنگ کی خوشبودار اور نہایت صاف شراب، ایک قسم کی شراب جو پھولوں سے بنائی جاتی ہے ۔ (۲۴) رگ گل کو جذب کی ہوئی نگاہوں سے استعارہ کیا ہے ۔ (۲۸) مصطفےٰ = لفظی معنی برگزیدہ، قبول کیا ہوا، مراد پیغمبر اسلام صلعم ۔ پرتوافشانی = مراد جلوہ آرائی ۔ (۲۹) کون = نئی پیدا ہوتی چیز، مراد دنیا ۔ طغرائے پیشانی = صفحے کے بالائی حصے پر تحریر یا اندراج، مراد عنوان ۔ طغرا = ایک قسم کا پیچیدہ خط جس میں بادشاہوں کے القاب اور نام فرمانوں پر لکھے جاتے تھے ۔ حریم قدس = مراد حریم ذات الٰہی یا بزم خداوندی ۔

(۳۰) نخستیں = نخست، اول، پہلا ۔ امضائے توقیعاتِ ربانی = احکام خداوندی کی مہر یا دستخط ۔ توقیعات = توقیع (بمعنی فرمان یا حکم شاہی) کی جمع ہے ۔ امضا = سرکاری مہر، دستخط، نشان، حکم جاری کرنا ۔ (۳۱) اطلس زنگاری گردوں = آسمان کا سبز اطلس ۔ امی = منسوب بہ ام بمعنی ماں، وہ شخص جس کا باپ ایامِ طفلی میں مر جائے اور باپ کی تربیت سے محروم رہے، مراد اَن پڑھ، لقب پیغمبر اسلام صلعم کا کیونکہ آپ نے کسی استاد سے تعلیم نہیں پائی تھی ۔ عقل کل = عقل اول، مراد جبرئیل ۔ دیکھیے ذوق کے قصیدہ نمبر ۳ کے شعر نمبر ۶۰ کا حاشیہ ۔ (۳۲) ۔ (۳۲) رابطہ = ربط پیدا کرنے والا، ملانے والا ۔ فارق = جدا کرنے والا ۔ رہبانی = منسوب بہ رہبان (راہب کی جمع، بطور واحد بھی آتا ہے) مراد رہبانیت عیسائیوں کا ترک دنیا کا طریقہ ۔ (۳۳) ناطق = بولنے والا ۔ مہر بر لب = مراد خاموش ۔ بلبلِ سدرہ = مراد جبرئیل ۔ سدرہ کے لفظی معنی بیری کے درخت کے ہیں، عقیدہ ہے کہ ساتویں آسمان کے اوپر بیری کا ایک درخت ہے جو رسائی کی آخری حد ہے اور حضرت جبرئیل کا مقام ہے ۔ اس کو سدرۃ المنتہیٰ بھی کہتے ہیں ۔ سوائے پیغمبر اسلام صلعم کے کوئی نبی یا فرشتہ اس مقام سے آگے نہیں جا سکتا ۔ نطق ربانی = مراد کلام الٰہی، قرآن مجید ۔ (۳۴) حاذق = مراد ماہر طبیب ۔ تنزیل فرقانی = قرآن مجید کا نزول ۔ علت ہائے = علت بمعنی بیماری کی جمع ۔ (۳۵) میزان = ترازو ۔ شکستگی = انکساری، عاجزی ۔ (۳۶) باذل = سخی ۔ (۳۸) درس آموز = سبق دینے والا ۔ مشہد توحید = توحید کی شہادت

گاہ، خدا کو ایک ماننے کے اسلامی عقیدے کے لیے جان دینے کی طرف اشارہ ہے۔

(۴۰) گنجور = خزانے والا، خزانہ دار — معارف۔ معرفت کی جمع جس کے لفظی معنی پہچاننے کی جگہ کے ہیں، مراد حقائق — عمرانی = منسوب بہ عمران بمعنی آبادی، مراد سماجی — (۴۱) بوریا مسند = جس کی مسند بوریا ہو، بوریا (چٹائی) پر بیٹھنے والا — کشاف سرائر = بھیدوں کو کھولنے والا — سرائر = سریرۃ بمعنی بھید کی جمع — (۴۳) نساخ = بڑا مٹانے والا — مقدم = مراد آنا، قدم رکھنا — کیش زردشتی = مذہب آتش پرستی — دین نصرانی = عیسائیت — (۴۴) مستثنات قاصی و دانی = جس سے خاص و عام الفاظ جاہیں (۴۵) سلطان الامم = امتوں کا بادشاہ — برزخ کبریٰ = دیکھیے کرامت علی شہیدیؔ کے قصیدے کا شعر نمبر ۱۵ اور اس کا حاشیہ — تصدیقی = تصدیق کی ہوئی — جلالت = بزرگی، شان — اذعانی = منسوب بہ اذعان بمعنی طاعت مراد حکم الٰہی کی تابع — (۴۶) مبشر = بشارت یعنی خوش خبری دینے والا — بعثت = ظہور نبوت — مصدق = تصدیق کرنے والا — موسیٰ عمرانی = حضرت موسیٰ جن کے باپ کا نام عمران تھا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ نے پیغمبر اسلام کی نبوت کی پیشین گوئی کی تھی (۴۷) تراشہ — کٹا ہوا ٹکڑا — غسالہ = دھوون — زلال = صاف، میٹھا پانی — آب جوانی = آب حیات —

(۴۸) تعالی اللہ = لفظی معنی خدا بلند کرے، کلمۂ تعریف و تعجب، مرحبا، سبحان اللہ — (۴۹) پیغمبروں میں حضرت یونسؑ کی دعا، حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا خلق، حضرت ایوب کا صبر، حضرت موسیٰ کا جلال، حضرت عیسیٰ کا زہد اور حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے۔

(۵۰) جبہہ سائی = پیشانی گھسنا، مراد سجدہ کرنا —
چرخ چارمیں = چوتھا آسمان — سورج جو تھے آسمان پر ہے۔
(۵۱) ما اعظم شانی = کتنی بڑی ہے میری شان - پورا فقرہ سبحانی ما اعظم شانی ہے اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے۔ (۵۲) سبحان اللہ کیا زیب دیتا ہے اس کے سر پر بادشاہت کا تاج کہ اس کی درگاہ کی چیونٹی کو حضرت سلیمان کا ناز پہنچتا ہے — (۵۳) شہنشاہِ سریرِ قاب قوسین = قاب قوسین کے تخت کا بادشاہ، قاب و قوسین کے لفظی معنی ہیں دو کمانوں کا فاصلہ۔ اس کا تعلق معراج سے ہے جب ہیں پیغمبر اسلامؐ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر بارگاہ خداوندی تک پہنچے تھے اور مقام قدس اور آپ کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ قاب قوسین کو تخت سے استعارہ کیا ہے اور آنحضرت کو اس کا بادشاہ قرار دیا ہے۔ شب اسریٰ = شب معراج — کاخِ کیوانی = ستارۂ زحل کا محل، مراد ساتواں آسمان جس پر کیوان یا زحل ہے۔ (۵۴) معراج کے سلسلے میں لوگوں کا اختلاف یہ ہے کہ وہ صرف روح کو ہوئی یا جسم

کے ساتھ ہوئی ــ (۵۵) بست و ہفتم = ستائیسویں تاریخ - خلوت آرائے ازل = مراد خدا ــ (۵۶) حریم اُمّ ہانی = پیغمبر اسلام صلعم کی چچازاد بہن حضرت امّ ہانی کا مکان، ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلعم معراج کی رات حضرت ام ہانی کے مکان میں تھے - قدسی = فرشتہ - (۵۸) بزم نور = مراد بزم نور الٰہی، بزم خداوندی - تشریف ارزانی کریں = مراد تشریف لے جائیں (۵۹) روح القدس = مراد جبرئیل - براق = وہ بہشتی چوپایہ جس پر شب معراج رسول خدا سوار ہو کر خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے تھے - سبک رانی = تیز ہانکنا یا چلانا، مراد تیز رفتاری -

(۶۰) مسجد اقصیٰ - بیت المقدس - جلوہ گاہ قدس = بارگاہ خداوندی ــ (۶۱) برق پیکر = بجلی کی طرح جسم رکھنے والا - (۶۴) تراکم = جمگھٹ، بھیڑ، انبوہ ــ (۶۵) محرم سرّ حقیقت = راز حقیقت کا جاننے والا - جزا = صلہ، معاوضہ - محسن = احسان کرنے والا - قانت = فرمانبردار - مذنب = گنہگار = عاصی - گنہگار - یعنی رسول خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ دوسروں پر احسان کرنے والوں اور خدا کے اطاعت گزار بندوں کو کس طرح جزا اور گنہگاروں کو کس طرح سزا ملتی ہے - (۶۶) عالم ناسوت = مراد دنیا، عالم فانی ــ ناسوت کے معنی عالم اجسام کے ہیں، مجازاً شریعت اور عبادت ظاہری کے معنوں میں بھی آتا ہے - بُرائیِ العین = چشم دید - بہار جنان رضوانی =

(۸۵) بارگاہ بے نیازی = مراد بارگاہ خداوندی ۔ تحیات
تحیت بمعنی سلام کی جمع ۔ (۸۶) رحمت عالم ۔ مراد رسول خدا
اشارہ ہے شب معراج میں خدائے تعالیٰ کے اس وعدے
کی طرف کہ امت محمدیہ میں جو شرک نہ کرے گا وہ بخشا جا
گا ۔ (۸۷) بہ امت عاصی = گنہگار امت کے لیے ۔ نوید مغف
معافی کی خوشخبری ۔ منشور غفرانی = بخشش یا معافی کا فرما
منشور کے لفظی معنی فرمانِ شاہی اور غفران کے لفظی معنی بخشش
یا معاف کرنا ہیں ۔ (۸۸) مطہر = پاک کیا گیا ۔ ذات مطہ
مراد رسول خدا ۔ (۸۹) خیرہ = حیران ۔ کج مج = غیر صا
مہمل، توتلا ۔ قاصر = کوتاہی کرنے والا ۔
